

اطلاع اس مطلع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی قیمت ہر ایک شائق کو چھانچا خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے اس کتاب کے مشیل چیچ کے تین صفحہ جو سارے تھے ان میں بعض کتب اردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو گاہی کا ذخیرہ حاصل ہو۔

| | | |
|---|--|---|
| <p>ادو اس اسمارحے معروف - ۴ ازاد اسیل الی الجنة والسیبیل ذخیرہ حاشیہ مؤلفہ مولانا علامہ مکی - ۵</p> | <p>تفسیر فتح الرحمن جو اہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ ہے۔ اردو طبع جلد ۵۵</p> | <p>تفسیر قرآنی اردو تفسیر فارسی - ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی قزاق الدین صاحب کمال و جلدیں سے تفسیر سورہ فاتحہ مکی بیخندہ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲</p> |
| <p>غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درخشاں مترجمہ مولوی خرم علی محمد حسن کمال چار جلدیں سے</p> | <p>احادیث اردو مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ اصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد ظفر الدین بیوی دوم و حضور کمال چار جلدیں پر حامل متن پینے اول عبارت عربی حدیث کی بعد اسکا ترجمہ اردو میں اس مترجمین کے احوال کا بھی ہذا لکھا گیا ہے۔ ۵</p> | <p>تفسیر سورہ یوسف - چو مصرعہ از مولوی اشرف علی - ۵ پنجوہ مترجم - باز بہ اردو - ۳</p> |
| <p>راہ نجات ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ مفصل بکچہ از مولوی کریم علی چو پوری - ۵ حقیقۃ اصولہ روح رسالہ بے غمازان - ۱ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری بس مسئلہ کتاب کا ترجمہ مولانا اشتیاق الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ خدمات کی وجہ سے دس جلدوں میں لکھا گیا ہے قیمت کامل و ۵۵ کشف الحجاب ترجمہ اردو دلا بڑہ از مولوی محمد نور الدین - ۴</p> | <p>ترجمہ مولوی خرم علی - ۵ ترجمہ جامع ترمذی حامل متن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ تفسیر بصرف ذکر تفسیر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حق ترجمہ بھی مطبع محفوظ و معدود ہیں۔ ۵</p> | <p>ایضاً فارسی تفسیر حسینی از امام حسین واعظ دینار سنہ اول ہدی تفسیر کو خط جلد ہے تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا امین ہروی در تصوف علامہ</p> |
| <p>ہزار مسئلہ مشاغل ہفت سالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل شامیہ (۳) صد دسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نورنامہ (۷) چل مسائل مولفہ مولوی عبدالحق بن عبد السلام - ۳ شرح عمودی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ۵</p> | <p>ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا - ۵ حدیث فارسی اشعہ اللمعات حامل متن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبدالحق مولوی چار جلدیں میں۔ بطبع ۵۵</p> | <p>ایضاً عربی تفسیر بے لفظ قضی مکی بروایت الامام علم کے سر کا نام بیچہ جو کتاب خزانہ الکریم شہناشاہ الکریم گہز باب غنی فی اپنے زمانہ کی منزلت بیچہ عجیب مست پرانگل بیخندہ عجیب بلاغت و سلاست چہرہ و اخبار شراط و اکی اصطلاح بے لفظ خزون و قارون کا نام ہے فقط زوۃ کا ترجمہ بے لفظ شہناشاہ ہند کا عرت کرنا واقعی بجا تھا اور بعض مصنف کا فخر زیادہ پایا پایا جیسا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت</p> |
| | <p>ترجمہ الوصول الی حدیث جلد اول الشیخ عبد الرحمن بن علی بن معروف - ۵ دلائل الخیرات باب ترجمہ فارسی و سارے مترجمہ</p> | |



کہ ہجرت سے کئی سال پہلے واقع ہوئی اس دلیل سے کہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی اور ہجرت سے پانچ برس یا چار برس پہلے وفات پائی ہے اور یہ معلوم ہے کہ نازبہ معراج میں فرض ہوئی ہے پس شبہ معراج کئی سال پہلے واقع ہوئی۔ اور جواب یہ ہے کہ نازبہ صفت سے شبہ معراج میں فرض ہوئی ہے وہ احکام تھے وہ نہ پہلے بھی تھے جیسے طہارت تو کہ میں بھی منجھنا کے حالانکہ نزول آیت وضو کا مدعی نہیں ہوا ہے پس خدیجہ کبریٰ کے نماز پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے اور حضرت عائشہؓ سے صریح مروی ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے انتقال کیا ایسے وقت میں کہ نازبہ فرض نہیں ہوئی تھی۔ مگر تم کہ اس قدر کافی ہے کہ معراج کب واقع ہوئی پس ہجرت سے سال بھر سے پہلے ہی الاول کی تہ صبح میں تاج ہوئی ہے۔ اور وہ کہ کہاں سے واقع ہوئی تو یوں کہ میں منصوص ہے کہ ہجر سے سوئی اور سن و قنادہ سے بھی ظاہر قرآن کے موافق مروی ہے کہ عین ہجرت میں معراج ہوا اور وہ ہجر سے سن کے کہما کہ حضرت امیؓ کے مکان سے واقع ہوئی ہے۔ بعض علماء نے زعم کیا کہ قرآن میں ہجرت الحرام کے معنی یہ ہے کہ یہاں سے اور یہاں تک شائع ہے اور مترجم کہتا ہے کہ دونوں قول میں کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ کلمات یہ ہوئی تھی کہ نازبہ عشاء کے بعد آپ امیؓ کے مکان میں سوئے کہ کہ جبریل علیہ السلام صبح حجامت کے آکر آپ کو سجدا حرام میں بیٹھے اور ان سے معراج کو لیکے چنانچہ حدیث اکابر میں مسعود بن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس درمیان میں کہ ہجرت الحرام میں چرمین تھا کہ امیؓ آخر تمام حاشیہ معراج غفل کی۔ اور واضح ہو کہ روایات میں امیؓ کے مکان سے بھی معراج مذکور ہے مگر تاریخی ہے جو عین نے بیان کی اور اس کی تصریح بعض روایات میں موجود ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ آؤں میں سے ہوشیار رہنا چاہیے کہ راویوں کے کلام میں جان باہم مختلف نظر کرتے ہیں وہ واقعی اپنے غل سے بچتے ہوئے ہیں جو کہ دیکھنے والا اس کیفیت سے کوشاں ہو نہیں سکتا تو اسکو بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ یہ مقام معراج کمال عروج روح کے ساتھ کچھ عین آسکتا ہے اسی واسطے کہ ان جیکے اجسام تروتازہ اور ارواح سیاہ و ضعیف ہیں اس مقام کو نہیں سمجھتے ہیں پس اہل ایمان کو لازم ہے کہ انہیں جانتا کہ عین آسکتا ہے اسکو شکر کے ساتھ لیون اور جان کچھ میں نہ آوے اسکو ایمان کے ساتھ تسلیم کریں اور منتظر رہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ روح ہر ایک وقت میں مثل آئینہ کے کھل جائے گا بلکہ کعب ہوگا کہ پہلے نظر بصیرت پر کیا کہ وہ تھا اور اللہ تعالیٰ مثل شان کے عجب اسرار اس قدر ہیں کہ کوئی آنکھ حاکم نہیں کر سکتا ہے اور ہجرت الحرام کو کبھی آدم علیہ السلام نے نبیا اور اس کے چالیس سال بعد جبرائیل کو نبیا یا جبرائیل کو مہاب اللہ نہ میں ہے اور داؤد علیہ السلام نے جبرائیل کی عمارت میں جبرائیل کی ہے۔ علماء نے سمجھا کہ معراج آسمان کو کہہ سے ہوئے اور جبرائیل سے جوئے میں یہ حکمت تھی کہ شام عشاء فلاں ہوگا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کہ آپ کے قدم کو کنارہ برکت سے آپ کی اُمت پر راہ آسان ہو اور یہ بھی کہ وہ ان مجمع انبیاء علیہم السلام ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایسے کچھ شرف دیا جاوے اور یہ بھی کہ لوگ آپ کی قربانیت و رحم و روح سے واقف ہو کر تھوکر صبیح سے مرتبہ عروج حاصل کریں۔ اب بیان امر یہ کہ کس کیفیت سے واقع ہوئی ہے۔ اول یہ جان لینا چاہیے کہ احادیث و آثار میں جتنے در بیان ہے وہ نفس کیفیت کے واسطے کافی نہیں ہو سکتا جیسے کوئی شخص کی قسم کی گواہی کہ بیان کرے تو جسے بھی یہ پہچانی ہو صرف بیان سے بہت کم واقف ہوگا بلکہ شاید منکر ہو جاوے حالانکہ جیسے کہی ہے اس کے نزدیک کچھ بھی بے بن ہوگا کچھ بھی نفس کیفیت سے وقوف نہیں ہو سکتا ہے اب جاننا چاہیے کہ معراج کے بارہ میں قول اول کی قسم و روح دونوں کے ساتھ جائزے میں واقع ہوئی ہو۔ دوم یہ کہ صرف روح سے واقع ہوئی اور قول دوم یہ کہ کہہ سے بیت المقدس تک صبح معراج واقع ہوئی پھر وہاں سے آسمان پر روح سے واقع ہوئی ہے اور صبح قول اول ہے بلکہ عقائد میں یہ مسئلہ غلطی داخل ہے کہ معراج نماز قول اول کے بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کو واقع ہوئی تھی کہ جو اس سے انکار کرے اسکو کفر کہا گیا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس کے خلاف جیسے صحابہ و تابعین سے نقل کیا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اُن سے روایت کرنے والے احادیث و روایات ہر کہ منفر دواوی کا بمقابلہ معروف مشہور قطعیات کے اختلاف کے طور پر اعتبار نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر کسی اتفاق ہوں تو بھی اسکے معنی تمام سلف و خلف کے موافق ہتے ہیں پھر ہم اسکو خواہ خواہ خلاف پر کیوں

محول کرین۔ اگر کہا جائے کہ آیت میں تاویل بھی ہو سکتی ہے تو جواب یہ ہو کہ تاویل اپنے فائدہ سے ہو کر آتی ہے اور بے وجہ تاویل تو خرافات کہلاتی ہے اور قرآن مجید تو تو فیہ تعلیمی ہے تو روا نہیں ہے کہ بے وجہ اسکی تاویل ہو جب تک راوی کی روایت کے کچھ دوسرے راویوں سے نہ ہو کہ راوی کے الفاظ میں کچھ متوقع کلام بہام اور اجمال ہوتا ہے جس سے نظام خلاف مغضوب ہوتا ہے لیکن درحقیقت اتفاق ہوتا ہے شیخ امام بن کثیر نے اس مقام پر ہوا حدیث کو بہت تفصیل سے لایا اور کیا اور مترجم نے کر رکھا اور اسانہ حذف کر کے زیادات پر لکھا کہ ایسا کہ انسانی راوی کو اپنے موقع پر رکھنا چاہیے۔ ذکر لکھا کہ ایش واروہ در معراج لاش بن مالک را سے روایت ہے کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے معراج ہوئی تو تین شخص آئے قبل اسکے کہ آپ پر وحی کیجا سے اور آپ مسجد حرام میں خواب میں تھے پس اول نے کہا کہ وہ کون ہے دوم نے کہا کہ وہ امین ہے بہتر ہے میرا فلا کہ بہتر ہے لو کہ پس اس رات ہی تھا اور آپ نے کچھ نہیں دیکھا پھر دوسری رات میں آئے اس حال میں کہ آپ کا قلب دھکتا تھا اور آپ کی صفت یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اول نہیں سو کر آتی ہیں اور اول نہیں سوئے ہیں پس فرشتوں نے آپ سے کہو کلام نکلیا یہاں تک کہ آپ کو اٹھا لیکن اور چارہ زمر سے پاس رکھا پس جب پہلے نے بذات خود منیٰ ہو کر آپ کا سینہ چاک کر دیا اور اندر سے نکال کر اسکو اپنے ہاتھ سے آپ زمر سے دھو کر پاک کر دیا پس ایک سوئے کا شیشہ میں لکھن سوئے کی بھی لائے حسین امان و کثرت بجزی ہوئی تھی اس سے آپ کا سینہ بھر دیا اور حلق کے عرفی لاکو چڑھا پھر آپ کو اٹھا کہ آسمان کو لینگے در بیان سے کیفیات و قائل متروک کر دیں گے، پہلے آسمان تک ہو چکے تو فرشتوں نے کہا کہ کون ہے کہ اسکو تیرا بل بولے کہ ساتھ کون ہے کہ اسکو میرے ساتھ مجھ میں بولے کہ اسکو پاس بھیجا گیا تھا کہ اسکا بان بولے کہ مرجسا مبارک باد آسمان والوں کو آپ کے قدم سے بہت خوشی ہوئی۔ آسمان والے یہ نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنے ساتھ اہل زمین سے مخصوص ہونا ہے جب تک آگاہ نہ کیا جائے پس اول آسمان پر کو آمد کیا یا جبرئیل نے عرض کیا کہ ایک ہے آپ انچیز میں اسکو سلام کیجئے آپ نے سلام کیا کہا اؤم نے جواب سلام کے ساتھ کہ اسکو مرجسا مبارک اسے فرزند تو بہت ہی مبارک بیٹا ہے پھر آپ نے آسمان دنیا پر دو زمین دھین روانہ کیا پھر جبرئیل نے زمین کیا میں کہا کہ نیل و فرات میں ان دونوں کے عنصر ہیں پھر روانہ ہوئے تو دوسری ایک نہر بھیجی جس پر منیٰ و زمرہ کا قصر تھا آتھ سے دیکھا وہ مشک افراسیہ پوچھا کہ جبرئیل کیا کرنا کہ یہ کفر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے رکھی ہے راقول یعنی حوض میں نہر کوڑے پانی آتا ہے پھر لیکر دوسرے آسمان کو کوڑی لایا وہاں دالے لاکھ نہ بھی نسل آسمان اول کے پوچھ کھولا اور مبارکباد دی پھر تیسرے آسمان کو چڑھا یا اور وہاں بھی پھر پانچویں پھر چھٹے پھر ساتویں چڑھا یا پھر چھٹے کے دروازہ کھول کر مبارکباد دی اور ہر آسمان میں انبیاء بھی ملے جلوس رضی اللہ عنہم نے اس مقام بتلایا تھا کہ جبرائیل میں سے یہ بار بار کہ ادریس دوسرے آسمان پر بار بار وئی چوتھے آسمان پر اور پانچویں پر ایک اور جگہ ان مجھے نہیں یاد اور بار بار کہ ہم مجھے آسمان پر اور موسیٰ نہا توین آسمان پر تھے دتر چر کہتا ہے کہ میں بھی شاید یہ ہوتا ہے یا جملہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی جناب میں کہا کہ اسے رب میری نسبت لگان کیا جاتا تھا کہ تو مجھ پر کی کو بزرگ نہیں فراویگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر چڑھا یا گیا جہاں سوا سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہی آیا اور قرب ہوا حضرت جبرائیل عزوجل کا پس زوئی ہوئی دنی فنی فلان فلان تاب تو میں اودانی پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو چاہا اوجی فرمائی دینی دیون واسطہ کے ہنجلدی کے یہ کہ تیری اُمت پر چاس نمازین شب و روز میں ہیں پھر آپ کو اتارا گیا یہاں تک کہ آپ موسیٰ علیہ السلام پر گذرے پس موسیٰ علیہ السلام نے روک کر پوچھا کہ اسے خود آپ سے کیا عہد لیا ہو روگدارنے کہا کہ یہ عہد کہ تیری اُمت پر چاس نمازین رات دن ہیں میں کہ آپ کی اُمت اسکو نہیں اٹھا سکی آپ واپس ہو کر جناب باری تعالیٰ میں درخواست کرین کہ آپ سے اور آپ کی اُمت سے تخفیف فرماوے راہ شیت اُسی واسطے انکار فرملت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے جبرئیل کو دکھا گویا اس بارہ میں مشورہ جاتے تھے جبرئیل نے اشارہ کیا میں ان اگر آپ کو منظور ہو پس اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے جبرئیل کے پاس پہنچا یا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موقع پر پہنچ کر عرض کیا کہ اسے میرے بھتیجے خفیف دیجیہ وہ کسی کبریٰ امت یا اسکو نہیں اٹھا سکتی ہے پس دین نمازین کم دین پھر لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام آپ کو پہنچے پھر انھوں نے دو کاپس برابر موسیٰ علیہ السلام آپ کو بھیجے جاتے تھے تاکہ کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازین بھیجیں پھر لٹنے پر موسیٰ علیہ السلام نے روکا اور کہا کہ اسے محمد والدین نے خواہ اسے لیں کو اس سے حکم پرائی کیا مگر وہ روڑے سے اور چھوڑ دیا اور آپ کی امت تو جہنم میں بہت کم اور دل و بدن و آگہ و کان سب میں بہت کمزور ہے آپ واپس جائیں کہ رب عزوجل خفیف فرماوے ۔ ہر بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھتے کہ مشورہ دین اور جبرئیل اسکو انکار نہ جانتے تھے پس اس بار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنا لگے اور آپ نے عرض کیا کہ اسے رب تعالیٰ سے میری امت بہت کمزور و دل و بدن و آگہ و کان ہے پس حضرت رب العزت جل شانہ نے فرمایا اے محمد عرض کیا کہ لبیک وسعدیک فرمایا کہ میرے یہاں تبدیل میں ہیں یہ عباد کہ میں نے خفیف ام الكتاب میں فرض کیا ہے ہر تنہی دین کو نہ ہے پس ام الكتاب میں وہ پاس ہیں اور خفیف پانچ ہیں پس آپ واپس ہو کر موسیٰ علیہ السلام پاس آئے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا ۔ بنیلا کہا کہ رب عزوجل نے خفیف فرمایا ہر تنہی دین کو نہ کر دیا ۔ موسیٰ نے کہا کہ والدین نے میری اسلہ لیں کو اس سے بہت کم پرائی کیا مگر انھوں نے ترک کر دیا آپ واپس جائیں کہ رب عزوجل خفیف فرماوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اسے موسیٰ والدین برابر عرض کرنے سے نہ کیا ہوا ہون تو کہا کہ لہجہ الاستیلا کا بام لیکر زول کیجیہ ۔ آپ جاگے تو مجرا احمرا میں تھے یعنی جو وقت آپ کے نماز کا تھا اسوقت آپ سجا احمرا میں آگئے تھے ۔ اس حدیث کو ابھاری نے روایت کیا اور ام سلمہ نے بھی دوسری اسناد سے روایت کیا ہے میں زیادتی کوئی وتقدیرہ و تاخیر ہے اور ام سلمہ نے کہا کہ اس کا راوی شریک بن عبد اللہ بن ابی غریبہ جو کہ بزرگ و پرہیزگار ہے اس نے اس حدیث کو اچھی طرح محفوظ نہیں رکھا اسکی یاد میں اضطراب ہو گیا اور حافظہ کو گلیا ہے جیسا کہ دوسری روایات میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ۔ اقول شیخ شریک نے خود ہی کہا کہ مجھے باؤ میں رہا ہے عیسا کہ گذر اور ام سلمہ نے کہا کہ بعض علماء اس حدیث کو خوب پر محول کرتے ہیں یعنی بعض علماء کے نزدیک معراج اگرچہ ایک ہی مرتبہ واقع ہوا یعنی کوئی خاص دن و خاصی طور پر ہی اپنا ہے پس یہ واقعہ اول میں بطور خواب ہے تیسرا اس معراج کی تھا جو کہ بدن و روح کے ساتھ پیچھے واقع ہوئی اور نقل ظاہر ہے امر کچھ بعید نہیں ہو اگرچہ شیخ نے نزدیک نہیں ہے کیونکہ اول تو آپ معصوم و خوف پر ہوا اور دوم یہ کہ دیوارات کبریٰ کو اٹھانا بھی اس ہم کے لیے مشکل ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم تو روح سے بڑھ کر تھا والد تعالیٰ اعظم پر لکھا کہ امام ابو یوسفی فرماتے ہیں کہ کاش شریک نے اس حدیث میں بعضی باتیں یہی زائد نہیں جو اٹھنے سے اسے کوئی ثقہ روایت نہیں کرتا ہے چنانچہ دینی فتلی دکان قاب و فمین و ادنی و افنی حدیث میں صریح الترتیبی کے دیوار پر ہے لیکن حضرت عائشہ و ابن مسعود و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے کلام میں صریح ہے کہ یہ نزدیکی و کھانا جبرئیل کے ساتھ جبرئیل کی اصلی صورت پر ہوا ہے جنی جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت پر دوم تہ رکھا تھا کی انجم و وعدہ نہ تھی آخری الایہ یہی ہے کہ اسکی امتی ہے ۔ ابن کثیر نے کہا کہ جو جعفر نے فرمایا بھی حق شواہ ہے ۔ امام احمد نے اس بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ براق میرے پاس لایا گیا وہ چاہے مفید ہے گدھے سے اونچا اور گھر سے نیچا اور اپنا قدم وہاں رکھتا ہے جہاں اسکی انتہا سے نظر پہنچتی ہے میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور چوہا یہ اس حلقے سے باندھا جہاں زمین انبیا علیہم السلام باندھتے تھے پھر میں نے داخل ہو کر ان میں کو دیکھیں پھر باہر آجس جبرئیل میرے پاس آیا کہ لبیک لبیک کا اور ایک پالہ دو دوہ کا لائے اس میں نے دو دوہ کو اختیار کیا پس جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو لایا ۔ پھر جبرئیل آسمان دیا پر چڑھا اڑنے لگا کہ پھر کھولنا اور دیوار کا دیوار سننا سابق بیان ہے لیکن ہر کسان میں پیغمبروں کا ہونا اس تفصیل سے

ایک درخت تک پہنچے گا کہ فراہ بان دو چھوٹے مثل آشیانہ پرندوں کے تھے پس ایک بن جبریل بیٹے اور ایک بن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ دراز ہو کر بن موسیٰ یہاں تک کہ نفی تک پہنچے پس ایک بن اٹھ پھیلانا تو آسمان کو گنگنا چکر ایک ذریعہ سے نو کہ جانب اُتے تو بن جبریل علیہ السلام بیہوش ہو گئے گویا مایہ مکمل ہیں پس بن نے جانا کہ اپنے خوف مجھ سے زیادہ غالب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ نبی بادشاہ یا نبی عبد نبی موت با دشاہت چاہئے یا نبوت یہودیت یعنی نبوت بشان عبودیت و کمال جنت پس جبریل ؑ نے اسی حال میں مجھ سے اشارہ کیا کہ تو اضع اختیار کیجے پس بن نے عرض کیا کہ اے رب بادشاہت نہیں بلکہ عبد بنانا چاہتا ہوں۔ اقول مشکوٰۃ میں حدیث سے یہ بات بتا سکتا کہ آپ نے نبوت یہودیت اختیار کی پس کئیدہ گریہیں نہیں بکھائے اور فرماتے کہ نبی عبد ہوں شیخ ابن کثیرؒ نے بعد ازاں لکھا کہ یہ روایت اگر صحیح ہو جاوے تو ضرور ہے کہ یہ معراج کے سوا کسی واقعہ ہے نہ نبیؐ کی اسرار و کمالات کے ہے واقعہ معراج خاص نہیں ہے اور ایسے واقعہ تو دوبارہ امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت طہنیں سے بہت واقع ہوئے ہیں والد تعالیٰ اعلم۔ اور لکھا کہ ہزار ہے کہ کہا کہ حدثنائے عرس عیسیٰ حدثنائے ابوجہر حدثنائے شعبہ عن قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ کہ انس نے کہ جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ قال حدیث مغرب پھر شیخ نے اہل بیتؑ کی روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ذکر فرمائی کہ جب جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا تو کہلائے تو اُسے شوقی سے دم کو حرکت دی پس جبریلؑ نے کہا کہ ان ٹھہرے اے راق کہ والد اسکے مثل دوسرا کچھ سوا زمین ہوا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا راستہ کے کنارے سے بچے پوچھا کہ جبریلؑ کیوں ہے کہ کہ چلے چلے پھر روانہ ہوئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے جانا پھر دیکھا کہ راستہ سے بچی ہوئی ایک جبریلؑ آپ کو بلائی ہے کہ اے محمدؐ روانہ ہوئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر آپ سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک خلق نے لافاقت کی اور بولے کہ السلام علیک اے اول السلام علیک اے آخر السلام علیک اے چنانچہ جبریلؑ نے کہا کہ السلام کا جواب دے دیجئے آپ نے دیدیا پھر واپس ہوا تو دوبارہ الہی ہی خلق نے ملاقات کی اور ویسا ہی کہا پھر میری بالائی طرح ملاقات ہوئی پھر بیت المقدس کو پہنچے پس آپؐ بانی و سراب و دو وہ کہ پالائش کیے گئے پس آپؐ نے دو وہ کو بیا لے لیا تو جبریلؑ نے کہا کہ آپؐ نے نظرت پائی اور اگر بانی لینے تو اُسے عرق ہوئی اور اگر شراب لینے تو آپؐ اور آپؐ کی امت بے عقل گراہ ہوئی پھر آپؐ کے واسطے آدم علیہ السلام سے تمام انبیاء علیہم السلام کے بھیجے گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات ان سب کی امت کی راستہ کی پھر جبریلؑ نے کہا کہ وہ جو بڑھیا آپؐ نے راستہ کے کنارے دیکھی تو دنیا کی عمر میں سے اقیق ترین رہا اگر اس قدر خوشی نہ بڑھیا کی عمر ہی ہے اور وہ چہرہ جو آپؐ کو ملائی تھی تو وہ ابیس تھا چاہتا تھا کہ اُس کی طرف تکلیف میں اور جبریلؑ نے آپؐ کو سلام کیا تھا و اے ابراہیمؑ دوسری علیہم السلام تھے۔ و قدر وہ الہی فی دلائل النبوة ایضاً۔ پھر لکھا کہ دوسرے طرف سے انس بن مالکؓ سے امام نسائی نے فتح بنی میں روایت کی اور نسائی کی سنن کبیر میں اُسکے میں نے نہیں دیکھا اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راقی روانہ ہوئے ایک جگہ جبریلؑ نے کہا کہ اُتر کر نماز پڑھیے میں نے فریجی پھر کہا کہ آپؐ جانتے ہیں کہ ان آپؐ نے نماز پڑھی یہ مقام طیبہ ہے جہاں آپؐ جنت کے اُنکے پھر روانہ ہوئے پھر کہا کہ اُتر کر نماز پڑھیے اور بتلایا کہ یہ بیت لحم ہے جہاں علی علیہ السلام پہلو سے ہیں پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا و ان میرے واسطے تمام انبیاء علیہم السلام جنت کے لیے گئے اور جبریلؑ نے مقدم کیا پس میں نے اُنکو نماز پڑھا کی پھر آسمان پر چڑھا اُمین میں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام میں آخر حدیث تک بعضوں سابق پھر شیخ نے امام ابن ابی حاتم کی اسناد سے انس بن مالکؓ سے روایت کی اُمین ذکر راقی کے بعد اس قدر زائد ہے کہ پھر بیت المقدس پر پہنچا تو اس دروازہ پر آیا جسکو باب گنیمتہ بن دان کے پھر میں جبریلؑ علیہ السلام نے اپنی نیکی سے دبا کر سوط کھ کھڑا اور راقی باندھا پھر جب میری بیوی پوچھے تو فرمایا کہ

اگر آپ نے رب عزوجل سے چاہا تھا کہ حور امین و کھنیز فرمایا کہ ان کو کہا کہ اس جماعت کی طرف چلیے ان کو سلام کیا تو انھوں نے جواب دیا میں نے دیکھا کہ تم کو ہوا بولیں کہ ایسا برا بنیدون کی ترویج خیرات حسان میں جو پاک ہوئے نہیں میل نہیں رہا اور پھر سے کہ ان کو کچھ نہیں ہے اور کھیل بائی کہ ان کو موت نہیں ہے چہن داپس ہوا تو حضور کی دوزخ گندری بھی کہ بہت لوگ جمع ہو گئے اور نماز قائم ہوئی ہم سب صفت ایسے ہو کر امام کے منظر ہوئے کہ جبریل نے مجھے اٹھ کر لے کر آگے بڑھا یا میں نے نماز پڑھائی پھر سلام کے بعد جبریل نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ آپ نے جانا کہ آپ نے کس لوگوں کی امامت کی بتلایا کہ آپ کے پیچھے پھر نبی نے جسکو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے نماز پڑھ لی ہے پھر مجھے آسمان کو عروج دیا۔ پھر آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام کی ملاقات آخر تک مذکور ہے، پھر مجھے ساتویں آسمان کی پشت پر چڑھایا یہاں تک کہ ایک نہر تک پہنچے جس پر موی ویا فوت و زبرجد کے انجور سے ہیں اور سپر سپر ہند نہایت خوبصورت ہیں میں نے جبریل سے کہا کہ یہ خوش پیش ہیں کہا کہ ان کا کھانا اس سے زیادہ لذت مند ہے پھر بتلایا کہ یہ نہر کوئی ہے جس کو اللہ نے آپ کو دی ہے ایمن غرور سونے چاندی کے تھے اور نہما سے یا قوت و زمر و پروان اور اسکا بانی دووہ سے زیادہ سپر تھا میں نے ایک برس سونے کا ٹیکس سے بانی کیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور شگ سے بہتر خوشبودار تھا۔ پھر مجھے لیکر روانہ ہوا یہاں تک کہ درخت تک پہنچے وہاں مجھے ایک ابر نے زمین ہر طرح کے رنگ دکھائے لیا اور جبریل مجھے چھوڑ کر الگ ہوئے چہن میں اسے رب عزوجل کے واسطے جحد سے گر پڑا فرمایا کہ اسے محمد میں نے جب آسمانوں و زمین کو پیدا کیا ہے پھر ابراہیم اور عیسیٰ امست پرچاس نمازیں فرض کر دی ہیں اور پھر آپ کا ہر صورت میں تخفیف کا تذکرہ مثل سابق ہے) پھر جبریل سے عرض فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں جن آسمان و اولوں سے ملا انھوں نے سب مجھے مرجہا مبارکباد دی اور مجھ سے ہنسکے سوائے ایک شخص کے کہ میں نے سلام کیا اسے جواب دیا اور مبارکباد دی کہ کچھ نہیں ہنسا جبریل نے کہا کہ یہ ایک خازنِ جہم سے جب سے پیدا ہوا کبھی نہیں ہنسا اور اگر کسی کی ملاقات سے ہنسا تو ضرور آپ ہی سے ہنسا پھر تکرار داپس روانہ ہوئے عوار ہو کر پھر ہم راہ میں تھے کہ ہمارا گزرتی رہی کہ ایک قافلہ ہوا جو اناج لا دے لانا تھا انہیں سے ایک اونٹ پر دو گویں زمین ایک سیاہ اور ایک سفید جب ہمارا اس اونٹ کے ہمارا پہنچا تو وہ دکا اور چکا یا اور مرغی کھا کر کھٹکے بل کر اور گردن ٹوٹی اس کو آپ نے واقعہ معراج سے آگاہ کیا جب مشرکوں نے ثنا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اسے بیان کیا کہ آپ کا صاحب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرر دیتا ہے کہ میں اس رات میں ایک امینہ کی راہ گیا اور واپس آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے تو جرح فرمایا اور ہم کو اس کو سچ اٹھتے ہیں ایسی چیزیں جو اس سے بھی زیادہ دور ہے ہم کو آسمانی خبریں اسکی تصدیق کرتے ہیں تب مشرکوں نے سختی سے صلح سے کر کہا کہ اسکی نشانی کیا ہے جو کہتے ہو فرمایا کہ میں قریش کے ایک قافلہ پر گزرا اور وہ فلاں فلاں مقام پر تھے تو ہم سے ایک اونٹ بھڑکا اور چکرایا اسپر دو گویں ایک سیوا اور ایک سیاہ لدی زمین وہ دگا کھا کر اور گردن ٹوٹی پھر جب قافلہ آتا تو لوگوں نے اس سے پوچھا تو انھوں نے بے بسی بیان کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اسی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ جو انبیاء آپ کے پاس حاضر ہوئے تھے بھلا انھیں موسیٰ و عیسیٰ بھی تھے آپ نے کہا کہ ہاں تو بولے کہ ہم سے انکا علیہ بیان بھیجیے بے فرمایا کہ موسیٰ ایک مرد گنگوٹن ہے گویا سکندر زمان کے لوگوں میں سے خیال کرو اور موسیٰ ایک مرد گنگوٹن سیدھے بالوں والا اسپر سخی چھائی ہوئی اس کے بالوں سے گویا موتی ٹپکے پڑے ہیں۔ پھر شیخ ابن کثیر نے امام احمد کی سند سے وہ حدیث ذکر کی جو صحیحین میں موجود ہے اور میں اسکو ترجمہ کرتا ہوں اسکے راوی نہایت درجہ کے بزرگ و ثقہ ہیں اور اس میں ایک رضی اللہ عنہ جانی ہے دوسرے صحابی مالک بن معصود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کا حال بیان فرمایا کہ اس درمیان میں کہ میں جہم میں تھا فتادہ راوی تابعی نے بھی کہی کہ میں نے جہم میں تھا کہ میرے پاس

ایک آنے والا آیا اُسے اپنے تین شخصوں میں سے درمیانی سے کہنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آیا اور اسے چاک کر دیا۔ بتاوا کہتے تھے کہ یہاں سے یہاں تک۔ قتادہ نے کہا کہ جادو درجہ میرے پاس تھا میں نے پوچھا کہ کیا مطلب ہے جادو درجہ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ دونوں ہنسلیوں کے درمیان گڑھے سے ملکر کوڑی کے اوپر تک جہاں ملان ہے چاک کر دیا۔ فرمایا کہ پھر میرا قلب نکلا پھر میرے پاس ایک ٹشت مٹونے کا لایا گیا جو ایمان و حکمت سے بھرا تھا پس میرا قلب دھو یا کیا پھر آئین پھر کیا پھر دستور اعداد کر دیا گیا پھر میرے پاس ایک چوبایہ لایا گیا جو پھر سے کم اور گڑھے سے بڑا تھا سپید جادو درجہ نے پوچھا کہ اسے پوچھو وہ براق تھا کہ کہا کہ ان۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اسکی انتہا سے نظر پڑتی تھی کہ کہا کہ پھر تین اُسے سوار کیا گیا پھر فلک جو جبریل لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچے وہاں دروازہ کھلایا پوچھا گیا کہ کون کہا گیا کہ جبریل کہا گیا کہ ساتھ کون ہے جبریل نے کہا کہ محمد یہ پوچھا گیا کہ کیا انکے پاس بھیجا گیا تھا کہ کہا کہ ان کہا گیا کہ مرجا مبارک ہو سکا چچی آدا یا ہے پس ہمارے واسطے کھول دیا گیا جب تین آئین داخل ہوا تو دیکھا آئین آدم علیہ السلام تین جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے آپ آدم ہیں۔ انکو سلام کیجیے میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا پھر کہا کہ مرجا بغز، صلاح وہی صلاح۔ پھر صود کیا یہاں تک کہ آسمان دوم تک پہنچے پھر صود کیا ناو پوچھا جانا دہا کہ با دو دستور سب آسمانوں میں داخل ہوا ہے پھر جب آئین پہنچا تو دیکھا کہ آئین محمدی دونوں برادران خالد زاد میں در مشورہ مل کر ناو جواب و مبارکباد برادر صلاح کافی طرف سے پھر صود آسمان سوم اور آئین یوسف علیہ السلام پھر چارم میں مدرس اور تینم میں ہارون اور تینم میں موسیٰ علیہ السلام تھے اور ہر ایک نے مبارکباد دی پھر استقر زانہ کہ ہے کہ جب میں نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے بجا دیا تو وہ روئے۔ پوچھا گیا کہ آپ کیوں روئے کہ انہی کے لڑکا صلاح میرے بعد بھیجا گیا اسکی اُمت دے اس سے زیادہ جنت میں داخل ہوئے جگہ جگہ میری اُمت میں سے جا دینگے پھر غفر میں حضرت ابراہیم تھے جبریل نے کہا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں انکو سلام کیجیے میں نے سلام کیا انھوں نے جواب سلام دیا پھر کہا کہ مرجا ہاں صلاح وہی صلاح۔ پھر تین میں لایا گیا سدرۃ المنتهی کو دیکھا کہ اُسکے چہل شلال پھر کے اور پہلے اُسکے شلال کے تین فیصل کے ہیں جبریل نے کہا کہ یہ اسکی طرف ہے اور دیکھا کہ چار تہ میں جاری ہیں و اطناب میں اور دو ظاہر میں ہیں کہ کہا کہ اسے جبریل ہے کیا میں کہہ دوں ان میں تین جنت میں ہیں اور دونوں ظاہر والی نیل و فرات ہیں پھر میری طرف کو بیت المعمور اُٹھایا گیا۔ قتادہ نے کہا کہ مجھ سے حسن بصری نے ابوہریرہ سے حدیث مرفوع بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کو دیکھا کہ آئین ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر دوبارہ عود میں کہتے ہیں پھر قتادہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ کو بیان کرنا شروع کیا کہ پھر میرے پاس ایک بیالہ شرب کا اور ایک بیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شہد کا لایا گیا پس میں نے دودھ پی لیا جبریل نے کہا یہی حضرت ہے جبریل اور آپ کی اُمت ہے پھر مجھ پر چار نمازین روزانہ فرض کی گئیں۔ راستے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہر اجہ مذکور ہے یہاں تک کہ پانچ نمازین میں پھر میری حضرت موسیٰ نے کہا کہ آئین بھی تخفیف چاہیے، آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب تعالیٰ سے یہاں تک درخواست کی کہ میں تیرے منہ ہو گیا ہوں اب میں راضی ہو کر اے کہ آئین میں بھی تخفیف چاہیے، آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے آواز دی کہ میں نے پانچ فرشتہ پورا کیا اور اپنے منہ دوسرے تخفیف بھی کر دی عرواہ بخاری و مسلم میں حدیث قتادہ بخیر شیخ ابن کثیر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت بخاری و مسلم میں حدیث انس رضی اللہ عنہ کی روایت دیکھا اس حال سے کہ اُنکے دائیں اسودہ ہیں اور بائیں اسودہ ہیں جب دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں اور بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں جبریل سے پوچھا انھوں نے کہا کہ یہ سب سب انکی اولاد کے نامات ہیں اور دائیں طرف دائیں جنت میں ہیں انکو دیکھا کہ تین میں اور بائیں طرف دائیں جنت میں انکو دیکھا کہ دس میں ہیں، انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوزر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں آدم و ادریس و موسیٰ و عیسیٰ و ابراہیم

کو پایا گریہ ٹھیک یاد نہ رہا کہ کتنے مثل کس طرح ذکر فرمائے البتہ آسمان اول میں تو آدم علیہ السلام کو ذکر کیا ہے پھر بعد اس میں آسمان کے انہی تابعی ملوی نے کہا کہ مجھے ابن خرم نے خبر دی کہ مجھ سے ابن عباس و اباجہ انصاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے تھے کہ پھر مجھے عروج و گابا ہانک کہ میں ایسے ستوی پہنچا چکاں صرف اقامت منہا تھا پھر ابن خرم و انس رضی اللہ عنہما نے فریست نماز و راجعہ نبوی علیہ السلام ذکر کیا۔ پھر کہا کہ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا اُمین متوہن کی چپا دیکھے اور دیکھا کہ اسکی خاک مشک ہے۔ قال ابن ابی اسیر کثیر بخاری نے متعدد طرق سے حدیث معراج کو کتاب الصلوٰۃ و ذکر نبو اسرئیل و صحیح اور احادیث الانبیاء علیہم السلام میں روایت کیا اور سلم نے اسکو کتاب الایمان میں بھی روایت کیا ہے اور ام احمد نے عبد اللہ بن شقیق کے ذریعہ سے حضرت ابوذر سے روایت کی۔ پھر شیخ ابن کثیر نے امام احمد و امام مسلم کی روایات دوبارہ ویدار کی عن: واصل ذکر فرمائیں جنہیں یہ ہے کہ روایت نور امین نے فور دیکھا مترجم کتاب ہے کہ آخرت میں ویدار ہوئے قطعی ہے اور افضل اس مسئلہ میں سکوت بہتر ہے۔ پھر روایت عبد اللہ بن احمد کی اسناد سے ماخذ روایت امام احمد از انس بن مالک از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرمائی پھر روایت حضرت عمرہ بن حبیب اسی رضی اللہ عنہ کو نبو و رارہ ذکر کیا جسکو نذیری نے بھی نسخہ میں روایت کیا ہے۔ واضح ہو کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ان معانی بات غلطی کی طرف تھی اور اس طرف خیال نہ ہوگا کہ یہاں کے تہہ پا کر لینا چاہیے۔ امام احمد نے اباجہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب مجھے اسرا ہوایت المقدس کا تو فریش نے بھلا یا دارا کر اس کے نشانات کو پھانٹنا شروع کیے حالانکہ آپ نے خیال نہ کیا تھا یہاں کہ دوسری روایات میں ہے آپ میں کعبہ کے مقام میں کھڑا ہوا پس اللہ تعالیٰ نے نبیت المقدس میرے سامنے کشف کر دیا پس میں نے انکو براہِ غیر و نا شروع کیا اور میں اسکو دیکھتا جاتا تھا و ادا بخاری و سلم بھی نے یہ سید بن اسید نا اعلیٰ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسر بہت المقدس ہوا تو وہاں آپ ابوہریرہ و نبی علیہم السلام سے بھی ملے اور آپ کے پاس قدس شہر و قدر شہر آپ لائے گئے پس آپ نے دیکھا کہ شہر لے لیا جبریل نے کہا الکیک کیا آپ نے نظری پائی اور اگر شراب لینے تو آپ کی اُمت ہے عقل گراہو جائی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس آئے اور یہاں خبر دی تو بہت ایسے لوگ فتنہ میں پڑ گئے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ امام زہری نے اباجی نے بیان کیا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن تابعی کہتے تھے کہ قریش میں سے ایک گروہ نے سفر کا سامان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں چنانچہ جا کر آئے قافلہ سے درخشاں سے واپس آتا تھا، لے اور کہا کہ آپ نے کچھ خبر کی کہ خدیو بن کہتے ہیں کہ میں ایک رات میں بیت المقدس گیا اور واپس بھی آیا۔ ابو بکر نے کہا کہ کھڑکی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے بولے کہ ان ہاں تو حضرت ابو بکر نے کہا کہ تب میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر انہوں نے اسے ایسا کہا تو سچ کہا کہنے لگے لیکن تم اس بات میں تصدیق کرتے ہو کہ ایک رات میں شام کے اوجھ ہونے سے پہلے کہ کو واپس آئے ابو بکر نے فرمایا کہ ان ہم تو اس سے بڑھ کر دوری میں انکی تصدیق کرتے ہیں تم تو اسما فی خبر آئے اس آئے ہیں انکی تصدیق کرتے ہیں۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن تابعی کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق مولا اور ابو سلمہ نے کہہ کیا کہ میں نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب اسرا بہت المقدس کی خبر میں قریش نے میری تکذیب کی اور بیت المقدس کے حالات کو پوچھنے لگے تو میں جبریل سے کھڑا ہوا پس اللہ تعالیٰ نے بہت المقدس میرے سامنے ظاہر کر دیا پس ابوہریرہ بن اسید نے نشانات قریش کو بتلایا جاتا تھا اور میں اسکو دیکھتا جاتا تھا پھر شیخ ابن کثیر نے روایت خدیفہ بن ایمان رضی اللہ عنہ کی مست را ام احمد سے نقل کی اور امین اسقدر فائدہ مزید دیکھو کہ لوگ امین کہتے ہیں کہ براق کو بیت المقدس کے دروازہ پہنچیں لے ہوا سبط با ندھ تھا تھا کہ جھگ نہ جاوے اور بات نویسنے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ نے براق کو آپ کے واسطے کھڑا کیا تھا۔

وقدر واه ابو داؤد و الطیاسی و الترمذی و النسائی فی التفسیر و روافع ہو کہ حدیث ابن ابی انی السعنی کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت المقدس ہیں نہیں اُن سے اور نہ نماز پڑھنے میں اس سے کہ نیک نیکو یا بات میں نہ کہ نہیں ہر لیکن شیخ ابن کثیر نے کہا کہ وہ سرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو روایت کیا ہے کہ وہ مقدم ہے پھر شیخ نے روایت ابو سعید خدری سے کہ ابی انی السعنی کے ذکر فرمایا بیعتی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گاہ فرما ہے فرمایا کہ اس دریا میں کہ میں عشاء کے بعد جب احرام میں ہوتا تھا کہ میرے پاس آنیوالا آیا ہے مجھے جگہ بائیں نے کچھ دیکھا نہیں مگر ایک چیز نظر پڑی اُسکی طرف میں نے نظر ڈالی جیسے سجدت سے اہر کیا اُنش الصدور وغیرہ نہیں ذکر فرمایا پھر میں نے ایک چوپایہ دیکھا کہ نہار سے چو باؤں میں سے نیا وہ مشابہت اُس سے ان چوون کو ہے اسکو براؤی کہتے ہیں اور مجھ سے اگلے انبار اہر سورہ جو اکرے تھے اسکا قدم اس کے نظر کے نیچے پڑتا ہے میں اہر سورہ او اور چلا جاتا تھا اتنے میں میرے دائیں جانب سے ایک آواز دینے والے نے پکارا کہ اسے مجھے چھو گیا کہ وہ میں تم سے سوال کرتا ہوں تین مرتبہ کہا مگر میں نے جواب نہ دیا اور نہ ٹھہرا پھر میں چلا جاتا تھا کہ میری بائیں جانب سے ایک بھارنے والے نے پکارا کہ اسے مجھے چھو گیا کہ وہ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ میں نے چوبندہ اور نہ ٹھہرا پھر میں چلا جاتا تھا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنے آنکھ کھول دیے تھے اور ہر طرح کی زینت جو اللہ تعالیٰ نے خلق فرمائی ہے سبھی اُسے کہا کہ اسے مجھے چھو گیا کہ وہ میں تم سے سوال کرتی ہوں۔ کہ میں نے اسے اللغات نکلیا اور نہ وہ ان ٹھہرا ہوا تنگ کہ بہت المقدس کو کیا اور اپنا جانور وہ ان اس طرف سے آیا وہاں سے انبار اہر ہارے تھے پھر جب میں سے پاس دو چلا کہ ایک شرب کا اور ایک دودھ کا لائے میں نے دودھ پی لیا اور شرب سے انکا کر کیا جب میں نے کہا کہ آپ نے فطرت ہائی ہیں میں نے کہا کہ اللہ کے رسول کے پاس جب میں نے کہا کہ آپ نے اس سفر میں کیا دیکھا آپ نے دائیں پکارنے والے کو بیان کیا تو کہا کہ یہ بھی یوں کہ بلا نے والا ہے یعنی شیطان اس صفت سے جو طرح اُسے ہو دو گوارہ کیا اور اگر آپ جواب دیتے یا وہ ان ٹھہر جاتے تو آپ کی اُمت یہودی ہو جاتی۔ پھر بائیں پکارنے والے کو بیان کیا تو جب میں نے کہا کہ یہ وہی نصاریٰ کا پکارنے والا ہے اگر آپ ان جاتے تو آپ کی اُمت نصرانی ہو جاتی۔ پھر اس عورت کو بیان کیا جو باہن کھوے ہر زینت سے آراستہ تھی تو جب میں نے کہا کہ یہ دنیا ہے اگر آپ جواب دیتے یا وہ ان ٹھہرے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر اغتیا کر لیتی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ میں اور جب میں بیت المقدس میں داخل ہوسے ہم دونوں نے دو تین نماز پڑھیں پھر میرے پاس وہ معراج لایا لئی جس پر روح نبی آدم کو روح ہوتا ہے ملائی نے اس سے زیادہ خوبصورت معراج نہیں دیکھی ہے تم نے یہ نہیں دیکھا کہ مردہ اپنی آنکھیں آسمان کی طرف پھاڑے نکلتی نکلتا ہے اس معراج سے بھی عجب کرتا ہے میں اور جب میں چڑھ گئے وہ ان مجھ سے ایک فرشتہ ملا اُسکو اسمیل کہتے ہیں اس کے سامنے سر ہر فرشتے میں ہر فرشتہ کے ساتھ ایک لاکھ خوش کا شکر ہے اللہ تعالیٰ نے عرج فرمایا اور اللہ عز و جل ایک الہوس جب میں نے دروازہ کھلایا پوچھا کیا کہ کون ہے کہا کہ جب میں پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے کہا کہ مجھ پوچھا گیا کیا کہ اسے پاس بیٹھا گیا تھا کہا کہ ہاں پھر اگاہ میں نے دیکھا آدم علیہ السلام کو اُسی جہات پر جس روز انکو اللہ تعالیٰ نے اُکی صورت پر پیدا کیا ان کے سامنے ملائی کی اولاد کی رحمت پیش ہوئی اولاد دونوں نے کہا جاتا ہے کہ روح طیبہ نفس طیبہ اسکو علیین میں رکھو اور رولیں خیار کو کہا جاتا ہے کہ روح خبیثہ نفس خبیثہ اسکو جہنم میں رکھو پس میں کچھ درجہ وہاں کچھ خواں ہیں تیرہ گوشت ہے گرائے پاس کوئی نہیں ہے اور میں نے دیکھا کچھ خواں اور میں اپنہ رو گوشت ہے جو شراب دار ہے وہاں کچھ لوگ کھاتے ہیں میں نے جب میں سے پوچھا گیا کہ کون لوگ ہیں کہا کہ آپ کی اُمت سے یہ وہ لوگ ہیں کہ حرام کھاتے ہیں اور حلال چھوڑتے ہیں پھر میں کچھ درجہ لوگوں نے کچھ قومیں دیکھیں جن کے شاخ و شمل اوٹ کے ہیں اور ان کے کھوے جاتے ہیں

اور اس پر بودار گوشت سے اُنکے متعین ڈال جاتا ہے اور اُنکے نیچے سے کل جاتا ہے مین نے سنا کہ وسۃ الدنیا لے سے چکر فرما کر نئے مین سے پوچھا کہ یہ کون ہیں بتلا یا کہ آپ کی اُمت سے وہ لوگ مین جتھوں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں یہ لگ کھاتے ہیں اور غریب دوزخ میں پہنچنے پر مین کچھ چاکر مین سے خواتین دھکیں جو اپنی چھاتوں سے نکلتی تھیں اور الدنیا لے سے فریاد کر تی تھیں پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ آپ کی اُمت سے زنا کرنے والیاں ہیں پھر مین کچھ چلا تو اقوام مذہبی پہنچے بیٹ مثل کو ٹھہروں کے مین جب کوئی اُٹھتا ہے ٹھہ کے بل کر پڑتا ہے اور کتا ہے اسی قبائست قائم کیجیو اور وسۃ سالہ آل فرعون پر مین اور سالہ اگر اُنکو رو نہ جاتی ہے اور وسۃ الدنیا لے سے فریاد کرتے ہیں مین نے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ آپ کی اُمت سے وہ لوگ ہیں جو سرور کھاتے تھے کہا کہ پھر مین کچھ دور چلا تو اقوام ملین پہنچے پہلو سے گوشت کا کٹا اُنکے منہ میں دبا جاتا ہے کھکا وہ جیسے اپنے بھائیوں کا گوشت کھا کر نے تھے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ یہ ہا زنا زین بی بی غلبت و عیب جوئی کرتیو اے مین پھر بھٹے آسمان دوم صعدو دیا گیا راکے گئے اندھا کہ تو کہہ رہا کہ سب چند لغزشی قوم کے ولیکن دوم مین دست سوم مین بی بی بی و حرام مین ادین و حرم مین بارون مع چند نظروہ انکی ڈاڑھی گویا نہ تکسب بول کے کہہ جبرئیل نے کہا کہ یہ اپنی قوم کا محبوب بارون ہے دشمنین موٹی موسیٰ مین قرآن کریم گون بہت بال والے اگر آپ روئیں ہوئیں تو بال اُنکے انکو توڑ جائے وہ کہتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ مین الدنیا لے کے نزدیک اس سے زیادہ بزرگ نہیں ہوں بلکہ الدنیا لے کے نزدیک ہے مجھ سے زیادہ بزرگ ہے مین نے کہا کہ یہ کون ہے جبرئیل نے کہا کہ یہ موسیٰ مین قرآن تیرا بھائی ہے ان کے ساتھ بھی چند لغزشی قوم کے تھے مین نے انکو سلام کیا بھٹے جواب سلام دیا پھر بھٹے سافون آسمان کو صعدو دیا گویا مین نے وان پر اُنکے غلبے سے دیکھا کہ بہت الموعود تکبہ دیکھ ہو مین اپنے خوبصورت مین مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی لائق قوم سے چند لوگ تھے مین نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا پھر مین نے اپنی اُمت کے دو شرط دیکھے ایک شرط راوان سپید لباس مثل کافور کے اور دوسروں پر سیاہی اہل ہے پھر مین بہت الموعود میں داخل ہوا اور میرے ساتھ وہ گروہ گناہ سپید لباس تھے اور دوسرے گروہ چمپڑا لباس تھا روکے گئے حالاکہ وہ بھی بہتری پر مین پھر مین نے اپنے ساتھ بیویوں کے ساتھ بہت الموعود میں نماز پڑھی پھر بھٹے اور بہت الموعود میں ہوا دوسرے شریعت افروشتے نماز پڑھتے مین کچھ قیامت تک دوبارہ مین آئے مین پھر مین سردہ لہنتی کو لین دیا گیا اسکی پیمان گویا ایک اُمت کو ڈھانپ لیں اور مین سے ایک نہر جاری تھی جسکو سبیل کہتے ہیں اور اس سے دوسرین پھوٹی تھیں ایک کو زور دوسری رحمت ہے مین مین شہا پس اللہ تعالیٰ نے میرے اگلے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے پھر مین جنت کو لین دیا گیا پس ایک جا رہ میرے سامنے آئی مین نے پوچھا کہ کونسی ہے ہوئی کہ یہ مین حارثی اور وہ انہا آب نازہ خوشگوار کی اور انہا شہ و انہا قرند و انہا مثل صفی مین اور انار اسکے گویا ڈول جس مین اور وان پر وہ جیسے حارثے شریعتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے واسطے وہ کچھ ہمارا ہا ہے کہ کسی نے اُنکے نہ دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اسکا تصور آیا پھر فرمایا کہ میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی مین نے دیکھا کہ مین الدنیا لے کا غضب دوزخ و غضاب ہے اگر مین تھروہ و اُڑا اُڑا جاسے تو وہ کھا جاسے پھر وہ بند کر دی گئی پھر مجھے سردہ لہنتی کو لین دیا گیا جسے ڈھا نہ پایا اور اسکے مہر پرے فرشتہ آفرشتوں مین سے اور پھر پچاس نمازین فرض ہوئیں دیکھا کہ ہر جمعہ موسیٰ علیہ السلام و غضب علی کا کوشش سامنی ہی پھر صبح کو کہہ والوں کو معراج واسکے عجائب کو کہایا تو ابولین مین ہشام نے کہا کہ تم لوگ تعجب نہیں کرتے جو محمد ان کرنا ہو کر مین بہت الموعود میں اور وہ پس آتا ہوا مین کہ آدمی دینا جھوٹا ساری اہل کتا ہے اور دینا جھوٹا ہے یہ وہ دینا کہی راہ ہے کہ رات بھر مین لکری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو فرشتے کے ایک قافلے سے آگاہ کیا جو جائے وقت غلان غلان مقام پر تھا اور وہ برگ گیا تھا اور لوٹے وقت وہ عجب کے نزدیک تھا اور فرشتے کو

و معرفت المدنی نے اصحاب میں اس قدر پھرا تھا کہ لال باوجود نال و زاری کے کسی کے جاتے تھے کہ والدین محمد مسلم سے کئی کفر نکر نکالو اور المدنی
 دعوہ لائے کہ اب کچھ مدعی ذلک۔ اتر دم و بڑا نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ اس میں ایک قوم وار دکھائی ہے
 پوچھا تو جبریل نے بیان کیا کہ غیبت انبیاء کے لوگ ہیں اور ان ایک مرد کو سرخ رنگ کر دیا گیا پوچھا تو جبریل نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جسے نافع صراع
 علیہ السلام کو مارا ہے۔ مترجم کرتا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ میں نے عروین کی کو دیکھا کہ وہ دونوں میں ابھی اتھنیں بیٹھا تھا تا کہ اوپر وہ شخص ہے جو پہلے
 لکھ جائزین ہلا بائنی بہت بڑی پھیلائی ہے۔ اتر دم پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان میں آئے تو کھڑے ہو کر مارتے تھے کہ دیکھا تو سب
 اذیاد رہندار سے انتہا تک آپ کے پیچھے نالین ہیں جب سلام پھیرا تو آپ کا پاس دو بایں لائے کہ ایک دائیں سے حسین دودھ پیا اور ایک بائیں سے
 حسین عمل تھا جس دودھ لیکر پیا تو جبکہ اچھا میں تھا اس نے کہا کہ آپ نے فطرت پائی۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے پھر لکھ لکھ کر اسناد
 ابن عباس سے روایت فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرا بیت المقدس ہوا اور اسی رات وہیں آئے اور لوگوں سے اپنی سرور و شادمانت بیان فرمادی
 اور فریش کے قافلہ والوں کا حال بیان کیا پس بہت لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہیں کہیں گھر کی تصدیق نہیں
 کر سکتے اس قول میں پس مرتد ہو کر فریاد کیا کہ پھر در کے ذوالمدنی نے ابو جہل کے ساتھ اکیلا کر دین اور ابو جہل نے کہا کہ محمد بنو شجرۃ الرحمۃ سے
 ڈرتا ہے لا چھوہا سے و کسک اہم نہ فرماؤ رکھا و اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات دجال کو اسکی صورت اصلی پر لکھ سے دیکھا پھر خواب کا دیکھا یہ
 نہیں ہے۔ و رواہ انسانی قال اصفا اسناد صحیح ابو جہل نے فطرت حکم کر کے تمام اسناد سے اس روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج دسی گئی میں نے موسیٰ بن عمران کو دیکھا م دروازہ کھول کر والا گویا قبیلہ شہوہ میں سے بنادیکھیں بن مریم کو دیکھا مگر لڑکی
 سپید بال و سرخی میڈے بالوں والا اور دیکھا مالک خازن جبرئیل کو اور دجال کو بھلائی آیت کے بعد المدنی نے مجھے دیکھا لیکن فلاں میں فی مرتبہ افکار۔
 اس حدیث کو سلم نے صحیح میں ایک طرف سے اور صحیحین میں بجاری و سلم نے مختصر روایت کیا ہے۔ و دوسری طرف سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے سرور ہوا تو میری طرف ایک خوشبو کا یہ گندری بن نہ پوچھا کہ یہ کیسی خوشبو ہے کہ اسے شہادت فرعون
 سے اور اسکی اولاد سے نبی فرعون کی دفتر کو تیار نہ لائی جو حور تھی یہ اسکی واسطے اولاد کی خوشبو کی پھر اسکا یہ حال بیان کیا کہ اسے ہاتھ سے ایک مرتبہ
 انگلی گزرتی تو اسنے المدنی کا نام لیا اٹھا بایں دفتر فرعون نے کہا کہ میرے باپ کا نام۔ اسنے کہا کہ یہ میرا رب و تیرا رب و میرے باپ کا رب یہ وہ بولی کہ
 کیا میرے باپ کے سوا تیرا کوئی اور رب ہے اسنے کہا کہ میرا تیرا رب ہے اسکا رب المدنی نے فرعون نے سکو لا کر پوچھا اسنے کہا کہ ان میرا رب و تیرا رب
 المدنی ہے پس اسنے حکم دیا کہ اٹھائی جائے کی گھر کی اور حکم دیا کہ اسکی ڈالی جاوے وہ بولی کہ مجھے کچھ سے ایک حاجت ہے بولا کہ وہ کیا ہے اسکی گندری
 بٹان اور میری اولاد کی بٹیان اسکی ایک ایک کھجور کو دیکھ بولا کہ اچھا اسقدر میرے حق کی رعایت منظور ہے پس اسنے ڈالنے کے بعد حکم دیا کہ تمام اسکی اولاد
 ایک ایک کر کے اسکے ساتھ ڈال دی جاوے یہاں تک کہ آخین میں ایک دودھ پیتا چھرا و بول اٹھا کہ ان کے مضبوطہ اور کھجور غنا کے ہوتے تو حق پر
 ہے کہ انکے میں جن چار بونے ہیں ایک ہی اور دوسرا گواہ و ستر اور تیسرا جبرئیل کا گواہ اور چوتھا علی بن مریم علیہ السلام شیخ ابن کثیر نے کہا
 کہ اسکی اسناد بھی ہے جو مصنفان نہیں ہے پھر تمام اس حدیث سے روایت ابن عباس ذکر کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسرا ہوا اور صبح کو
 میں کہ میں ان کو نیچے ایک گھر میں اسوجہ سے ہوئی کہ لوگ میری تعظیم کرنے لگی تھی حکم قادر قابہ رسول ہے تھا کہ اسکو صاف بیان کر دے اور وہی
 جانتا ہے کہ کن کو جرات ہے کہ گواہ کن کو مرد و دروغ بگیا پس میں غم ہو کر ایک طرف ہو گیا میں نے رحمت الوہیل اس طرف سے گذر اور میرے
 پاس اگر کھجور سے پوچھنے لگا کہ کوئی بات ہے میں نے کہا کہ ان بولا کیا ہے میں نے کہا کہ رات مجھے سرور ہوا بولا کہ ان کو میں نے کہا کہ بیت المقدس تک

بولاکر پھر صبح کو تم ہم میں موجود ہو فرمایا کہ ان برس سے دیکھا کہ ابھی تک عیب نہ کروں قوم کو بلاؤں ایسا نہ ہو کہ یہ انکار کر جاویں تو اسے قوم کو عیب ہیں کوئی
 اور آزادی اور کمالات کو قوم کو بلاؤں تو ہم جان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان برس سب کا وہ جمع ہوئے یہاں تک کہ عین شہر کی بولاکر قوم سے بیان
 کر دیا آپ نے فرمایا کہ رات مجھے اسرار دیا یا بولے کہ کمان کو فرمایا کہ بیت المقدس تک تو کہنے لگے کہ پھر میرے بیچ کو ہمارے سامنے موجود فرمایا کہ ان برس میں
 یا تو نبیان پیشینے والے تھے یا اپنا ہاتھ سر ہر رکے ہوئے عجب سے چھلانے تھے پھر بولے کہ تم سے میری بیت المقدس کی نشان بنان و علیہ بیان کر سکتے ہو
 اور انہیں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے اس کو خوب دیکھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں برابر ان کو علیہ تبارا جانا تھا یہاں تک کہ بعض باتیں
 بولتے اسکے کہ میں نے اس طرف نظر نہیں کی تھی کہ میں تو اللہ تعالیٰ نے میری کمر سے سامنے تھا یا میں اس کو دیکھنا جاتا اور جو مجھے باور میں نہیں تھا وہ بھی
 بیان کرتا جاتا تھا جس قوم میں سے جانے والے کھنڈے لگے کہ یہ نشان بنان و قسم اللہ تعالیٰ کی قسم صحیح بیان کی ہیں و قدر وہ انسان کی قابلیت سے حدیث عبد اللہ
 بن مسعود روایت فرماتا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ہوا پس آپ سدرۃ الغنسی تک پہنچے اور وہ چھپنے چھلنے میں اور میں نے کہنے مٹی ہوتا پھر چھپا یا جاسے
 حتیٰ کہ اس سے فیض کیا جاسے اور اسی پر پستی ہوتا ہے چکا ہوتا اسکے اوپر سے جو تھی کہ فیض کیا جاسے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا نبی اسرار الہی کیا کہ کہہ دینے
 کے دشمن نے ڈھپنا یا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف یا خون نمازین و آیات خاتموہ البقرۃ اور مفت کہے کہ تم غمناک یا نبی کہہ دینا کہ اس کی کہے
 لیے جو شکر ہے کہ یہ رواہ ابھی و قدر وہ علم فی صحیح ہے کہ کہہ کہہ حضرت ابن مسعود نے بیان فرمایا حضرت علیؓ کا ایک کلمہ کہ وہ ابیہ و بیہ تھے کہ حضرت
 انسؓ کی روایت ایک ہر معصود سے اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی ذکر کیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہہ کہ ابن مسعود سے معالج کی روایت اس سے نہاد و میل سے
 بھی مروی ہے پھر شیخ نے حسن بن عرف نے شہور سال سے اس کو نقل کیا کہ ان میں کوئی فائدہ نہا یا نہیں ہے ہوا سکتے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بعد مکہ بارگاہ
 دینے کے یہ وصیت کی کہ حج کی رات تو اپنے رب سے ملنے والا ہے و تیری امت سب سے پہلی انھوں میں سے نہایت کرم اور گنج سے ہو سکتے تیری سب
 مراد اپنی امت ہی کے واسطے ہو اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے ایک دوست کے بیچے مع خیال اور اولاد کے جس دوست کے
 چلے گیا چراغ غم سے اپنے اسکے بدلے لکھا اس روایت میں بعض باتیں ای ہیں کہ کوئی اسکے بیان میں منفرد ہے اور بیہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آسمانوں میں ملاقات کی پھر دوبارہ بیت المقدس کو آئے تو انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ تھے پھر انبار کے ساتھ نماز پڑھی
 پھر عراق پر ہوا کہ وہ کوہ جوح فرمایا کہ سرگرم کہتا ہے کہ ظاہر عادیث یہ ہے کہ اول میں بعض انبیاء علیہم السلام نے آپ کو سلام دیا کہ باوردی پھر بیت المقدس
 میں بدون تعارف کے آپ نے امت کی پھر آسمانوں میں جبریل علیہ السلام کے بتلانے سے پہچان کر سلام ہوا پھر دوبارہ آپ کے ساتھ نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ
 علم اور واضح ہو کہ امر آخرت ایسے طور پر اللہ تعالیٰ کی عطا نہایت کمال کے ساتھ واقع ہے کہ دنیاوی زندگی کی حالت میں روح کو بدن میں ان کی کیفیت سے
 سوائے عقلی جرم کرنے کے جو اس سے بہرہ و نمان ہے جس مافیل علم القلب کو استقامت شرط ہے تاکہ وہ اس شیطانی سے نفرت واقع نہ ہو و اللہ تعالیٰ
 عزوجل کی قدرت محیط ہے اور اس کے عجب ہے انتہا میں والد سبحانہ علم پھر شیخ نے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سن کر انھوں نے فیصل فرمایا کہ اسرار
 میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام سے ملاقات فرمائی انھوں نے کہ میں ان پر امت کا تذکرہ فرمایا پس انھوں نے ابراہیم علیہ السلام
 کی طرف مرجع رکھا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہیں ہے پھر موسیٰ کی طرف اور انھوں نے بھی الہامی فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف انھوں نے
 فرمایا کہ مجھے بھی کچھ ظاہر نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد کیا کہ دجال نکلا جانا ہو لاے اور کہ اس کے سر سے ساتھ دو کلمہ ہوئے جب دجال مجھے دیکھا
 تو پہلے لگا کہ جبے رانگا گھٹنا سے جس جب مجھے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بلا کر کھینچے کہ کہ درخت و پھر کہنے لگے کہ تم میرے بیچے کا بیہ اس کو نقل کر دے
 پس اللہ تعالیٰ سب دجال و انوں کو بلا کر گچاس لوگ اپنے نکلون و شہروں کو واپس جانے لگے کہ کہ پھر سوخت باجوت و اجوت نکلیں گے ہر صوبہ سے

رب عزوجل کی تعریف شروع کی اور انہیں علیہ السلام نے کہا اگھلہ الذی اخذ فی ظلیل او اعطانی ملکاً عظیماً وجعلنی امۃ قانیاً لہم و افغنی عن النار علیہا علی برادرسلا اینی تعریف سب اُمی السدقانی کو جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے ملک عظیم دیا اور مجھے امت فانت کیا کہ میری قدر کیجانی اور مجھے ملک سے چھڑا دیا اور اسکو جو مجھ تک رسلا بھی کر دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب عزوجل کا شکر ادا کیا کہ جس رب اللہ تعالیٰ ہی کو جس نے مجھ سے کام فرمایا اور ملک آمل فرخون و نجات بنی اسرائیل میرے ہاتھوں کو دی اور میری امت میں سے ایک قوم ایسی بنائی جو مہابت بہن اور اسی پر عدل کرتی تھی۔ پھر خاؤد علیہ السلام نے کہا کہ تعریف اللہ ہی کو ہے کہ میرے واسطے بادشاہت عظیم کردی اور مجھے زبور سکھائی اور میرے واسطے ہاؤم کر دیا اور بادشاہت کو میرے لیے جو کر کیا کہ میرے ساتھ بیچ کرتے تھے اور پرندوں کو اور مجھے حکمت فہل خطاب عطا کیا پھر سلمان نے تعریف کی کہ اللہ ہی کو ہے جس نے میرے واسطے مہیا کیا رباح کو اور شہا طین کو جو میرے لئے بنائے تھے جو میں چاہتا ہوں ان کو اور میں دیکھا اور جن وفد و رسل سکھایا مجھے پہچاننا پرندوں کے بول چال کا اور میرے لیے لشکر عظیم لایا اور میں نے ان کو پرندوں کے جو کر دئے اور بہت سے بندگان مومنین پر مجھے غنیمت دی اور مجھے بادشاہت عظیمی جو میرے بعد کسی کے واسطے ملے نہیں اور میری بادشاہت کا یہ کہ وہی کہ میں نجاست نہیں جیچا موسیٰ علیہ السلام نے ہم کی کہ سب تعریف اُمی السدقانی کو جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال آدم کی کردی کہ میں نے پہلے اس کو کہا کہ چاہا وہ جو کتا اور مجھے کتاب و نصرت و کھیل سکھائی اور فت دی کہ میں نبی سے پرند کی صورت بنانا امین چھوکتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرواز کرتا اور مجھے کر دیا کہ میں اور زادن دے دو کہ وہی کو چھوکتا اور دوسرے کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجھے بلند پاک کیا اور مجھے اور میری امان کو شیطان عظیم سے پاک رکھا ہم پر شیطان کو کوئی راہ نہیں ہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کی ثناء بیان فرمائی اور کہا کہ آپ سب نے رب عزوجل کی ثناء کی اور اب میں ثناء کرتا ہوں فرمایا کہ تمام کمال حمد اللہ عزوجل کو جس نے مجھے پیارا رحمت لعالمین اور تمام سب لوگوں کی طرف بغیر تفسیر فرما کر اور مجھ پر قرآن عظیم نازل فرمایا امین رحیم رب کا بیان ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر کیا اور میری امت کو آیت و مطہنی عادل شاہد کیا اور میری ہی امت کو امین و اخین فرمایا اور برائے شرع فرمایا اور میری قوم کا درجہ سے دو کر دیا اور میری ذلک فرمایا اور مجھے کو فلاح و کام فرمایا۔ اور اہل بیت نے یہ سکر فرمایا کہ انہیں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بہ فضیلت ہے۔ ابو جعفر رحمہ اللہ راوی نے کہا کہ قائم نبی نبوت کے قائم اور فلاح سے مراد قیامت کے روز شفاعت کے ساتھ تھوئے لئے درجنت کے۔ پھر میں غرور میں آپ کے پاس لائے امین سے ایک میں بانی تھا اس سے آپ نے بہت غیغ لیکھا چھوڑ دیا پھر دوسرا حالہ دو درجہ کا دیا گیا اس کو یہاں تک کہ میرے ہونے پھر تیسرا حالہ شرب کا دیا گیا اس سے ابھرا کیا کہ مجھے زمین چاہئے بین میریون تو جس نے کہا کہ یہ مغرب آپ کی امت پر تمام کیا میں کی اور آپ امین سے پیٹے تو آپ کی امت سے خوشی آپ کی پیروی کرنے پھر آپ کو عروج دیا گیا آسمان کو اور دروازہ کھلوا یا تو پوچھا گیا کہ اسے جبرئیل یہ کہ بن کا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کہ اسے پاس بھیجا گیا تھا کہا کہ ان کو لے کر جہاں اللہ تعالیٰ اس کو سلامت باکرا امت رکھے بہت اچھا بھائی اور بہت اچھا خلیفہ ہے اور نہایت خوب آدیا ہے پس آپ داخل ہوئے تو ان ایک مرد دیکھا کہ گفت اسل پوری ہے ہمیں سے کچھ کمی نہیں ہوئی جیسے لوگوں کی خلقت کتنی ہے اس کے دامن ایک دروازہ پر اس سے خوشبوی پاکیزہ نکلتی ہے اور اس کے دامن ایک دروازہ ہے جس سے ہولے بدبو نکلتی ہے جب دامن طرف کے دروازہ کو دیکھتا ہے تو ہنسا اور خوش ہوتا ہے اور جب دامن طرف کے خوشبو نکلتی ہے تو غمناک ہوتا ہے اور غمناک ہونا تو غمناک ہونا جو جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے بتلایا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہیں اور دامن طرف کا دروازہ جنت کا دروازہ ہے جس کا دھن سے جنت میں داخل ہوتے ہیں خوش ہوجاتے ہیں اور باں کا دروازہ جہنم کا دروازہ ہے جس کا دھن سے جہنم میں داخل ہوجاتے ہیں اور دامن سے اس کے اندر داخل ہونے والے دیکھتے ہیں تو غلین ہوجاتے ہیں پھر جبرئیل نے آپ کو دوسرے آسمان کو عروج کیا۔ مترجم کتاب کہ آیت نہ ہر

روایۃ ابو عبد اللہ الامام احمد و ابن ماجہ و ابن خثیر نے ذکر کیا کہ یہی ہے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی عبدالعزیز و بیہق بن ابی سلمہ و سلیمان الارضی و عطاء بن السائب سے ان تابعین میں سے بعض اپنی حدیث میں بعض سے زیادہ روایت کرتے ہیں ان سب نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی اور محمد بن اسحق نے اسناد دو و ابن عباس و ابن مسعود سے اور جوہرؓ نے ضحاک بن مزاحمؓ سے روایت کی ان سب نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ ام ہانیؓ کے گھر میں بعد عشاء کے اسراحت میں تھے بھر پویل حدیث بیان کی جب میں معراج کی سیر میں واسکے اونٹوں کی تعداد اور ملاکہ و غیرہ کا ذکر ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ صل شانہ کی قدرت سے وہاں انکار کیا گیا ہو اسے بشرطیکہ روایت صحیح ہو اور یہی ہے کہ اسکا کہ مالت بن محمدؓ حدیث کہنے ابو ہارون عبدی کی روایت سے ذکر کیا وہ کافی ہے واللہ تعالیٰ بہد الوفاق و میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو بہت سے تابعین و ائمہ مفسرین نے محل روایت کیا ہے رحمۃ اللہ علیہم؟ میں محل حدیث کا کشتہ یہی ہے کہ اسناد حاکم حضرت ام التوین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو جانبِ محد قصبی معراج ہوئی تو صبح کو آپ نے یہ حال لوگوں سے بیان فرمایا کہ شروع کیا تو بہتیرے لوگ جواب پر اسلام لائے و تصدیق کر چکے تھے مگر بچے اور جاگیریات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے لگا فی اور کہا کہ بچے صاحب کی بات منونگے جو کہاں کرتے ہیں کہ آج کی رات انکو میری کئی بہت المقدس تک اور بکر نے پوچھا کہ و کیا انھوں نے ایسا کہا ہے بولے کہ ہاں ہاں تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر آپ نے یہ فرمایا تو ضرور صبح فرمایا ہے وہ لوگ بولے کہ کیا تم کہیں بھی نصرت کرتے ہو کہ ایک رات میں وہ بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے وہاں آگئے تو فرمایا کہ اسے ہاں ہاں اس سے بڑھ کر ان تصدیق کرتے ہیں ہم تو یقین کرتے ہیں کہ آسمان سے اُنکے اس صبح و شام خبر کی ہے اسی سے حضرت ابو بکرؓ کا لقب صدیق اکبر ہوا۔ حدیث ثانیہ ام ہانیؓ فی بیت ابی طالب حضرت ام ہانیؓ روایت کیا کرتی تھیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو معراج میرے ہی گھر میں سے ہوئی کہ آپ نے منار کی نماز پڑھ کر خواب فرمایا اور ہم لوگ بھی سو رہے پھر سے کچھ پہلے آپ واپس تشریف لائے پھر جب آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے ساتھ پڑھی تو فرمایا کہ اے ام ہانیؓ میں نے تم سب کے ساتھ عشاء کی نماز اس وادی میں پڑھی جیسا کہ تمہارا ملام ہے پھر میں بیت المقدس گیا پھر وہاں نماز پڑھی پھر میں نے آپ کا تعارف فرمایا نماز پڑھی جیسا تو کہتی ہو اس حدیث کو محمد بن اسحق نے محمد بن جریج بن عبد اللہ بن اسحاق سے روایت کیا اور شیخ ابن خثیرؒ نے کہا کہ گئی راوی متروک ساقط ہیں لیکن یہ حدیث زیادہ ربط کے ساتھ ابویعلیٰ نے دوسری اسناد سے روایت کی اور ابوالفتح بلخیؒ نے بھی دوسری سند سے حضرت ام ہانیؓ سے روایت کی کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو معراج ہوئی تو آپ میرے ہی گھر میں خواب میں تھے جب میں رات میں جاگی تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو کہا یا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ ایسا تو نہیں ہو کہ فریش کے کافرون میں سے کوئی میری طرح پیش آیا ہو اس خوف و تردد میں میری زندگیات ہو گئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے اپنا معراج کا حال بیان فرمایا کہ سیریل علیہ السلام نے انکو سر اٹھایا کہ مجھے باہر بھیجے میں نے دروازہ پر دیکھا کہ ایک چوہر سے چا اور کدھے سے اچھا کھڑا ہے مجھے تسیر کیا پھر روانہ ہوا یہاں تک کہ بیت المقدس کو پہنچا پھر مجھے براہِ ہمد کھلائے گئے انکی مسرت و صورت مجھے سے شائبہ بھی اور مجھے یوں علیہ السلام دکھائے کہ مرد و رات حضرت خلیفہ کو کھولنے والے انکی شائبہ شنوڑ کے لوگوں سے دنیا ہوں اور مجھے عیسیٰ علیہ السلام دکھائے گئے کہ تمہاری بھرم کہ سید مسیحی باطل انکی شائبہ میں عودہ بن سوذنی کو دکھو اور مجھے چال دکھایا گیا اسکی آنکھ داہنی میچ بھی شائبہ اسکی قطن بن عبد العزی سے پھر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ باہر کھڑے قریب آگاہ کروں پس میں نے آپ کا دامن پکڑ کر عرض کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتی ہوں کہ آپ اپنی قوم یا اس جاگیر یا ان کے لئے تو ہی آپ کو جہلا دینے اور آپ کے کلام سے ستر ہونے مجھے خوف ہے کہ اگر پھر ملے کہ میں اگر آپ نے ان یا جہنم کو میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور باہر چلے گئے اور فریسیں

پاس گئے ہو گا کہ کیا پس جبرین نظم نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے خود اگر آپ کی ایسی شان ہو تو جیسے تم کہتے ہو تو تم یہ بات نہ کہتے جو حال ان کا تم جہاں
 جبرین موجود ہو پھر قوم میں سے ایک دوسرا کوئی بولا کہ اے محمد علیا تم ہمارے اونٹوں کے قافلہ کے پاس سے گزرے تھے فرمایا کہ ان دامع فلان
 فلان مقام پر تھے ان کا ایک اونٹ کھٹکا تھا اس کی تلاش میں تھے پھر پوچھا کہ بنی فلان کے قافلہ کو دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ ان فلان فلان مقام
 ان کے پاس سے گزرا اور ان کے ایک اونٹ سرخ کی ہانگ ٹوٹ گئی اور ان کے پاس ایک باقی کا پالہ تھا وہاں سے بنی فلان پھر انھوں نے پوچھا کہ کو
 آپ بتلائیے کہ انکی تعداد کتنی تھی اور فلان میں کون راعی تھے فرمایا کہ مجھے اس شمار وغیرہ کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی کہ میں یہ شمار کیا کرتا تھا آپ
 کھڑے ہوئے تو حق تعالیٰ عزوجل کی طرف سے آپ کے واسطے من اونٹ لائے گئے تو آپ نے انھیں شمار کیا اور پھر جبرین راعی تھے جہاں سے پھر فرشتے
 بیان کیا کہ تم نے مجھ سے بنو فلان کے آدمیوں کی تعداد اور ان کے راعی پوچھے تھے تو انکی تعداد اس قدر ہے اور ان فلان فلان راعی ہیں اور تم نے بنو فلان
 کے آدمیوں کو پوچھا کہ وہ اس قدر ہیں اور ان کے راعی لوگوں میں سے ابو بکر بن ابی قحافہ اور فلان و فلان تھے اور وہ سب صحابہ کرام اور انھیں ان کے
 پس لوگ نکل کر شہر پر جانے لگے کہ جبرین ہم سے چکا ہے یا جھوٹ پھر تین تین قافلہ اونٹوں کا نو وار ہوا تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے کہا کہ ان کا شمار
 کوئی اونٹ نہ ہو گیا تھا انھوں نے کہا کہ ان پھر دوسرے قافلہ سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی سرخ اونٹ کوئی بولے کہ ان پھر پوچھا کہ کیا تم ہمارے
 پیالہ میں پانی پھر انھوں نے بول کر عرضی اس قدر نے کہا کہ وہاں سے ہی پانی پھر کرکھا تھا کہ تو نے معلوم کیا ہوا کہ نہ اس کو میں نے نہیں سہا اور نہ ہی نے سہایا پھر
 انھوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سخت علی السطیلہ کہ قول بیان کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ امانا اور نصیحت کی انہی روز سے متفق ہوئے۔
 فصل شش این کثیرہ نے کہا کہ جب چھکوان تمام جاوید شیعہ و حسنہ بعض ضعیفہ و رافضیت حاصل ہوئی تو یہ بات قطعی ثابت ہوئی کہ جبرین کو کچھ پسند
 نہیں ہو سکتا کہ انھیں علی السطیلہ کہہ کر کہہ کر بہت القس تک اسلہ ہوا اور یہ کہ دیکھ کر متبہ واقع ہوئے اس کے بعد رافضیوں کے بیانات اور ہم کو پیش
 ہیں کہ کوئی بیان نہ کرنا یا بھول جا سولہ نبی علیہ السلام کے سب کو گون سے ملن ہے اور بعض لوگوں نے جو بعد رافضیوں کے تقدیم و تاخیر بیان کے یہ
 ذکر کیا کہ معراج کی خبر نہ واقع ہوئی ہے اور بعض متاخرین نے صریح لکھا کہ ایک مرتبہ تو کہہ سے فقط بہت القس تک واقع ہوئی اور ایک مرتبہ کہ سے
 فقط آسمان کو وصل ہوئی اور ایک مرتبہ کہ سے بہت القس کو اور وہاں سے آسمانوں کو واقع ہوئی تھی اور اس شخص نے کہا کہ اس کا یہ تفصیل متعدد و سے
 رافضیوں کے بیانات متعدد و محل پر رکھے جاوے گا اور کو خود ہی پسند کر لیا لیکن بہت ہی اسوجہ سے کہ بعض صحابین میں سے کسی سے یہ بات منقول
 نہیں کہ معراج متعدد ہوئی ہو اور اگر اس بات کو انھیں علی السطیلہ و طاعتی امت کو اس سے گاہہ فرمائے اور لوگ متعدد معراج ہونے کو نقل کرتے مگر ہم
 کہنا کہ معراج جو جمع مبارک عروج صحابی ہوا بہت القس کا ہم یہ وہ ایک ہی مرتبہ واقع ہوئی لیکن روا ہے نہ نبوت میں بار بار عجاہبات کہہ کر
 دیدار ہوا اور وہ مانند وراثت کے کہ اس سے بڑھ کر ہے لیکن جو غیر شریف انھیں علی السطیلہ و طاعتی امت کو اس سے گاہہ فرمائے اور لوگ متعدد معراج ہونے کو نقل کرتے مگر ہم
 واضح ہے کہ لا تو داس پھرین و استقامت چاہیے ناظم۔ پھر شیخ امام ابن کثیر نے آیت کریمہ فی شان الذی اسرہی بعد ہذا الایہ کی تفسیر میں فرمایا
 کے ساتھ مطر بھی کراؤں نہ لاؤں نہ چاہے کہ جب تھا تو یوسف کی حقبتہ نے امام زہری کی تاملی حلیل سے روایت کی کہ کچھ مرتبہ سے ایک سال پہلے ہوئی اور
 یوسف کی عروہ بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جو اور مدی رہے کہ ان کا کہ سولہ مرتبہ پہلے واقع ہوئی۔ دوم امامانی کے مکان سے سوئے تین ہوئی یا جائے تین
 تو حق یہ کہ جاکے تین کہ سے بہت القس تک اسلہ ہوا ہی ہوا ہوئی جب دروازہ چھڑک ہو چکے وہ دروازہ پھراں ہاں دھک اور اندر کے دروازے کو کھینچ
 تھیں اس بعد چھٹلے پھر معراج لائی اور وہ مثل سر میٹھی کے اوٹوں وار ہے اس پر چھڑک آسمان و بنا کو صعود فرمایا پھر ان کی ساؤن آسمانوں تک اور
 ہر تہاں میں اس کے مقربین نے استقبال کیا اور آپ نے ان انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی جو آسمانوں میں موافق اپنے اپنے مرتبہ و درجہ کے ہیں

اس میں جبرین
 بنی نصر بن ابی قحافہ
 بنی بکر بن ابی قحافہ
 بنی بکر بن ابی قحافہ
 بنی بکر بن ابی قحافہ

میرا نیکہ کہ چھٹے مین موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں مین ابراہیم علیہ السلام سے لے اور دونوں کی منزلت سے بھی بلند ہو کر ایسے سنو ہی پہونچے جہاں صریحاً القلام سنتے تھے یعنی آواز ظہر قدرتی جو قلباً سے نمودار ہوا آیات عظیمہ میں سے مدبرہ المذنی کو دکھانا اور اسلک کراہی سونے کے فرش اور طرح طرح کے نگوں ولا کہنے کو دکھانا اور دہان تبرئیل علیہ السلام کو اسی صورت پر دکھانے جو سواڑو تھے اور سیر فرشتہ کو دکھانے اسلاف کو بند کر لیا تھا اور کعبہ زمین کے مقابل بہت المعلوم کر دکھایا کہ کعبہ آسمانی کی حضرت ابراہیمؑ سے اپنی پشت کا ٹکھیر دینے سے تھے اور مین ہر روز شہر ہر فرشتہ داخل ہو کر عبادت کرنے کے مکمل کرکھی مین قیامت تک جو مین مین کہ نہیں اور آپ کے جنت و دوزخ کو دکھانا اور ان کے تعلقانی نے آپ پر چاس نمازین فرض فرمائیں پھر پچہ ہر دن پورے پورے فرشتہ و رحمت فرما کر انکے خفیت کے پانچ کر دن اور وہاں وہی بجاس رکھا اور مین نمازی شہر افسر و عظمت ظاہر ہو کر آپؑ کی کعبیت المقدس کی کو تشریف لائے اور آپ کے ساتھ انیاء علیہم السلام بھی اتنے پھر آپ کے تمام انیاء علیہم السلام کی الامت کے ساتھ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اسوقت تک مبعوث ہوئے مین نماز پڑھی اور احاطہ کرکہ وہ اسی روز کی نماز صبح ہو اور مین مین نے ہم کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر انکی امت فرمائی اور لیکن کثرت روایات اسی کو ثبت مین کعبیت المقدس مین الامت فرمائی ہے لیکن بعض روایات مین ہر کہ یہ امر اول ہی جب جاتے تھے تب وقوع ہوا اور ظاہر یہ ہے کہ بعد ولوی کے واقع ہوا پھر کیونکہ جب آپ آسمانوں مین آنکے منازل مین گذرے مین تو تبرئیل علیہ السلام سے ایک ایک کو پوچھتے جاتے تھے اور ان میں بھی ہر کوئی کہ اول مین تو آپ جناب الہی عزوجل مین طلب ہو سے تھے تاکہ آپ پر ع امت کے جو مشیت قدم جو مفرض ہو پھر ہر ایک سے آپ نے اپنے برادران انیاء علیہم السلام کے جمع کئے تاکہ ہر سب پر آپ کی تفصیلت و امامت سے شرف و کرامت ظاہر کیا جاسکے۔ یہ سترہ کتابت کیا کہ ابھی ممکن ہو کر اول مین تمام انیاء علیہم السلام افتدائے تھے لیکن آپ نے خاص خاص کس کی شناخت مین کی جبکہ تبرئیل علیہ السلام نے آگاہ کیا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اسوقت تک کے تمام انیاء علیہم السلام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر آسمانوں مین شناخت خاص ہوئی جو انور انور فرما بھی اسوجہ سے منگل ہو کر آپ کے بعد مبعوث کے مین کو لوں کے ساتھ ٹپسی پس فرض دوم پڑھا ہوا جو عطا و ہر مین آپ کے نفس بعد نبی کے لازم ہے مین ہر جگہ جیسے انیاء علیہم السلام کا آسمان مین ہونا یا بقایہ تمام انیاء علیہم السلام کا مشیت المقدس مین جمع ہونا یا جو دیگر اہل دنیا و ظاہر ہی کے لئے کسی نہیں دیکھا یا اور عجائب آیات الہی جل شانہ جیسے مجمع و تفسیر مین کرنا یا سات کو مین دلی مین حالانکہ عقل علیہم نظر بصیرت مین پھر بھی تر و تدریس ہر بیطرح تر عروج و نزول کو قیاس پر پٹھانا یا ٹھیک مین ہر اور جواب و غیری کی دیکھا حدیث صحاح مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرین نماز پڑھنے دیکھنا یا طواف کعبہ کے واسطے آنا اور جیسے علیہ السلام اور دجال کو قحانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے دیکھنا یا صحیح و مخفی مودی ہے لیکن اس کے قیاس کو اس اور ایک کی خیال مین ہر اسوجہ سے روح کے بیطرح احادیث معراج مین حافل کامل کو چاہیے کہ صرف اہل کو اس و قیاس پر غور نہ کرے کیونکہ ہر اس جانوروں کے ساتھ شکار مین مین ہر برادر اک و لیاقت مین مین ہر جو جسے ایمان یقین کے ساتھ اپنے رب عزوجل و وحدہ لا شریک کی عبادت سے ظلمات کفر و ناریکیوں سے نجات پائی وہ صاف مین مین نظریہ روحی سے بے شک و قیاس کے سب صحیح و تحقیق دیکھتا ہو پس استقامت چاہیے والد تعالیٰ جو الہادی و الموفق و الموفق رب العالمین پھر شیخ رہنے لکھا کہ بعد اسکے بہت المقدس سے منکر ہوا کہ انکی مین کہ وہاں اس کے والد رحمہ تعالیٰ علم اور ابراہیم کا حدیث مین آپ کے حضور مین بے نظیر ظرف و دودھ اور شہد کے با دودھ و حجر کے با دودھ و پانی کے جیسے منفرد روایات مین آئے مین سب کے سب پیش کیے جانے کا وقت۔ تو درود ہو کر بہت المقدس مین ہوا اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ آسمان مین ہوا پس ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ ان اور ان دونوں جگہ ہونا کیونکہ یہ غیر تکرار کیا جہاں کے ہر والد تعالیٰ علم اور شہد گستاہی کا مبرا رب المقدس مین جو انکے تعلق اس عالم کائنات کا پیش ہونا اور دودھ اختیار ہونا اگر امت دامت عظیمہ اصابت فطرت کی بھی اور ان کرامت

خاص تھی والد تعالیٰ اعلم پھر شیخ نے لکھا کہ بعض لوگوں نے سہین کچھ اختلاف کیا کہ اسرار معراج کا وقوع بدن مع روح ہو لیکن علم اسلف خلقت
 قریب قریب سب ایسی امتیاز دیرین کہ معراج مع بدن کے جائے میں واقع ہوئی اور یہ ہو سکتا ہے کہ وہ سہین حضرت صلی علیہ وسلم
 معراج سے پہلے کچھ خواب دیکھ لیوں کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو خواب دیکھتے وہ مانتے سیدہ صبح کے نوادہ ہوتا تھا پھر معراج مع بدن کے کمال صریح
 یہ کہ المعراجی نے فرمایا کہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلۃ کیونکہ تسبیح نوامیر عظم کے وقت ہوئی ہو گا اگر یہ خواب ہوتا تو اس میں کوئی بڑی بات نہیں
 جیسے تسبیح کی جاوے اور کفار قریش کچھ بھی تلبیس کرنے پر آمادہ نہ ہوتے اور آمد وقت دوا ہوا ہر ماہ میں کچھ بھی وقت نہ ہوتی اور بعض لوگ جو مسلمان
 ہو گئے تھے مرتد ہو جائے اور نیز عقدہ میں عقہ نام ہر روح مع جسم کا اور اسرار ایسی بدن کے ساتھ ہوا اور الد تعالیٰ نے فرمایا واجعلنا الروا بالیض انک
 الافتنۃ للناس ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ روایا اس قول میں آنکھوں کا دکھنا جو یہ خواب حضرت صلی علیہ وسلم کو آنکھوں دکھایا گیا کیا
 رواہ البخاری اور الد تعالیٰ نے فرمایا واذاع البصر الوافی اور بصر جس کے آلات میں سے ہر ذرہ کے اور نیز حضرت صلی علیہ وسلم برقی پر
 سوار کیے گئے اور وہ چوہا پیسہ برقی جو جسک بدن سے اٹھا چکے ہیں اور یہ سواری بدن ہی کے واسطے ہو سکتی ہر نہ روح کے لیے کیونکہ روح کو احتیاج
 کسی مرکب کی نہیں جو بعض نے کہا کہ معراج فطر روح سے ہوئی نہ جسم سے چنانچہ محمد بن احق نے سیرت میں روایت کی کہ مدادیہ بن ابی سفیان سے
 جب اسرار آنحضرت صلی علیہ وسلم کو پوچھا جاتا تو کہنے لگا اللہ کی طرف سے روایا صادر تھا اور لکھا کہ مجھ سے بعض لوگوں نے جو حضرت صدیق کی
 اولاد میں سے ہیں بیان کیا کہ حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ یہاں جم آنحضرت صلی علیہ وسلم کا نظرون سے گم نہیں ہوا لیکن آپ کو
 روح کے ساتھ اسرار دیا گیا ابن احق نے کہا حضرت ام المؤمنین صدیقہ کے اس قول سے انکار نہیں کیا گیا کیونکہ نہ بصری رمد الد تعالیٰ نے
 یہی کہا کہ قولہ تعالیٰ واجعلنا الروا بالیض انک الافتنۃ للناس الا یہ کا نزول معراج ہی کے بارہ میں ہوا ہے اور الد تعالیٰ نے یہ ایک علیہ السلام سے
 حکایت فرمائی کہ اے اری میں فی المنام ائی تو بکالت فانظر اذا خیری پھر اسی پر انھوں نے عمل کیا پس حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہی المعراجی کی
 طرف سے انبیا علیہم السلام کو جائے دوسرے دونوں طرح ائی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تمام عبادنا فی قلبی لیظان یعنی میری آنکھیں
 سوتی ہیں اور یہ اولیٰ جاننا ہی ابن احق نے کہا کہ المعراجی جانتا ہے کہ عین سے کون بات واقع ہوئی ہو اور الد تعالیٰ کی طرف سے بات کا معائنہ اس
 حالت پر کیا ہو جائے جو اسے اس وقت ہوتا ہے اور یہ سب حق و صدق ہے اسی کا ام ابن احق اور ام ابن جوہر نے اس قول کو نقل کر کے ابن احق پر رد کیا
 و تشبیح کی اور کہا کہ یہ خلاف ظاہر قرآن ہے اور اولیٰ رسل و رسلین سے وہی بعض بیان کیے جو اولیٰ کلمہ کے معنی میں والد تعالیٰ اعلم مترجم تھا کہ یہ ظاہر
 عقائد میں ہے بلکہ یہ کہ معراج آنحضرت صلی علیہ وسلم کو جائے میں مع جسم شریف کے کہ سببت المقدس تک اور وہاں سے آسمان تک اور
 جہاں تک الد تعالیٰ نے جا دا رہی ہوئی ہو لیکن جو کوئی کہ کہ سببت المقدس اسرار سے منکر ہو وہ کافر ہے اور واضح ہو کہ معراج میں سلف خلقت
 انسانی نفس ہے بخلاف بعض شاذ روایات کہ جو حضرت ام المؤمنین صدیقہ حضرت معاویہ سے مروی ہیں کہ ایسی روایات سے ہی سہین
 کہہ سکتے کہ ان دونوں کا قول ہے کہ نہیں ہے لہذا ایسے اختلاف کا کچھ اعتبار نہیں ہو سکتا۔ فافهم والد تعالیٰ اعلم۔ فافهم کل حلیل شیخ ابن کثیر
 نے ذکر فرمایا کہ حافظ ابو نعیم جہاں فی کتاب دلائل النبوة میں بطریق محمد بن عواد قدی رحمہ اللہ روایت کی کہ حشیش مالک بن ابی الراجا عن
 عرو بن عبد الرحمن محمد بن کعب القرظی قال اکثرت بطولہ یعنی محمد بن کعب القرظی نے مرسل بیان کیا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے جہین
 خلیفہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ قیصر روم سرفل کے پاس بھیجا پھر حضرت وحیدہ کا اسکے پاس آنا اور واقعات بیان کیے جس سے ظاہر ہوتا ہے
 کہ ہر قبل کی عقل ہست وافر تھی پھر سرفل نے شام سے عرب تاجروں کو بلایا جو کوئی آیا ہو تو لوگ کچھ کہہ کر ابو سفیان صحابہ میں حریف اسکے ساتھیوں کو

تاریخ مناقب اہل بیت علیہم السلام

انحضرت معلّم کو لیکر گیا کیا سابقین سے اور وہ ان کے سوا سے المدعیٰ کی کوئی نہیں جانتا پھر سدرۃ المنتهی کو آئے اور نزدیک ہوا جبار رب العزۃ
 پس غرب ہوا رہا تاکہ کہہ دے اس سے ثابت ہو میں ایک پھر و جی فرمائی اپنے بند سے محمد کو چاہا پھر فریض نماز اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
 مرجعت و تجنیف و نزول ذکر فرمایا یہاں تک کہ کہا پس آپ جاگئے اس حال میں کہ آپ مسجد کرام میں تھے۔ امامی السنہ نے کہا کہ امام مسلم نے
 اس حدیث کو مختصر روایت کیا ہے اور حجت السنہ نے کہا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ بعض علماء سے حدیث کا قول ہے کہ ہم نے امام بخاری و مسلم کی صحیحین
 میں کوئی حدیث ایسی نہیں پائی کہ کجرا کھل نہ ہو سوائے اس حدیث کے اور شاید اس میں شرک یا بد اس میں عبد اللہ راوی سے سہو ہوا ہے اور یہ سوجہ سے
 کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ معراج نبیل و جی کے بھی حال انکامل علیہ السلام متفق ہیں کہ معراج بعد و جی کے فرمایا کہ جس نے کہنے کے واقع ہوئی اور جو نیز
 مذکور کہ وہاں تھی حضرت جبار رب العزۃ کے ساتھ ہوا حالانکہ حضرت ام المؤمنین صدیقہ سے مروی ہے کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے جی نے کہنے کہا
 کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث معراج خواب کا بیان ہے جو ہر اسکے کہ غفلت یا بابت کھلانے سے پہلے خواب
 میں دکھایا پھر جاگتے ہیں شرف فرمایا چنانچہ جبریل و جی کے جانے کے واقع ہوا اور نیز کہ حدیث میں ثابت ہے کہ ایک نبی مسجد کرام میں تھیں یہ خواب وہ صحابہ میں تمام
 ہجرت میں فتح کہ دکھائی گئی تھی تحقیق انکی انوسالیں میں تمام واقع ہوئی نہ کہ چھ ماہ پہلے کہ وہ جی علیہ السلام نے کہا کہ روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو کر
 فی طوی کس ہوئے تو جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میری قوم انکی تصدیق نہ کر لی جبریل نے کہا کہ انکی تصدیق کیونکر کرے وہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکی تصدیق میں کیا
 کٹر کیا کہ ان روایت میں انما ہیں جس سے علماء نے انکا کیا جیسے وہی سے پہلے معراج ہوا اور علیہ السلام کے ساتھ کوئی راوی ہوا نہیں ہے نہ کہ چھ ماہ پہلے کہ انکی تصدیق ہو
 جواب صحیح ہوا اور نہ کہ یہ کہ میں نے ہر مقام میں طرح طرح سے نہیں سنا کہ نہ میں نے سنا ہے بپا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے
 پہونچا تو جبریل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا ایک پتھر نکلے پتھر نکلے اس سے علاقہ باندھا اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے برائی کی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نے
 اور انکے لئے تھوڑا ہوا تو جیسے آپ سارے سوا سے جبریل تھے اور انکی ہوا میں لگا اور جو عادی نے کہا جبریل علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تو جبریل و جبریل ایک شراب
 اور ایک دودھ کا لائے اسوقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی آپ نے دودھ کو اختیار کیا جبریل علیہ السلام نے کہا کہ لوط آپ نے پانی اللہ تعالیٰ
 آپ کے ساتھ آپ کی است کو صواب دے رکھے اور اسی واسطے حضرت صلعم خواب میں دودھ کی تفسیر علم سے دیتے تھے جب آسمان دنیا پر ہوئے
 تو دروازہ کھلوا ادا کے عروج کا تذکرہ ہے یہاں تک کہ فرمایا پھر حضرت کو لیکر سدرۃ المنتهی تک پہونچے تو جبریل نے کہا کہ اعمال نبی آدم میں تک
 منی ہوئے ہیں اور ہم فرما کر اول و حل پس پر مقام اور سے اترنے والے اور نیچے سے چڑھنے والے کی انتہا ہوا اور یہی جبریل علیہ السلام کا کھانا پھر انحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اترے اور فرمایا اے امین بیٹھے اور جبریل علیہ السلام نے اس فرشتہ کو سپرد کیا جو حرف کے ساتھ آگیا تھا آپ نے جبریل سے ساتھ
 رہنے کی درخواست کی جبریل نے کہا کہ مجھے کچھ قدرت نہیں ہے اگر آگے ایک قدم بڑھاؤں تو نبیل جاؤں میں ہم سے ہر ایک کے واسطے ایک مقام معلوم ہے
 اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی آیات کے دکھلانے کو بلایا ہے پس آپ نے جبریل علیہ السلام کو دواغ کیا اور فرشتہ حرفت کے ساتھ جو سے
 پس حرفت مع فرشتہ کے جانے تھے یہاں تک کہ ایک استوی پر بلند ہوئے جہاں صرف انعام سننے تھے جو ارجح پجاری تھے جو اللہ تعالیٰ میں نہاد پجاری
 فرمایا کہ تھے جو اور جو کہ اعمال عباد رکھے ہیں وقال تعالیٰ انما کنتم مخلوقن پھر آپ کے واسطے ایک فوری موع آئی اور فرشتہ نے تمنا چھوڑ دیا
 اور کہہا پس آپ نے اپنے ساتھ دیکھا تو جابا کہ یقیناً وہی جبریل ہی دوسرے کے رہے کہ اپنے مقنا سے آگے نہیں بڑھ سکتے دیون ہی رخصت اپنے مقنا تک پہونچ کر گیا
 پھر نور نے آپ کو سب عارف سے احاطہ کر کے اپنے اندر سے لیا اور آپ کو ایک علم عطا ہوا جو اس سے پہلے بطور روح کے آپ نے جانتے تھے وہی السراج
 ایضا حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں حاضر ہونا و تمام دنیا مرگا آپ کے ساتھ پڑھنا جیسے حج کا تلبیہ کہنے آنا وغیرہ مذکور ہے حالانکہ

یہ حدیث صحیح ہے
 یہ حدیث صحیح ہے
 یہ حدیث صحیح ہے

وہ لوگ دار آخرت میں ہیں اسکی کیا معنی ہیں جواب دیکھنا زمرت المقدس شاید اسواسطے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سب پر ظاہر ہو اور مترجم کتاب کو کہ مراد دیکھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نام انبیا علیہم السلام کے امام ہیں تو سب کا دل بے جہت و فکر واجب صلہ کو بوجہ شرف فرمایا تو سب کو آپ کی اقتدار کرنے کے لیے خاص حیات نبوی مدت کے واسطے عطا کر دی کہ انھوں نے آپ کے پیچھے ناپڑھی اور یہ بھی صحیح ہے کہ سب زندہ ہیں تو کہ شہیدوں سے افضل ہیں اور یہ نماز وغیرہ ائمہ پر طریق تکلیف نہیں ہے اور لکھا کہ شاید غرض نبوی تسبیح ہو کیونکہ حدیث میں ہے کہ اہل آخرت کو سب سے اسی طرح السلام ہوگی جیسے سانس لینے کا السلام ہونا ہے لیکن مترجم کے نزدیک حج کی تلبیہ وغیرہ میں باہمی علیہ السلام کے تلبیہ نمازیں یہ تاویل مناسب نہیں ہے اور لکھا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کے واسطے آخرت میں کچھ امور خاص کیے ہوں جیسے دس دنیا میں خاص حال رکھے اور مترجم کتاب ہے کہ یہ ہو سکتا بلکہ نہور ہے لیکن ان اعمال کی تکلیفات دینے میں کیا معنی ہیں اور ظاہر ہے کہ طرح طرح دنیا میں آدمی کو کئی فعل کے کرنے میں خواہ دل سے کسی ہی خوشی سے کہہ برن پر ایک تکلیف ہوتی ہے یہ تکلیف وہاں ممکن نہیں ہو کیونکہ ظہور روحی اور برکت تابع ہو کر ظہور روح ہے تو بالکل تکلیف نہیں لیکن درجات آخرت و فضل باری تعالیٰ بے انتہا ہے لہذا اس سے انکو درجات میں ترقی ہو اور اس طرح مترجم کتاب ہے کہ معراج شریف آیا مسجد ہوئی احضرت ام ہانی کے گھر سے ہوئی بقاعی ۷۷ نے کہا کہ دوسرا قول جس کا مطلبی ام ہانی کے گھر سے ہوئی اور جس سے ہونا ظہر قرآن ہے لغویہ میں اسکا احوال ام ہانی کے گھر سے ہوئی اور مترجم کتاب ہے کہ میرے نزدیک یوں فوہج صحیح ہے کہ ام ہانی کے گھر سے جبرئیل علیہ السلام آپ کو مسجد میں لیکے وہاں زمزم کے پانی سے تطہیر قلب و تنقیص صدر و الارش کے بعد مسجد احرار سے مسجد اقصیٰ کوئے گئے اور کافر علیا نے یہ جواب دیا کہ مسجد احرار سے مراد حرم ہے جو مسجد کے گرد ہے اور حرم میں ام ہانی کا گھر تھا لیکن جو مترجم نے فوہج بیان کی وہ فوہج واصوب ہو واللہ تعالیٰ اعلم میں صدر اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک بار حضرت طلحہ سعیدہ کے وہاں ہوا اور ایک مرتبہ معراج کے وقت ہوا اور بعض روایات سے چار مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ جس کا علی عدلیہ کے جو احادیث معراج سے ثابت ہوئے ہیں از انجیلہ سراج میں مذکور ہے کہ اسان کا دروازہ کھلوانے پر پوچھے کہ جواب میں کہ کوئی کہہ کہ جبرئیل معلوم ہوا کہ وہاں کہہ کہ اجازت چاہی جب پوچھا ہوا کہ وہاں کہہ کہ کوئی کہہ کہ تو اپنا نام بتلا وہ نے یہ نہیں کہہ میں ہوں مترجم کتاب ہے کہ دوسری حدیث میں مصرح آیا کہ ایک نے اجازت چاہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو کہا کہ میں ہوں آپ نے کہہ کہ میں سے فراہم کہ میں میں یعنی نا بتلا نا چاہیے از انجیلہ کہ اسان کے واسطے دروازے میں ہیں جو شخص اس سے ملے کہ وہ بندہ گمراہ ہے از انجیلہ آدم علیہ السلام و انبیا کا مبارکباد دومر جا کہنا کہ ترسب کہہ کہ زیارت کرنے والا اگرچہ افضل ہو سکتی زیارت کرتے اسکو مر جا وغیرہ سے خوشی کرنا چاہیے مترجم کتاب کہ بعض انبیاء نے کیا کہا واللہ اعلم سے بھائی کہما کہ لہذا وہاں قرب نہاتے و تاری کے بھی بھائی کہنا اچھا ہے از انجیلہ نبی صالح و فرزند و دراصل و غیرہ الفاظ سے تعریف میں جو انجیلہ کہ اگر غور سے اسن ہو تو آدمی کے کچھ تعریف چھ پر کر دے۔ از انجیلہ از ہم علیہ السلام اپنی بیچہ کا کلمہ بیت المعمور سے لگائے تھے اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ سے لیکہ لگانا جائز ہے مترجم کتاب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم آخرت میں ہیں اور وہاں کے قیاس سے اسکا حکم جو عالم دنیا میں حکم سے خلاف ہوا ولی نہیں ہے یعنی ظاہری حکم خانہ کعبہ کی طرف نہ دیکھنے کا کہ ایک آدمی کے لیے ادب سے خلاف اولیٰ ہے کہ یہ کہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے لہذا اولیٰ یہ ہے کہ کعبہ نہ لگا دے اگرچہ جواز لکھتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ جو احادیث میں واسطے تخفیف خدا کے مروی ہے کہ پھر میں اپنے رب کی طرف لوٹا تو امام نووی ۷۷ نے کہا کہ اسکے یہی معنی ہیں کہ جس مقام سے مجھے مناجات کے واسطے شرف عطا ہوا تھا وہاں لوٹا اور اللہ تعالیٰ محل شانہ زمانہ و مکان سے اور طرف و اشارہ سب سے پاک ہے۔ از انجیلہ یہ مسئلہ اصول کا بلکہ کہ چاس کا حکم دیا اور قبل عمل در لکھ جو نے کچھ کچھ تکلیف کر دی پس جواز قبل اہل ثابت ہوا۔ از انجیلہ سوئے کہ

طشت کا استعمال آدمیوں پر کرم نیکدی سے حرام ہے اور آخرت میں ہوگا اور محل جن اسکا استعمال ملائکہ نے کیا ہے سوال ارطاح لفظ آسمان ہا
 نہیں پھر آدم علیہ السلام کیونکر نگین ہوتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ دروازہ بامین کی طرف سے جنم میں جانا دیکھ کر نگین ہونے ہیں اور یہ
 عالم آخرت میں سے ہے نہ اس آسمان سے پس سوال وار زمین ہوتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ نگین ہونا بھی اس حالت طور ازل کیان پر
 جسکی کیفیت ہم ظاہر میں نہیں آسکتی ہے ناخم مترجم کہتا ہے کہ یہاں کثرت سے مسائل و اشارات و عجائب علوم ہیں جو اکثر عوام کی فہم سے
 اعلیٰ ہیں لہذا اس خوف سے کہ شاید دوسرے شیطانی سے متکبر ہوں نہیں کہتا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حق ام الہی کی کھڑتین تھے
 تو چھتہ یکا یک کشادہ ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام ان سے پس ظاہر ہوا کہ کوئی جسم ادنیٰ نہیں ہوا اور جیسے آپ کا صدر شرف چاک کر کے
 دھویا اور بھڑکرا کر دیا اور کسی طرح زخم سے آثار ادنیٰ نہ ظاہر ہوئے کیونکہ کلم الہی کل شانہ ہر دم حیرت کا قیوم ہے اور ہر ایک چیز اسکے قبضہ
 قدرت میں ہے۔ اور جیسے سجدہ قسمی کا قریب د عقلیل کے حاضر ہونا واسطہ عائنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسی طرح دقیق علوم ہیں جنہ
 علما و عقلماء کے عقل و ادراک نہایت مسرور و خوش ہوتے ہیں اور انکے ایمان یقین کو ترقی و نور ملتا ہے لہذا چاہیے کہ پہلے دل کو رکان ایمان
 و عقائد سے اور بدن کو اعمال شریعت سے منور کر میں تب روح کی نظر جو اس سے فیض حاصل ہو اور بقایا الہی جو الوفی و الوادی الی سبیل الرشاد۔
 ف سوال البیان میں شیخ عارف رحمہ اللہ بقایا نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ بجان الذی اسری بہہ لیلار اس آیت میں چار اشارات ہیں اول
 اشارہ تقدیس دوم اشارہ غیبت سوم اشارہ غیب اور چارم اشارہ السریس اشارہ تقدیس کلہ سبحان ہے یعنی معراج اپنی جانب عام فہم میں
 خطرہ ہوتا ہے کہ بقایا نے کل شانہ سے مقصود ایک طرف میں ہے خواہ بلندی ہو یا اور کوئی ہو کہ جب بندہ دروار اور دریاں ہو چکا تو
 اس سے داخل ہو یعنی یہ وہ دم است کہ ایک پہلے سے سبحان کہ لکھا یا کی جان کو چھہ نہ کہ وہ کہ اپنے بندے کو جب الموت سمجھت ہو لین کیا تو اسکو کسی
 مقام پر لین کیا یا کسی مکان میں ہو کیونکہ کون در مکان اسکے میدان قدرت میں ایک ذرہ سے بھی کم نہیں تو نہیں دیکھتا کہ کیسے عجب میں وارد ہو
 کہ کون قبضہ قدرت الہی میں رانی سے کم ہو پہنچے خود کی اور بلندی بہاں فرمائی جاتی جو وہ تشبیہ دینے والوں کے ادراک سے پاک ہو جو دم کہت کہ اسرار
 نبوت کی مکان کی طرف واسطہ قریب کے تھا پس پہلی ہی سے کتنا چاہیے کہ سبحان الذی یعنی وہ پاک ہے ایسے ادراک کی نعمت سے۔ دوم اشارہ غیبت
 یہ ہے کہ الذی فرمایا یعنی وہ پاک ہے چنانچہ بندے کو یہ اسرار عطا فرما یا اور یوں نہیں فرمایا لہذا وہ حسن و انداز اسکے کوئی نام پاک نہیں فرمایا کیونکہ
 غیبت قدیم ہے چاہا کہ کوئی نہیں اسلی بارگاہ کبریا تک داخل ہو سکتا مولے اسکے بندے کے اور بندہ کو بھی ان ظاہر میں محمدیاد دوسرے نام سے
 نہیں ذکر فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نام در بیان سے اٹھایے تاکہ کوئی مطلع نہ ہو سوم اشارہ غیب قولہ اسری یعنی ایک جہید تھا ایک رب
 عو وعل واسکے بندے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قولہ لیلار مجل مناجات تھا پس تقدیس سے تو یہ ظاہر ہو کہ قدم کو بعد وٹ سے فرادیت ہے
 اور یہ کہ جان فضل یہ علت و سبب ہے وہاں انساب و کوشش کو دخل نہیں ہوا اور یہ کہ مخلوق میں سے اسکے واسطے انحصار خاص کو اور یہ
 کہ حادث کو خیال نہیں کہ قدم کے ادراک و احاطہ ہو چکے اور یہ کہ بارگاہ عزت اپنی محبت پر خواہ کوئی عارف و صفت نہ کہ بلکہ کسی طرف کی
 معرفت سے معزز و مقدس نہیں بلکہ عارف نہیں بلکہ عارف کو خود وصف ہوا فہم نام سے حقائق محبت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ صمدیت نام اور اک
 خلق کی مجال نہیں ہوا اشارہ غیب سے ظہور انوار ربوبیت و انوار علم مجول ہوتے ہیں اور اشارہ سری سے خطاب مشاہات و خواص علوم مشنگ
 ظاہر ہوئے اور آثار قیامت کے واقعات کا اشارہ ہو۔ اسرار اپنے بندے کو محل ارادت سے بھتا محبت اور محل محبت سے بھتا معرفت اور وہاں سے
 بھتا توحید اور وہاں سے بھتا تقدیر اور وہاں سے بھتا فنا اور وہاں سے بھتا انصاف اور وہاں سے بھتا اتحاد و

کرنے سے پاک ہر سی وجہ سے سبحان الذی سے شروع فرمایا۔ اور حکمت انہیں یہ بھی کہ جب اسکو ملکوت اعلیٰ و ملکوت اسفل میں دیدار صفات کی قوت ہوئی تو ذات پاک کے مشاہدہ ملا حجاب کے طاقت ہوئی اور دیدار ذات ہلا کیفیت و علت ہوا کہ چونکہ جب کہ دیدار صفات میں عقول متعین نہ ہو تو ذات پاک میں علت وغیرہ کو کیا دخل ہو سکتا ہے پس وہاں آیات و شواہد کہچہ نہیں ہیں بلکہ اسکو کسی سے دیکھنا نہ اور کسی چہرے اور بعض مشائخ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فرمایا کہ لک زری ابرہیم ملکوت السموات والارض یعنی مشاہدہ نفس آیات سے منظور ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا کہ لک زری بن آدم آیات سے ہم اسکو دیکھ رہے ہیں آیات سے اسکی آنکھ بند ہو گئی اور حق کے ساتھ مشغول کیا اور آیتیں آیات میں سے کسی کی طرف التفات نہیں فرمایا پس اسکے واسطے غلط حکم تھا۔ بعضے مشائخ اس مقام پر لکھ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام تھی حتیٰ کہ ملائکہ بھی آپ کی امت میں تھے و لیکن اہل زمین اپنے طور پر افعال و اقوال و اعمال میں تھے اور ملائکہ اپنے طور پر آداب حضور میں تھے پس اللہ تعالیٰ نے رسول کر کے اہل زمین کی نظر کو بچھا کہ انھوں نے عبادت کبھی پھر آسمان کو عروج دیا کہ ملائکہ نے آداب سیکھے و قال تعالیٰ انازلنا بصروا طغیٰ کہ کسی مقام کی خواہش کی اور نہ طبع اکرام اور سرخاوش سے متحرک کیا۔ شیخ استاد نے کہا کہ قلم لکھنے سے ہے آیاتنا۔ اول آیات سے پھر صفات سے پھر کشف ذات سے معرفت عطا فرمائی و مانع ہو کہ نہ عراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ کمالات سے ہے اور کو رہا بن بزم جہنم و ساموس شیطانی کے اس سے منکر ہوگا و لیکن موسیٰ علیہ السلام کے ظاہری معجزات مثل عصا کا اثر ہوا جو انا اور باطنی معجزات مثل کلام الہی کہ ہر طور پر اور عطا سے تربیت وغیرہ ظاہر تھے اور اکثر لوگ اسکے متفقین بھی معراج سے منکر ہوتے تھے پس آئندہ تذکرہ کیا

اور آیات الہی سے منکر و ن پرہیز فرمائی بقولہ تعالیٰ
وَاَنْتَبِهْ اَمْرًا مِّنْ ذٰلِكَ فَهُوَ يَنْصِفُ اَمَّا تَتَجَنَّادُ وَاَمِنْ دُونِيْ وَكَيْلًا هٰذَا ذُرِّيَّةُ مَعَرٍ
اور ہم نے دی ہوئی کہ کتاب اور بنا دیا اسکو اہی واسطے بنی اسرائیل کے کہ تم لوگ متنا و میرے سوا کسی کو دیکھیں اسے اولاد دیکھ
حَمَلْنَا نَمْعًا فَوْجًا هٰذَا كَانْ عَيْنًا هٰذَا كُوْرًا ۵

بنکام نے سوا کر ہا تھا ذوالکے ساتھ وہ تھا ہارا اچھا نگر گذار بندہ

حجہ سران میں لایا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عظیم قدرت سے سیر تعویذی وقت میں تجدید تھی تک مع عروج و دیدار آیات کے ذکر فرمائی تو اسکے پیچھے موسیٰ علیہ السلام کی سیر صر سے بیت المقدس تک جو زمانہ دراز میں ہوئی یہاں فرمائی تاکہ دونوں میں فرق ظاہر ہو اور شب عراج میں موسیٰ علیہ السلام کی شفقت اس آیت سے زیادہ ہوئی جو اکی ہر حاجت سے نازوں میں تنصیف ہوئی یہاں فرمایا اِنَّ اَيْنَا مَوْصٰی الْكَذِبِ اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی تورات و حجت اور ہم نے اس کتاب کو بنا دیا یعنی اپنی عظمت سے ہدیٰ دیکھ کہ تم کو مٹا دیکھ ابدی واسطے بنی اسرائیل یعنی اس طرح کہ توحید و احکام میں عدل کریں اور موسیٰ کو قوم کو صر سے بلا مجد تھی تک سیر فرمائی گناہوں سے بچا لیت سال تک در میان میں روکے گئے وہاں نہ ہو سچے اور جننے نکلے تھے سولے اہل تقویٰ و انبیاء کے سب اس سرزمین سے محرم ہے۔ اس دونوں سرزمین میں فرق ظاہر ہوا جیسے قرآن مجید و تورات میں فرق ہے کہ ذاتی السراج پھر وہ کتاب بنی اسرائیل کے واسطے اہی ہے اس معنی میں کہ لَکَ تَجَنَّادُ وَاَمِنْ دُونِيْ وَكَيْلًا متنا و میرے سوا کسی کو دیکھیں یا اسلئے کہ تم غیر کو سولے المد کے قبل نہ بنا دینی یا اسباب محبت بناؤ کہ اپنے اسرائیلی کی طرف ہر دور و بلا اللہ تعالیٰ ہی پر پھر و سا کرو اور یہی توحید کہ بوسے تو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور فکر سے فو اسی کی پاکی اور چاہے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے پس سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو چا و سے ہی معراج سب سے بہتر اور اتباع نبوت سے تابدار کو بھی

وصول بمقام عروج ہو کر لے فرمایا۔ ذُرِّيَّةً مِّنْ حَسَنَاتِكَ فَمِنْهُمْ نَبِيٌّ اسے اولاد کی جنگ کہ نجات دیکر نوح کے ساتھ شیشی میں رکھا تم اپنے باپ کے ساتھ شاہ بنو آد کا ن عید کا منگواؤ نوح بندہ شکریہ میں بہت شکریہ کرنا والا تھا۔ امین ارشاد ہو کر اسے گوئی یہی اس عظیم نعمت کا شکر کرو کہ میں نے محمد صلی علیہ وسلم کے اندر رسول معظم کو تم پر بھیجا جسکی اتباع سے حکومت اعلیٰ معلول حاصل ہو سکتی ہو۔ واضح ہو کہ حدیث میں اور سلف سے ائمہین وارد ہے کہ کانا و باقی دیاس و ہر شان میں نوح علیہ السلام المد تعالیٰ کی ہدایت سے بندہ شکر فرما اور طہریٰ نے سید بن مسعود رضی سے روایت کی کہ نوح کو جب شکر اور اس لیے فرمایا کہ جب کھانے پیتے تو المد تعالیٰ کی ہدایت سے تھے، امام احمد نے اس میں مالک بن سے روایت کی کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ المد تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہوتا ہے اس بات میں کہ کچھ کھا دے یا کچھ پیے پس اللہ تعالیٰ کی حمد کے لیے گزارا وہ اسل و التزوی والنسائی امام مالک نے زمین علم سے حکایت کی کہ نوح ہر حال میں المد تعالیٰ کی حمد کرتے تھے حدیث شفاعت میں بھی مذکور ہے کہ یوگ نوح علیہ السلام کے پاس وینکے کو آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اور آپ کو المد تعالیٰ نے عید شکر نام کیا ہے آخر حدیث نمک شمار واد البخاری۔ فی السراج المنیر بتا دہ نے فرمایا کہ کولسب اولاد نوح سے ہیں کہ یوگ نوح علیہ السلام کے ساتھ آپ کے تین بیٹے سام و حام و یافث تھے سب انہیں کی اولاد ہیں۔ بقاعی نے کہا کہ مع یہ کہ یوگ کوئی انکی اولاد کے سولے انکے ساتھ تھا وہ مر گیا اور کوئی اولاد نہ چھوڑی اور خود نوح کی اولاد اسلے نہ فرمایا کہ سب انکی اولاد کی اولاد ہیں نوید و سر احسان کہی ہو۔ روایت ہے کہ نوح علیہ السلام جب کھانے پیتے تو کہنے لگے کہ ہر المد تعالیٰ کو جس نے مجھ بندے کو اسکی لذت چکائی اور میرے جسم میں اسکی منفعت باقی رکھی اور اسکی ہاکارہ اذیت مجھ سے نکال دی اور ایک روایت میں ہے کہ انظار کے وقت جو اس طرف سے گذرتا اگر فتان ہوتا تو اپنا کھانا انکے سامنے پیش کرتے اور اپنے کھانے سے اُسکے کھانے کو بندہ کہہ کر اُسکی کو کھاتے فت العرائس قولہ تعالیٰ ان کان عبد لشکور ابراہیم عودیت وہ واقعی محمد کیونکہ بندگی و شکر گزاری ہی عودیت ہو کر تھا انھوں کو خواہ جسمانی ہوں یا روحانی ہوں اپنے ختم کی راہ میں صرف اسے اور عودیت کی راہ سے مدد تھا اور عودیت کی راہ سے عاشق تھا اور خود ہر جو سوسے معشوق کے سب سے آزاد ہوا اور عودیت کی راہ سے سفر و شانس تھا کیونکہ وہ سولے معشوق کے اخبار کا وجود نہیں چاہتا تو نہیں دیکھتا اور طوفان کی دعا میں کہ لا تدع علی الارض من الکافرین وبارئینی ریسے زمین پر کافروں میں سے کوئی گھر والا ست چھوڑا اور شکر گزار اس راہ سے کہ نعمت سے نعم کو دیکھتا تھا نہ نعمت کو اور نعم کو بھی اس طرح کہ اسکی نعمت جمال و جلال کے حق ادا کرنے سے عاجز نہ ہو گیا المد تعالیٰ نے منون کو آگاہ فرمایا کہ انکے باپ نوح علیہ السلام معرفت میں کیسے تھے کہ المد تعالیٰ کا شکر قائم نعمت دلا میں ادا کرتے تھے کیونکہ عارف نہیں ہوتا جب تک حق کو نعمت دیکھتے ہیں اور بلا دیکھتے ہیں دونوں طرح نہ دیکھتے ہیں فقال لا میں صبر کروں رضامندی ہو سکے اور تھا نعمت میں شکر مقرر نہ بصر فی ایوبے اور سخاوت و تقویٰ کے ساتھ اسکی کو اختیار کرے اور جب اس زبرد سے اسرے ہوا تو اس پر لڑکیش عودیت وجود ہی فقال لا میں صبر علی المد علیہ وسلم کی امت میں صحابہ رضوان علیہم اجمعین کے غام میں اچھی کتابوں میں ہے کہ اسلے سامنے لوگ درویش ہو گئے قائم اہم اسکی اور میرے نعمت کو تکلیف میں دونوں حال میں اسکی ہر گز شے قائم۔ شیخ حیدر نے کہا کہ عودیت ہے کہ وہ باقی چھوڑے ایک تولد پر سکون کرنا اور دم حرکت پر اعتقاد کرنا یعنی دنیاوی حق آسانی حاصل ہونے پر قلب کو سکون ہو جانا بندگی سے خارج ہوا اور نیز حرکات اعمال و افعال پر بھروسہ سازنا بندگی سے غارت ہو جس جیب یہ دونوں باقی نہ بھرے جانی میں تو اسوقت میں عودیت مرتبہ آگاہ اسلے مد تعالیٰ کا قلیل فضل اسلے نزدیک دبی طرف فضل ہو اور وہ اپنی شہر خدمت و عبادت کو نہایت حقیر دیکھ گا اور اسلے مد تعالیٰ کے سوا کسی طرف التفات نہ کرے گا اور ایسے بندے کو ہر چند نعمت متواتر نصرت سے پہونچے کسی حال میں نعم سے نہ روکی بخلاف انکے دیکھو جو اسراہیل کو نصرت

وقت لازم

دی اور کثرت سے نعمتیں دین کے انھوں نے شکر گزار ہی ہو کر ان نعمتوں پر نظر ڈالی اور توبہ کی ہدایت چھوڑی فساد میں پڑے
 وَفَصَّيْنَا لَآلِیَٰٓہِیۡ اِسْمٰرَ اَوَّلِیۡنِ فِی الْکَلْبِ اَنْتَسِدْنَ فِی الْاَرْضِ مَرَاتِیۡنَ وَنَعْبُدُ عَلٰٓوْا کَیۡدَہٗ اِذَا اَجَآءَ وَعَدُہٗ
 اور ہم نے آگاہ کر دیا تھا نبی اسرائیل کو کہ تم ضرور فساد چاگے زمین میں دور تمہارے اور کئی روگے بڑی سرکشی پھر چھوڑ آیا وعدہ
 اَوْ لَقٰہُمَا فَعَسَا یُکَلِّمُکُمَا عِیۡآءٌ اَلَاۤ اَوْنٰی بِمَا مِّنْ سِدْرٍ یَّجۡتَاسُوۡا خِلَآءَ الَّذِیۡ یَاۡرَہٗ وَکَانَ وَعَدُہٗ اَفْهَقَ کَلِمًا
 ان دونوں میں سے پہلا بھیجے ہم نے تم پر اپنے مخلوق بندے اور ان میں سخت پس داخل ہوتے دیکھان کو گون کے اور تھا یہ وعدہ ہو جانے والا
 ثُمَّ رَدَّ نَا لَکُمَا الْکَلِمَۃَ عَلَیْہِمَا وَامَدَدَ لَّکُمَا مَوَالِیۡ وَبَنٰیۡنَ وَجَعَلْنَا لَکُمَا لُفْیَہٗ اِذَا اِنْ اَحْسَنْتُمَا اَحْسَنْتُمَا
 پھر ہم نے تم کو ان پر واپس اور اور اور انی ہم نے تمہارے اور ان دونوں سے اور کیا تم کو نہاد میں بہت اگر تم نے بھلائی کی تو میں جانوں
 اَسَآءَ مَعُہُمَا فَاِذَا اَجَآءَ وَعَدُہٗ اَلَا یَخِیۡرُ عَلَیْہُمَا وَفَوَہُکُمَا وَیَدِیۡنِ خُلُوۡا اَلَسُبْحٰنَ کَمَا
 کے یہ بھلائی کی اور اگر تم نے بھلائی کی تو اپنی جانوں کیلئے چھوڑ پھوڑا وعدہ پچھلے بار کا کردہ لوگ اور اس میں تمہارا خدا نہیں سمجھ میں جیسے
 اَخْلُوۡا اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَیَلٰۤیۡنَ اَمَّا عَلٰہُمَا اَکْثَرَ مَرَّۃً عَلَیۡہُمَا اَکْثَرَ مَرَّۃً اَمَّا عَلٰہُمَا اَکْثَرَ مَرَّۃً اَمَّا عَلٰہُمَا اَکْثَرَ مَرَّۃً اَمَّا عَلٰہُمَا اَکْثَرَ مَرَّۃً
 بیشہ پہلے بار اور ظاہر کرتا ہے کہ غالب طور پر خالی آیا اور یہ تمہارا اس پر نگہ کر کے اور پھر دیکھو کہ تم پھر دیکھو اور کیا تم نے
 جَہَنَّمَ لَا تَکْفُرُۢنَّ حَصِیۡرَہٗ

دورخ مسکون کا بندہ خانہ

وَفَصَّيْنَا لَآلِیَٰٓہِیۡ اِسْمٰرَ اَوَّلِیۡنِ فِی الْکَلْبِ اور خبر دی ہم نے نبی اسرائیل کو کتاب میں یعنی توبہ میں۔ واضح ہو کہ یہ قسمی یعنی آگاہ کرنا اور خبر
 دینا بھی آتا ہے جیسے فصینا الیہ ذلک الامران دایرہ بیولا مطلق صحیح پس کتاب سے مراد توبہ ہے اور ظاہر ہے توبہ میں اسکی خبر دینا بھی
 ایک کثرت تھی جس سے اور بھی زیادہ یقین پڑھا جو سے جیسے اس زمانہ میں مسلمانوں کی خرابی و فساد کی کثرت و غلبہ کی خبر جو امت میں تھی
 اول سے مروی ہے چنانچہ جس نے معلوم کیا کہ حدیث میں ہے کہ جب امت مسلمہ فساد کو گئی تو اس وقت فساد ہی بہت کثرت سے باق تھانہ
 بادشاہ ہوئے اور اسی قسم کی احادیث کثیرہ وار وہیں حالانکہ جبروت سے یہ احادیث مروی ہیں اسوقت فساد ہی نہایت ذلیل و خوار تھے کہ یہ
 اسید کچھ بھی نہ تھی بعض نے کہا کہ کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے ہم نے لوح محفوظ میں حکم دیدیا ہے لیکن انبیاء اسرائیل کے قسمی ظہار نہیں ہونے لگے
 جبکہ انی یعنی علی کیا ہوا سے پس اول دلی ہے کہ توبہ میں نبی اسرائیل کو آگاہ کر دیا۔ اَنْتَسِدْنَ فِی الْاَرْضِ کہ تم فساد چاگے جسے یعنی ظلم و
 قتل و گناہوں سے زمین میں یعنی ملک شاہ میں یہی امام سید علی کا قول ہے اور بقاعی نے کہا کہ جو ہر نفس و ہر کتاب کے کو بازمین وہی ہر ہر بیاضی
 نے کہا کہ مراد ملک مصر ہے لیکن صحیح اول ہے کہ شاہین فساد کو گئے مَرَاتِیۡنَ دو مرتبہ کشاف میں کہا کہ پہلا فساد قتل و زکا علیہ السلام پس ایسا تھا
 جبکہ اسے بعد اسی کے شتم سے ڈرایا تھا اور دوسرا فساد قتل نبی علیہ السلام و قصد قتل نبی علیہ السلام تھا یہ بیاضی رہنے کا کہ پہلا فساد مخالفت
 اسکا کہ توبہ کو نسل اشیاء اور مین اسحاق نے کہا کہ اول قتل اشیاء اور کتاب حامد ہے اور فساد دوم میں لکھا تھا قتل نبی علیہ السلام و قصد نبی علیہ السلام ہے
 اور کتاب حامد ہے ہر اور زمین اسحاق نے کہا کہ اول قتل اشیاء اور کتاب حامد ہے اور فساد دوم میں لکھا تھا قتل نبی علیہ السلام و قصد نبی علیہ السلام ہے
 مگر مگر کہتا ہے کہ سرزمینوں کی روایات سے ان باتوں کو دھونڈھا گیا کہ انکی تاریخیں واقوال بہانہ و مذہب سے ملو پوری ہیں جیسے سوسے آئندہ دوسری
 قوتوں کا اسوقت حال تھا اور یہی برابر رہا یہاں تک کہ زمانہ اسلام سے تاریخوں کی صحت کو گون نے سبکی اور اسوقت کے ایک زمانہ پہنچا جب دوسری

قوموں میں آمدیت شروع ہوئی تب سے انھوں نے بھی تاریخوں کا التزام کیا لیکن اول کی تاریخیں یہودیوں اور نصاریوں وغیرہ سب کے بطور
خراب حالت میں ہیں بلکہ اولین تو ہزاروں واقعہ درج نہیں ہوئے تھے ان کہانی کے طور پر رہتے تھے لہذا کہا بازی داران کثیرہ وغیرہ نے لکھا
اکثر کہ تو فیہ میں ان روایات کی کچھ حاجت نہیں جو چنانچہ اس عقاب اسکی ضرورت ہو کہ انھوں نے دوسرے فساد کیا اور یہ نہایت صاف و پیریں خبر
کہ ہم نے نبی اسرائیل کو تو بیت المقدس میں شامین دوسرے فساد کر دیا۔ ^{وَلَمْ يَكُنْ عَقْلًا كَيْفَ يَكُنْ} اور سرشتی کر دئے یعنی لوگوں پر
ظلم و ستم کے ساتھ بڑی سرشتی خاد اجماعاً ^{وَلَمْ يَكُنْ عَقْلًا كَيْفَ يَكُنْ} اور وہ بھٹانہ لکھ کر عبادۃ الہا تو ہم پر بھیجے
اپنے کچھ جنوں کو ورنہ بنائیں شدتیں سخت خوف و گرفت والے ہیں کثیرہ نے کہا یعنی قوت و تعداد میں زیادہ دیرا ان و شوکت میں بڑے سے ہوئے
لَحْمًا مَدَّ خِلْفَ الدِّبَا رِدَاكَ وَ عَدَّ اَهْلَهُمْ مِلَّاسٍ دَافِعًا دَافِعًا ^{وَلَمْ يَكُنْ عَقْلًا كَيْفَ يَكُنْ} اور یہ وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔ ان کثیرہ نے فرمایا کہ سلطنت خلف کے مفسرین
در میان در وینگا اور خوف پھر ہے پھر نیکی کی سے انکو خوف نہوگا اور یہ وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔ ان کثیرہ نے فرمایا کہ سلطنت خلف کے مفسرین
یعنی صحابہ و تابعین سے اس کے بارہ میں مختلف اقوال مروی ہیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما دوسرے سے روایت ہو کہ وہ حالات جزیری ہوا اسکا لشکر پہلے
ان پر مسلط کیا گیا تھا ^{وَلَمْ يَكُنْ عَقْلًا كَيْفَ يَكُنْ} اور یہ سلطنت و دولت ان لوگوں پر لڑا پڑا اور اسراہیل نے
جما ہوا ہم کہ کیا اور اسراہیل پیغمبر سے درخواست کی کہ انا قال تعالیٰ اذ قالوا نبی لم البعث انا لکما فاعل فی منسبل اللہ چنانچہ طوالت بادشاہ کے ہمراہ انہیں
جما دیا اور داؤد علیہ السلام نے حالات کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے داؤد کو حکمت و سلطنت دی اور انشا اجمال ہوا اور سرسبز بنی ہوئی کہا قال تعالیٰ
وَ اَشْرَفْنَا ذَاكُم بِمَا مُنَّيْ لَكُمْ وَ اَمْنًا وَ اَمْنًا وَ اَمْنًا ^{وَلَمْ يَكُنْ عَقْلًا كَيْفَ يَكُنْ} اور ہم تمھاری بڑھاد کر کے اموال داؤد سے ^{وَلَمْ يَكُنْ عَقْلًا كَيْفَ يَكُنْ} اور ہم کو تعداد میں کثیر کر دئے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی کثرت تعداد بھی رحمت الہی پر تھی حدیث میں ہے کہ گو کہ تم کچھ لوگوں کی کثرت سے اور انھوں میں بہت بات کر دینا
اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں نہایت کثرت تھی اور یہ اختلاف و جھوٹ والی جاوے سے پھر بخیر ان میں شیعہ نے کہا
کہ سعید بن جبیر سے روایت ہو کہ وہ موصول کا بادشاہ خاریج مع لشکر تھا اور نیز سعید و دوسروں سے روایت ہو کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر حاجی احمد
نے معلوم کیا کہ ان احقاق نے کہا کہ وہ بخت نصر مع لشکر تھا اور یہی طریقہ اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابن جریر نے ابن سعد سے روایت کیا کہ سعید
بن السید ہو گیا کہ تابعین میں سے ہیں فرماتے تھے کہ بخت نصر ملک شام پر قابض ہوا اور اسے نہایت المقدس کو اجازت دیا اور لوگوں کو قتل کیا پھر دمشق
میں آیا ہوا دیکھا کہ کثرت میں ایک خون ہلا کر آیا جب اس پر خون پڑا پھر خوش ہوا تا کہ اسے ہوا سر اسراہیل سے پوچھا کہ یہ خون کیا ہے انھوں نے کہا کہ
ہم نے اپنے بپا داؤد سے اسی طرح پایا ہے کہ اس نے اس خون پر ترسنا اور مسلمانوں وغیرہ میں سے قتل کیا کہ یہاں تک کہ خون کا المانا ٹھک گیا۔ ہذا
اسناد صحیح اور یہی مشہور ہے کہ اسے نبی اسرائیل کے علماء و اشرف قتل کیا کہ اس کا کوئی ایسا نبی نہ رہا جو نوریت کی محافظت کرے اور اس کے پیروں
میں سے ایک خلعت کثیر کو زمین شاہزادہ وغیرہ بھی تھے گرفتار کر کے بابل لے گیا اور وہاں کچھ قتل ہوئے جبکہ دوسرے لوگوں کو ان میں سے
کچھ صحت کو پہنچے تو اسکی کتابت اور روایت جائز ہو تا بلکہ نبی اسرائیل کو دوبارہ سلطنت و شوکت دی۔ ^{وَلَمْ يَكُنْ عَقْلًا كَيْفَ يَكُنْ} اور اسے شیعہ نے کہا کہ اسے نبی اسرائیل
قات کے لیے اللہ تعالیٰ کی فرمائندہ روای سے اسے دوسرے لوگوں پر شفقت و مہربانی سے اور ظلم و سختی دور کرنے سے تو اسے شیعہ نے کہا کہ اسے نبی اسرائیل
نیکی کر دئے یعنی سرخیلائی کا اچھا بلکہ خواہنا میں ہو جائے اسے نبی اسرائیل کے علماء و اشرف قتل کیا کہ اس کا کوئی ایسا نبی نہ رہا جو نوریت کی محافظت کرے اور اس کے پیروں
نفسد کے یہ ہے یعنی تمھاری انھوں کے اوپر اسکا وبال ہے ظاہر ان ظالمی کا یہ ظلم ہوا تو کیا کہ نبی اسرائیل کے واسطے لام آتا ہے اور ان کے واسطے
ظلم یعنی وبال اس پر ہے لیکن ان میں سے جو اتنے ہیں کہ نفوس پر سب دوزخ کا عوض ہے تو کیا آدمی نے دوزخوں اپنے واسطے کہا ہے اس سے بچا ہے نیکی کے

بدی کہا کہ اس قدر سخت و ناگوار ہے اسکو خود اندازہ کرو۔ لیکن بنو اسرائیل ایک زمانہ کے بعد پھر پیش و شہوات میں پڑے اور حمد و ثناء و اسباب و وسایل و وعدہ
 قریب ہوا۔ **فَإِذَا أَجَاءَ وَعْدُ اللَّهِ** پہلے جب دوسرے مرتبہ کا وعدہ آگیا تو انہیں نے تمہارے دشمن بنو دست **يَسْخَرُونَ مِنْكُمْ** کہتے ہوئے ہمارے
 زبردست قوت والے بندے **عَلِيمِينَ** کہیں تمہارے دشمنوں کو **يَكِيدُونَ خُلُوفَ الْمُشْرِكِينَ** کہتے ہوئے **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے
 میں جیسے پہلے مرتبہ کے فساد میں داخل ہوئے۔ عالم میں کہ اس کا جب دوبارہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور یحییٰ علیہ السلام کا قصہ کیا اور اللہ
 نے انہیں فاس اور روم کے خردوس و طلیوس کے مسلط کیا انھوں نے بنو اسرائیل کو قتل و گرفتار و بلا سے وطن کو کہے بہت بادی کی **وَلَقَدْ كَذَّبُوا** اما
عَلَوْكَ أَكْثَرُ اور اگر ہلاک و برباد کرین وہ ملک جیسے غالب ہوئے میں خوب بادی پھر ان دونوں مرتبہ کے بعد بھی رحم فرمایا **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ**
 اپنے انبار کے قتل میں و ہمارے قتل میں اور شرک و ظلم میں حد سے تجاوز کیا تھا کہ **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے
 یعنی اسید کو کہ تمہارا رب تمہاری عاجزی و زاری پر رحم کرے **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے
 کہ تم پر مسلط کرینگے اور یہ عذاب دینا ہی ہمارا عذاب آخرت علیہ ہو گا کہ **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے
 کردی ہے کہ ان کے واسطے جبریں ان جاس دینے کا حصہ قید خانہ اور جیل ہے کہ ان میں تصور ہوئے اور دوسرے نابالغین حضرتین سے
 مروی ہے اور جن بصری اسے کہا کہ یہ بھی بھجوتا۔ **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اس کے واسطے کہ اس نے عود کی صورت میں عذاب دینا ہی پر اس واسطے محمول کیا کہ وہ اعراف
 میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے حق میں فرمایا **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے **وَأَنزَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ هُمُ الْمُشْرِكُونَ** کہتے ہوئے
 تیرے رب نے کہ وہ ضرور بنو اسرائیل پر مسلط کیجے گا قیامت تک ایسے کہ جو اس سخت عذاب میں رکھے مگر تم کہتا ہے کہ انھوں نے غضب پر غضب بٹھا
 پس اللہ تعالیٰ نے اسکو بیشک کے لیے بہتر کر دیا کہ ذلت و سکنست میں ہے میں ان کے واسطے ملک پر مملکت ہے۔ واضح ہو کہ جیسے قوریت میں
 بنو اسرائیل کے دو مرتبہ فساد کرنے کے خواہ ہوئے کہ یوں فرمایا تھا اسی طرح قرآن مجید میں بنو اسرائیل کے حق میں فرمایا کہ بیشک ذلت و سکنست میں رہے
 کبھی اس کے لیے ملک و مملکت نہ ہوگی اور یہ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرنے والے نام کے نصرائی ہمیشہ بنو اسرائیل پر غالب رہینگے چنانچہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ
 و مومنین اور نصرائیوں کے تباہ و برباد ہو کر بنو اسرائیل پر غالب رہے اور یہ مجھ کو قرآنی شاہد ہے اور ترجمہ کتاب سے کہ بعض احادیث میں وارد ہے کہ
 دجال کے ساتھ تا جدار ہودی ہونے کو شاید یہ مراد ہے کہ اس کے ساتھی ہونے سے ان کے پاس تان کے ساتھ ہونے کو کہ کہین کے بادشاہ میں ہونے
 اور شاید مراد ہو کہ دجال کے وقت میں ہودی اسکی تابعداری میں بادشاہ ہونے والی تعلیم ہو کہ ہر کمال نبوت نصرا کا حملہ کر دینا انہیں
 اور امام رازی نے فساد و روم قتل یحییٰ علیہ السلام اور انتقام بھرتی فکر کر کے اعتراض کیا کہ تو اس میں شہادت موجود ہے کہ نبوت نصرا کا حملہ کر دینا انہیں
 عیسوی و مسیحی سے بہت پہلے تھا اور لکھا کہ معلوم ہے کہ جس بادشاہ نے خود سے انتقام لیا وہ مسطین بادشاہ روم تھا یہ ترجمہ کتاب ہے کہ بادشاہ نصرائی تھا
 جس نے انتقام لیا اور عداوت ہو کر سب سے صحیحہ بیت المقدس پر قبضہ ہو گیا اور لکھا کہ زمانہ اسلام آگیا کہ یہاں سے جاری رہا چنانچہ حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں جناب قبلہ کعبہ نماز پر ماضی اور بعد اس کے اپنی جا پر بچھا کر صخرے سے لڑا اٹھا کہ کبھی بھڑکا پس تمام لوگوں نے بطرح
 ایک دم میں صاف کر دیا اور اسی مسطین کے اسکے ساتھی نصرائیوں کی نسبت سورہ بقرہ آیت میں ہے کہ **وَمِنْهُمْ مَّنْ مَّعَا جِدَالِدَانِ يَذْكُرُهُمَا**
 مسند مسیحی فی خرابا الکات۔ پھر واضح ہو کہ یہ مسند عمر علیہ السلام نے قولہ تعالیٰ **وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسَدُنَّ فِي الْأَرْضِ** اگر آیت کی
 تفسیر میں ایک حدیث طویل اس نصہ میں روایت کی اور اس حدیث کو ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے میں اول

اس کو نقل کر کے پھر اسکے بعد شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ کا کلام ذکر کر دیکھا۔ اجماعی السنہ نے کہا کہ روایت کی سفیان بن سعید ثوری نے معمر بن العترة سے اسے
 یحییٰ بن حراش سے اسے حلیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نبو اسرئیل نے حد واکھی سے تجاوز کیا اور اپنی اہل گلیل
 کو تھیل کی لڑائی لگائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سو برس بادشاہ رکھا تھا وہ مع فوج کے شام کو چلا اور
 بیت المقدس کو حاصر کر کے فیکھا اور یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون پر شہر میں قتل کیے پھر نبو اسرئیل اور اولاد انبیا کو قتل کر لیا اور بیت المقدس میں
 جو زیور و ارایش بھی سب نکال لی چنانچہ ایک لاکھ ست ہزار چھانوے زیور و ارایش کے نکالے میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت
 عظیم تھا فرمایا کہ ان اس کو سلیمان بن داؤد نے سوئے و چاندی و اوقوت دیز جسے بنایا تھا اور اسکے ستون سوئے کے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ دیا
 اور شاہ کلین اسکے لیے سر کر دیے تھے کہ پاک اترے اسکے پاس یہ چیزیں لاتے تھے پس بیت نصران سب کو بیکر و لہ ہو کر بل ہو چکا پس نبو اسرئیل اسکے
 قبضہ میں سو برس پڑے رہے پھر یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نے تھے ائین انبیا بھی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم کیا اور بادشاہان فارس میں سے کورش نام کو جو
 مسلمان تھا وحی کی کہ جا کر لیا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو پھر اوسے پس کورش نے جا کر نبو اسرئیل سے سامان بیت المقدس کے شام میں پہنچا پھر نبو اسرئیل
 سو برس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قائم رہے پھر انھوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا تب اللہ تعالیٰ نے پھر انھیں اوس بادشاہ کو اپنے سر تسلط کیا اسے
 شام پر حملہ کیا اور بیت المقدس کو جلا کر روک کر قید کر لیا اور نبو اسرئیل کو کہا کہ اگر تم نے پھر سرکشی کی تو ہم پھر تم کو غلابا میں مبتلا کر دینگے پھر انھوں نے حد و
 سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک رومی بادشاہ جس کو قاسم بن متباؤس کہتے تھے تسلط کیا اسے خشکی و تری کی راہ سے اپنے کھوکھلا کیا اور اس بیت المقدس
 کا ایک کربیت المقدس کو چلا دیا اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ زیور بیت المقدس کی یہ صفت ہے اور اس کو مدی خلیفۃ المدیہ بیت المقدس میں اس لادیک
 اور وہ ایک اور سات سوشتیان ابن کربیت المقدس کے دروازہ ہلا کر ڈالی جاوٹکی کہ بیت المقدس کو استر کیا جاوے اور وہیں اللہ تعالیٰ اور میں و
 آفرین کو سج کر لیکر مقرر کیا ہے شیخ ابن کثیر نے اس حدیث کی نسبت لکھا کہ ابن جریر نے اس مقام پر اسناد خود علیہ رضی اللہ عنہ سے فرمے حضرت علی رضی اللہ عنہ
 روایت کی اور وہ حدیث لاجالہ موضوع ہے بلکہ حدیث میں تھوڑی سی معوضہ اس کو ذرا بھی اسکی وضع میں شک نہ ہوگا اور پورا تعجب اوس شیخ
 سے ہے کہ باوجود اسکے جلد امت قدر و امت کے اس پر کچھ کچھ ہوئی اور چارے شیخ الحافظ الامام ابوالحاج المذہبی نے تصریح کر دی کہ یہ حدیث موضوع
 کذب ہے اور حاشیہ کتاب پر اس کو لکھا یا حتیٰ مستحکم پر اجماعی السنہ نے لکھا کہ محمد بن اسحاق بن یسار نے لکھا کہ نبو اسرئیل میں بدعتیں گناہ ہست
 پھیلے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے جے و زفر اتارنا اور اپنے جے فرماتا تھا پھر اول کفت جو اپنے کٹنے گناہوں کی وجہ سے ڈالی گئی وہ دیون بھی کہ انھیں ایک بادشاہ
 صدیق تھا اور اللہ تعالیٰ جس کی کو بادشاہ کرتا تو اسکے ساتھ ایک ہی مبعوث فرماتا جو اس کو مدی راہ پر لکھتا تھا اور کتاب اس پر نازل نہ
 ہوتی لیکن نوبت کی پیروی کرنے کا حکم دے جاتے تھے پھر جب صدیق بادشاہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے شعیان امیکا کو بھی کیا اور یہ حضرت یحییٰ و
 عیسیٰ علیہما السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے واقع ہوا اور یہ شعیان ہی ہیں جنھوں نے عیسیٰ و محمد علیہما السلام کی بشارت دی تھی کہ بشارت ہوا سے
 سرزمین کتاب آتا ہے پھر سے پاس کے گھسار اور اسکے بعد انوش کا سوار باقل صدیق بادشاہ ایک نانا درناک شاک اور بیت المقدس کا بادشاہ
 رہا جب اسکا زمانہ قریب ہوا تو نبو اسرئیل میں نافرانی ویدکاریاں زیادہ ہوئیں اور کثرت سے بدعات پھیل گئیں اور اللہ تعالیٰ نے غار ب بادشاہ
 ابل کو جسے شکر کثیر کے بھیجا وہ چھ لاکھ فوج سے بیت المقدس پر آیا اور بادشاہ حیار تھا اسکی ناگامی میں قہر تھا اس سے شعیان اپنے فرمایا کہ اسے
 بادشاہ نبو اسرئیل چھپے حیار بادشاہ باہل چلا کھنڈے لیکر حملہ آور ہوا ہے اور لوگوں میں اس سے ہست چھائی ہے بادشاہ اس بات سے
 متردد ہوا اور بلا کہ اسے ابی المدکب کے اوپر کچھ بھی آئی کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے درمیان کیا حکم فرماوے گا شعیان نے فرمایا کہ لکھو وہی نہیں آتی کہ

اسی دریاں میں شہاب الدنقانی نے وحی بھیجی کہ صدیقہ سے کہدے کہ وصیت کرے اور اپنی بادشاہت پر حکمو چاہے اپنے خاندان سے خلیفہ کرے پس شہیار نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے الدنقانی نے وحی فرمائی ہے کہ میں بھگوا گا کہ روں کہ تو وصیت کر دے اور اپنے خاندان میں سے کسی کو اپنا خلیفہ کر دے کہ تیری موت ہے جب شہیار نے اس سے کہا تو وہ قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہوا اور اُسے دو کھنکین پڑھیں اور رکوع کر جائزی و زاری سے عرض کیا کہ اللہم رب الارباب افسوس اللہ تعالیٰ یا محمد بن ابی بکر یا عمر یا عوف الذی لا تافہ وسندہ لاؤم مجھ یا دودلا سے میرے علم فضل کی اور جس اچھی طرح میں نے نبی اسرائیل پر خلافت کی اور یہ سب میری طرف سے تھا اور تو مجھ سے زیادہ میرے ظاہر و باطن کا علم ہے اور تو الرحمن الرحیم ہے پس الدنقانی نے اُسکی دعا پر رحم فرمایا اور وہ زندہ صالح تھا پس الدنقانی نے شہیار کو وحی فرمائی کہ صدیقہ سے کہدے کہ تیرے رب سے تیری دعا قبول کی اور رحم فرما کہ اُسکی عمر میں چند روز برس کی تاخیر کر دی اور اُسکو بخاریب اُسکے دشمن سے نجات دی پس شہیار نے اُسکو گاہ گاہ کیا یہ سنا کہ کاظم عالم جاندار اور وہ الدنقانی کے واسطے سجدہ میں گر پڑا کہ اے میرے والدیر سے باپ دادوں کے الدین تیرا ہی سجدہ کرنا ہوں تیری ہی بڑائی اور بزرگی کرتا ہوں تو یہی وہ ہے کہ بادشاہت جسکو چاہے دوے اور جس سے چاہے جہنم لیوے اور جسکو چاہے عزت دے اور جسکو چاہے ذلت دے تیرے ہی قبضہ میں سب بہتری ہے جب اُسے سر اٹھایا تو شہیار نے فرمایا کہ الدنقانی نے وحی فرمائی کہ تو اپنے آدمی سے کہہ کہ تجھ پر کاپانی لا کر تیرے قریب میں ڈالے صبح کو تو اچھا ہوا بیگا پھر بادشاہ نے عرض کیا کہ رب عزوجل سے سوال کر کہ میں کہہ رہا ہوں اس دشمن کے ساتھ کیا حکم ہوگا تو شہیار نے کہا کہ الدنقانی نے فرمایا کہ میں نے تیرے دشمن سے تجھے نجات دی اور تیری کفایت کی کہ دے سب صبح کو ہوا بیگے مولے بخاریب اور پانچ اسکے خاص لوگوں کے تین ایک سخت نصیر ہے جب صبح ہوئی تو شہزادہ کے دروازہ پر ایک شخص نے آکر خوشخبری سنا لی کہ اے بادشاہ بشارت ہو کہ تیرے دشمن بخاریب واسکے ساتھی سب مرے پڑے ہیں جب بادشاہ بھلا تو لوگوں نے بخاریب کو تلاش کیا کہ میرا دون میں نہیں پایا اور بادشاہ نے اُسکی تلاش میں آدمی روانہ کیے تو اسکو بگل کے خار سے مع پانچوں خواص کے بھولا لے آوا کہو مسجد جامع میں رکھا اور بادشاہ کو اطلاع دی وہ آیا اور دیکھا الدنقانی کے واسطے طلوع آفتاب سے عصر تک سجدہ میں ہزار بار پھر اٹھا کہ بخاریب سے کہا کہ تو نے دیکھا کہ ہمارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا کیا اُسے اپنی قوت سے اپنی قدرت سے تمکو ہلاک کر دیا اور تم غم و رونا غافل رہنا بخاریب بولا کہ مجھے تمہارے رب کی خبر ہے ملک ہی میں نکلنے سے پہلے آئی تھی کہ وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم پر رحم کرے گا کہ میں نے کسی راہ بتلانے والے کی بات نہ سنی اور میری کم عقلی کے مجھ سے بلا میں ڈالا صدیقہ نے کہا کہ مجھ ہمارے الدنقانی کے واسطے ہے جس نے تمکو تمہارے شہر سے نجات دی جس طرح اُسے چاہا اور ہمارے رب عزوجل نے تمکو اور تیرے ساتھیوں کو اسوجہ سے نہیں بانی کرنا کہ تم الدنقانی کے نزدیک سوز ہو بلکہ اس واسطے کہ تم دنیا میں زیادہ بھیجیو اور بہانہ سے چھوٹ کر اپنے ملک والوں کو خبر دو کہ ہمارے رب عزوجل نے کیسے تم کو ہلاک کیا اور انکو خوف دلاؤ کہ گریہ بات نہ ہوئی تو میں تمکو میرے ساتھیوں کے قتل کر ڈالنا اور تیرا خون مع ساتھیوں کے الدنقانی کے نزدیک چھوڑی کے خون سے بھی آسان ہے کہ میں اُسے تمہارا باپ اور عزوجل میں بے ادبی کی تو بادشاہ نے اپنے سردار قید خانہ کو حکم دیا اُسے انکی گردنوں میں رسی ڈال کر مرنے دو کہ بیت المقدس و ایلام کے گھر دکھایا اور سردار کو جو کی دو روٹیاں ہر روز دی کہ دیتا تھا بخاریب نے اُس سے کہا کہ تیرا قتل کرنا تمکو اس ذلت سے اچھا ہے پس بادشاہ نے قتل کے قید خانہ میں بچھوایا تہن میں حضرت شہاب علیہ السلام کو الدنقانی نے وحی فرمائی کہ بادشاہ سے کہدے کہ بخاریب کو عت کے ساتھ اُسکے ملک میں پہنچا دے پس بادشاہ نے اطاعت کی اور اُسکو عت کے ساتھ روانہ کیا بخاریب وہاں سے روانہ ہو کر مع ساتھیوں کے باہل پہنچا اور لوگوں کو واقعہ سے آگاہ کیا تو وہاں کے ساتروں و کاہنوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہم نے تجھ سے پہلے

کہا تھا کہ الیہا واقعہ ہوگا کہ تو نے نہانا اس گروہ کے ساتھ مقابلہ نہیں چاہیے تھا پس خیراب واسکے لوگ خوف میں رہے اور خیراب اس کے بعد
ساتھ برس تک زندہ رہا پھر اور اُسٹانی جگہ بہت نصرا پڑے تو سخت بوٹھا یا وہ اپنے دادا کے قدم بقدم قائم رہا پھر خواہر اس کے دواشا نے
انتقال کیا اور غی اسرسل کی سلطنت میں بدلتا مقام واقع ہوئی اور اس میں کشت و خون ہونے لگا اور شہیا علیہ السلام زندہ تھے تو اسرسل
ان کی زمین سننے تھے پس اللہ تعالیٰ نے شہیا علیہ السلام کو وحی کی کہ تو جو اسرسل میں خطبہ پڑھنے لگا ہوا کہ میں تیری زبان پر وحی کوں پس اشہیا
کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان کو بافرمانی کہ اسے آسمان سے اور اسے زمین خاموش ہو کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تو اسرسل کے چنان
بیان فرماوے جنگلوں استانی نعمت سے پرورش کیا اور اپنے واسطے خاص کیا اور اپنی کرامت و فضل سے دوسرے بندوں پر انکو برکزدہ کیا اور اسے
ایسے بکری کی طرح بھرتے تھے جس کا کوئی چرواہا نہ ہو چنانچہ اسے پھٹ پھرنے والے کو درنگ سے سبک جاتا ہوا ہے کہ کو جاکر اور کشتہ ہار کا علاج کیا اور جب کو
موتا کیا اور موتے کو نہو نظر کیا جب اسے اس کا کیا تو اسے اس میں ایک دوسرے کو سینک اسے اور خون بہا اور زخمی کیا یا نہا کہ زمین کوئی
بڑی درست یا نہ رہی کہ دوسری ٹوٹی ہوئی اس کی طرف لگا کر باندھی جاوے پس برادی اس موت بکری کی انکو کچھ نہیں معلوم کب انہر وقت
آج اوگیا دیکھا وٹا کب پنا وطن یاد آجنا ہے اور دھڑھ پھرتا ہے اور گدھے کو جب وہ چرگا دیا ذاتی ہے جان پست بھر تھا اس طرف رجوع
کرتا ہے بل کب کھیت گھاس کا یاد آتا ہے جہاں مڑا ہوا تھا لڑتا ہے اور اس قوم کا یہ حال ہے کہ یاد بھی نہیں کرتی جہاں سے آج وقت ہوا کہ
یہ لوگ عقل دیئے ہیں اور کھیل کھیل نہیں ہیں اور زمین نے ایک نیش بیان کرتا ہوں انکو سنیں انے کہدے کہ تم زمین کو دیکھتے ہو ایک وقت وہ
بگھی ہوئی مردہ بڑی تھی ہمیں کچھ یادانی نہ تھی اور اسکا یہ کرنے والا کیم فوی ہے انے اسکو یادان کیا وہ نہیں جانتا کہ اس کی زمین آج ہوا اور
وہ سب باندھتا رہے یا یوں کہہ کر کہنے ایک زمین پر ایک باغ بنایا اور چار دیواری بنا کر انہیں کسانات بنانے اور ضرعیاری کی اور اقسام
اقسام کے درخت زیتون و نار و تر اور انور وغیرہ کے لگائے اور اس پر ایک ہم صاحب رستے کو بتوئی کیا اور اس کی حفاظت میں سہر دیا کہ جب
باس میں اور تیار کی کا وقت ہوا تو لوگوں نے کہا کہ زمین خشک ہو گئی کیا یہ رستے ہے کہ اس کی دیوار ہندم کر کے نہراٹ دیا دوسرے درخت لگا کر
دیئے جائیں اور سبزی جلادی جاوے تاکہ جیسے پہلے تھی وہی ہی ہو جاوے پس نہوان لوگوں سے کہدے کہ چار دیواری اسراؤن ہوا اور قصر میری
شرعت ہے اور ضرعیاری کتاب ہے اور قوم اس میں غمیر ہے اور پوسے یہ لوگ خود ہیں اور پودوں میں پھیل گئے ہیں وہ انھیں لوگوں کے غیبت اعمال میں اور
میں نے اپنے نہیں کے موافق کلمہ و اجزا انھوں نے اپنی جانوں پر چاہا اور کئی مثال یہ کہ گاسے کبریٰ فوج کے ہیرے اس قریب چاہتے ہیں حالانکہ
مجھے اس کا گشت نہیں پہونچتا اور زمین کھانا ہوں اور نفوی سے اور جانوں کا ماحق قتل نہ کر کے سے قریب نہیں چاہتے زمین نے اس حشر میں
حرام کیا ہوا حالانکہ اس کے آجائے خون سے تر ہو رہے ہیں اور ان کے کپڑے خون ناحق سے سرخ ہو رہے ہیں میرے واسطے جہنم بنالغوب مضبوط کر کے ہیں
اور اس کے اندر صفائی کرتے ہیں اور اپنے قلوب و اجزا کو کس کرنے اور بل کپل سے بھرتے ہیں جس کا کو زینت دیتے ہیں اور اپنے عقول اور عقلی کو
خراب کرتے ہیں تو مجھے کون حاجت ایسے گھوٹ کی ہر زمین کچھ وہاں رہتا نہیں ہوں اور سجدوں کی آرائش کی کون ضرورت زمین کبھی وہاں جانا
نہیں ہوں میں نے محمد بن کے بنائے کا کھڑک صاف واسطے دیا کہ ان میں میری یاد کجاوے اور نہیج پڑھی جاوے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے وہ رکھا
گروہ قبولیت کے واسطے نہ تھا اب اگر اور کہتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھی اگر اس سے نور زینت نہ ہوئی اور کہتے ہیں کہ ہم نے صدقہ دیا اس سے پاکیزگی نہ ہوئی اور
ہم نے کبوتر کی طرح نرم و حریز، اور اسے دھکی اور بھر پون کی طرح آواز سے روکے ہر طرح ہماری دعا و زاری قبول نہیں ہوتی تو اس لئے دعا فرماتے ہیں کہ
تو اسے دریافت کر کہ کون بات بھلائی ہماری دعا قبول کرے اسے ہو سکتی ہے کہ کیا میں سب سے بہتر سنتا نہیں ہوں کیا میں سب سے زیادہ دیکھتا نہیں ہوں

کیا میں خوب قبول کرنے والا اور اہل ایمین نہیں ہوں مگر ان کے روزے کی کو قبول ہوں کہ دس لینے روزے کو دروغ باتوں سے پاک لباس پہنا
 زمین اور اس پر حرام کھانے کو قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور انکی نمازین کے کو مندر ہوں کہ ان کے دل ایسے لوگوں کی جانب مائل و مطیع ہیں جو مجھ سے لڑائی
 و جھگڑا کرتے اور میری حرمت کی تہک کرتے ہیں اور ان کے صدقات میرے یہاں کیونکر آئیں گی یا دینے کے وہ غیر دن کے مال پر دست درازی کر کے
 صدقہ کرتے ہیں اگر تو اسے دیا جاوے گا تو ان کو جو کچھ مال چھینے کے ہیں اور انکی دعائیں کیونکر قبول ہوں کہ خالی زبان سے ہیں قول فعل موافق
 نہیں ہیں بلکہ فعل تو اس سے بہت دور ہے دعا تو اسی کی قبول ہوتی ہے جو کچھ دل چاہے اور اپنے رب سے عاجزی کرے اور زمین تو اسی کی سنتا ہوں
 جو عاجز ہو سکتا ہے اپنے آپ کو پرہیزگاری میں رکھتا ہے اور میری رضامندی کی نشان دہی میں سے یہ ہے کہ ساکنین راضی رہیں یہ لوگ جب اس کا منہ نہیں
 اور ان کو پہنچا پہنچا جاتا ہے کہ تیرے کہنے کی فو فی ہوتی یا میں ہیں اور تیرے علی آئی ہیں یا جاوے گا ورنہ ان کے قول میں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ہم چاہتے
 تو اس میں ہی یا میں یا میں اور چاہتے ہیں تو جو شیاطین ان کو یہی چاہتے ہیں اس سے علم غیب بڑی طرح ہوا چاہتے ہیں اور زمین نے جس دن آسمان کو زمین کو
 پیدا فرمایا یا حکم جاری ہو علم کو دیا ہے اور ان کے واسطے میعاد مقرر کر دی کہ وہ خواہ مخواہ واقع ہوگی موع غیب جگاہ دعویٰ کرتے ہیں اگر اس سے
 ہوں تو مجھے تیار دین کہ وہ کس واقع ہوگا اور کس زمانہ میں آویگا اور اگر ان کو یہ قدرت ہو کہ جو چاہتے ہیں ان کے تین نوکد سے کہ یہی قدرت لاؤں جس سے
 میں نے احکام نافذ کیے ہیں کیونکہ میں تو اس کو سب دینوں پر غالب کر دینگا اگرچہ مشرک لوگ ہوں یا نازن اور اگر ان کو یہ قدرت ہو کہ جو چاہتے ہیں ترکیب دین
 تو وہ حکمت بنا لاؤں جس سے میں اس حکم کی تفسیر کرنا ہوں اور میں نے آسمانوں و زمین پر ہدایت کرنے کے دن یہ حکم پورا کر دیا کہ نبوت کا چھپوں میں اور
 بادشاہت کا چھرا ہوں میں اور عزت کو دیکھوں میں اور قوت کو نصیبوں میں اور قوت کو نفروں میں اور علم کو چاہوں میں اور حکمت کو بے بیہوش
 میں قائم کر دوں گا تو ان لوگوں سے دریافت کر کہ کس کی ہوا کر کوں اس کا کہے بے قائم کیا جاتا ہے اور اس کا کہے کہ وہ کار انصار کوں ہونے لگا جانتے ہوں
 تو تیار دین کہ میں اس حکم کے واسطے ایک ہی امین بھجوا کر دیکھتا ہوں کہ وہ کسی طرح کے کما نہ ہوں میں علم کی یہ طرح کے گرا ہوں میں سے ہوا دینے ان کا
 سخت اور نہ دل کا کڑا ہونہ وہ بازاروں میں کاؤں کاؤں کر چکا اور نہ کسی طرح کے شش سے اس کو کھوٹ ہوگا میں اس کو یہ طرح کے کمال سے تیار کر دینگا اور اس کا
 اچھ بزرگ حصلت اس کو عطا کر دینگا سکنت اس کا لباس اور کوئی اس کا شمار و تقبی اس کے دل خطرات اور حکمت اس کی سمجھ اور صدق و وفا اس کی بادبخت
 اور عقود بھلائی کی خواہش اس کا خلق اور عدل اس کی سیرت اور حق اس کی شریعت اور ہدایت اس کے واسطے خصوصیت و اسلام اس کی ملت اور رحمت اس کا دین
 کر دینگا اور اس کا تمام حمد کے ساتھ اھم کر دینگا جو کچھ میں دایت بعد ضلالت کے اور علم بعد جهالت کے اور اہدیانامی بعد گم نامی کے اور شہرت بعد انجان
 ہونے کے اور کثرت بعد قلت کے اور قوت انگریز ہندوئی کے دینکا اور اسی کے وسیلہ سے ہندوؤں کو فتنہ کے بعد جمع کر دینگا اور چھوٹے بڑے ہوسے دلوں میں
 اسی کے واسطے سے الفت دینگا اس کی است اس کو سب امتوں سے جو لوگوں میں پیدا ہوئی ہیں بہتر میرا دینکا کہ نیک کاموں کا حکم کر نیے کرے گا ہوں
 منع کر نیے سب میری توحید کے واسطے اور چھ پیمان یقین سے کر نیے کھڑے دیکھ کر و کج و بد سے میری نماز دیکھ کر میری راہ میں صفت باندھ کر
 ایکسا بار نکر بنا کر جا کر نیے میری رضامندی کے واسطے اپنے گھر بار و مال و اولاد کو چھوڑ کر نکل جاوے گا میں ان کو اپنی تیسری و توحید و تسبیح و تہلیل و تہلیل
 و تہلیل ادا کر دینگا کہ ہر چہ سرفتن اور وطن میں بیٹھے دیکھ کر اپنے بھائی پر اور کر دیتا ہے میرے واسطے کہ جو تہلیل و تہلیل کر نیے کرے یا بشارتوں
 کے سنوں پر میری مائی اور بزرگی یہاں کیونکر ہے واسطے اپنے فتنہ و تاجہ پیروں کو دھو نیے ان کی آزار میں اور آدمی ساق تک پہنچی میرے واسطے
 قرآن میں ان کی خودائے خون میں اور ان کی تحلیلات ان کے سینوں میں ہوتی ملا توں میں راہب ہو کر میرے واسطے عبادت کر نیے اور دنوں کو نشیون
 کی طرح میری راہ میں جانا دینے کر نیے اور یہ سب میرا فضل ہے جو کہ میں چاہوں عطا کرنا ہوں اور میں سے ہر فضل والا ہوں جب اس شہار اہل

اور بعض کی خوبصورتی بھی چنانچہ کئی مہربانوں سے مل کر وہ اس سے بڑھ کر خوبصورت
 پھر لوہا ان سب سے سخت سے پھر جو نے آسمان سے پھر کرنا دیکھا جسے اس سب کو توڑا وہ ایک غیبی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بھیج دیا وہ ان سب کو
 درجہ پر ہم کر دیکھا اور یہ کام اسی کے فعل ہو گا پھر اس کے بعد دستور ملک ہو گا پھر اہل بابل نے بخت نصر سے کہا کہ اسے بادشاہ ہم نے جو اٹھایا اس پر اس
 تجھ سے مانگے اور تو نے ہم کو دے دیے تو جب سے وہ ہمارے ساتھ ہوئے ہیں ہم اپنی عورتوں کی خدمت اچھی نہیں دیکھتے ہیں کہ عورتوں کے لئے
 ہماری طرف سے پھر کرنا کئی طرف ہوئے ہیں شاید کوئی فتنہ برپا ہو پس تو انکو ہمارے بیچ سے نکال دے یا قتل کر دے آئے کہ انکو اختیار ہے جسکو
 منظور ہو جو غلام اس کے پاس ہیں انکو قتل کرے یا نہ کرے جب یہ لوگ قتل کے واسطے جمع کیے گئے تو آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر رونے لگے اور
 کہا کہ اس بے رحم پر ہم کو دے کر اور ان کے گناہوں سے ہم قتل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپر رحم کا وعدہ فرمایا پس سب قتل ہوئے سوائے اُن
 لوگوں کے جنکو بخت نصر نے قتل سے منع کر دیا تھا اور انھیں میں سے دانیال و حنانيا و عزرا و یوشابیل تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا
 کہ بخت نصر کو ایک کرے تو آئسٹن ان نو اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے اس گھر بیت المقدس کے ساتھ اور وہاں والوں کے ساتھ
 کیا کیا ہوا جب تمہارا اعتقاد اس گھر کی نسبت کیونکر ہے کہ نہ لگے کہ وہ بیت المقدس اور یہ لوگ اس کے متولی تھے اور یہ انبیاء اولاد ہیں انھوں نے
 آگاہ و ظلم کیے تو اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اپنے مسلط کیا اور اب انکار رب السموات والارض پر وہی انکی بزرگی و عزت کرتا تھا جب انھوں نے ایسے ایسے
 فعل کیے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ایک کیا اور غیروں کو اپنے مسلط کر دیا۔ یہ بات اسکو ناگوار ہوئی اور اُسے موافق اپنے خیال کے چاہا کہ فلسفی مذہب کا اقرار
 کریں اور کہاں کیا کہ اُسے اپنی فحشا و جبروت سے یہ سب کا کیا ہے پس اُسے کہا کہ کیا تدبیر ہے کہ میں آسمان پر پہنچ کر وہاں والوں کو قتل کر کے
 اپنی سلطنت قائم کروں کیونکہ زمین میں کوئی میرے مقابلہ کے واسطے نہیں ہے انھوں نے کہا کہ غلغات میں سے کسی کو یہ طاقت نہیں ہو سکتی کہ
 کہ غور سے بتاؤ کہ میں یہ کیا کیا چاہتا ہوں ورنہ تمکو قتل کر دینا پھر یہ لوگ بہت پریشان و عاجز ہو کر رونے اور جناب باری تعالیٰ میں حاضر کیا
 پس اللہ تعالیٰ نے ایک چھڑی اپنی قدرت سے بھیجا جو اُس کے تھنوں کی راہ سے چھو کر اُس کے ام الدار تک پہنچا وہاں چب رہا پس اسکو قتل کر دیا تو انھوں نے
 جب ایک تھوڑوں سے اسکا سر ٹھونکنا چاہا تو آخر طرح کر گیا جب مرانا اُس کے طبیعوں وغیرہ نے اسکا داغ چاک کیا تو دیکھا کہ نہیں ایک چھڑی اُس کے
 ام الدار کے قاتل ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اپنے بندوں کو دکھلا دے پھر اللہ تعالیٰ نے نو اسرائیل کے باقی بچے مومن کو شامین پہنچایا وہاں انھوں نے
 عمارت بنوائی اور ہر جہاں تک جس حال پر پہلے تھے اس سے اچھے ہو گئے اور دوسے گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا
 یہ قتل کیے گئے پھر حال جب شام میں داخل ہوئے تو اُن کے پاس کوئی عہد الہی نہ تھا پس پھر قتل کر کے اور توریت اس فتنہ میں جلی گئی تھی اور
 عزیر علیہ السلام بھی انھیں قیدیوں میں تھے جو بابل کو گئے تھے جب شام میں آئے تو راستہ میں ایک حبیب توریت کے رونے اور لوگوں میں سے نکلا
 پہاڑوں و جنگلوں میں بڑے پتے تھے اسی حال میں تھے کہ ایک دریا کا آدمی اُن کے رو روایا اور کہا کہ اسے عزیر کو بچاؤ کہ وہ تم کو اس کے لئے
 عہد دے رہے ہیں وہاں ان غیر اس کے ہماری دنیا و آخرت کے کام درست نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ ایک کام چاہئے ہو کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ سکود دے فرمایا کہ
 ان آئے کہ انکو اچھا جا کر روز رکھو اور زندہ ہو کر لے کر واپس آؤ عزیر وہاں سے آئے اور روز رکھنا نہاد ہو کر دوسرے دن وہاں
 جا کر بیٹھے آئسٹن وہ شخص آہا اُس کے پاس ایک بیالہ پائی تھا اور وہ ایک فرشتہ تھا جسکو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اُسے یہ پائی کا بیالہ اُنکو بلایا تو
 سب توریت اُن کے سینہ میں منسل ہوئی اور وہ غائب ہو پس عزیر واپس ہو کر نو اسرائیل پاس آئے اور تمام توریت لکھوائی پھر اللہ تعالیٰ نے
 عزیر کے قیض کر لیا پھر تم گناہی عزیر علیہ السلام کا قصہ قلم لے لو کہ لذی مزعلیٰ قریہ وہی خدا تعالیٰ کے تحت ہیں گداز وہاں سے

دیکھنا چاہیے۔ والد اعلم بالصواب۔ پھر اسکے بعد بنو اسرائیل نے بوکاریان کو گناہ شروع کیے اور اللہ تعالیٰ نے پھر براہینا علیہم السلام بھیجتا تھا تو ایک فریق کو جھٹلاتے اور ایک فریق کو قتل کر ڈالتے غرض کہ ایسی ہی بوکاریان و سخت داکر تھے جسے یہاں تک کہ آخر میں اللہ تعالیٰ نے پھر زکریا کو بھیجی جو علیہم السلام کو بھیجا پھر زکریا مر گئے اور کہتے ہیں کہ قتل کیے گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالنے کا قصد کیا تھا لکن اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو انھوں نے قتل کر ڈالا تا جب اللہ تعالیٰ نے پھر ابراہیم کا بادشاہ خردوس مسلط کیا وہ مع لشکر کے روانہ ہوا اور بنو اسرائیل پر غالب آیا تا جب اُسے اپنے لشکر کے سردار ورن بن سے ایک شخص می بیوراز اذان کو بلایا اور کہا کہ میں نے اپنے پروردگار کی قسم کھائی تھی کہ اگر کبھی بیت المقدس پر غالب ہوا تو انکو مہانتک قتل کر دینگا کہ انکا خون بہسکریہ سے لشکر کے درمیان ہوسنے پس مجھے حکم کرنا ہوا کہ جاکر قتل کر یہاں تک کہ خون میرے لشکر تک پہنچے پس بیوراز اذان بیت المقدس میں داخل ہوکر وہاں کھڑا ہوا جان بنو اسرائیل فرمائی کیا کرتے تھے وہاں اُسے ایک خون دیکھا کہ جوش مارنا ہے اُسے پوچھا کہ اسے بنو اسرائیل یہ خون کیسا ہے کہنے لگے کہ تم نے ایک قبر پرانی چڑھائی تھی وہ قبر میں ہیں اسوجہ سے یہ خون جوش مارنا ہے اور قریب آٹھ سو برس سے سب ترانیان سولہ اسکے قبول ہوئے اُسے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ میں کہا کہنے لگے کہ ہم لوگوں سے بادشاہت و نبوت اور وحی جاتی رہی اسوجہ سے یہ قبول نہ ہوا لیکن بیوراز اذان نے انہیں سے سات سو ستر ارف پوچھ کر اس خون پر قتل کر دیے کہ وہ یہ تھا پھر سات سو غلام اُس پر قتل کیے کہ یہ تھا تو اُسے سات سو بڑے اور چوبیس قتل کر دیں تب بھی جوش مارنا رہا جب اُسے دیکھا کہ کسی طرح نہیں جھٹاتا تو کہا کہ اے بنی اسرائیل تم اپنا بھلا چاہتے ہو تو کیوں مجھ میں کہتے ہو یہ خون قصاص چاہتا ہے موت سے اس سرزمین پر خود مختار رہے تم نے چاہا کہ وہ کیا تمہاری خردوں سے معلوم ہو کہ کیوں کہ مار ڈالنے کے لئے خداوند اور زمین تم سے کسی مرد و عورت کو زندہ نہیں چھوڑے گا سب کو اسی خون قتل کر دینگا جب انھوں نے دیکھا کہ قتل میں اسکی طرف سے سختی و شدت ہے تو کہا کہ خیر کیا اسانہوتا تو تم نہ تیرا نے تم میں ایک جہنم تھا وہ کہہ کہو یہی باتوں سے سخت تر اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا تھا کاش ہم اسکی پیروی کرتے تو ہمارے یہ بستی ہوتی وہ ہم سے اتنا تھا کہ ہم پر تم لوگ مسلط کیے جاؤ گے کہ ہم نے نہ مانا اور اُسکو قتل کر ڈالا یہ اُس بیگناہ کا خون ہے بیوراز اذان نے کہا کہ اسکا کیا تھا کہنے لگے کیجی بن زکریا ہاں نام تھا اُسے کہا کہ اب تم نے سچ کہا ہے اور اسی خون کے عوض اللہ تعالیٰ نے تم سے یہ انتقام لیا ہے پھر اُسے کہا کہ یہاں کے دروازے بند کر دو اور خردوس کے لشکر کے جو لوگ وہاں تھے انکو قتل دیا اور نہ مانی اسرائیل کے ساتھ رکھا اور کہا کہ اے بنی زکریا پروردگار میرا دھارنا خوب جانتا ہے جو تمہارے خون کی وجہ سے تمہاری اس قوم کو پہونچا ہے اور حقد قتل ہوئے ہیں اب اپنے رب کے حکم پر یہ خون ٹھہر جاوے قتل اسکے کہین انہن سے کسی کو باقی نہ چھوڑ دین پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ خون ٹھہر گیا اور بیوراز اذان نے اپنے قتل دور کر دیا اور بچہ دینا اور کہا کہ میں اُسی رب پر ایمان لایا ہوں بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور اُسے بنو اسرائیل سے کہا کہ خردوس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو سنا تک قتل کر دوں کہ تمہارا خون اُس کے لشکر کے پیچ میں پہونچے اور مجھے یہ طاقت نہیں کہ اُس سے مقابلہ کر دوں انھوں نے کہا کہ پھر جو حکم ہو کر ڈالنے کا کہ خیر لوگ جلدی ایک خندق کو دو اور حکم دیا کہ گھوڑے سے وچ وادشا رکے وکری جعفر بن سبلاؤس سب جمع کر کے اپنے ذبح کر ڈالے اور خون جاری ہوا اور آخر کچھ بنو اسرائیل بھی قتل ہوئے اور جو بچے قتل ہوئے تھے انکی لاشیں بھی ذبح کر دیاں یہاں تک کہ خردوس نے یہی گمان کیا کہ یہ سب خون بنو اسرائیل ہی کا ہے یہاں تک کہ خون اُسکے لشکر کے پیچ میں پہونچا جب اُسے حکم بھیجا کہ اب قتل موقوف کرے پھر مع فوج کے باہل لوٹ گیا اور بنو اسرائیل اس واقعہ میں فنا ہوئے کہ بقریب فنا ہونے کے پہونچ گئے تھے اور دوسرا واقعہ اُنکے فساد کا ہے کہ کمال تعالیٰ بقدر فی الارض مرتبین پس پہلا واقعہ تو سخت نصرت اُسکے لشکر کا تھا اور دوسرا واقعہ خردوس و اسکے لشکر کا تھا اور یہ پہلے سے بڑھا ہوا تھا پھر بعد بنو اسرائیل کا جھنڈا بلند نہ ہوا اور

انکی بادشاہت نہ رہی بلکہ بادشاہت درود یونان کی طرف منتقل ہو گئی لیکن بنو اسرائیل کی تعداد بہت ہو گئی اور وہ بیت المقدس کو اسکے
 نواس میں رہیں باقی رہ گئے اور تب بھی نعمت عیش میں تھے کہ پھر انھوں نے سپر بھی بدعتیں دیکر یارین پھیلانیں تو والد تعالیٰ نے انہیں دروم کے
 بادشاہ ططیس بن اصطیقاوس کو مسلط کیا اُسے انکے ملک کو برباد کر دیا اور وہ ان سے پریشان کر کے مغرب کر دیا اور ان پر زلفت و خوری کا داغ
 ہو گیا کوئی زمین باقی جبر زلفت و سکنت نہ رہی ہو اگرچہ الدار موار بیت المقدس اسی طرح اجاڑ پڑا رہا تا تک کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور
 مسلمانوں نے بیت المقدس کو فتح کیا اور نصرانیوں کے قبضہ سے نکالا اور حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسکو برباد کر دیا قتادہ نے فرمایا کہ
 اول مرتبہ والد تعالیٰ نے حالت کو بنو اسرائیل پر مسلط کیا پھر رحم فرما کہ سپر بنو اسرائیل کو فتح دی اور داؤد نے حالت کو فتل کیا پھر ایک زمانہ کے
 بنو اسرائیل نے بیکاریاں حد سے بڑھا لیں تو بخت نصر کو مسلط کیا اُسے بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور فتل و غارت کی سدی رہی باسناد و خود
 بیان کیا کہ بنو اسرائیل میں سے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس کی بربادی ایک تیم کے ہاتھوں ہو گی جو ابل کا رہنے والا ہو اسکو
 بخت نصر کہتے ہیں چونکہ یہ شخص سچ بولتا تھا تو اسکا خواب سچا ہوتا تھا پس تنگ کر دیا وہاں بابل پہنچ کر دریا منت کرنا وہاں بخت نصر کے یہاں
 اُڑا اور بخت نصر کو لڑیاں توڑنے لگا تھا ایک گٹھا سر زریکے ہوئے لایا اور لڑا کر بیٹھا تو اس اسرائیلی سے ایمین لین اُسے میں دردم دینے لگھا تا
 پینا شرب خرمی بھی دوسرے روز پھر میرے روز بھی کیا پھر اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے واسطے امان نامہ لکھ دے اگر تو کبھی
 بادشاہ ہو جاوے۔ اُسے انکے انکے کوچے سے مخدومین کرنا ہے اُسے انکے زمینیں بلکہ میں اپنے واسطے مضبوط کر کے تیرے پاس کچھ احسان پھونچا جا تا ہیں
 پس اُسے امان نامہ لکھ دیا پھر اُسے کہا کہ لوگوں میں حاضر ہوا اور تیرے گرد و لگ ہوئے تو میری رسائی کیونکر ہو گی اُسے انکے نیزہ یا لکڑی پر تپ کر کے
 تھے دکھلا دیگا تو میں چپان دیگا۔ پھر واضح ہو کہ بادشاہ بنو اسرائیل کا بھی علیہ السلام کی تکریم کرتا تھا اور اپنے تخت پر بٹھلا دیتا تھا اتفاق سے وہ
 اپنی جرد و دھتر پر عائن ہوا اور ان جباس رہنے فرمایا کہ اپنے بھائی کی لڑکی پر عائن ہو پس اُسے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اُسکے ساتھ
 نکاح کرنے کا سوال کیا آپ نے اس سے بالکل منع کیا پھر خبر اُسکی ماں کو پہونچی تو اُسکے دل میں کہنے پڑا ہوا جو صفت بادشاہ شرب پیئے بیٹھا تو اُسے اس
 لڑکی کو شرب بار کیا لباس سے کر است کیا اور خوشبو لگا کر زور بچایا اور بادشاہ کے پاس بھیجا اور اسکو حکم دیا کہ بادشاہ کو شرب پلا تا پھر اگر وہ
 کچھ خواہش کرے تو نکاح کرنا اور کہنا کہ اس شرط سے کہ میری ایک بات ماننے جب اے لے تو کتنا کیجی بن کر کا سر اس شلست میں لا جاوے
 اُس بخت نے یہی کیا بادشاہ نے اقرار کیا کہ کیا چاہتی ہو اُسے اس شلست میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر لگا دیا بادشاہ نے کہا کہ ارے بخت اسکے
 سوا سے کچھ اور انک وہ بولی کہ میں اسکے سوا سے کچھ اور نہیں چاہتی ہوں آخر اُسے غلیہ شہوت میں حکم دیا کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر اس شلست میں لا یا
 جاوے وہ لارہا کہ کیا تو سر ہوتا تھا کہ تیری بربادی ہوئے پھر بھی حلال نہیں ہوا رہا رکتا تھا جب صبح ہوئی تو فعلیہ ہوا کہ مذبح میں لٹکا خون
 جوش مارتا ہوا اُسے حکم دیا کہ سپر بنی ڈالی جاوے گری کو توڑ کر خون چڑھا اور بولتا تھا ہر تا تک کہ سپر بے رحمی ڈالی گئی کہ دروازہ شربنا دک ہو گئی
 گوہ اس طرح جوش مارتا رہا پھر خابین بادشاہ بابل نے ایک لشکر بزرگ سرکاری بخت نصر کے بنو اسرائیل پر روانہ کیا جواسے بنو اسرائیل نے سنا تو اپنے
 قلعوں میں پھیر رہے اور سامان مضبوط کیا اور بخت نصر نے ایک دست تک انکا حصہ کیا آخر محاصرو سے تنگ ہو کر بخت نصر نے اپنی کا قلعہ کیا کہ زمین
 بنو اسرائیل کی ایک چوٹیا نکلی اور اُسے انکے تو شرب فرج کرنے سے پہلے واپس جانا پڑا اُسے انکے مجھے خاصہ یہ مدت ہوئی اور اب اس غلہ و خیرہ سے لشکر کو
 شکست ہوتی ہو لہذا واپس جانا ہوں اُسے انکے اگر زمین مجھے شرب فرج کرادوں تو جو انکوں وہ مجھے دیکھا وہ یہ کہ جہاں تک میں بچھو کھول کرنے کا حکم دون
 دیا تا تک نکل چھوڑا جس شرب کر دیا تو باز رہا اُسے کہا کہ ان منظور ہو لی کہ مجھ کو اپنے لشکر کے چار حصہ کے سرفراز قائم کر دو ہر سردار تھا خود اسے

کہ کیا اللہ ہم کو کبھی بن کر یا کے خون کے قصاص لینے کو چاہتے ہیں کہ تو یہ شہر ہم پر فتح کر دے پس دوایر بن کر جاؤ انھوں نے یہی کیا اور دیوار بن کر پڑیں پس لشکر سب طرف سے اندر آیا اُسے لکڑا لکڑا کر اُسے قتل سے ہاتھ دھو کر اور سخت فکرو پہنچے کہ نبی علیہ السلام کے خون کو کبھی اور کیا کر اس خون پر بنو اسرائیل کو قتل کر سنا تک کہ خون ہم جاوے پس اُسے شہر بنو اسرائیل قتل کیے ہاتھ لگا کر وہ ساکن ہو چکے اُسے لکڑا لکڑا کر قتل سے ہاتھ دھو کر لے گئے کہ جب بغیر قتل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے ہاتھ لگا کر جس نے قتل کیا اور جو اسرائیلی جو اس قتل کیے جاوے وہ پھر وہ شخص آیا جس نے امان نامہ لکھو یا تھا پس سخت نصرت اُس کو ملے اُس کے گھوڑا لون کے امان دی اور اُسے بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور اُس میں نجاست ڈالی اور اُسکی برادری پر دیوینوں نے بھی اُسکی اعانت کی اس جہت سے کہ بنو اسرائیل نے بھی علیہ السلام کو قتل کیا تھا اور بنو اسرائیل کے بہت لوگ فیکد کے اپنے ساتھ لیکھا جن دنیاں اور اولاد انیا علیہم السلام تھے اور اپنے ساتھ جالوت کا سر بھی لیکھا پھر جب اہل یوحنا کو وہاں صحابین پر چکا تھا پس بجائے اُس کے بادشاہ ہو گیا اور دانیال اور دانیال و لوگ سامعی اُس کے نزدیک زیادہ عزت والے تھے پس چوس نے حصد کے بعد ایشا سے لکھا کہ دانیال واسکے سامعی تیرے سب کی ہندگی نہیں کرنے اور تیرا دیکھنے کا ہے تین اُسے لکھا کہ ایک گڑھے میں سے ایک درندہ کے ڈال دیا دوسرے روز دیکھا تو سب اوپر بیٹھے تین اور درندہ بھی پاؤں پھیلائے پڑا ہے اور ایک ساوان آدمی ٹھپا ہوا اُسے اٹھ کر لکھا کہ ایک تھپڑ مارا کہ وہ فتح ہو گیا اور سات برس اس حال سے رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کو ملک دیا ایسا ہی وہ سب کی روایت ذکر کی اور امام شی السنہ نے بعد اسکے لکھا کہ جن راویوں نے یہ بیان کیا کہ سخت نصرت سے بنو اسرائیل پر اُس وقت لشکر کشی کی پھر جب انھوں نے نبی علیہ السلام کو قتل کیا تو اہل یوحنا کے نزدیک یہ روایت غلط ہے بلکہ اہل یوحنا کے سب متفق ہیں کہ سخت نصرت اُس وقت عمل کیا پھر عیسائی اسرائیل نے شعیبا علیہ السلام کو قتل کیا تھا اور سخت نصرت کے فتح کرنے سے حضرت نبی علیہ السلام کی پادشاہت تک چار سو کچھ برس کا زمانہ پورا جب سے سخت نصرت بیت المقدس کو خواب کیا تھا اُس وقت سے یہ لوگ بابل میں زندہ کیوں بن اختر بن شمس بن اسبیا میں جو ہیں بن اسفندیار کی طرف سے بابل کا بادشاہ تھا عبادت کرتے رہے پھر بیت المقدس تعمیر ہونے کے بعد اسکندر یونانی کے بیت المقدس پر غالب ہوئے تک اُسھاسی برس کا زمانہ پھر اُسکی پادشاہت سے بھی بن کر یا علیہ السلام کی شہادت تک تین سو تھوڑے سال ہیں پھر لکھا کہ صحیح اس سب میں سے وہ جو محمد بن یحییٰ نے ذکر کیا پھر مترجم کتاب پر کرمان ہیں شیخ ابن کثیر رحمہ نے سعید بن اسبیب کی روایت جو شرف خف کی صحیح بیان کی اور وہ زمانہ سخت نصرت کا ذکر کرتا ہے کہ خون شعیبا کا چوس ہوا لیکن اسکی کوئی روایت نہیں اور شیخ ابن کثیر نے یہ لکھا کہ اس بارہ میں اسرائیلیوں کی تواریخ دیوان سے بہت سی روایات مروی ہیں اور کئی مختلف ہیں اور میں اُن کے ذکر کرنے سے طول نہیں دیتا کہ انھیں سے بعض روایات کو نزدیک کر لیں کتاب وغیرہ نے بنا کر ذکر کیا ہے اور بعض یونانی خیال کہ کچھ صحیح ہوں اور لکھا کہ جو محضت کے قریب ہو اسکی روایت کرنا اور لکھنا جائز ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کچھ روایات سے نفی کر رکھا ہے کوئی ضرورت ہو تو بعض یونانی نہیں بلکہ بعض عرب کہ بعد اللہ تعالیٰ نے کتاب نبی میں فرمایا اس سے بعد دوسری کتابوں سے متفق ہو گیا تو بعد ان ایضاً لکھا کہ اگر یہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہاں لکھا ہے فرمایا کہ تم نے قیامت میں پہلے سے بنو اسرائیل کو مطلع کیا تھا کہ تم وہ تیرہ برس ملک میں فساد کرو گے اور جب انھوں نے اہل عربہ فرما دیا کہ کیا یہ اہل عربہ میں سے ایک غلطی کہ تیرہ کو ڈالا ملا وہ حارم و حرامی کے لئے چاہئے لکھا کہ ایک دشمن جو کچھ سلاطین کیا جیسے جو مدح کے لئے سرور کو دھڑے سے جھڑک دیا اور اُس کے شہر دان و گھروں میں داخل ہو کر اُن کو ذلیل و خوار کر دیا اور یہ دنیاوی عوض ہر اللہ تعالیٰ نے بندوں میں سے کسی غلط نہیں فرمایا اور دوسری مرتبہ فرمایا کہ تو دوسرا دشمن اپنے سلاطین اور اُسے دل مرتبہ سے زیادہ ہلاک و برباد کیا مترجم کتاب پر کہ حدیث صحیح میں ہے کہ سخت غضب اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر جو جسے کسی کی قتل یا اس کو کسی کی قتل کیا ہو واضح ہو کہ اُن کے لوگوں میں تاریخ کا دستور تھا صرف تیرہ برس سے بڑے وقتوں نے زانی کہا کی طور پر زبان زور دیتے اور

آخر فراموش ہو جائے اور اکثر واقعات بادشاہوں کے واسطے قصہ گو شاہزادے سخت بہالہ کے ساتھ باندر حکمران کیا کرتے کہ اسے ملتا ہوا دینا دینا جاتا تھا چنانچہ قدیم تاجکین ہمارا ہندوستان وغیرہ کی شاہدین اور فرنگستان میں لوگ بھی تھوڑے زمانہ تک یہی حالت طاری رہی جب سے عرب نے تاریخ و علوم میں کوشش کی تب سے یہ فن جاری ہوا اگرچہ انہیں انہیں بہت سے جھوٹی خبروں سے بھرے ہوئے ہیں کہ حلی تصدیق نہیں ہو سکتی ہے اور جو شخص انصاف کے اندر سچ سے جھوٹ کی طرف جانے میں ڈرے اور بہرہ کرے وہ کہیں کچھ نامل نہیں کر سکتا یہ واسطے ہر ایک خبر کی تصدیق کلام الہی سے کافی ہے اور کھلم کھلا علی ذلک۔ فنی العرائس قول تھا لے ان ختم حتم الفسک۔ اشارہ ہے کہ اکثر ہندوؤں کے اعمال عوض کے واسطے ہوتے ہیں جس سے ان کے نفوس کو خطرہ اور دگر بندی خالص ہوا اول میں بخت و بہت الہی اپنے ہوا جب بھی ادا نہیں کر سکتے پس جس نے نجات کے واسطے عمل کیا اسے اپنے حقائق کے واسطے کیا اور جس نے ثواب کے لیے کیا اپنے حقائق کے لیے کیا اور جسے محبت و انس وغیرہ کے واسطے کیا اسے اپنے حقائق کے لیے کیا ان میں اسباب کے سواے عمل کیا اور کسی سبب و عین کو دخل نہ دیا بلکہ خالص بندگی کیا کیا اور فنا ہو کر شہرہ و فعل رہا اسے اندلے کے لیے عمل کیا لیکن یہ واضح رہے کہ اس کے اعمال بھی ایسی ہی کی طرف رجوع کرے ہیں دو وجہ سے ایک یہ کہ مخلوق کی بندگی الائن بشان خالق عود عمل نہیں ہے اور دوم یہ کہ اولیائے حل شانہ مخلوق کی بندگی اور مخلوق کی نافرمانی دونوں سے پاکیزہ ہو کیونکہ وہ اعلیٰ العیون ہو سکو طبع کی طاقت سے اس نہیں اور عاصی کی محسبیت سے کچھ وحشت نہیں ہوتا لہذا فرمایا ان اللہ یعنی عن العالمین۔ البین ایک عجیب تہذیب اور وہ یہ کہ اگر شاہد حق کا شاہد ہوا تو اپنے نفس کے لیے کچھ نہ سوچے کہ حق کے لیے کچھ نہ سوچے شاہد ہوا حتیٰ کہ شاہد میں فنا ہو گیا تو حق کے شاہد کہ اندر اپنے شاہد میں فنا ہوا کیونکہ طوالت عظمت ہر شاہد کے واسطے یعنی بوجہ اولیٰ ان دارانی نے کہا کہ دنیا میں عمل کرنے والے کو وجہ عمل کرنے میں ہر ایک نہیں سے بیا حصہ جاتا ہے جس جاہل تو غفلت پر عمل کرتا ہے جو کچھ غفلت میں خوش کرے اور خود کو باندہ بیکاری و تن پروری پروری اس کا حصہ ہے اور درحقیقت وہی اسکو اس طرح جانوری کی صفت پر رکھتا ہے اور ایک عامل اپنی عبادت پر عمل کرتا ہے یعنی باعث اس کے واسطے وہی اسکی عبادت ہو کیونکہ خلاف عادت انسان کو تکلیف دیتی ہے اور ایک توکل جو فراغت و بطاعت کرتا ہے وہی حقائق اسکو باعث ہوتا ہے اور ایک شاہد جو محکوم عبادت پر عمل کرتا ہے اور ایک خوف کرنا اور ایک بچاؤن جو محبت سے عمل کرتا ہے اور ایسے لوگ تو سب غور و فکر کے تھوڑے ہیں تو کہ عی کرمان پر عمل کرے ان عدم مدعا لہذا کو بیان کیا اور رحمت کو عدم کیا اور ایمان کہیں تربیت کا ہے تو کیا مقام خوف سے قائم نہیں بلایا اور وحشت پر نظر کرنے سے روکا اور غماز تربیت میں لایا اور غلاب دیکھنے سے نظر دور کر کے رحمت کو دکھایا اور حاصل یہ ہے کہ اندلے لاپنی رحمت قدیم کو ہر حال میں خواہ اعلیٰ حق کرین یا محسبیت کو بن جاری فرمایا کیونکہ ضعف الہی ہر صفت پر غالب ہے اور اندلے تعالیٰ نے اپنے ہر قادر پر کھیلو لہذا تعالیٰ ان عدم مدعا۔ کسب فائز تربیت کو ثابت کیا یعنی اگر قربات میں عود کرین تو اندلے کچھ ان کو اس سے نجات دینے پر عود فرما دے اگر نہ رحمت سابقہ پر غضب ہو پس جسے عالم طاعت میں عود کیا وہاں عود طاعت ہو پس دیدار بلال وہاں لباس لطف ہو علی ہذا بندہ نے اگر محسبیت کی طرف عود کیا تو یہ اسکا عود اپنی جبلت کی طرف ہے جو جاست و عصیان ہے اور اندلے تعالیٰ نے بھلائی لطف دائم پر عود فرمایا کیونکہ یہ اصل فضا ہے میں بطریق خود بخود کے عوض میں خود بخود صال ہے اور شاہد کی طرف عود کرنے سے کشف شاہد ہے اور شیخ ابن عطار نے فرمایا کہ کہیں بندوں کو ہر پانی سے راہ راست کی ہدایت ہو پس وہ گناہوں کی تاریکی سے طاعت کے نور میں لایا ہو جس نے سوائے اندلے کے غیر سے رحمت طلب کی وہ خطا کا گناہ کار ہو۔ شیخ مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بندہ اگر محسبیت کی طرف عود کرے تو قربت الہی اس کے مغفرت کی طرف عود کرے اور شیخ دراق و شیخ استمداد وغیرہ کے قول متعارف ہیں طاعت میں آسانی قبول ہے اور تو بہرین دوام فضل ہے پھر بیان فرمایا کہ یہ قرآن اہل عرفان کو نیکے سلوک میں سب سے بہتر راہ صواب و

[illegible]

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝

آج کے روز تیرا نفس تجھ پر حساب کرنے والا

واضح ہو کہ عرب کی سعادت تھی کہ جب کسی عمل پر اذن کر دیا جائے کہ اپنے نزدیک جان جا دین کہ اس سے ہمتی رہی ہوگی، یا بدتر ہوگی تو پھر
 طائر کے احوال سے اس پر لڑا کر کے کہ چونکہ نہ سنا نظر شاہ و خواہد گویا یا بھگ کر گارا یا کیا اور جب انرا وہاں تک کہ باہرین گیا یا اوپر کہ اوٹھا
 ایسے ہی دیگر احوال کہ انہیں سے ہر ایک سے انھوں نے بھلائی و بدوائی وسعدت و غم و مقرر کر رکھی تھی پھر جب کثرت سے رواج ہوا
 تو خود بھلائی و بدوائی کو طائر کہنے لگے اسی عاورد ہر ایک کو اُنکی زبان میں امدتالے نے فرمایا۔ سو کُل انسان اذکذا اور ہر آدمی ہم نے اسکو
 لازم کیا ہے طائر کے اذکذا سے اس کا طریق عمل نیک و بد اسکی گردن میں لپی گردن کر دینا یا اسکا مقابلہ ہے اس کا اکل خیرین یا قیامت
 زور سے اسکی گردن میں زینت ہیں اور اگر بُرے ہیں تو بد بیات ہے معاملہ میں لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی اسکلے اکل اور جو اسپر
 مقدر ہے تم نے اس پر لازم کر دیا ہے جان ہوا اس کے ساتھ رہیگا مقابلہ ہوگی نے کہا کہ اپنی نیکی و بدی اسکی اس سے جدا ہونگی ہر ایک کہ اس سے
 جدا ہو جو حق سے ملے گا اپنی اسکی سعادت و خوش اس کے ساتھ ہے۔ جاہد ہے کہ اس کو تو کئی کچھ پیدا ہوئی تو اسکی گردن میں ایک ورق ہوتا ہے
 جن میں لکھا ہوا کہ ایک بخت آیا یا بخت ہے۔ علم سے معافی ہے کہ اس کا طائر سے مراد وہ چیز جو امدتالے نے اس کے حق میں مقدر فرمائی ہے نیک یا بدی
 ہو کہ انجام کو اسکی طرف جانے والا ہے۔ ابو سعید و قتیبہ نے کہا کہ آدمی کا حصہ نیکی و بدی کا مراد ہے، اہل لاری رہ نہ کہ میں جن میں کچھ حاصل ہے یا
 کہ امدتالے نے خلق کو پیدا کیا اور ہر ایک کے واسطے فعل و قول و عمل و غیر ذلک وسعدت و شقاوت سے ایک حصہ خاص کر دیا وہی مقدر ہے
 اور ممکن نہیں کہ آدمی اس سے بچاؤ کرے کیونکہ اس آدمی کو جو چاہے اور چاہے میں سے خیر و شر جرح پہنچے و لاہے امدتالے اس کا علم ہو اس ممکن
 نہیں کہ اس کے علم کے خلاف واقع ہو تو بشرط علم اپنی ہی اس کی طرح واقع ہوگا اور یہ چیز میں ضرر و فساد ہو سکتی ہے گویا پانچ میں کہ انکو اسکو پہنچا دیا
 معنی میں کہ اس پر کہ آدمی کا طائر اسکی گردن میں ہم نے لازم کر دیا کہ اور اسی طرف حدیث میں انشاء ہے کہ جب اظہار ہو گا کہ اسکی اپنی اہم القیامت۔ شیخ
 ابن کثیر نے کہا کہ فی حق گردن کا ذکر اس واسطے کہ اعدا من سے یہی عطا یا ہے جبکہ اظہار نہیں ہے اور اسکی گردن کو فی جہل آدمی کسی تو اس سے اسکو
 چھڑا کر انہیں ہے۔ ابن جریر نے حضرت جابر سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکل و دلاطیر و کل انسان الانما طائر
 فی حقہ یعنی ہر آدمی کچھ نہیں جیسے جاہل ہے گمان کرنے کے تھے کہ یہ مرض و بیماری جن کو دوسرے سے منتدی ہو سکتی ہے اور اکثر یہ کہنے کے قائل تھے کہ اس نے
 والے نے ایک سے انکو دوسرے پر لگا دیا کچھ ہے نہ ہون میں خیرات تھے تو فرمایا کہ اکل و دلاطیر و کل انسان الانما طائر فی حقہ یعنی ہر آدمی کچھ نہیں جیسے جاہل ہے گمان کرنے کے تھے کہ یہ مرض و بیماری جن کو دوسرے سے منتدی ہو سکتی ہے اور اکثر یہ کہنے کے قائل تھے کہ اس نے
 جانے اور آواز کرنے وغیرہ سے بھلائی و برائی وسعدت و غم و مقرر کر رکھی تھی تو کہہ دیا کہ کچھ نہیں ہے اور اس کے یہ سے نہیں فرمائی کہ امدتالے کے
 کلام سے ثابت ہوا کہ ہر ایک کے طائر کو اپنی اس کے حال نیک و بد اور بارگ و شوم کو اسکی گردن میں لازم کر دیا ہو کئی اس سے تجاوز نہیں کر سکتا
 خواہ آواز اسکو چھو سکتی۔ و تخریجہ فی حقہ القیامت کہنا اور ہم آدمی کے لیے کیا لینے قیامت کے روز ایک نامہ اس حال لکھا ہوگا کہ یہ کشف
 کشف ہوگا اس کو لکھا ہو جائیگا جو اعمال اس نے طاعت اپنے طائر گردن کے لیے کیے ہیں سب مکتوب و محفوظ ہیں نہ نامہ اعمال اسکو قیامت میں لایا
 اگر عہدے واسطے و انہیں انھیں میں اور اگر بخت ہو تو انہیں اور کھلا ہوا ہوگا کہ وہ اور دوسرے لوگ اپنی تمام عمر کے اعمال اول سے
 ایک پر لکھا ہوگا اور سب انہیں جمع ہوا کُل خالق دنیا انسان و ہر مذہب و قوم و اہل الانسان علی نفسہ و عاقلہ و اولادہ و اولادہ و اولادہ و اولادہ
 لوگ پڑھا ہوا اور پڑھا گیا اس پر کشف ہوگا کہ انہیں ہو گیا سب نامہ اعمال کو دیکھنے کے اور انفا در حقہ و لاہے اور اہل انہیں

۱۔ جن کی آج انسان اپنے
 اگلے جہلی اعمال سے
 آگاہ کیا جائے گا بلکہ آری
 اپنے آپ کو پہچانتا ہو
 اگر چہ بارہو غور لوں کہ
 "اوستا"

چھوڑنا کسی صغیرہ کو اور بدینہ کو اگر ان کے اسلمہ کے لیے ہوئے ہو جس کا چاہنا ہو کہ ان کے ایک ایک ملک کے دو اپنے نامہ اعمال کو چھوڑ دے ہر ایک شخص اگر چہ دنیا میں بے پروا ہو یا ان صفات پر فہم گداورین کی پھر باقی یا کسی نہ دیکھ گیا اور اس میں سے ایک لفظ سے بھی انکار زمین کو کہے گا اور اگر قبل زمین سے انکار کرے گا تو اس پر وہی اعضا جتنے ذریعہ سے وہ اعمال کی تہیز تہنیز خود کو ابھی دینے کے لیے تیار ہیں کہ بعد کو ان اعضا سے کہے گا کہ وہ بے رحمی بخاری میں تو بخاری ہی کی جانب سے جھکا کر ان کے تھابہ میں کمال قدرت الہی وقت خالق عزوجل اور کمال عدل کو کھرا باقی تفسیر کے اذکار کے لیے ایک تھابہ کی تیرافض خود آج اپنے اور حاسب کرنے والا کافی ہے اس دن ہر ایک شخص درحقیقت اپنے اور پر انصاف جان لے گا اگرچہ ہر حالت سے کچھ جھکا کر ہے پھر حساب اس کو نشانہ ہوگا بخلاف اسکے اہل سعادت کی پہچان دنیا میں یہ ہے کہ اپنے نفس سے ہر دم اسکے اعمال کا حاسب کرتے ہیں اور رات کو سوئے وقت کو ضرور اپنے اعمال کو میزان غریب پر انصاف سے تو لے لیں۔ امام احمد نے عہد میں حاضر عمری المدینہ سے روایت کیا کہ حضرت معلم نے فرمایا کہ آدمی کے ہر روز عزوجل پر ہر کردی جاتی ہے یعنی رحمت قطعی پہنچا لے تو بہت کم ہے پھر بھی دوسرے جبار ہو جائے تو ان کے اعمال عرض کرتے ہیں کہ اسے رب ہمارے تیرا فلاں بندہ کہہ دو گا ہوا ہوا اللہ عزوجل فرماتا کہ جیسے وہ محبت کرتا تھا دیکھو یہی اعمال پر ختم کرتے رہو یہاں تک کہ وہ اچھا ہو جائے یا برا ہو۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسناد قوی جید ہے مگر نے کہا کہ میں بصری رحمہ اللہ نے پڑھا تو کہنے لگا اسے عن ابن عباس و عن ائصال فعیہ اور کہا کہ اسے آدم کے فرزند تیرے واسطے ایک حقیقہ لکھا ہوا ہے اور پھر جبر و بزرگ فرشتے توکل ہیں ان کے تیرے دائین اور دوسرے بائیں سے پس جو تیرے دائین سے وہ تیری نیکیاں محفوظ رکھتا ہے اور جو تیرے بائیں سے وہ تیری برائیاں محفوظ رکھتا ہے پس جو تیرا جی چاہے وہ کر خواہ کم خواہ زیادہ یہاں تک کہ جب تو مرے گا یہ حقیقہ نہایت کثیری گردن میں دل کو تیری قیامت کر لیا جائے گا یہاں تک کہ نکالا جائے گا قیامت کو تمامہ اعمال اس کو کھلا ہوا دیکھا اور عزوجل ہو گا کہ اس کو پھر جس واسطے عدل فرما جائے تو کچھ تیری ذات پر حساب کر لے گا اور کیا برسر جہنم ہے کہ سدی رہے کہ اس کا فریب ہر طرح حجت پردی کر دیا جائے کہ خود وہ اپنے نفس پر حساب ہو گا کہ یہاں کوئی نے کہ اس عدل نے فرمایا کوئی بنا حاسب نہیں ہے ہم حساب کر دینے والے کافی ہیں اور یہاں خود انسان کو اس کے نفس پر حساب کنندہ فرمایا تو صحیح کیونکر جواب دیا گیا کہ یہاں حاسب سے مراد شاہ ہے یعنی خود کج کر کے کہہ دے اور پھر کمالی شاہ ہو گا یا یہاں جاوے کہ قیامت کے وقت جسے جسے ہونے بعض موقف میں عدل کے انکس حساب خود ان کے خوالہ فرمایا ہو گا اور علم کسی سب کو خود عزوجل اور بعض موقف میں خود حساب فرمایا ہو گا برسر کمالی شاہ ہے کہ اس مقام کی بہت میں یہ عذر دکر کہ اس نے تمامہ اعمال اول سے آخر تک دیکھ کر خود ان حساب کر لیا کہ وہ کن کو کن ہیں سے ہر کوئی ان کے اس حساب کو کچھ حکم ہو گا کیونکہ حکم فقط اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قدرت میں ہے اور نہ کسی بنا حاسب کی بہت میں اپنے میں ان کے عدل کا ذکر کر کہ ہر ذریعہ کی وہی کا لا دینگے اور جب ہم حساب پر حکم فرما دینگے تو ہمارا حاسب ہونا کافی ہے کچھ کہ نبی اور فرشتہ داشت نہیں ہو سکتا اور بدینہ سے خود اس کے کہ لکھ دینے کے لیے اپنے حساب میں غلطیاں تو حق عزوجل عدل فرما دینگے چنانچہ امام احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ عفریہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک کو عفریہ قیامت میں علیہ کھرا دینگے اور اسے اتھوڑنا تو نے تمامہ اعمال کے ہر ایک کی تنہا سے نظر کر دیا اور دنگا دے گا دینگے ان سب میں وہ اپنی بد اعمالیاں یا دیکھیں یا اس کو یہ گمان ہو گا کہ میں ہر ایک ہوا پس اللہ تعالیٰ فرما دینگا کہ بے بد سے لاکھ کے کچھ کچھ علم کو تو میں کیا وہ عرض کرے گا کہ اسے رب کی عین میں جو حکم ہو گا کہ میرے پاس کچھ عذر عرض کرے گا کہ اسے رب کچھ بھی نہیں ہو پس گمان کرے گا کہ اسے اللہ تعالیٰ میں حکم ہو گا کہ کہوں نہیں تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے پس ایک بارہ کرے گا لا جابا جابا جبرائیل ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ تھا ہو گا وہ اپنے دل میں کیا کہ ان دراز نامہ اعمال کے مقابلہ میں یہ گناہ کام و دنیا۔ حکم ہو گا کہ اپنے میزان عدل پر حاضر ہووے عرض کرے گا کہ اسے رب ان کے وزن میں کیا کافی ہو گا حکم ہو گا کہ آج کے دن کچھ کچھ علم کو تو میں ہو گا تو حاضر ہو پس حاضر ہو گا

عہ اپنے فضائل الہی سے بہتر ہے ہرے کے لکھو ۱۱

اور یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تیرا وارثہ ہو تو تیرا وارثہ ہو
پس میت پر گناہ نہیں ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرما دے انھوں نے جھوٹ روایت نہیں کی بلکہ بات یہ تھی کہ ایک یہودیہ
سورت مری گئی اس کے گوسپن پر تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تو میان روئے ہیں اور وہ اپنی قبر میں عذاب کجا ہی ہے مگر تم
کہتا ہے کہ علما نے حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی بیان کیا ہے کہ جب میت اس سے راضی ہو چنانچہ امام بخاری نے یہی باب
لکھا ہے پس خلاصہ یہ کہ اگر میت کا خود طریقہ ہو کہ وہ مرد سے پرہیز کرنا ہو یا اپنے لوگوں کو اس سے منع نہ کرنا ہو یا فوج پر راضی ہو یا اس نے
وصیت کی ہو کہ گوسپن کو عذاب جاری رکھا تھا یا راضی رہنا تھا یا وصیت کی تھی مگر تم کہتا ہے کہ اس نے منع نہ کرنا ہو تو بعض حنفیہ مشائخ کے
فعل پر باخود ہو کر اسے خود کا طریقہ جاری رکھا تھا یا راضی رہنا تھا یا وصیت کی تھی مگر تم کہتا ہے کہ اس نے منع نہ کرنا ہو تو بعض حنفیہ مشائخ کے
قول پر انہیں یوں تفہیل ہونی چاہیے کہ اگر وہ شخص انصاف نہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو پھر نہ منع کیا تو عذاب ہوگا ورنہ نہیں اور بعض مشائخ کے
نزدیک مطلقاً اسکو منع کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ اسکا دل سے کہ وہ جانتا بھی منع کرنے کے حکم میں ہے اور یہی ارجح ہے بلکہ ان صورتوں میں اس پر
دوسرے کا گناہ نہیں بلکہ خود اسکا گناہ ہے چنانچہ سراج وغیرہ میں لکھا کہ اگر میت نے وصیت کی کہ گوسپن کو عذاب جاری کرے یا اسکا گناہی مال فوج
کرنے والوں کو دیا جاوے یا انکی ضیافت کجاوے تو اس پر عذاب ہوگا خواہ یہ وصیت پوری کجاوے یا نہ کجاوے اور لکھا کہ شیخ ابوالحارث نے کہا کہ جو
نذکر وہ بہرست زندہ کو خواہ کافر ہو یا کافر ہو ہر ایک گنہگار کو شامل ہے اور مگر کہتا ہے کہ یہی صریح اس حدیث میں ظاہر ہے کہ سن سنہ مسیئہ
اکھڑے جمین ہے بھی ہے کہ سن غیر ان بیض من انعامہ یعنی حدیث میں صریح ہے کہ جس نے کوئی نیک سنت کو جاری کیا تو اسکو قیامت تک اپنا
ثواب ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلے انکا ثواب ہوگا بغیر اس کے کہ دوسروں کے ثواب سے کچھ کم کیا جاوے اور جس نے کوئی بد راہ نکالی تو اس پر
قیامت تک اسکا عذاب ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلے انکے گناہ ہونے بدون اس کے کہ ان لوگوں نے گناہوں سے کچھ کم کیا جاوے پس حاصل یہ ہوا
کہ بد راہ کی پیروی کرنے والوں پر خود ہر ایک پر گناہ ہوگا اور ہر ایک پر جہنم کا گناہ ہے ہر ایک کے گناہ کے برابر جو وہ سب کا اس شخص پر ہوگا جس نے
یہ بد راہ نکالی ہے اور ہر وی کرنے والوں پر سے گناہ کچھ کم ہوگا اور یہی معنی آیت کریمہ تکلیف انعام و انقلاص انعام میں صریح ہے کہ اگر ہر گناہ پر
گناہوں کے پوچھوں کو اٹھا دیتا اور بہت سے دھجھاپنے پوچھوں کے ساتھ اٹھا دیتا۔ قال تعالیٰ وجن اوزار الذین یصلونہم نبیر علیہم جنکوا والی
سے گواہ کیا جو انکے گناہوں سے انکا اپنا کثیر رہے کہ انکی اپنی جو پوچھ گناہ کا خود انکے گناہ ہونے سے نہ پوچھ گناہ کے ساتھ گناہ کرنے سے جن لوگوں کو گناہی
دلائی ہو انکے گناہوں کے مثل پوچھ ہونے بدون اس کے کہ انکی اپنی دلائی ہو انکے گناہوں سے کچھ کم ہو جاوے بلکہ ہر وی کرنے والے پر اسکی اپنی گناہ
بھی لگے ہوا ہوگا۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرصول جس نفس سے چاہے اسے گناہ دے اور صحیح ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے بعض لوگ سری
امت میں سے آدھینے چنے بہاروں کے برابر گناہ دے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سے ان گناہوں کو انکر ہو اور نصاریٰ پر ڈالیا گیا غلارے کیا ہو کہ ہر
نصاری کو اپنی گناہی میں ان لوگوں کے واسطے ان گناہوں کے ہونے کا دخل ہوگا پس اس وجہ سے ہر نصاریٰ پر گناہ دے جاوے دے انکے اور ان
ذرا بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ حل شانہ کی توحید پر بندوں نے نہیں کر لی جو انکے ساتھ جو کافر شرک و فتن کی تم کی تکلیف درج دین میں شریک
ہوں وہ آخرت میں بغلاف مومنوں کے ان گناہوں کے اٹھانے کے لائق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے رسول بھیج دیا اور کتاب توحید نازل کر
اور کمال رحمت سے فرمایا۔ واما انکے معنی دین کی سختی نہ ہو کہ انکو گناہ دے اور ہم کچھ عذاب کرنے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم نے رسول بھیج
فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو عذاب نہیں دیتا اگر جب اس پر حجت قائم ہو جاوے اس طرح کہ رسول اس پر بھیج دیا اور ہر مومن پر کہ رسول خود

ہر ایک سے مکریان کرے بلکہ یہ کافی کہ تمام ازبکستان کو معلوم ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول آئے اور قرآن مجید پڑھا نازل ہوا اور سب آدمیوں پر
انہی رسالت عام ہو اور اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے قابضین محمد اللہ تعالیٰ کے واسطے سے اور پھر علماء و فقہاء کے ذریعہ سے آخر
زمانہ تک جو کچھ پہنچا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں پہنچا جب کوئی منکر و گناہ معنی عذاب پہنچا تو قول تعالیٰ کما القى فیہا فیجری سائر
فرضنا العلم اقمہ بآلائہ بات یعنی جب ہم میں کوئی گروہ کا فرق و منکر و گناہ کا دلائل گناہ کو ہم نے خازن آئے پھینکے کرنا تھا اسے پاس ڈرنا نہوالا
نہیں نہ آیا کیونکہ کیوں نہیں بہارے پاس آنا تھا کہ ہم نے چھٹلا یا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں اتارا ہی سب میں کہا کہ رسول کا بھیجنا نہا متحقق
ہو چکا اس طرح کہ آدم علیہ السلام کو بھیجا اور ان کے بعد برہیلہ علیہ السلام بھیجے چنانچہ فرمایا وان من امۃ الا غلانا فیہا یعنی کوئی امت باقی نہیں
ہر امت میں ایک رسول بھیجنا ہر امت میں تمام انبیاء کا دعویٰ نبوت اور امت کو دعوت کا تمام جہان میں شتر و منتشر ہو چکا ہے اور شتر چمکتا ہے
کہ رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہوئی کہ اول اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں میں ایک ایک رسول بھیجا وہ اسی امت کے واسطے
خاص تھا اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی خبر پہنچی امت کو دیدی چنانچہ کل عمران بن کذرچکا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو
صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات و سب زمین کے واسطے بھیجا اور آپ کا زمانہ تمام میں شتر پڑا گیا اسی واسطے آپ نے فرمایا کہ تم اس کی جس کے
قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے کوئی ہو دی یا نصرانی جو کہ میری رسالت کو اور جس واسطے میں بھیجا ہوں میں کیوں چھوڑ
ایمان نہ لاؤ گا جبکہ چھوڑنا ان کا اس کو تضر و درد و فتنہ کو لوگوں میں سے ہو گا۔ معاملہ میں لکھا کہ اس امت میں دلیل ہے کہ جبکہ چھوڑا واجب ہونا جب ہی
ہو تا کہ شرع اُسے واجب کرے یہ مترجم کہ انسان پر اچھا کرنا لازم اور برے کرنا لازم ہے پھر اسے شیعہ کے نزدیک عقل کے ذریعہ سے سمجھ کر تو اچھا
اور برے معلوم ہو جاتا ہے لیکن واجب شرعی اسی وقت ہوتا ہے کہ شرع حکم دے اور عقل کے نزدیک عقل سے سب معلوم ہوتا ہے اور دلیل کھلا ہوا
باطل ہے کہ اگر عقل معتزلہ دوسرے طور پر عقل کہا جاوے کیونکہ (۳۰) تاریخ رمضان کا دن اور پہلی تاریخ عید کا دن دونوں عقل کی راہ سے
کیا ان میں حال کا شرع سے معلوم ہو گا۔ ۳۰ رمضان کا روزہ ایسا اچھا ہے کہ فرض ہوا اور حکم شوال عید کے دن روزہ حرام ہے جس عقل سے بالکل
کہان بجلی کی و برائی معلوم ہوئی اور اگر شافعیہ کے نزدیک سب شرع سے معلوم ہوتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ان فرض واجب و محترم حرام وغیرہ
جب ہی لازم ہے کہ شرع حکم دے لیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ کسی چیز کی جو فی کل شرع کے بچانی ہی نہ جاوے کیونکہ شرع سے پہلے بھی بچانی اچھی
اور بھڑکتا ہوا سب معلوم تھا وہی شرع میں بھی وارد ہوا میرے میں لایا کہ اگر کوئی کہے کہ حجت لازم ہونے کے لیے رسول بھیجا کیوں ضروری ہوا کیونکہ
اس سے پہلے بھی نہ حجت لازم تھی اس لیے کہ ان کے عقل دی گئی تھی انھوں نے غفلت کر کے عقل سے کام نہ لیا تو متقی عذاب ہوئے جواب دیا گیا
کہ غفلت سے پیدا کرنے کے واسطے اور نظر پر متوجہ کرنے کے واسطے بھی نبوت رسول پر تاکہ یوں نہیں کہ اس میں سے غافل تھے تو ہم پر رسول بھیج کر تنبیہ
کیوں نہ فرمائی تھی مترجم کہتا ہے کہ بعض زمانے ایسے گذرے ہیں کہ پہلے ایک رسول آیا کہ اس کی قوم نے اس کی شریعت کو ایسا بگاڑ دیا کہ بعد چند روزہ کے
کچھ اعتماد نہیں رہا جیسے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تین فرقہ ہوئے ایک نے ان کو فرعون خدا اور دم نے خدا اور سوم نے جو صحیح تھا غنی زندہ
ورسول اللہ کا پس اول دونوں فرقوں نے مکر میرے کو حقارت کرنے والا راہ قرار دیکر قتل کر ڈالا جو کچھ وہ ہمارا دن میں بھاگے پھر قتلین نے
اپنے زمانہ میں فرزند کے قول پر سب سے اتفاق جا یا اور جو باتیں مناسب معلوم ہوئیں وہ بھی کر کے اسی پر سب سے دستخط چاہے اور اس میں
ہزاروں راہب و عالم تھے جو سے دستخط کیا اسی پر مدار کا شہر یا مغرنا کہ اس قدر شدت و تحریفات پہلے ان کے قتل صرف حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری کا نام لگایا اس زمانہ کو زمانہ نفرت کہتے ہیں پس اس وقت کے لوگوں کا کیا حال ہے تو جانتا چاہیے کہ شیخ عارف

عبدالوہاب شرفانی رحمۃ اللہ علیہ کہ فرمایا کہ میں نے شیخ الکبرجی الدین بن العربی کی فتوحات کتبہ باب ہم سے نقل کیا کہ ایسے لوگ تیرہ قسم ہیں تین از نکلہ تیرہ قسم اہل سعادت ہیں
سے ہیں اور تیرہ قسم زمین اور تین قسم کے اندر قلعے کی غنیمت میں ہیں جو چاہے ظلم فراوے بس قسم اہل سعادت میں سے اول وہ کہ جس نے
اللہ تعالیٰ کو بیز ظہری واحد جاہل جیسے میں بن سادہ کہہ کرنا کہ ملکی اور تپ پر اور نشان قدم رفتار پر دلیل ہو تو اس عالم کے واسطے ایک اللہ
قادر کامل ہو۔ دوم جیکے دل پر نور وحدت کی ایسی چلی ہوئی کہ وہ اسکو اپنے دل سے دور نہیں کر سکتا ہم قوم جیکے دل میں ڈالا گیا اور اپنے کشف سے
منزلت چھڑے ہوئے ہو کر عالم الغیب میں ایمان لایا۔ اقول جیسے شاہ جو قبیح قسم تہا ہم جیسے کی گئی تھی بلکہ امتیاع کی قسم ختم ہو کر نہ رہنے لگے
انبیاء کے کتب مطالعہ کر کے معلوم کر کے شرف سے واقف ہو کر آپ پر ایمان لایا ہم قسم جو اچھے نبی پر ایمان لایا تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راہ پاک آپ پر
ایمان لایا جیکے واسطے دو اجر ہیں۔ چوتھا قسم اشتیاق میں تین اول جو عقل پر ایمان نظر و دلیل کے واسطے سے نہیں بلکہ کافروں کی نظر تقلید سے ہم قوم جیسے
نظر و دورانی کو بھی طرح نہیں بلکہ انھیں ہم قوم جیسے تقلید اختیار کر کے شر کیا۔ ہم چہاں حق پر مطلع ہو کر اس سے عداوت کیا۔ بہترین نعم داخل غنیمت یہ ہیں
اول وہ کہ عقل پر ایمان اور وجود خالق عزوجل کا اقرار نہ کیا اور نہ صفت مزاج کے۔ دوم وہ جس نے کچھ شرک کیا مگر اسوجہ سے کہ نظر استدلالی میں
اس سے قصور ہو گیا یا ہم قسم جو عقل پر ایمان ثابت کر کے نہ نظر سے جملہ انتہا سے قوت تک پہنچا یا ہو بہتر قسم کتاب پر کیا یا سچے نوحے کے ذریعہ ہم
قطعی نہیں ہو سکتے ہیں اور ہمارے امام ابو حنیفہ سے روایت کی گئی ہے کہ توحید الہی اس قدر ظاہر ہے کہ شرک کر کے نہیں کوئی معذور نہ ہوگا۔ اور
کتاب الہی میں سوال دو جواب فرعون و موسیٰ علیہ السلام میں ہے کہ قال فقال العرون الاولیٰ یبغی فرعون بولہ کہ کیا حال ہو اچھے فروع کا حال
علیہما بعد ربی فی کتاب الباقی فی ربی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا علم میرے پاس کتاب میں ہے نہ میرا رب جھٹکتا ہے نہ جھٹلاتا ہے پس حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے اُنکے بارہ میں کوئی جواب نہیں دیا پس جہانک علمی نبوت ہو جواب دینا بہتر ہے یا فی اللہ تعالیٰ کے علم پر حوالہ کرنا و یا کہ اور
صحیح میں حضرت ام المومنین صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ خان نقض جو حاجیوں کی خدمت کرتا تھا اپنے
زمانہ نبوت سے پہلے ایک شخص تھا تو بچا اسکو اس سے منع ہوگا فرمایا کہ اسے ایک روز بھی یہ نہیں کہا تھا کہ میرے رب قیامت کے روز میری خطابت
بخشہ سے پھر سراج میں لایا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو دعوت نبوت میں پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
و اما بعد میں حتی نبوت رسول اور جس شخص کو دعوت نہ پہنچی اسکا علم یہ ہے کہ خجرات پائے والا مگر کچھ اس پر غائب ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہوگا اور
کہا کہ اس مذہب کو ہمارے متبعین شافعیہ نے اختیار کیا ہے نہیں کچھ اختلاف نہیں ہے نہ فہم میں اور نہ اصولوں میں۔ اولیٰ اس پر ایمان شافعی نے تخصیص فرمائی
اور اسی کو آپ کے اصحاب نے اختیار کیا ہے۔ قال المرحوم بولہ عام کہ تیکو دعوت میں پہنچی سب میں ہیں قائم۔ پھر شیخ سیوطی نے کہا کہ حدیث میں
اور دیگر کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو نہ فرمایا کہ دونوں آپ پر ایمان لالے اور ایک جماعت خفا خاسی قول پر تین جن میں
خطیب بغدادی اور ابو القاسم بن عمار و ابو جعفر بن شاہن کو ملی و قرطبی وطبری وابن اسیر وابن سبائین و ابن ماصدقین و شیخ و صفی و غیرہ
میں سراج میں خطیب نے بغدادی اس کلام کے کہ کہا کہ ہمارے واسطے بہتر ہے کہ ہم اس بارہ میں خفا خاسی میں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بات کے واسطے
مسکات نہیں کیا ہے اور اسکا علم ہے کہ آپ عزوجل کی طرف حوالہ کریں اور جیسے امام نووی نے جواب سوال کیا کہ وہ ابن العربی کے کہہ کر کہ اسکا کلام مستطاعت الہی
کامست الایمان یعنی یہ ثابت کر دیکر چاہئے کہ اسے کیا یا اسے لیے ہو اور ہم جو کہا وہ تھا کہ اسے لیے ہو اور ہم سے کسی اور چیز کوئی جو سے کرتے تھے یہی جواب ہم اس مقام پر
دیدیں۔ قال المرحوم یعنی یہی جواب کہ خفا خاسی چاہئے کہ ہم کو شک نہ کرنا چاہئے شیخ امام ابن کثیر نے فرمایا کہ کیا چاہیے کہ اس میں بعض مساکین ہو کر چکا ہو اور بعض
و اسے صرف لاطعی قاری رہے اس بارہ میں البتہ کلام کیا ہو اور مائتہ حدیث ان لای واک فی الدنیا میں ہیں کہ ان کا نہایت بہتر اور اس حدیث میں ان

احتمال کافی ہو کہ شاید یہ امر تہذیب کے خلاف ہو جو جب تک کہ آپ پر وحی نہیں ہوتی تھی والد تعالیٰ علیہ السلام اور والدین حضرت رسالت پنا
صلی اللہ علیہ وسلم واسطے ایمان لانے کے زندہ کیے گئے تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ زمانِ فترت والے مفسور نہیں ہیں ورنہ ایسا کہی کیا ضرورت ہوتی اور یہ ایک
سوال ہمارے شیخ علامہ مسوطی رحمہ اللہ کا ہے کہ کیا حواس کے ایمان دیدینا واسطے حضرت کے کہنیں بلکہ واسطے بی بی مرثبہ کے تھا اگر کوئی
کہے کہ اہل ایمان داخل جنت کے آباء و اجداد ان کے ساتھ لائق کر دیے جاویں گے جب تک کہ داخل جنت ہوں اور اس پر مرثبہ کے لائق نہ ہوں تو ستر حرم کی
طرف سے جواب ہے کہ انہیں بیرون جنت میں نہ لائے گا کہ ان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہو پس ایمان لانا اس وقت میں ہی واسطے ہو گا کہ ان کے لائق ہو والدین
شیخ امام ابن کثیر نے یہ حدیث نہایت کریمہ کے آیات و دیگر کچھ کہ ایسی آیات دلیل ہیں اس پر والد تعالیٰ کی کونجہ میں داخل نہ کیا کرے اس کے رسول اس کے
باس پر وچ جاوے اور کچھ کہ عین سے بعض حفاظ و علماء حدیث نے صحیح بخاری کی اس حدیث میں تردید کیا ہے جن ابوسہرہ رحمہ اللہ سے مرفوع روایت ہے
کہ جنت اور دوزخ نے اہم جنت کی ایک حدیث یہاں تک کہ فرمایا اس وقت وہ کہ والد تعالیٰ اپنی خلق میں سے کسی بظلم نہیں فرمائیگا اور یہی دوزخ تو
اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کرے گا وہ ان میں ڈالے جاویں گے کہ وہ قیامت میں مرتب کیں گے اور کچھ زیادہ ہی حفاظت لائے کہ کہ دوسری مخلوق پیدا کیا جائے تو
جنت کے لیے آیا ہو کیونکہ وہ دارالفضل ہے اور دوزخ تو دارالعدل ہے ان میں کوئی نہیں مرا جائیگا کہ بعد اس کے کہ اس پر جنت قائم ہو جاوے و سبھی جدید
مخلوق پر بھی جنت قائم نہیں ہوتی ہے پھر کیونکہ جاویں گے۔ باجملہ ان علماء حفاظ نے کہا کہ شاید یہ کہ راوی سے آٹ لیا گیا جس دلیل سے کہ
خود صحیحین میں ابوسہرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جنت و دوزخ نے اہم جنت کی ایک حدیث یہاں تک کہ کہا کہ پس دوزخ تو وہ نہ ہوگی یہاں تک کہ کہے
انہیں قدم پس اس وقت جبر جاد کی اور بعض اس کا بعض کی طرف مت جاوے گا اور والد تعالیٰ اپنی خلق میں سے کسی بظلم نہیں فرمائیگا اور یہی جنت
تو والد تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا فرمائیگا اب یہاں ایک مسئلہ باقی رہا جن علماء دائرہ نے قدیم سے اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو سچے
صغیر بن میں مر گئے اور ان کے آپ کا فریق ان کو نکالیا حکم ہے اس طرح جو چھوٹے مرے گا ان کو نکال دیا جائے گا اس قدر بڑھا ہوگا تھا کہ اس خطبہ کو کہنے کا وہ
شخص جو زمانہ فترت میں مر گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نہیں پہنچی تو ان سب کا کیا حکم ہوگا ان کے حال میں احادیث وارد ہوئی
ہیں اور میں والد تعالیٰ کی توفیق سے کلام امیر میں سے ایک فصل انھیں ذکر کرتا ہوں اور ترجمہ میں ان احادیث میں سے ان کے مجموع معلوم ہوتی ہیں جنت
انسا دلگاہ ہے۔ حدیث اول امام احمد نے اسود بن مسرج سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ہیں کہ قیامت کے
روز جن کی جنت مقبول ہوگی ایک ہر اس جو کچھ نہیں سنتا اور دوسرا حق اور سیر اور دعا جس کے حواس خطا ہوئے اور چوتھا جو شخص زمانہ
فترت میں مر گیا پس ہر قانون عرض کرے گا کہ لے رب اسلام آیا اس حالت میں کہ میں کچھ نہیں سنتا تھا اور احمق کہہ گا کہ لے رب اسلام آیا
اور میں اس حال میں تھا کہ لو کہ مجھے کچھ نہ لگتا کہ میں ان کے ساتھ اور بڑھا کہ لے رب اسلام آیا اس حال میں کہ مجھے کسی چیز کی سچی خبر تھی اور جنت میں
مرا وہ کہ لے رب میرے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا پس والد تعالیٰ ان سب سے ہم ایک کا وعدہ لگا کہ میرے زمان کی اطاعت کریں پھر ان کو حکم
بھیجا کہ دوزخ میں داخل ہو پس تم اس پاک کی جیکے قبضہ میں تھو کی جان ہو کہ اگر ان میں داخل ہوتے تو دوزخ انچھوٹا نہ سلاستی ہو جاتی۔ اہم
احمد نے اسی اسناد کے ساتھ قتادہ بن جعفر نے ابی رافع عن ابی ہریرہ مرفوع روایت کی جو حدیث اول کے مثل جو صرف انافذ ہیں کہ ان میں فرمایا کہ پھر
جو شخص نہیں سنتا نہیں داخل ہوگا وہ اس پر نہیں سن لاسی ہوگی اور جو آئین داخل ہوگا وہ دوزخ کی طرف بھیجیگا والا جائیگا۔ اخیر حدیثی بن ابیہ
و کذا البقی فی کتاب الاعتقاد وقال بنی اسناد صحیح و رواہ حماد بن سلمہ عن ابی بن زید عن ابی رافع عن ابی ہریرہ بن زید بن ابی اسود
مرفوعہ و رواہ عمر بن عبد اللہ بن طاووس عن ابی ہریرہ حدیث دوم ابو داؤد و الطیالسی نے کہا کہ حدیث اولی عن ابی بن زید بن ابی اسود

یعنی ہم نے انس بن مالک سے پوچھا کہ اے ابو جرحہ کاپ اطفال مشرکین کے حق میں کیا فرامین تھے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن پر برائیاں نہیں ہیں جن کو اُنکے سب سے عذاب دیے جاویں اور نہ ان کی نیکیاں ہیں کہ اُنکا ثواب دیا جاوے تو اہل جنت سے ہوں تو اہل حدیث اول کے موافق اُنکا امتحان کر کے طبع و عامی معلوم کیا جاوے گا۔ حدیث سوم۔ امام ابو یعلیٰ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص قیامت کے روز لائے جائیں گے مولود و معتدہ اور جو فتنہ میں مرا اور شیخ فانی پس ہر ایک انہیں سنائی جنت الا و یگا پس رب عزوجل جنم کے ایک ایک گز سے فرماوے گا کہ ظاہر ہوا اور ان لوگوں سے فرماوے گا کہ میں اپنے بندوں کے پاس انہیں جن سے رسول بھیجتا تھا اور تجھاری جانب میں خود رسول ہوں تم سب اس میں داخل ہو فرمایا کہ کچھ حکم حق میں بتی گئی ہے وہ کہ گناہ کے رب ہم اس میں کمان داخل ہوں ہم اس سے توجہ کرتے تھے اور فرمایا کہ جبکہ حق میں سعادت لکھی ہے وہ جلدی سے جا کر اُس میں کو در پناہ پس پہلے فریق سے امدت لائے فرماوے گا کہ تم تمہارے رسولوں کی اس سے زیادہ کذیب و منافق بن کر نہ لے والے تھے پس دوسرے فریق کو جنت میں داخل فریق کو دوزخ میں داخل فرماوے گا۔ و کذا رواہ الحافظ ابو البکر البرزازی رحمہ اللہ فی کتابہ فی مناقبہ اہل بیتہ علیہ السلام۔ حافض ابو یعلیٰ نے مسند میں براہین عارضہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں نے پوچھا کہ کیا تو فرمایا کہ وے اپنے ابا کے ساتھ ہیں اور مشرکوں کے چوں کہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ وے اپنے باپوں کے ساتھ ہیں عرض کیا کیا کہ رسول اللہ کیا کرتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُنکا دانا کرے۔ یہ حدیث براہین عارضہ سے حضرت ام المؤمنین عائشہؓ سے بھی روایت کی۔ حدیث چہم۔ امام ابو البکر البرزازی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں براہین عارضہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شان مسلک کو علم کر دیا فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو جو لوگ زمانہ اسلام سے پہلے مر چکے ہیں وے اپنے گناہوں کو اپنی بیچوں پر لادے ہوئے آویں گے اُنکے اکلارے سوال فرمایا کہ وے عرض کرینگے کہ رب لائے ہمارے پاس کوئی رسول نہیں بھیجا اور میری طرف سے ہم کو کوئی حکم نہیں پہنچا اور اگر تو ہمارے پاس رسول بھیجتا تو ہم سب سے زیادہ میرے طبع سے فرماوے گا کہ تلو او کہ میں شکوہ کوئی حکم دونوں کو کیا ہم میری اطاعت کرو گے وے عرض کرینگے کہ ہاں پس حکم فرماوے گا کہ قصہ کہ تم کو جا کر اس میں داخل ہو پس جاوینگے جب اُس سے نزدیکی ہوئے تو اُنکے واسطے غیظ و کراہت آوے گا وینگے پس اپنے رب عزوجل کی طرف واپس آوینگے پس کہینگے کہ اے ہمارے رب ہمکو اس سے نکال دے یا ہمکو اس سے چھڑا دے تو فرمایا کہ کیا تم نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ اگر میں تمکو کسی بات کا حکم دونوں تو میری اطاعت کرو گے پس اُننے اس بات پر اُنکے عہد کیا حکم فرمایا کہ قصہ کہ تم کو جا کر اُس میں داخل ہو پس جاوینگے جب اسکو دیکھینگے تو اُس سے ڈرے اور لوٹا وینگے اور کہینگے کہ اے رب ہم اس سے ڈرتے اور ہر گز قدرت نہ ہوئی کہ اس میں داخل ہوں پس حکم فرمایا کہ گھروائیں اور نہ سے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وے لوگ اس میں داخل ہو جائے تو اُن پر ٹھنک و سلامتی ہو جائی۔ امام ہزار نے کہا کہ میں اس روایت کا ذخیرہ و فو ہے سولہ سو گھر کے کہ نہیں روایت کیا ابو جرحہ سے گورجاہ ورنے اور نہ عبادہ سے گورجاہ بن سعید نے۔ امام ابن کثیر نے بعد اسکے کہ میں اس کا بیان کرے کہ رجحان بن سعید کو ابن جراح نے فرمایا کہ اگر میں نے کہا کہ لا یا رسول اللہ میں اسکا مصافحہ نہیں ہوا اور ابو داؤد نے اُن سے روایت نہیں کی کہ ابو جرحہ نے کہا کہ رجحان بن سعید نے کہا کہ میں اسکا مصافحہ نہیں ہوا کسی حدیث لکھی جاوے لیکن تمہاری کسی حدیث سے کوئی جنت نہیں ہو سکتی یہ حدیث ششم امام محمد بن یحییٰ فی فیہ اپنی اسناد سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ فتنہ کا مریا ہوا اور مولوی و اہل جنت لاوینگے پس فتنہ کے زمانہ میں جو مر گیا وہ عرض کرے گا کہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں آئی اور متوہ کہہ گا کہ وے نے میرے واسطے کچھ عقل نہیں دی کہ اُس سے کچھ بھلائی یا بُرائی کو سمجھتا اور نہ لو کہ اے رب میں نے عقل کا وقت ملے

[illegible]

تخلیف بنی بنین ہو کر کبریا سنت معروف بنین وارد کر کے دجال کے ساتھ جنت دوزخ ہوگی اور شارع علیہ السلام نے مومنوں کو جو اسکا زمانہ دین
 حکم دیا وہ کہ اسین سے پہلے جو کہو گد کہ دیکھتے ہوں کہ وہ اپنے تختہ نگ دسلما بی ہوگا پس یہ بھی اسکی نظیر ہے اور دوسری الدعا ہے کہ یواسرائیل کو کلام
 کہ اپنے نفوس کو قتل کریں پس اسین نے بعض قوتل کیا یا سناخاک کہ مروی ہے کہ صبح سے دوہر تک مشرہ از نسل ہوئے پس انھوں نے اپنے باپ و
 بھائی کو قتل کیا اگرچہ وہ ایک ابر کے ستر بقیہ میں تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیچھا نھا اور یہ ایک عقوبت تھی جو اللہ تعالیٰ نے انکو نرسالہ پر ہی
 بدی تھی پس یہ مفت بھی نفس اس کی طرح کہ نہیں ہو جو یہاں احادیث میں وارد ہوئی کہ اللہ تعالیٰ علم بالصواب فصل - جب
 یہ بات متقرر ہو چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ علماء نے مشرکوں کی اولاد میں کئی قولوں پر اختلاف کیا ہے - قول اول یہ کہ وہ جنت میں ہیں اور جنت
 انکی حدیث عمر بن عبد ربیع رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سلیمین کی اولاد اور مشرکوں کی
 اولاد دیکھی ۔ اور حدیث خسار کی اپنے چچا سے جو امام احمد نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدو دودی ابجنتہ یعنی جو پیچہ
 ابراہا جادو سے وہ جنت میں ہے پس یہ استلال نو صحیح ہے یہ احادیث عام ہیں یعنی ایسے چون کو بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بل طاعت
 سے تھے اگر زندہ رہتے اور ایسے چون کو بھی جو علم کی ہی عامی تھے اگر زندہ رہتے تو ممکن کہ مراد دونوں میں سے ہے اور اول ہونے اولاد مشرکین سے
 حضرت ابراہیم کے ساتھ فقط کم اول کے پیچہ ہوں ولکن جو احادیث میں ہے انھان کی ذکر کی ہیں وہ خاص ہیں تو عام کی تخصیص ان خاص سے
 ہوگی پس جن چون کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ طبع میں تو اسکی مدح کو بزرگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رکھتا ہے اور
 مسلمانوں کی اولاد بھی جو فزت پر سے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جن احادیث میں وارد مشرکوں کے جن چون کی نسبت وہ جانا ہے کہ عامی ہیں
 تو اسکا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور وہ قیامت میں دوزخ میں جاوے نیلے جبکہ احادیث الامحان اسپر والدہ التری کی ہیں کو شیخ اشرفی نے
 اسی کو اہل السنۃ و الجماعۃ سے نقل کیا ہے - پھر وائے چونکہ جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ مطلقا اولاد مشرکین جنت میں ہیں انہیں پھر دو قول ہیں
 بعضے تو انکو جنت میں منتقل ٹھہرے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ اہل جنت کے خادم ہونے جیسا کہ ابو داؤد الطیالسی کی حدیث انس رضی اللہ عنہ میں
 ہے جو روایت علی بن زید ہے اور وہ ضعیف ہے والدہ الم - قال المترجم علی بن زید بن جرمانہ عفوفہ وکن التندی قوتل ہوا احادیث قوتل دم
 یہ کہ وہ اپنے آپ کے ساتھ جہنم میں ہیں اور دلیل اسپر ہے جو امام احمد نے عبدالمدین ابی قیس سے روایت کی کہ اسے آنحضرت ام المومنین
 عائشہ سے اولاد مشرکین کو پوچھا تو کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کے تابع ہیں تو میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے جو وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابو داؤد سے اسکی حدیث ام المومنین سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 مومنوں کے چون کو پوچھا فرمایا کہ وہ اپنے آپ کے ساتھ ہیں پھر میں نے کہا کہ اور مشرکوں کے پیچہ فرمایا کہ وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہیں میں نے کہا
 کہ لعل کیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے جو وہ کہتے والے تھے - امام احمد نے دوسری اسناد سے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ
 ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے چون کے واسطے ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں جہنم میں انکا بلبلانا مانجیے مٹانادون
 اس اسناد میں ابو یحییٰ بن النوفل راوی مشرک ہے - امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا
 کی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو چون کو پوچھا جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے فرمایا کہ وہ سے
 دو دنوں دوزخ میں ہیں پھر جب خدیجہ رح کے چہرہ بکرا ہمت دیکھی تو فرمایا کہ اگر تو انکے مکان دیکھی تو ان دو دنوں سے دیکھی کہ تی -
 خدیجہ رح نے پوچھا کہ پھر آپ سے میرے فرزند تو فرمایا کہ مومنین دان کی اولاد جنت میں ہیں اور مشرکین دان کی اولاد دوزخ میں ہیں پھر میری

مواہب الرحمن
جلد اول
صفحہ ۶۳

کیا کرتے والے ہیں کہ انہوں نے خود کو ہم سے زیادہ عزیز کیا یا انہوں نے خود کو ہم سے کم عزیز کیا؟
اور اس کے شیخ زاذان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نہیں پایا جو امام ابو داؤد نے بھی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ
دائرتہ دو دودوہ جہنم میں سے ہے پھر شیخ نے کہا کہ مجھے یہی حدیث کی علقہ نے ابواصل سے اسے ابن مسعود سے اور جامع نے اس کو ابن ابی ہند کی
روایت ثابت کی ہے اسے علقہ سے اسے سلمہ بن قیس اسجی سے روایت کی کہ سلمہ بن قیس نے کہا کہ میں اور میرا بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
کے پاس آئے اور ہم نے کہا کہ ہماری ان زبانہ جاہلیت میں مرگئی اور وہ ہمان کی ضیافت کرنی اور قربانے کو لائے رہی گرائے جاہلیت
میں ہماری ایک بن کو جو بلوغ کو نہ پہنچی تھی زندہ درگور کر کے ارڈالا تھا تو فرمایا کہ دائرہ دو دودوہ دون دون میں ہیں مگر آنکہ دائرہ کو اسلام
زنا نہجاوے پس وہ اسلام لاوے۔ ہذا سنا دھن۔ قول سوم یہ کہ اُن کے بارہ میں وقف کیا جاوے اور ان لوگوں کا انعام حدیث کے قول
المد اعظم کا نوا عالمین ہے ہر ہے اور صحیح بن حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد دشمنین کو پوچھا گیا تو
فرمایا کہ امیر اعظم ہا کا نوا عالمین یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو دوسے کرنے والے تھے۔ ایسا ہی صحیح بن ابوبکر پر یہ حدیث سے مرفوع
مروی ہے بعض علماء نے ان لوگوں کی اعراف سے قرار دیا ہے لیکن اس قول کا مرجع یہ ہے کہ وہ اہل جنت ہیں یہ کہ چونکہ ان اعراف کوئی جاے قرار
نہیں ہے اعراف والے انجام کو جا کر جنت کو جا سکتے ہیں اس لیے ان اعراف میں اس کی نظر رکھ کر یہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم فیصل اور جا نانا چاہئے کہ یہ
اختلاف جو مذکور ہوا فقط مشرکوں کی اولاد وغیرہ میں مخصوص ہے اور یہ ہے مومنوں کے بچے کو نہ مبنی ہونے میں علماء کے دربان کچھ اختلاف
نہیں ہے جیسا کہ قاضی ابوالحسن بن الفراء جلی نے امام احمد سے نقل کیا کہ اطفال مومنین میں کوئی اختلاف اس بات میں نہیں کیا جاے گا کہ
وہ اہل جنت سے ہیں اور یہی لوگوں میں مشہور ہے اور یہی عمر بھی انشاء اللہ تعالیٰ یقین کرتے ہیں لیکن شیخ ابو عمر بن عبدالبر نے بعض علماء سے
اس بارہ میں وقف نقل کیا ہے اور یہ کہ اطفال سب خواہ مشرکوں کے ہوں یا مومنوں کے ہوں اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل ہیں اور ان
عبدالبر نے کہا کہ ایک جامع اہل الفتنہ و محدثین میں سے اسی طرف گئے ہیں اور انھیں میں سے حامد بن زید و حامد بن سلمہ و ابن المبارک و ابی بن
راہویہ وغیرہ ہیں اور کہا کہ امام مالک نے جو موطا میں احادیث در باب تقدیر وارد کی ہیں اُن سے لگا ہوا قول ہے اور اسی قول پر اکثر
صحابہ رضہ ہیں اور امام مالک سے اس بارہ میں کوئی صریح قول مروی نہیں ہے لیکن اُن کے اصحاب میں سے متاخرین کا مذہب یہ ہے
کہ مسلمانوں کے اطفال جنت میں ہیں اور فقط مشرکوں کے اطفال داخل مشیت اسی ہیں۔ یہاں تک شیخ ابن عبدالبر کا قول ابن کثیر رحمہ
نفل کر کے فرمایا کہ اسی کے مانند شیخ ابو عبد اللہ قرطبی نے تذکرہ میں ذکر کیا ہوا کہ لکھ یہ قول غریب ہے پھر یہی ہے قول مفرد ہے اور ان لوگوں نے اس
بارہ میں حدیث ام المومنین عائشہ رضہ کو بھی ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انصار میں سے ایک طفل کے جنازہ میں بلائے گئے تھے کہ کہا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو عساقیر میں سے ایک عصفور تھا اُسے کچھ بھی نہیں کی اور نہ کچھ وقت پایا تو آپ نے فرمایا کہ اے اس کے سوا سے
اسے حاضر نہ۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور اس کے واسطے لوگ پیدا کیے ہیں حالانکہ وہ اپنے آباء کے پشت میں ہیں اور دوزخ کو پیدا کیا
اور اس کے واسطے لوگ پیدا کیے ہیں حالانکہ وہ اپنے آباء کی پشت میں ہیں۔ رواہ مسلم و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و ابی یوسف و دوزخ
کے لوگ کچھ اعمال پر نہیں بلکہ پشت پدر میں جو جنتی ہوں اس کا نظریہ اہل جنت کا ہے بطرح دور نبی جب تلفظ نہ ہی دوزخی ہو۔ شیخ نے کہا کہ چونکہ اس
مسئلہ میں علماء کرام کو ادلائل صحیحہ کا قناج ہوا دیکھی ہیں ایسا شخص کلام کا بنا کر جیلے پاس شارع کی طرف سے علم نہیں ہے سو یہ سب ایک جماعت
علماء نے اسین گفتگو کر کے کر دیا ہوا چنانچہ ابی ابن عباس قاسم بن محمد اور محمد بن احنفہ وغیرہم سے مروی ہے ان جان نے یہی صحیح بن روایت کی

کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اُمت کا معاملہ برابر ٹھیک رہیگا جب تک اسے اطفال میں اور نقد میں گفتگو نہ کرینگے
ابن حبان نے کہا کہ اطفال کے شکر کن کے اطفال مرد میں اور اس طرح اسکو ابو بکر زرارہ نے روایت کیا کہ اور ایک جماعت نے اسکو ابن عباس سے
موقوف روایت کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے الداروں و اہل ملت کے فساد و ظالموں کے غلط سے بربادی کو نسر پایا۔

وَرَأَى اَنَّكَ اَنْ تَكُنْ تَهْدِيكَ قَرِيْبَةً اَمْرًا مِّنْ دُنْيَاكَ فَهَٰذَا مَعْنَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّكَ تَهْدِيكَ قَرِيْبَةً اَمْرًا مِّنْ دُنْيَاكَ وَكَمْ
اور جب ہم نے کہا کہ براء درہ کی شمشیر کو علم دیا کہ اسود گوٹ کو سونھون نے بہن بنی کیا پس ٹھیک چلایا پس قتل سہم نے سکو پورا نہا، گردیا اور قتل
اھلکنا من القرون من بعدک لو حوچ و کفی بک من کوب علیہ خیر و کعبہ

کیا ہم نے سکتیں تو ہے سے بھی اور پس پتلا رہا اپنے جندوں کے گناہ جانتا دیکھتا

جب اللہ تعالیٰ نے عذاب کی طرف اشارہ کیا تو اسکی اسباب بیان کیے اور بتلایا کہ یہ سب کی تقدیر سے ہو اور وہ علم ظہر کی کفالت تھالیے وَاِذَا اَرَادَ اَنْ
اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی فریاد کو دنیاوی زندگی میں اپنی طرح زندہ رکھیں اور آخرت میں عروج دین تو وہ ان کے دلوں کے دلوں
میں حکم کی فراہم داری اور رسولوں کی پیروی والدیہ ہیں اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ اَنْ تَهْدِيكَ قَرِيْبَةً اَمْرًا مِّنْ دُنْيَاكَ کہیں بیٹے
آئندہ زمانہ میں سامنا کرنا مقرر ہے تو علم دیتے ہیں اپنی قدرت نامہ سے جسکے درمک تمام مخلوق پر ہم حکم دیتے ہیں اس کاؤں کے مترتین کو
اور یہ حکم تقدیری ہے اور اگر شکر نے کہا کہ رسول کی زبان پر ہم حکم دیتے ہیں اُسکے مترتین کو کہ اچھے کام دطا مانت کرن۔ فَهَٰذَا مَعْنَى عَلِيٍّ

وہ لوگ فسق کرتے ہیں اپنی فراہم داری سے باہر ہو جانے اور باہم ظلم و انڈا دی و ضعیفوں پر زور داری کرتے ہیں یہی معنی ابن جریج سے
ابن عباس سے روایت کیے اور قویٰ سبعین جیسے کہ جو منسرف بنے تھم اور یہ ان ایک فرات مشہورہ میں امراتہ بنیدیم کہ انداخ ابن ہیر
نے کہا کہ عقل ہے کہ اسکی معنی ہے چون کہ ہم نے مترتین کو اپنے سر نہا دیا علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ امراتہ بنیدیم نے ہم نے اسکے
شریروں کو وہ ان کے لوگوں پر مسلط کیا پس اُنھوں نے افغانیاں کہن جب ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو عذاب سے ہلاک کیا مگر کہتا ہے کہ
وہ ان کے غریبوں کی خطا ہے ہونی کہ اُنھوں نے شریروں کی اتباع اور انکی محبت کی اور اوروں سے ظلم ستے اور امر کے افعال سے نفرت کرتے تو وہ
موقوف رہتے صاحب کثافت نے کہا کہ غلام کلام دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو بدکاری کا حکم دیتا ہے تو وہ بدکاری کرتے ہیں مگر بات یہ ہے کہ یہ

کلام مجازی ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسو گلیوں کے دروازے اور راستوں کے سامان کھول دیتا ہے تو اسی حالت میں وہ کسی نجات
کرتے ہیں اور لھاکہ دلیل غلام لفظ کی یہ ہے کہ امور اسی واسطے حذف ہوا ہے کہ فقوا اسیر دلاست کرتا ہے یعنی حکم دیا جس کا پس اُنھوں نے منق کیا
چنانچہ بولتے ہیں کہ امرتہ تمام اور امرتہ قرار یعنی ہم نے اسکو حکم دیا پس وہ کھڑا ہو گیا یا حکم دیا تو پڑھنے کا پس امور یہ حذف کیا یعنی ہم نے حکم دیا
کہ پڑھتے وہ پڑھنے لگا یا حکم دیا کہ کھڑا ہو تو وہ کھڑا ہو گیا اسی طور پر یہاں ہے کہ حکم دیا جس کا تو اُنھوں نے منق کیا اور یہ اعتراض نہ کیا جاوے کہ امرتہ
فصفا فی۔ یعنی ہم نے اسکو حکم دیا تو اسے میری نافرمانی کی کیونکہ یہ کلام ایسا ہے کہ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ ہم نے اسکو مصیبت کا حکم دیا اسے
نافرمانی کی بلکہ اسکے کہ مصیبت سنائی امر ہے تو حکم سے امور یہ مصیبت قرار دیا مخالف ہو گا اس ضرورت کی وجہ سے ہم نے غلام مفہوم کو ترک کیا
انتہی کلام مترجم امام رازی رہے کہ اسکا کہ یہاں اعتراض باقی ہے اسواسکے کہ جیسے کہ امرتہ دلاست میں کہ امور یہ بولے مصیبت کے

دوسری چیز کو بلکہ اسکے کہ مصیبت سنائی امر ہے اسی طرح قول امراتہ مترجم فقوا انما میں دلاست کہ امور یہ بولے حق کے دوسری چیز جس لازم ہوا
کہ اس کلام میں دلیل ہو کہ امور یہ منسرف نہیں ہے مگر میں لکھا ہے کہ اگر امرتہ کلام امرتہ کا بہت غلام ہے اور معلوم نہیں کہ صاحب کثافت نے کیوں اصرار کیا

کہ امور یہ بیان حق ہو یا وجود کہ اس کا خدا سے ثابت ہو کہ صحیح معنی اس مقام پر وہ ہیں جو سب نے ذکر کیے کہ امرنا متفرقا یعنی ہم نے رسولوں کی زبانی اس کے ارباب نعمت کو طاعت و عبادت کی کام کرنا مفقود فیہا سرکار ان لوگوں نے نہ مانا اور فرمایا کیا شخص علیہ السلام علیہ السلام نہیں ٹھیک ہو گیا اس قرینہ پر قول یعنی وہ قول جو ہم نے انکو رسولوں کی زبانی مانا تو ان کے عذاب کا پتہ چل گیا تھا۔ وَذَرْنَهُمْ أَنْ يَقُومُوا بِسْمِ اللَّهِ ہم نے ہلاک و ہلاک کیا اس قرینہ کو ہلاک کرنا۔ مگر خراب و برباد ہو گیا۔ اس طرح میں کہ اکثر تفریق ارباب نعمت کو اس واسطے خاص کیا کہ انہیں حرافت جلا کر کوئی نہ اور اس لیے کہ در لوگ ان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اقول دوسری قمر است پر کہ اسیر بنایا اس کے شریروں کو یعنی جن کی عزت بانی امر اور انکو اپنا سردار بنالیا اور امر کی بوجہ ان میں شریک رہے جیسا کہ ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ کی روایت گذری اور وہی قول ابو العالیہ و مجاہد و سرج بن انس کا ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ عرفی نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ امرنا متفرقا یعنی کثرت سے کہ وہ ایمان لائے انکی تعداد کو یہی قول علامہ حسن و قتادہ و شحاک کا ہے اور دوسری روایت سے کہ امرنا بعض نے امرنا کے معنی کثرت لائے کہ حدیث سے لیا ہے جسکو امام احمد نے اور خطیب نے لکھا کہ طبرانی نے سوید بن ہبیرہ سے مرفوع روایت کیا کہ خیر المال ہرۃ مامورۃ و اسلحہ بالورۃ۔ یعنی ہر سال ہر ماہ اور ہر ہفتہ کثیر لکھنا اور بہت جتنے دانی ہے اور لد سے ہر خراج کا کھانا راستہ ہے سرچ میں لکھا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں آپ کے اس معاملہ کو حقیر دیکھتا ہوں یعنی حالت حقارت میں قلیل ہے آپ نے فرمایا۔ اے سیما رب یعنی حقیر و کمترین ہو جائیگا مراد یہ کہ اگر مجھے کثرت ان دونوں حدیث میں آیا ہے اسی طرح آیت کریمہ میں بھی امرنا بمعنی کثرتا ہے۔ باجماع جب فاسق کثرت سے ہو جاتے ہیں تو یہ دلیل الاکت ہے اور سرچ میں آیا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھیلے ہوئے سے فرماتے تھے کہ لا الہ الا اللہ و لا نعبد الا اللہ و لا نعرب الا اللہ من شکر اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود قادر نہیں ہے مگر خرابی عرب کی ایک ایسی شے سے جو قرینہ ہو گیا جو فتح الیوم میں روم یا جوج و جوج مثل ہزہ صبح کے روز گذرہ کر دیا گیا دیوار یا جوج و جوج سے استفادہ لینے ابہام کو اسے پاس والی انگلی سے حلقہ بنا کر تیرا یا زینب فرمائی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ کیا ہم لوگ ہلاک کیے جائیں گے درحالیہ میں اہل صلاح بھی موجود ہوں فرمایا کہ ان جب خست کثرت سے ہو جاوے۔ علمائے کبار کہ خست زنا کار اور بعض نے کہا کہ خود زنا کاری اور بعض نے کہا کہ فتنہ و کدما آھکننا من القرون جن تھکب و جوج اور بہت سے ہلاک کیے ہم نے قرون بعد زمانہ نوح کے۔ یعنی ہم نے اپنی عظمت سے بہت سے قرون جو رسولوں کے جھٹلنے والے تھے بعد نوح کے انکو ہلاک کر دیا جیسے ما و ثمود و متصرجم کتابہ کہ جو اسراہیل کے خدا کو رکھنے کی ہلاکت سے یہاں تک مناسب ہے اور انہیں اسراہیل کے بہت سے قرون فاسق ہلاک ہوئے ہیں اور سرچ میں خطیب نے اندیشہ ابن کثیر و غیرہ کے لکھا کہ اس سے کفار کہ کو تمہید ہے شیخ نے لکھا کہ کفار نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ انکو اپنی عظمت و صولت سے ڈراتا ہے کہ ہم نے رسولوں کے جھٹلنے والے بہت سی امتوں کو جو بعد نوح کے ہوئے ہیں ہلاک کر دیا۔ امین و ولایت پر کہ وہ اہل اسلام سے نوح علیہ السلام تک جو امتیں تھیں وہ سلمان گذری ہیں جیسا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ اگر آدم و نوح کے درمیان دس قرون تھے اور سب لوگ اسلام پر گذرے ہیں مراد یہاں ہے کہ تم نے جھٹلنے والے قرون کچھ ان قرون سے جو نوح کے بعد ہلاک ہوئے ہیں ان قرون کے یہاں کہ میں نہیں ہوا لاکھ تھیں ان سے انشرف الازل و اکثر اختلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو تم حقیت کے واسطے زیادہ لائق ہو گئے یعنی کچھ دین و عبادت پر کہ جو کچھ دین و عبادت پر تھیں اس کا کافی ہے اپنے بندوں کے گناہ جانتے ہو اور دیکھتے کہ انکی وہ خوب دانا اور دینا جو۔ اور مراد صیغہ مبالغہ سے یہاں مبالغہ نہیں بلکہ ارشاد اس امر کا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی خیر و بھیر نہیں ہے بلکہ وہی خیر و بھیر ہے کہ دوسرے میں ہے معنی

محقق نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ کوئی چیز اس پر پوشیدہ نہیں ہو سراج میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے پس ہم لوگ اکثر کسی کو صاحب دیکھ کر جانتے ہو پھر آخر کار اس کا انجام اس کے برخلاف پھر تباہی و دیکھتے ہو کہ ادنیٰ بہت عبادت میں جو عجب نہ ہوتا ہو تو بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہو نفوذ الہدین ذلک واضح ہو کہ قرن سے بہانہ ملا دیتیں ہیں جو اس زمانہ میں گزشتہ اور دراصل قرن ایک مقرر زمانہ کی چیز اور اس میں اختلاف ہے سراج میں آیا کہ عبد الدین الی اوئی نے دنیا کی ایک ایک قرن ایک صد و بیست سال ہے اور بعض نے کہا کہ سو برس اور محمد بن القاسم نے عبد الدین بشر المازنی سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ یہ لوگ ایک ایک قرن زندہ رہیں گے۔ محمد بن القاسم نے کہا کہ ہم لوگ برابر شمار کرتے رہے یہاں تک کہ سو برس پورے ہوئے پھر مرے۔ کبھی ارے نے کہا کہ ایک قرن اسی ہیں جو آج ہے اور بعض نے کہا کہ چالیس برس کا ہونا ہے۔ یہ مترجم کہتا ہے کہ اظہر ہے کہ قرن سو برس کا ہونا ہے والد اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ واذا ردنا انہما کما فرماہما بآسرة فیہا فہما فیہا فی علیہما القول اشارہ سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا کو خراب فرمانا چاہتا ہے تو اپنے اولیاء و بندوں کو اٹھا لیتا ہے یعنی انکو قبض کر لیتا ہے اور اس میں اعداد کو چھوڑ دیتا ہے پس جب اُس میں سے اہل صدف چاہتے ہیں تب جنگی دعار سے اللہ تعالیٰ عذاب و درکرتا ہے اور ان کی برکت سے ملائمت و درکرتا ہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا قول حق اُنکے عذاب و طاقت کا آجاتا ہے اسطرچ ابن اشارت سے یہ بات ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مرید کے دل کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل پر خواہش فانی کے اور شیاطین کے لشکر مسلط فرماتا ہے یہاں تک کہ یہ سب اس کے ذہن کی سرزمین میں پھرتے ہیں اور اسکو شہوات کے تیز و گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالتے ہیں اور طبیعت کی خواہشیں نفس کے خطرات اس پر جم جاتے ہیں۔ بعض نے آیت کریمہ کے معنی میں کہا کہ ایک بندے جاتے رہتے ہیں اور بدکار شریک مالک ہو جاتے ہیں۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ دلوں میں سے بدکاری کی نفرت نکال دالتا ہے تو اسے وقت بین مخلوق کی نسبت ملاک ہونے کا خیال خون رکھو۔ قول یعنی بدکاریوں کو جب تک لوگ بُرا سمجھیں اور اس سے نفرت کریں تب تک اذنی مرتبہ باقی ہے ورنہ مرتبہ بدکار لوگ بدکاریاں بڑی جھگڑ کر ایک شخص کو جس کو بدکاری پر دھمکین بن کر ہیں اور باہم ایک دوسرے کو لاتی پور دھمکین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی خواہش سے بدکاری و دنیا کا خواہی پر تنبیہ کی

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ يَجْعَلْ لَكَ فِيهَا مَالًا نَشَاءَ مَنْ تَرِيدُ ثُمَّ يَجْعَلْ لَكَ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَنْ مَوْمِنًا وَ حَرًا
جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر ثواب دے یکدم انکس میں جتنا چاہے جو کہ ہیں پھر ثواب دے دین کر چھوٹا اس میں ہر ایک۔ دیکھا جا کر
وَمَنْ ارَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ مَعَهُمُ الْمَوْجُودُ ۚ وَلَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا مِنُ الْفِتَنِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
اور جس نے چاہا پچھلا گھر اور دین کی لئے ساسے جنگی دوشہ اور دین پر ساسیوں کے دوشہ بنگالی ہو ہر ایک کو چھوٹا جاتے بائیں انکو
وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۚ اَنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
اور جو تیرے ہر بخش میں سے اور تیرے ہر بخش میں سے نہیں گہری دیکھا دینا جاتا ہے ایک کو ایک سے اونچے گہری
اَلْكَرْبُ وَجَحْتِ وَاَلْكَبُ لَقَعْنِيْلًا ۝
فادہ دے درجہ میں اور بڑی بڑائی

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ یعنی جو شخص خواہش کرتا ہے دار عاجلہ دنیا کو۔ اس طرح کڑی پراپتی بہت کو منظور رکھتا ہے بائیں طور کہ اُس کو

اس واسطے دنیا کے انھما مقصود کیچہ نہیں اور حدیث امام احمد بن حنبلہ کے حکم کے مطابق رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت علیؓ سے رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم کو دنیا کا کھڑے ہو کر کھڑے نہیں اور اس کا مال جو چھکے واسطے مال نہیں اور دنیا کے لیے وہ میں کرنا جو حق جو کچھ نہیں ہو۔ بلکہ آخرت طلب کرنے والے کو لازم ہے کہ نیت ٹھیک کرے اور جو طریقہ اسکے لیے خوش کا ہے وہ اختیار کرے شرط سوم یہ کہ وہ خود بخود در جا لیکہ وہ مومن ہو یعنی نیت و عمل کے وقت وہ یقین رکھنے والا اور ایمان رکھنے والا ہو کہ نیک کام کے ثمر ثواب ہونے کے لیے شرط ہے کہ ایمان ہو اگر نہ ہو گا تو ثواب بھی نہ ہو گا بعض متقدمین نے سراج میں لایا کہ انھوں نے اس آیت کو رد کر دیا کہ جو چھکے جیسے جیسے ایمان نہیں ان کے اعمال بیکار ہیں ایمان ثابت اور نیت صادق اور عمل جو طریقہ صواب ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر لکھا جاوے کہ حدیث صحیح امام اسلم وغیرہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ فائدہ جاہلیت میں اسلام آئے پہلے جنھوں نے صدقہ و صلہ و رحمہ وغیرہ کے اندر نیک کام کیے تھے پھر وہ اسلام لائے اور نیک کام کیے تو انھوں نے پہلے نیک کاموں کا بھی ثواب لیا۔ حالانکہ اسوقت انھیں کوئی شرط نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ فرقت کا تھا اور جب زمانہ اسلام میں مسلمان ہو چکے تھے تو معلوم ہوا کہ اسلام کے آدمی سے وہ فعل سرزد ہوئے ہیں اور زمانہ فرقت کے لوگوں کا حکم حنفیہ میں ان کو موبچا ہے پس وہ اعمال ثمر ثواب بطور مخصوص ہیں حتیٰ کہ اگر وہ زمانہ اسلام یا اگر اسلام نہ لانا تو باوجود ایمان اور کچھ ثواب نہ تھا یا پھر ان کے لیے ایک افضل الدعا ہے کہ اس شخص کے لیے ہے جو زمانہ اسلام میں طبع ہوا۔ بلکہ اتفاق ہے کہ اعمال نیک کے ثمر ثواب ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں جو لوگ ان شرطوں پر عمل کریں۔ ۱۔ ذلّٰی لَیْقَاتُ کَانَ مَعِیْہُمْ مَّرْثَیْہُمْ ۲۔ کُلُّ اَمْرِ اَمْسٰی ۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۳۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۴۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۵۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۶۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۷۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۸۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۹۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۰۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۱۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۲۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۳۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۴۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۵۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۶۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۷۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۸۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۱۹۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۰۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۰۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۱۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۲۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۳۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۴۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۵۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۶۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۷۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۸۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۱۹۔ اَمْرٌ اَمْسٰی ۲۲۰

ظہر میں ہوں تجارت و زراعت اور لوگوں کی بہشت میں سرسبز ہے کھٹکے نہ ہو سکتا ہوا بھل دینا وہی روزی کی نعمت اللہ تعالیٰ نے نبی تکمیل
 و قدرت سے فرمائی ہے جیسا کہ دوسری سورہ میں فرمایا۔ نحن نعمنا بنعمہ شتم فی الدنیا و درخنا بعضہم فم فی بعض درجات یعنی ہم نے دنیا میں
 ان سب کی معاش زندگی انہیں نعم فرمائی ہے اور بعض کے بعض پر درجات اور پے در پے ہیں۔ اکثر علماء و حکماء نے کہا کہ دینا دی مراد اس کے
 برعکس آخرت کے مراتب اکثر ہو جائے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ افراد ہمارے پانچ سو ہیں پہلے الدار ہمارے ہیں سے بہشت میں جا دینگے
 اور دوسری حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھلاؤ گے اور داخل ہونگا اور میرے ساتھ قرار ہمارے ہیں ہونگے اور
 صلح احادیث سے ثابت ہے کہ ہر مومن کے سب کام آخرت کے لیے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آخرت کے ثواب کے ساتھ دنیا میں سے بھی اُسکو
 احیات طیبہ عطا فرماتا ہے۔ اجماع جو لوگ دینا دی نظر کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان میں تفاوت رکھے ہیں۔ وَلَا جِزَاءَ لَکُمْ بِرَّ
 دَرَجَاتٍ وَلَا کِبْرُؤَ تَصَدَّقُوا اور آخرت بہت بزرگ ہے ازراہ درجات کے بہ نسبت دنیا کے اور اسکی تفضیل بہت بزرگ ہے کیونکہ درجات
 آخرت کی بزرگی درجات دنیا کی نسبت ایسی زیادہ ہے جیسے آخرت کی بزرگی دنیا پر ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ
 کے ہمان پتھر کے برابر ہو تو دنیا میں سے کوئی کا فربا ایک گھونٹ پانی نہ پاتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا چند روزہ ہے اور آخرت دائمی
 ہے انتہا پر پھر خود و دیگر کو غیر محدود سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی ہے پس آدمی اگر دنیا کی بلندی چاہے تو اُس پر حیف ہے اس سے بہتر
 یہ ہے کہ آخرت چاہے کیونکہ دنیا کی بزرگی اگر اُسے جانکا ہی کہے حاصل کی پھر کر لیا تو سب اہل ہوا بخلاف آخرت کے کہ وہ ہمیشہ پانی و بلند
 ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک روز دروازہ پر بہت سے لوگ جو تشریف لے کر تھے کھڑے تھے اور دوسرے
 اُن سے کھٹے ہوئے لوگ جمع تھے تاکہ اجازت آنے کی ہے پس اُنکی طرف سے اجازت ملی کہ پہلے ہلال و صیبا آؤں پس ایوسفان پر پہنچ کر بہت
 کران لڑکر ہم لوگوں سے پہلے بے لائے گئے پس سیل بن عمرو نے ایوسفان سے کہا کہ ہم لوگوں کو تو انھوں کی طرف سے دایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے
 انکو دعوت کر لیا لایا اور انکو وہ بنا یا جسکو انھوں نے دعوت کی یعنی اسلام کی طرف لایا انھوں نے جلدی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی
 طرف سہی کی اور ہم پھر رہے اب جھک چاہیے کہ ہوش کر کہ یہ تو دروازہ عمرہ کا ہے پھر آخرت میں تفاوت کیا ہوگا۔ شیخ ابن کثیر نے تفاوت آخرت
 میں لکھا کہ آخرت میں بعضے کا فر تو ہم کے آخری نیچے طبقہ میں انواع عذاب میں ہونگے اور بعضے اُنے اوپر گئے ہم کا حال ہے پھر جنت میں بعضے بلند
 و بعضے نیچے ہونگے حدیث میں ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر درجہ میں متافرق ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ لوگ اپنے
 درجات والے اہل علیین کو دیکھتے اسطرخ فطر سے جیسے افاق آسمان کے اوپے غائب ستارے کو گھر سے دیکھتے ہیں۔ طبری کی روایت
 سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ جو نہ دیکھتا ہے کہ دنیا میں اسکا کوئی درجہ نہیں ہوا اور وہ دیدیا جاتا ہے
 تو ضرور آخرت کے درجہ سے اس سے بہت زیادہ اُسکو بہت کر دیا جاتا ہے اور آپ نے یہی آیت دلا کر ذکر درجات الایہ طبعی۔ حق قابل الشیخ العارف
 فی العرائس قولہ تعالیٰ من کان یرید العالیۃ فلینزلنا انزلنا من زبیر انزلت ہے کہ جس شخص نے دنیا کی طرف دل کیا اُسے کینہ و قردا ہے حصہ چاہا
 گو یا اُسے ذرا صبر نہ کیا اور علی رضی اللہ عنہ سے فانی حصہ حاصل کیا اور اسکی طبیعت شمس اور دنیائی بہت کا نتیجہ اور یہ اسوجہ سے ہوا کہ اُسکو معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے
 اسکو دنیا میں داخل ہونے والی ہر جلد داخل ہوا جائیگی اور اسکی وجہ سے عذاب و حساب شدید ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اُسکی بعض مراد کو دنیا میں دیدیا کیونکہ وہ
 آخرت و اُسکے بلند درجات سے محروم ہو چکا ہے اُسکو دنیا میں اپنی پوری مراد بھی حاصل نہ ہوگی۔ واعلیٰ رحمہ اللہ کہ اسکا دنیا چھوڑ دینے میں آخرت کا
 مشاہدہ ہے اور جس نے آخرت کو مشاہدہ کیا اُسے دنیا چھوڑ دی جیسے مشاہدہ ابدیت میں غرور نفس و زائل ہوتا ہے اور مطالعہ صفات حق میں بند ہے

لئے اسکی صفات سا قطف جو جانے میں نہی کہ گویا اپنے آپ میں کچھ طاقت و قدرت نہیں دکھاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آخرت چاہنے والے کو بیان کیا جس نے دنیا کو اور اسکی فانی لذات کو چھوڑ دیا ہے بقولہ دین اور الا آخرۃ وسی امیہ سہ ماہہ و یوم من دنایک کان یسبح من شکر ربہ ان بیان اللہ تعالیٰ نے دو شرطیں ارادۃ آخرت میں بیان فرمائیں ایک توسی اور دوم شرط ایمان یعنی چاہیے کہ اسکی کوشش بعض صفات مشابہہ آخرت ہو اور غیب کو دیکھے یقین صادق ہو تاکہ اسکی کوشش ان درجات عالیہ و قضاۃ تشریفہ کے جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیے ہیں مقارن ہو اور اسکی کوشش حصہ قلبی و روحی کے ساتھ ہو۔ اقول جیسے حدیث عارضہ میں ہے کہ بخون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ گویا میں قیامت کو قائم دیکھتا ہوں اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو گئی ہے اور میزان عادل قائم ہے اور ہر ایک اپنے حق نسبت و اعمال کے حساب میں ہے۔ احدیثاً - قولہ و یوم من یعنی معارفنا باللہ تعالیٰ و بعضاۃ یوم یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کا اور اسکی صفات پاک کا عار و تہ جو اور اپنے عمل کو خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے جانتا ہو کوئی عمل نہ ہو کہ علم اور کچھ تہی نہ کرے کہ بہتوں حق عزوجل کے اسکی دیوار سے غافل اور اسکی جو اہم کریم ہوگا اور ہمیشہ اسکی مشاہدہ میں باقی ہوگا۔ اور سی مشکور یہ ہے کہ حق عزوجل یا یہ بندہ عامل کے واسطے دنیا میں فی الحال مشاہدہ منکشف نہ فرما ورنہ کیونکہ تاثیر قبولیت سے کہ ابتدا سے کلمات ظاہر ہوں اور اولیاد و اہل کائنات کا ظہور ہو قال المسترحم شیخ نے بھی بعض مقامات میں تصریح فرمائی ہے کہ طریق سنت پر استقامت اصل ہے اگرچہ کثرت نیوین و یمن و تقویٰ و اسطرچہ گویا دکھانے اور اسکو کامل یقین اور غیب کا جیسے آج کے کچھ کچھ ہے شیخ نے لکھا کہ شیخ قائم ہے فرمایا کہ شرط ارادت آخرت کی جن میں سے یہ کہ نہ ہو کہ وہ کے واسطے ارادۃ آخرت ہے اور جانتا ہو کہ آخرت کے لیے سب سے زیادہ اور سی وہی کرتا ہے کہ اسکی رفتار استقامت پر ہو یعنی آخرت کے اعمال پر بطریق سنت مستقیم ہو اور کچھ شریعت اسیر و واجب کو فی ہر ہر حال اسکو چاہیے کہ اسکی استقامت اور شرط استقامت کی ایمان نہ ہو کہ یہ جس شخص نے آخرت کا ارادہ کیا اور بطرح اسکی قصد کرنا چاہیے کہ کیا تو چاہیے کہ اسپر مستقیم رہے کیونکہ بہت سے آخرت کے قصد کرنے والے ظاہر میں تقویٰ ہوئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان نہ خالی اور نہ کسی کے لباس سے نکلے ہوئے ہیں اور بہت سے آخرت کی سب سے کرنے والے جو اچھی طرح اسکی سب سے یقین اسکی کوشش مقبول نہیں ہے بعض متاخرین نے کہا کہ دنیا کی کوشش قبول نہ ہوتی ہے اور آخرت کی کوشش دل سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب ہی کرنا بلکہ بہت سے ہوتی ہے مگر ہم کہنا ہے ظاہر اور اولیاد بہت ہے یہ کہ دنیا و آخرت دونوں کو چھوڑے اور اسکی واسطے کہے جو کچھ کرے۔ شیخ ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی مشکور وہ ہے کہ یمن دکھلانا دینا نہ ہو اور نہ اپنی نفس کی طرف نظر ہو یعنی یمن کی کس نفس سے یہ کار خیر ہوا ہے اور نہ یمن ثواب کی خواہش ہو بلکہ حاصل ہو لہذا اللہ تعالیٰ ہو کہ یمن کی اور چیز کی شرکت نہ ہو تو یہی مشکور ہے پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ سامعی دنیا و سامعی آخرت میں سے ہر ایک کو بقدر اسکی سب سے بہت کے ہر بقولہ تعالیٰ کا ائد مولدا و یولدا من عطا ربک واکان عطا ربک منظور۔ ائین اللہ تعالیٰ جل شانہ کے عدل و استنفا کا وصف ہے کہ وہ کسی ائیدوار کی ائید کو خواتین فرمایا کہ یمن اسکی بخشش میں کچھ والعتنا نہیں یعنی کوئی اسکا روکنے والا نہیں اور کوئی چیز متروک نہ ہو یا یمن ہو کہ یمن وہ ہر ایک کو بقدر اسکی بہت کے ہر دینا و یمن عطا و دینا و یمن کو توفیق دینا ہر عطا سے آخرت حفظ قلب ہو۔ امام جعفر علیہ السلام سے مروی ہے کہ عطا یا سے دنیا و یمن اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت ہیں اور عطا یا سے آخرت اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب و نزالت ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کا باہم تفاوت و تفاضل بیان فرمایا بقولہ انظر کیف فضلنا بعض علی بعض پس دنیا میں بعض عابدوں کی فضیلت بعض دیگر پر از راہ طاعات اور بعضی بعض عابدات کے یمن و انکی طاعات سے دوسرے عابدوں کو زیادہ میسر ہو بطرح عارفون یمن دنیا میں معارف و شہادت کی راہ سے فضل پس عابدین و آخرت میں درجات جنات کی راہ

مقتوات ہو گئے اور عارفین و بان وصال وصال میں متفاضل ہو گئے وقد قال تعالیٰ ولا تفرحوا بکبر درجات واکر لتفضیلنا پس صفائے صال
تو اللغات اِلّا عتاب ہے اور حصول المراد بلا حجاب ہے شیخ ابن عطار رحمہ اللہ کہ جس بندہ کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک عنایت سے توفیق فرمائی
اور اس کے اعمال سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو گئے تو اس سے نیچے والوں پر اسکو فضیلت ہے پس فضیلت تو درمیان غفل کے ہوتی ہے اور غفل
اُس کے نزدیک طاعت میں بزرگ نہیں ہوتی اور نہ مخالفت سے مغلوب ہوتے ہیں اولیٰ بنی فضل و عنایت اُنکی عز و جل سے بندوں کی قبولیت
پر کس بسا اوقات ایک شخص بہت عبادت ادا کرتا ہے مگر اس سے دوسرا افضل اسوجہ سے ہے کہ اسکا عین زائد اور عجزت اسکا جھوسا اللہ تعالیٰ پر
بہت ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ کہ بعض پر عجزت و اخلاص و توکل ہے اور لگتا کہ آخرت کے فضائل میں افضل وہ ہے کہ وہاں عنایت
ازلی جو ایک پر دوسرے سے زائد ہیں وہ اسکو بلند درجات پر لے گئے اور سب سے بلند درجہ آخرت میں ہے کہ روان ہو بسا طو قریب پر اور مشاہدہ
جنسوں سے سرفراز ہو سرچ میں لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ عز و جل نے بیان فرمایا کہ بندے دو قسم کے ہیں بعض کا فزین کہ فظظ زکوا ہے اعمال سے جانتے
ہیں اور وہ اہل عذاب ہیں اور بعض اپنے اعمال سے بندگی الہی کا قصد کرتے ہیں اور وہ اہل ثواب ہیں اور اُن کے واسطے تین ٹہنیں دکھائی ہیں
تو پھر ان چل شریطن کی تفصیل فرمائی پس پہلے حقیقت ایمان کی شرح شروع کی اور ایمان کے اجزاء میں سے سب سے شرف اللہ تعالیٰ کی توفیق
و نفی شرک پہنچی کی عبادت صحیح و والدین کے ساتھ حسان و عدم ایذا کو لا دیا بقولہ

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْضَىٰ عَنْكَ الْإِيمَانُ أَفَلَا تَعْلَمُونَ ۝ وَتَقْضَىٰ رِثَاتُكَ أَفَلَا تَعْلَمُونَ ۝ وَتَقْضَىٰ رِثَاتُكَ أَفَلَا تَعْلَمُونَ ۝
ست بناؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا رب کہ تو بوجہ یہ قسم خوار کیا ہوا اور یکدم دیر بابرہ سب بندہ کہ دگر از یک ایک اور نہ کی کو دل و زبان کا ساتھ
احساناً ظاهراً ما یبغین عنک الیک بذر احدھما کو کلھما فلا تقبل لھما ای و لا تتکھرھما و قل لھما قولا کریماً
اچھی طرح اگرچہ جان و تیرے نزدیک بڑھ چکا ہے کہ دونوں میں سے ایک یا دونوں قسمت کیوں لے آئے اور تیرے چہرہ کو انگو اور کہ آئے بات کو است کی
کَافِرٌ قَدْ جَاءَکَ الْإِيمَانُ مِنَ اللَّهِ وَلِیِّنَ إِلَٰهَکَ وَتَقْضَىٰ رِثَاتُکَ أَفَلَا تَعْلَمُونَ ۝ وَتَقْضَىٰ رِثَاتُکَ أَفَلَا تَعْلَمُونَ ۝ وَتَقْضَىٰ رِثَاتُکَ أَفَلَا تَعْلَمُونَ ۝

اور چارہ کہ اُنکے لیے باز داری کی شفقت سے اور کہ سب بھارت و کفر اور دین پرستی کی طرف سے ہلاہل ہوئے ہیں
لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ کوئی دوسرا معبود کہ خواہ خواہ اہل
ہے سرچ میں کہ بعض کے قول میں صیغہ خطاب واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے لیکن مراد اور لوگ ہیں اور مترجم کہتا ہے
کہ حقیقی خطاب ناماں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے اسلئے کہ اُس کے کلام میں فرمایا جس کہ والدین اگر یوں نہیں توفیق والی آخرت اور بظاہر ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین انتقال فرما چکے تھے پس غایت یہ ہو سکتا ہے دونوں آیات میں سے بعض کی ملاحیت آپ کے واسطے
حقیقی تھی اگرچہ مجموعہ نہ ہو لیکن شرک کی ملاحیت بھی نہ تھی لہذا خطاب آپ کو مجازی ہے اور مراد خطاب سے اور لوگ ہیں جیسے کسی مجمع میں
سے بادشاہ فظظ اپنے وزیر کو بوجہ کرامت کے خطاب کرے اور مقصود اس سے اور ان کے لیے ارشاد ہو پھر سرچ میں لایا کہ اولیٰ ہے کہ لین کہا جاوے
کہ یہ خطاب انسان کو پہنچی اسے انسان بنی بولائی خطاب ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مراد است میں سے وہ لوگ ہیں جو تکلف ہیں سینے
اسے بندہ تکلف اپنی ہی آخرت و عبادت رب تعالیٰ میں اسکا کوئی شرک امت نہ بنا فَتَقْضَىٰ عَنْكَ الْإِيمَانُ کہ جبکہ نتیجہ ہوگا تو بیچھندہ و غیبی
شرک کرنے پر مذمت کیا گیا یعنی تیرے شرک کرنے سے حقیقت میں تو کچھ بھی نہ ہوگا مگر تیرے حق میں دنیا میں یہ نتیجہ ہوگا کہ تو مذموم ہو جائے گا
فَخَذَّكَ ۝ خوار کیا ہوا کیونکہ رب عز و جل تیری مدد نہ فرماو چکا بلکہ تجھے اسکے حوالہ کرچکا جسکو تو شرک الایا حالانکہ وہ کسی نفع و ضرر کا مالک نہیں

بلکہ ایک صرف المدقاعے وعدہ لاشرب کی ہر سراج میں کہ کائنات شرب کا ذوق اور کافہ لائق ذمت و خواری ہر اس کو غیر سے نفع نہ ہوگا شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ عبدالمعین مودنے نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کو فائدہ ہو پچاس روپے دیوں گے پس نے بیٹھا تو اس کے فائدہ کا اندازہ نہ ہوگا اور جس نے المدقاعے سے عرض کیا تو المدقاعے نے اس پر نواکری بھیجتا ہے خواہ کسی وقت پر یا بغفلت رواہ الامام احمد و ابو داؤد و الترمذی و قال ابن حجر عسقلانی میں لکھا کہ اس وجہ سے کہ دلیل سے ثابت ہے کہ سوائے المدقاعے کے کوئی مالک و مدبر نہیں ہے وہی جی القیوم ہے تو سب نعمتیں اسی کی طرف سے حاصل ہوئی پس جس نے المدقاعے کے ساتھ کسی کو شرب کیا تو اس نے بعض نعمتوں کو المدقاعے کے سوا سے دوسرے کی طرف نسبت دیا پس وہ سوائے خواری ذمت کے کسی چیز کا حق نہیں ہے۔ تفسیر و واحدی نے کہا کہ قولہ فتنعہ منسوب و کیوں کہ لفظ و واحدی نے کہا کہ وہ جواب نہیں دیا اور نصب اس کو صرف آفت کی وجہ سے ہے جو بہانہ مضمر ہے جیسے کہین کہ لا یقطع عن الخبث لہذا یعنی ہم سے جدا کی مست کیجیو کہ ہم تجھ سے جدا کر دینے لائیں منک الخطاء فیصلہ مالک ابن نجیح کہ تو جو کچھ بعد فار ہے وہ اس حرف سے معلق ہے کلمہ متعارف ہے اور علماء نے خود اس کو جواب اس واسطے کہا ہے کہ وہ جزاء کے ساتھ ہے اور دوم سبب ازاول ہے پھر المدقاعے نے بعد اعتقاد و توحید کے عبادت وعدہ لاشرب کا حکم دیا بقولہ۔ و تقہی ارجا تک لا یجوز فیہ الا شرب و حکم دیا تیرے رب کے یہ کہ مت پوچھو گوی کو یعنی لوگوں میں سے حقہ نہ رکھتے ہیں کوئی شخص سوائے رب عزوجل وعدہ لاشرب کے کسی کی پریش نہ کرے۔ اس میں فریضت عبادت الہی کا حکم اور ممانعت عبادت غیر سے ہے کیونکہ عبادت و فعل ہے جو نہایت نظم و کوشاں ہے اور نہایت نظم و کوشاں ہے عباد کو یہ لکھا اور لائق عبادت لکھا اور ہر طرح کا انعام و افضال عطا کیا اور ہم سوائے المدقاعے کے کوئی نہیں جو اس سوائے اس کے کوئی بھی لائق عبادت کے نہیں ہے۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ قضی بیان بھی امر بخیر و علم دیا اور مجاہد نے کہا کہ قضی یعنی وحی یعنی تیرے رب نے وصیت فرمائی اور یہی ذلت ابن کثیر ابن مسعود و صفاک بن مرثد کی ہر سراج میں لایا کہ میں بن مرثد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قضی ربکا اصل میں وہ وحی ربکا تھیں دو دن وادین سے اسکا حصاد سے لکھا تو قضی ربکا پڑھا گیا پھر فرمایا کہ اگر قضی اپنے اصل پر ہوتا تو کوئی بھی المدقاعے کی مخالفت نہ کر سکتا اور کسی سے گناہ ممکن نہ ہوتا کیونکہ نقصان کسی کے خلاف ہونا محال ہے اور لازمی ہے کہ اس کے قول بالکل بیدار ہو اس کے لکھنے کی ہی تاویل جائز ہو تو قرآن سے ان اٹھ حواسے اور حجت نہ رہا اور یہ باطن ہے اور مقرر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ثابت نہیں ہوئی۔ ان پر ہو سکتا ہے کہ جو مجاہد سے مروی کہ قضی یعنی وحی ہو بدین اس کے کہ قضی اصل میں وہی تھا۔ یعنی میں یہ کہ تیرے رب نے وصیت کی کہ سوائے اس کے کسی کی بندگی مست نہ کر۔ و رب الذین احسانا فادعوا وصیت کی والدین کے ساتھ احسان کی اور اگر قضی یعنی امر ہے تو یہ کہ حکم دیا تھا اور بعض نے کہا کہ وہ جناب والدین احسانا یعنی ان کی کرو والدین کے ساتھ ابھی طرح پس حق کے ساتھ المدقاعے کی مدد اور نصرت ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا ان انگریزوں والدین کے احسانا یعنی انگریزوں کے ساتھ والدین کے واسطے اور اپنے والدین کے واسطے یہاں المدقاعے نے اپنی توحید کے بعد ہی والدین کے ساتھ احسان و فرمانبرداری کو لایا اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے بڑھ کر گناہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ لاشرب بالنعی یعنی لاشرب کے ساتھ شرب کرنا۔ پوچھا گیا کہ اس کے بعد تو فرمایا کہ والدین کی نافرمانی۔ اور ثبات غرض کہ سب سے بڑا گناہ بعد شرب کے نافرمانی والدین ہے اور معلوم ہوا کہ المدقاعے نے بعد اپنی توحید کے والدین کی نافرمانی اور احسان کو شرف دیا ہر سراج میں لایا کہ یہاں دو چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ المدقاعے نے خالص توحید کے ساتھ اپنی عبادت کے حکم کے بعد والدین کے ساتھ احسان کیا تو ان میں کیا نہایت ہے پس اس کے لئے وجہ وہ ہیں۔ وجہ اول یہ کہ انسان کے وجود کا سبب حقیقی والدین کی

ایجاد ہے کہ اسے پیدا کر دیا اور سب ظاہری والدین ہیں والدین نے اولیٰ نظم سبب بتی کا حکم دیکھ کر تعظیم سبب ظاہری کا حکم دیا۔
 وچہ دوم یہ کہ جو چیز موجود ہو یا وہ قدیم ہے یا حادث ہے اور واجب ہے کہ موجود قدیم کے ساتھ آدمی کا معاملہ تعظیم و عودیت چاہیے ہے اور
 موجود حادث کے ساتھ بالکل شغف چاہیے اور حدیث میں جو ایک خلق یہ کہ تعظیم آدمی کی اور شغف خلق کی پر۔ تو مراد اس سے شغف
 ہے اور شغف کے واسطے زیادہ لائق والدین ہیں کیونکہ ان کے انعام کچھ پر بہت ہوتے ہیں پس قولہ والدین احسانا سے خلق پر شغف کرنے کا انعام
 ہے۔ وچہ سوم یہ کہ نعم کا شکر واجب ہے پھر جتنی نعم وہی حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور بھی ہوتا ہے کہ بعضے پیدا کر کے والے کا تجھ پر انعام ہوا اور اس کا شکر
 واجب ہوتا ہے کیونکہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا میں لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جو کوئی لوگوں کا شکر یہ ادا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا
 نہیں کرے گا۔ پھر خلق میں سے کسی کا احسان آدمی پر اس قدر نہیں ہوتا جقدر والدین کا ہوتا ہے کیونکہ والدین میں سے دلہا ایک قطعہ و کچھ ادا
 ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ فاطمہ بضعۃ منیٰ یعنی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حق میں فرمایا کہ فاطمہ ایک کچھ دلہا سے ہے
 اور نیز والدین کی شغف اولاد پر بہت بڑی ہوتی ہے اور ان کی طبیعت جمول ہوتی ہے کہ ہر طرح کی بھلائی اولاد کو پہنچا دین اور ہر طرح کی برائی
 اولاد سے دور رکھیں پس ضرور ہو کہ والدین کی نعمتیں اولاد پر بہت ہوتی ہیں بلکہ آدمی سے آدمی کو جو بھلائی پہنچتی ہے یا زمین سے سب سے بڑھ کر
 یہی نعمت والدین کی ہے جو اولاد کو پہنچتی ہے اور نیز یہ کہ آدمی پر وہ انعام زیادہ اعلیٰ ہوتا ہے کہ جہاد نہایت درجہ کا ضعیف و عاجز ہو اور والدین
 انعام آدمی وقت میں ہوتا ہے کہ جب وہ ہر طرح کے واسطے لکھا محتاج ہوتا ہے پس اس انعام کا موقع نہایت اعلیٰ ہے۔ اور نیز یہ کہ بھلائی بھلائی پہنچانے
 میں کبھی یہ قصور رکھتا ہے کہ اس کو بھی بھلائی پہنچے اور کبھی کچھ اور قصور ہوتا ہے کہ والدین کی بھلائی پہنچانا اپنی اولاد کو کچھ اس شخص سے نہیں ہوتا ہے
 پس یہ انعام بہت پورا و کامل ہے پس ان وجہوں سے ثابت ہوا کہ مخلوقات میں سے کسی کا احسان والدین اور دوسرے پر دلہا نہیں جو جہاد کے والدین کا اولاد
 پہنچا دے یا کسی واسطے اللہ تعالیٰ سے پہلے تمہیں اللہ تعالیٰ کے شکر کو با دے عبادت خالص شروع کیا ہے کہ اس کے ساتھ ہی شاکست والدین کی زبان فرمایا
 اگر کہا جاوے کہ بالطبع والدین سے سبب اولاد ہونے میں خواہش انسانی کو بھی دخل دیا تھا جس سے لازم آگیا کہ فرزند پیدا ہوا اور پیدا ہو کر ہمارے کائنات
 و معاصی میں آگیا تو والدین کا کون انعام اولاد پر ہوا حتیٰ کہ بعض فلسفی اپنے باپ کو مارا کرتا اور کہتا کہ اسی نے مجھ کو اس عالم کو ن و فساد میں داخل کیا
 اور مجھے موت کے لیے نشانہ بنایا اور اسی کی وجہ سے میں فقر و فاقہ و اندھا پن و لولا و لنگڑا ہونے کے واسطے خوف زدہ ہوں اور ایک شخص فلسفی ابو ابراہیم
 گذرا ہے اس سے پوچھا گیا کہ تم تیری قبر پر کیا لکھیں تو اُسے کہا کہ میری قبر پر لکھنا کہ یہ اسکے باپ کا سپر فلیم اور میں نے کسی نظم نہیں کیا ہے۔
 اسی طرح یا دشادہ اسکندر سے پوچھا گیا کہ تیرے استاد کا تجھ پر حق زیادہ ہے یا تیرے والد کا اُسے کہا کہ استاد کا حق زیادہ ہے کیونکہ اسے میرے
 پڑھانے سکھانے میں ہر طرح کی سختیاں اٹھنا کر مجھے نور علم میں پہنچایا اور والد تو اُسے نہایت جماع کی خواہش کی تھی پس مجھ سے اس عالم
 کون و فساد میں نکال دیا اور میری مروتی ہے اچھے باپوں سے وہ ہے جس نے مجھے علم سکھایا۔ اس طویل تقریر کے اعراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ
 والدین نے اگرچہ اولاد میں لذت انسانی کا قصور کیا ہو لیکن ایک توداعی اس اصل کے لیے بالطبع ہوا اور اولاد بالفضل غیر موجود ہونے سے داعی
 نہیں تاکہ وجود اولاد ہو پھر بھی جب سے یہ پیچ پیدا ہوا سو وقت سے لیکر انھوں نے نہایت غور سے یہاں تک کیا کہ فرزند ہر طرح کی لائق
 خوبیاں پہنچیں اور اُس کے اوپر سے سب طرح کے آفات و بلائیں دور ہوں اور انھوں نے انہیں ہر طرح کی تکلیف و شغف اپنے اوپر اٹھائی
 یہاں تک کہ وہ سن بلوغ پہنچا پس کیا جقدر خوبی و برتری آدمی کو پہنچتی ہے سب میں سے اعلیٰ و اشراف نہیں ہے۔ ضرور ہے۔ جواب سب
 شہادت اسقاط ہو گئے مگر یہ کہ اس کو باپ مستقل سبب اور خالق اپنی اولاد کا نہیں ہے حتیٰ کہ بعضے لوگ تمنا کرتے ہیں اور ان کے اولاد میں ہوتی ہے

پس جس نے باپ پر یہ الزام لگایا وہ اصل جاہل ہے۔ پھر سرچ میں لایا کہ تیرے دوہے ہے کہ کبریت کے تیرے نظم سے کئی نیکے ہیں اور ہر ایک سے والدین کے حق میں احسان کی تائید و مبالغہ نکلتا ہے اول یہ کہ اوپر کی کبریت میں ہی عالم آخرت کی تائید فرما کر اس کے بعد اس کو بیان فرمایا تو یہ دلیل ہو کہ والدین کے ساتھ احسان کرنا اور نافرمانی نہ کرنا بھی غفلان و اہلی طاعات کی پرستش ہے آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے دوم یہ کہ کل توحید کا ذکر کیا پھر طاعت خالص کا پھر فرمانبرداری والدین کا تو تیسرا درجہ اسکا رکھا پس معلوم ہوا کہ اسکا درجہ بہت بڑا ہے جو کہ والدین احسان فرمایا اور احسانا والدین نہیں تاکہ غلام ہو کہ والدین کے حق میں اہتمام شدید چاہیے۔ چہاں کہ یہ احسانا کو کر دیکھئے میں نے نظر میں اس کا احسان میں کیا کرنا چاہیے کیونکہ انکا احسان بھی تجھ پر درجہ غایت کو پہنچ گیا ہے تو تیرا احسان بھی انچولی طرح ہونا چاہیے پھر بھی فضیلت اسی کے واسطے ہوگی جس نے پہلے پہل کیا ہے اور مثل مشورہ ہے کہ جس نے جو احسان پہلے کر دیا اسکا عوض اور انہیں ہو سکتا ہے پھر چونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل خالق ہے خوب چاہتا ہے کہ والدین وقت بڑھاپے کے اور پرگران ہو جائے ہیں لہذا اہتمام کے واسطے حکم دیا کہ اسکا دراصل ران ماہر حوث ان شریفہ اور ما زائدہ جس سے سخی کی تفریر و تائید ہوتی ہے۔ لینے اگر چیکھنک عذرت لکھا الیکہ نہ پوچھیں تیرے پاس بڑھاپے کو۔ اکتھن ھٹھا اکتھن ھٹھا خواہ دونوں میں سے ایک یا دونوں یعنی مثلاً عجز و ضعف سے کسی طرح ناداری سے مضطرب ہو کہ تیرے پاس محتاج ہوں لگا کوئی کفالت کرنے والا نہیں ہے کیونکہ سب سے پہلا حق انکا پسرو ہے پس جیسے تو چھین میں اس کے پاس تھا وہی ہے بڑھاپے میں دس تیرے پاس ہوں خواہ ایک یا دونوں یعنی کچھ مجموعہ دونوں کا ہو نا شرط نہیں ہے بلکہ دونوں میں سے کوئی ہو۔ فَاَنْتَ لَکَیْمٌ اَتَيْتَ بِنْتَ مَنَا اکتھن کوئی بڑی بات تھی کہ اُن تک مت سنا جو تیرے کلام میں سے بہت آخر درجہ کا ہے تائیف اُن کا اور مراد یہ ہے کہ کوئی کلام الیہ است کہ جو اُن کے کالوں کو گوارا ہو اور کسی وقت میں انکی جناب میں کلام مت کر تھی کہ اُن کی اتنا صل بھی انکی شان میں تجھ سے سرزد ہونا چاہیے عطا رہن ابی رباح نے کہا کہ نہ مت کہیں اپنا تھنا تیرا کواری سے مت چھو کہ لڑائی نفسیہ الہا بہن کثیرہ ہر طرح و معاملہ وغیرہ میں ہو کہ اُن مت کہ یعنی انکو نصرت کر نہ جانے کہ کہا کہ اُن مجھے تین اور بھی مجاہدہ کا فل ہے کیونکہ مجاہدہ نے کہا کہ اُن مت کہ یعنی انکو قد زینی ہفتا مت کہ جیسے دس تیرے چھین میں نہیں لگنا ہے تجھ جبکہ تو اپنے پیچھا نہ میثاب کر دیتا تھا اور ایک اورایت میں مجاہدہ نے کہا کہ اگر تجھ کو نے کوئی ایسی بد پہونچے جس سے تجھے اذیت ہوتی ہے تو لے اُن مت کہ۔ اب جملہ حق لے لے والدین کے حق میں وصیت فرمانے میں بہت مبالغہ فرمایا ہے چنانچہ اپنی توحید کے بعد ہی والدین کے ساتھ احسان کرنے کو تحت القضاء داخل کیا یعنی رضی ربک عنی حکم دیا تیرے رب نے اس حکم کے تحت میں ایک تو تیرا اور دوم والدین پر احسان بیان فرمایا پھر لنگے ساتھ ادب کی نکہ لاش و شفقت کی تکمیل کا یہاں تک حکم کیا کہ زہر برابر قول و فعل کی اجازت نہیں دی باوجودیکہ یہ حالات و معاملات والدین کی طرف سے پیش ہو سکتے ہیں کہ کوئی میر میر کے پس نفس سرکش کے ساتھ ہے یا جو ہوا و سے۔ اور عرض میں فرمایا کہ خیر دار تم والدین کی نافرمانی سے جو کہ جنت جلی خوشبو پر ابرس کی راہ سے آتی ہے اس خوشبو کو نہیں پاو گے یا ان باپ کی نافرمانی کرنے والا اور وہ جس نے مانا کا تا اور تیرے پھلے کا زنا کا راور نہ وہ جو مجھ سے اپنے زار چھپے کہ میری تو فقط در رب العالمین ہی کی شان ہے فضیلت بن عباس رے سے پوچھا کیا کہ والدین کے ساتھ نیکو کار کون ہے فرمایا کہ جو شخص انکی خدمت کے لیے اسل سے نہ اٹھے مگر خدا اللہ تعالیٰ نے والدین کے حق میں پانچ قانون کا حکم دیا۔ اول تو یہ کہ کوئی کہ اُن مت کہ اور دوم قولہ تعالیٰ۔ وَكَانَ مَعَهُ ھُتھا اور دونوں کو زبردست کر یعنی اگر اولیاضل کہیں جو تجھے خوش نہ معلوم ہو تو بھی الیہ البقا مست کہ جس سے اس فعل پھر کرنا پایا جاوے۔ یہاں سوال وار دھتا ہے کہ اُن تو اس سے کہ ہے جب اُن سے منع کیا تو خودی ثابت ہو گیا کہ نہر باطل ممنوع ہے جواب دیا گیا

کہ تائیف کی مخالفت سے مراد یہ کہ کم پیش کسی پر زجر کا اظہار نہ ہوا اور انتہاء کی مخالفت سے مراد یہ کہ ایسی بات میں مخالفت اُسکے رد کرنے سے چھٹانے کے طور پر نہ ہو مگر ہم کہنا ہے کہ انتہاء اُسکے فضل پر زجر سے مخالفت ہے پس ظاہر یہ ہے کہ اُن سے مخالفت موافق تفسیر حضرت مجاہد کی اُنکی جانب سے کوئی امر ناکارہ نہ ہو نہ سمجھے اور عدم زجر سے مراد اُسکے کسی قول و فعل پر نہ چھوڑے کہ **وَقَدْ تَقَدَّمَ فَكَارِهُنَّ** اور کہ اُس نے قول کریم یعنی کلام عمدہ پاکیزہ ہم جیسا کہ اُسکے ساتھ مقتدا سے ادب ہے۔ سراج میں لایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسے یوں کہے یا اتھا یا آتا ہ۔ اسے آتا ہے اُن۔ عطار سے مروی ہے کہ اُس نے بات کرتے وقت اُنکی طرف آنکھ نہ اٹھاوے اور نہ نظر کرے کہ یہ دونوں باتیں قول کریم سے منافق ہیں۔ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ اِنی اراک وفوکسی فی ضلال مسین یعنی میں تجھ کو اور تیری قوم کو گھلی ہوئی لڑائی میں دیکھتا ہوں تو جواب دیا گیا کہ اس قدر غنائش اللہ تعالیٰ کی حق کی رعایت سے ہے اور حق الہی عزوجل سب پر قدر ہے۔ مگر ہم کہنا ہے کہ سورہ لقمان میں فرمایا اِن جادلک علی انفسک ربی مایس لک۔ بظلم فلا تطع ابیہا یعنی اگر والدین آپ کو شش کرین کہ تو میرے ساتھ نہ نیک کرے اسے ایسی چیز کرنا سمجھے علم نہیں اُنکی اطاعت کر۔ اور حدیث میں ہے کہ لایطاعہ لخالق فی مصیبتہ اِخلاق۔ نہ میں فرمانبرداری کسی مخلوق کی اپنے خالق کی نافرمانی کرنے میں ماسی واسطے بعض صحابہ نے منہنی مان لے لکھا تا بانی چھوڑا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر جاوے اس صحابی رضی اللہ عنہ نے نہ تا غفین ہو کر اگر جہاد میں آدمی کا باپ کا فردن کی جانب سے لڑے اور یا وہ باپ لڑائی میں قتال جو جاوے تو جاپے کہ باپ کو مجبور کر کے کسی مقام پر جاوے تاکہ دوسرے کوئی اُنکو قتل کر دے اور یہ طریق اونی ہے۔ اور واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلین جو کافر لڑتے تھے وہاں باپ کو قتل کرنا بعض صحابہ انصاریہ سے واقع ہوا لیکن حضرت ابو بکر نے اپنے باپ کا مقابلہ چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکر نے والد سلمان ہونے والے تھے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرزند سے معلوم فرما کر منع فرمایا۔ چہارم قولہ۔ **وَكَخَفَضَ لَهَا مَخَاضَ الدَّيْنِ** من الذمۃ جو اوست کہ ان دونوں کے واسطے بازو سے ذلت کو رحمت سے یعنی کمال نواضع و شفقت کے ساتھ اُس نے برتا کرے پس نواضع ازراہ شفقت فرض ہے نہ ازراہ تنگ دعار کے اور کسی اور عرض سے بلکہ جیسے انھوں نے تجھے محبت سے نگاہ رکھی ہے۔ جناح الذل کے مننے ذلت کے بازو حالانکہ ذلت کے بازو نہیں ہونے ہیں تو یہ استعارہ پر قتال نہ کہ کمال اس استعارہ کی توجہ میں دو تقریریں ہیں اول یہ کہ یہ نہ جب اپنے بچہ کی پرورش کرنا چاہتا ہے تو اپنے بازو پست کر کے اپنی تربیت میں لیتا ہو پس خفص البجناح کنایہ پرورش سے ہو گیا حکم دیا گیا فرزند کو کہ اپنے والدین کی کفالت نواضع سے کرے جیسے بچہ میں انھوں نے فرزند کے ساتھ کیا ہو۔ دوم یہ کہ یہ نہ جب اڑنا چاہتا ہو بازو پھیلا کر اپنے ہتھوڑا اور جب اڑنا چھوڑنا ہو بازو ملا تا ہے پس بازو لانا کنایہ سر بندی چھوڑ کر نواضع و نرمی اختیار کرنے سے ہوا۔ اور چونکہ مراد استعارہ کا خفصیل ہو تو یہاں فل کے واسطے ہاتھ پر بندہ بازو قرار دیا کہ اُسکے لیے خفص ہوا۔ پانچواں علم جو والدین کے واسطے یہ کہ **وَقَدْ دَفَعَتْ اِحْصَهُمَا** اور دعا کر کے اسے سیر کرنے ان دونوں پر رحم فرما۔ کہنا **دَفَعَتْ** یعنی جھینڈ کر جیسے ان دونوں نے مجھے پرورش کیا اس حال میں کہ میں معصیہ تھا۔ اول تو یہ فرزند کو خود پر شفقت و رحمت کا حکم دیا جیسے دعا سے رحمت الہی کا حکم دیا پس خالی اپنی شفقت پر لکھنا کہ یہ کہیو کہ یہ خود خالی و انکی رحمت بھی خالی ہو بلکہ دعا کر کے اللہ سے کہ وہ رحمت اُتارے و شکریہ فرماوے اور انکی شفقت و رحم کا بدلہ رحمت الہی ہو۔ سراج میں لایا کہ رحمت الہی کی دعا کر کے اُسکے حق میں جب حکم ہو کہ والدین مسلمان ہوں اور اگر دونوں کافروں تکلیف متوش ہو پس کافروں کے لیے ہدایت کی دعا کرے مگر ہم کہنا ہے کہ رحمت ہر ایک کے لیے مخصوص ہو پس مسلمان والدین کے لیے رحمت آخرت کی دعا کرے جو رحمت مسلمانوں کے واسطے ہو اور کافروں کے لیے وہ رحمت چاہنا نفسی ہو کہ انکو

اولن کے حق میں۔ اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے کہ سب سے زیادہ قریب والے پھر اسکے بعد کے سب سے زیادہ قریب کے واسطے۔ ورواہ ابن ماجہ
 البیہقی یعنی امام احمد نے ایک صحابی سے پوچھی یہ یوں کہ میں سے ہیں مرفوع روایت کی اور ابویہ احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزاز نے اپنی سند
 میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خانہ کعبہ کے طواف میں ایک شخص باہمی مان کو اپنی گردن پر بچھائے موسیٰ طواف کرنا تھا پھر اسے حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بھلا میں نے نبیؐ کی مان کا حق یا آپؐ نے فرمایا کہ نہیں اور نہ ایک ناخن یا برابر ایسا ہی پچھ فرمایا۔ قال البرزقانی اسنادہ
 الحسن بن ابی جعفر ضعف۔ لہذا ذکر اس کا نظاں کثیر مراد عالم و صراح وغیرہ میں کہ ابویہ مرد سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کہ عرض کیا کہ
 یا رسول اللہ میری زندگی میں کون ہے جسکے ساتھ میرا احسان کے ساتھ بسر کرنا سب سے اچھا ہے آپؐ نے فرمایا کہ میری مان پھر میری مان پھر میرا باپ
 پھر میرا باپ پھر درجہ بدرجہ جو تجھ سے زیادہ قربت والا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ مالی احسان میں باپ کی نسبت
 مان مقدم ہے اور علم مانے میں باپ مقدم ہے۔ ابویہ مرد سے مروی ہے کہ کوئی فرزند اپنے باپ کا عوض نہیں انداز کر سکتا مگر جب کہ باپ کو
 ملوگ باؤ سے پھر اس کو خریدے پس اس کو آزاد کرے۔ یہ حدیث صحیح میں ہے۔ محمد المدین عمر بن العاص سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اگر حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمدانی کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے مان باپ زندہ ہیں اسے عرض کیا کہ ان تو فرمایا کہ پھر تمہیں کی خدمت میں
 جہاد کرو۔ حدیث صحیح یعنی انکی خدمت گذاری واداعے حقوق میں باوجود تکلیف وفسد کے تا کہ لاری کے دل کو راضی رکھو خدمت کرنا افضل جہاد
 ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رضائے الہی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی
 والدین کی ناخوشی میں ہے والدہ زوردارہ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جنت کا دروازہ ہے جسے ہنگامی
 ہی غفلت رکھ دیا جاوے چاہے ضائع کر دے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے مراد نہیں کہ آدمی کو ہی غفلت کرنے کا باعث بنے کہ اسے اختیار ہے بلکہ یہ تہذیب و
 ہر جیسے قولہ تعالیٰ انما یزاد الا توہما حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون
 کا سب سے زیادہ پسند ہے فرمایا کہ اپنے وقت پر غنا پڑھنا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کون آپؐ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیکوئی کرنا پھر میں نے عرض کیا
 کہ پھر کون آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ شیخ ابن عیینہ رحمہ سے پوچھا گیا کہ میت کی طرف سے صدقہ دینے کا کیا حکم ہے فرمایا کہ یہ
 صدقہ میت کو پہنچتا ہے اور مرے ہوئے کو کون کے لیے ہفتخار سے زیادہ کوئی چیز ناف میں ہے اور اگر کوئی چیز اس سے زیادہ بھی میت کے لیے ناف
 ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے والدین کے حق میں حکم فرمایا کہ لا لکم اللہ تعالیٰ نے فرما کر جمیع دنیا کو تھوکرے والدین کے لیے کہ وہ میت فرمائی ہو۔ مترجم
 کہتا ہے یعنی آیت وصیت والدین میں ہی فرمایا کہ لعل رب الرحما الخ یعنی موت کے بعد انکے لیے دعا و استغفار کر لیں اگر صدقہ زائد دفع دینا تو صدقہ کا حکم
 فرمایا پس مسلم ہو کہ سب سے زیادہ ناف استغفار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صدقہ دینے کی قدرت ہر ایک شخص کو نہیں ہوتی بلکہ اس استغفار شخص کو سکتا
 ہے اور واضح ہو کہ تمام امت اہل سنت کا اجماع ہے کہ میت کو مالی صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور دعا و استغفار میں امت کا اجماع ہے اور ہر باوجود فرات
 قرآن یا ذکر یا نوافل وغیرہ کا ثواب تو ایک جماعت فقہاء کے نزدیک ہے بھی پہنچتا ہے پس معلوم ہوتا کہ میت کے واسطے دعا و استغفار کا بہترین مالی صدقہ
 دینا اچھا ہے جو سب سے نواسے و نواسے قرآن وغیرہ کا ثواب پہنچا دے یا دونوں ہو سکے ہوں تو دونوں طرح ثواب پہنچا دے اور بعض لوگ میت کا
 کھانا چوز کر کے میں سودی روپیہ قرض لیکر لیا جائے تو دیون و بیگانہ کی فروخت کر کے اس میت سے کہ نہیں کہ دنیاوی دینار ہوئی یا بگل برادری کہ
 ایسی بقیہ سے میت کے واسطے ثواب نہ ہوا و ناحق دینا کہ ان کے خیال میں جاہل و مال مر یا دیگا پس اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیے۔ سعید بن مسیب
 سے مروی ہے کہ جو کوئی اپنے والدین کے ساتھ نیکوئی کرتا ہو وہ بڑی موت سے نہیں مرے گا۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا کہ میرے والدین بوڑھے ہو کر اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ بطرح انھوں نے میرے بچپن میں میری پرورش و سختی کی وہی اپنی پرورش
مجھے کرنی ہوئی ہے تو کیا میں نے انھیں حق دے دوں اور ان کو میرے ساتھ اپنی پرورش و سختی کرنے دوں اور جانتے ہوئے کہ وہ بڑا
ہے اور تو ان کے ساتھ اپنا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ مر جائیوں۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اپنے باپ کی
کہ وہ میرا مال لے لیتا ہے پس آپ نے اس کے باپ کو بلا دیا اور کہا تو وہ ایک بوڑھا آدمی جو عصا پر تکیہ دیتا تھا اس سے پوچھا تو اُس نے عرض کیا کہ ابوالفضل
پر تو کا کڑور تھا اور میں قوی تھا اور یہ محتاج تھا اور میں تو ان کو غائب اس وقت اس سے کچھ چہر نہیں روکتا تھا اور ان میں کمزور ہوں یہ
قوی ہے اور میں غیر ہوں یہ تو ان کو بے در بدر بھیج رہے مال سے بخل کرتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ جو ہیلہ و بھرا اس کو سنیگا
دہی روئیگا پھر اس کے سے فرمایا کہ تو اب میرا مال تیرے باپ کے ہیں۔ بڑا حدیث حسن۔ روایت ہے کہ ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
اپنی ماں کی بدخلقی کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو وہ بخل نہیں کرتے تھے تو میرے لئے بے بیٹ ہیں رکھا ہوا بلا کہ بخل نہیں کرتی ہے نہ فرمایا
کہ اس وقت بخل نہیں کرتے تھے دوسرے دو دھڑا ہوا بلا کہ بخل نہیں کرتی ہے آپ نے فرمایا کہ اس وقت بخل نہیں کرتی ہے کہ تیرے لئے اُن سے جانتے ہیں اور
دن گذر دے وہ بلا کہ میں نے اس کو بلا دیا تو میرا بھائی نے فرمایا کہ وہ کیا اُسے بلا کہ اس کو دن بولاد کہ میں نے جے گیا ہے آپ نے فرمایا کہ کچھ
بلا کہ میں نے اُسے لے چو کہ والدین کے حق کی وصیت سخت نہیں تو اہلین شری کرنے سے اور فی ذل خیال میں و سوسہ آئے سے سخت فرمایا بولکہ رنہ رنہ
یعنی حقیقت میں تم میرا حق رکھنے والا کہ اُس نے والدین کو تم پر مہربان کیا اور ان کو پرورش کا سامان و تولد دی وہ آخلاق سے زیادہ
جانتے والا ہے۔ چنانچہ خُود سیکھ کر کچھ میرے والدین سے فرما دے والدین کے ساتھ سب طرح نیکو کاری کا قصہ بویا اُس کے برعکس ہو امدا
دل کے اندر بطرح ہے اُس کے برخلاف ظاہر ہے کہ میں کچھ نہیں ہوگا مگر ان کے لئے نفس کو ایسا بے پروا کر دے کہ جو والدین کے حق میں شفقت کا
باعث ہو پس نفس کی انواری و سرخی حضرت نبین سے جبکہ اپنی نفس کو انوار کے لئے ترم و شفقت پر آمادہ رہے۔ اُن کو فکروا احیہ یعنی۔ اگر تم
صالح ہو گے یعنی نفس الامریہ منہی عن حق ہو گے۔ چنانچہ کان و لسان و عین و سمع و ذکا و مغفرت باؤ گے کیونکہ تمہارا رب ہمیشہ رجوع لانے والوں
کے لیے مغفور ہے۔ صلح وہ ہے کہ ایسے نفس پر مستقیم رہے جو دلیل سے اسچھا ہو پس اشارہ فرمایا کہ ادب یعنی کثرت سے نفس کو ترک کر کے بار بار رجوع لانے
سے اللہ تعالیٰ استغاثہ کرتا ہے۔ احیاء میں بعض بزرگوں سے نقل ہے کہ ترم ترم نفس کی سرکشی کے بعد ان کو ایک کام پر استقامت نصیب ہوئی
شیخ امام ابن کثیر نے ذکر کیا کہ والدین کی تفسیر میں قتادہ رحمہ نے کہا کہ طاعت کرنے والے اہل صلوة۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سبج کرنے والے سار
ایک روایت میں ابن عباس نے فرمایا کہ طبع حسن لوگ بعض سلف نے کہا کہ وہ لوگ جو میر و عشا کے درمیان نماز پڑھتے ہیں بعض
سلف نے کہا کہ جو لوگ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے بعض احادیث سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور بعض سلف نے کہا کہ والدین وہ کہ
گناہ میں مبتلا ہوئے پھر توبہ کی بھیج رہا ہو پھر توبہ کی یہی صحیحین ایسے کا قول ہے کہ راہ عبد اللہ لائق والدین جو میر و عشا میں ایسا روایت میں حمیر
و مجاہد نے فرمایا کہ والدین جو لوگ عقی کی طرف رجوع لائے ہیں اور والدین سے علیہ کہ جو لوگ تخلیق میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے
استغفار کرتے ہیں اور میری مجاہدہ سے بھی مردی ہے اور عبد اللہ لائق نے عبد بن عمر سے روایت کی کہ تم لوگ ادب اختیار کیا کوئی کہ میں جو اس طرح اپنے
جلہ میں کہ کہ انکم اغفر لی اصبحت فی عجبی ہذا یعنی اسی میں نے جو اپنی اس مجلس میں گناہ پایا ہو گناہ مجھے بخشنے۔ شیخ ابن جریر رحمہ نے کہا کہ اولی
ہے کہ ادب وہ کہ جو گناہ سے توبہ کرے اور سعادت کی طرف رجوع لائے اور وہ بات اسی سے مراد بات اسی کی طرف رجوع لائے
شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ قول بھی صواب ہے۔ فانی فی العرائس قولہ تعالیٰ فی ذی ربک ان لا تعبدوا الا الہ والوالوالدین احسانا بلایت قدیمہ

کے واسطے ازل میں عبودیت خالصہ بصفہ تہذیب و تہذیب اور غیر واجب ہوئی کہ چونکہ ازل میں اولیٰ موصوف ربوبیت تھا اور بعد ازاں اسکی صفت احدیت ہے اور عبودیت کا حق کسی غیر کے لیے نہ کیونکہ حادث البتہ حادث کی بندگی اپنے خیرالات میں نہ لڑا کہ جو عبودیت بالکل مجاز ہو اور عبودیت حقیقی نہیں واقع ہوئی اگر کسی کے واسطے جو ازل سے ہی ہوا اور عبودیت یہ کہ فیکم کو حادث سے منفرد یقین کرے اور جانے کہ وہی تمام میں متصرف ہو اور اسکی عبودیت کے سامنے فنا ہووے اور والدین کے ساتھ جو احسان کا حکم دیا تو اس وجہ سے کہ اسکا فعل خاص ہو اور ایجا کر کے بین اس کے فعل کی عظمت و احترام اسکی صفت کے احترام سے ہوا اور اسکی صفت کا احترام مثل اسکی ذات کے پس والدین کا احسان و احترام کو ظہور کیا اور والدین کے احترام و اجلال سے ہے پھر چونکہ شیخ طریقت و اسناد حقیقت مجاہدین باطن کے سب سے بہتر ہے اور والدین کے لیے محبت میں انکی پروری و تہذیب کرنا سب سے مقدم ہے۔ قال لکتر جم بعض آثار سے ثابت ہے کہ باپ تین ہیں ایک وہ جسکے لفظ سے پیدا ہوا اور ایک وہ جس نے بچہ اپنی دختر دی اپنی خسرو ایک وہ جس نے بچہ لفظ یم دی اور ان سب میں بہتر وہ ہے جس نے بچہ لفظ یم دی۔ جب یہ معلوم ہوا تو حق حضرت سید عالم علیہ السلام کا سب سے افضل ہے لہذا آپ کے احوال و اسطرط تمام مومنوں کی مائیں ہیں پھر جس نے کسی شیخ طریقت و اسناد حقیقت سے فیض پایا وہ سب سے افضل ہے اسی کو شیخ کہہ جاتے ہیں کیا فاضل بعض مشائخ نے کہا کہ عبودیت یہ ہے کہ ارباب کو قطع کرے یعنی صفات الہیہ میں کسی دوسرے کو رب نہ بناوے حتیٰ کہ کسی کی طرف سے نفع و ضرر بھی نہ جانے اور اسباب سے گردن چھڑا دے یعنی کسی سب کو ٹوٹ کر بچھے کہ مثلاً اپنی برسرے نوعیتی ہو بلکہ اصل میں مؤثر والدین کے ہوا وہی اپنے فعل سے بند ہے نہ کسی عیشت و ولہ اسباب کو دیتا ہے اور جو تدبیر و سبب نکالا جاتا ہے یہ بھی اسی کی طرف سے ہے اور اس کے حکم کی فراہم داری ہوا دوسری احتمال نفس پر مشتمل ہے کہ سبب برائے بختہ کرنے کا یہی حکم ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ سب کی طرف نظر نہ ہو پس عبودیت یہ کہ ارباب کو قطع کرے اور اسباب سے علیحدہ ہو اور حق عزوجل کی طرف رجوع کرے اور اسے شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ جو بندہ عقاب عبودیت میں مقیم ہو جائے تو شاہدہ عیب کے واسطے اس کا سر باطنی ظاہر ہوتا ہے اور جو وہ چاہتا ہے قدرت الہی اسکو پورا کر دیتی ہے مگر ہم کہتا کہ جو شخص عقاب عبودیت میں زدہ اپنی خواہش نفسانی سے کچھ نہیں چاہتا ہوا اسکی خواہش بھی پاکیزہ و موافق تقدیر ہو فی ہر لحاظ قدرت الہی سے جو وہ چاہے پورا ہوتا ہے۔ قولہ رحمہ اللہ عانی لغوی حکم یعنی جو کچھ تمہارے نفوس میں اجلال الہی و عظیم کبر بانی و شہود نعمت سے ہے کہ انوار آیات کو عقل سے شاہدہ کرتے ہو اور روح سے نور صفات دیکھتے ہو اور سر باطن سے اسکی ذات سے انوس ہوا ان سب کو تھا اور اب جانتا ہو وہی علم پر حکم چاہتے ہو کہ اسکی رعنائی کے لیے اپنے وجود کو قربان کر داور صبر سے رہو اور اس کے حکم فقار پر نبات قدیم ہو اور صاحبین سے یہ اشارہ ہے کہ خطرات نفسانی کو انوس روحانی سے دور کر داور صفت حادث کو فنا کر کے معرفت کے ساتھ صفت قدیم پر نظر رکھو اور فانی ہو کر اس سے اسی کی طرف طاعت تھا اور اقرار ہو۔ قانہ کان الا تو اہل غفران و اواب وہ کہ اس سے اسی کی طرف رجوع لاوے اس طرح کہ اس کے حضور میں شرم نہ ہو اور اس سے اسکی فضیلت کا ذکر نہایت فریب نہ پڑے کہ چونکہ جو انوس کی طرف تضرع و زاری و تضرع حاجتی سے رجوع لا تا ہوا اور اس کے جلال و قدرت اور عظمت کبر بانی میں فنا ہوتا ہے اسکو اپنے کارم سے جڑ نہ پڑا ہوا کہ اسکی قدرت کے لیے فانی ہو کر فانی ہو جائے نفوس ذکر کیا اور قلوب و ارواح و اسرار کو کہ نہیں فرمایا اور محول کا ذکر فرمایا تو کہتے ہیں کہ فریب جانتا ہے جو وہ تمہارے نفوس میں خواہش ناگوار ہے اور نفوس کی طبیعت اہل ہے کہ کمر کشی و انکار سے اور طاعت سے معصیت کی طرف بھاگے اسی واسطے فرمایا کہ ان کو تو صاحبین یعنی نفس کی ناگوار خواہشوں سے منہ پھوٹ کر اس کے پروردگار والدین کے لیے کی طرف رجوع لانے والے ہوا و گئے تو وہ غفور ہے کہ چونکہ اس طرح مذمت سے اسکی طرف رجوع لاوے اس کے آگے کتنا ہون کہ بختہ نہ پڑا ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک بھی خواہش نفس کا گناہ ہے کہ شاہدہ عیب کی آرزو نہ پڑے شیخ

منہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غفور ہے یعنی اس کے بندوں میں سے جو کوئی کسی کی طرف رجوع لاوے اس کی مغفرت فرماتا اور سہر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بخشنے والا ہے یعنی اس نے فرمایا کہ ادب وہ ہے جو شکر سے دعا میں مصروف ہو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اتواب وہ ہے کہ اپنی طاقت و قوت سے بری ہو کر اللہ تعالیٰ پر ہر حال میں بھروسہ کرے پھر اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ نیکو کاری کا حکم دیا اہل قربت حقیقی کے ساتھ نیکو کار کا حکم دیا اور سراج میں لایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا تو ان کے بعد تمام اہل قربت و ذوی الارحام کے ساتھ اور غیروں کے ساتھ کوئی کا حکم عام دیا اور اسراف وغیرہ سے منع کیا بقول تعالیٰ

وَالَّذِينَ يَذْكُرُوا الْقُرْآنَ حَقَّهُ وَالْحُسْنَىٰ وَأَبْنَىٰ السَّيِّئَاتِ وَلَا يَبْخُلُونَ بِذَلِكَ لِمَنْ أَلَّاهُمْ الْإِنْسَانُ رِزْقٌ مِّنْ لَّدُنْكَ كَالْعُثْفَىٰ
اور دوسے قربت والے کو اس کا حق اور سبکیں کو اور مسافر کو اور نذرانہ کر کے اس طرح کا بیٹک اس میں کرنے والے برادران الشیاطین طوکان الشیطان لربکم کغوراً ۱۵۰ وَاَمَّا نَعْرِضُ عَنْهُمْ فَوَيْلٌ لَّكَ يَوْمَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ
شیاطین جہنم اور شیطان ہے انچہر با کا گنگرا اور اگر تو خود مومنے ان لوگوں سے مطلب رحمت کے لئے چننے کی جانب سے بگاڑ دے گا

فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْمُونًا ۱۵۱

فَوَكَّدَ اُنْثَىٰ ۱۵۲ : آسانی کی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰتٰی الْفَقْرَی دے قربت والے کو خواہ وہ قربت والا ان کی جانب سے ہو یا آپ کی جانب سے ہو یا دونوں کی جانب سے ہو اگرچہ درجہ کے رشتہ کا ہو سقۃ اس کا حق۔ یہ خطاب ہر ایک شخص کو ہے کہ اپنے اقارب کو اپنے حقوق عطا کرے خواہ صلہ رحمہ کے ہوں یا محبت و ملاقات کے یا ان کی مدد و کاری کا حاجی بناؤ کی۔ یا جملہ اہل قربت سب ایک مرتبہ کے نہیں اور نہ ایک حال کے ہیں بعض محتاج ہوتے ہیں تو سراج میں لایا کہ اگر خود مالدار تو خیال ہو اور اہل قربت محتاج ہوں تو اہم البیعتہ کے نزدیک ان سب کو نفقہ دینا لازم ہے اور ان کا شامی کے نزدیک نفقہ لازم نہیں مگر باپ پر اولاد کا یا اولاد پر باپ کا اور بس۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس قول پر جو امام عظیم سے نقل کیا اس سب سے زیادہ قریب والا رشتہ دار مالدار ہو اور اس سے دور کا محتاج ہو اور یہ شخص ایک کو نفقہ دے سکتا ہے تو دور والے کو نفقہ دیوے اور اگر سب اہل قربت مالدار ہوں تو ان کی زیارت کرنا اور محبت کی باتیں کرنا اور ان کے کاموں میں شرکت و مدد و کاری کرنا اور ان کے حقوق میں ان کا دلدار کرے سراج میں لایا کہ بعض کے قول میں قربت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت مراد ہے یعنی عموماً سب کو حکم دیا کہ حقوق قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اور چنانچہ صدہائے گزشتہ میں جن جائز نہیں ہو تو ان کی طور پر جو دیر دیوین اور دوسرے مالی حقوق کے ان کی کو لازم ہو گا یا نہیں اور مترجم کہتا ہے کہ اگر کسی میں فقط اہل قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقصود نہ ہوں تو بھی اہل قربت رسالت کے حقوق بطریق عام حکم کے داخل ہونا چاہیے کیونکہ ان کے حقوق عام پر لازم ہیں لیکن قربت اہل قربت نہ ہونے سے جیسے عام پر حکم کے حقوق ہوتے ہیں اس طریق پر نہ ہوتے۔ وَالْحُسْنَىٰ اور دوسرے میں کو اس کا حق یعنی اگرچہ قربت والا نہ ہو پس اہل قربت میں جو سبکیں ہو اس پر صلہ رحمہ سبکیں دونوں راہ سے دو ثواب ہائی ہاں یہ حدیث میں ہے کہ سبکیں پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور قرابتی محتاج پر صدقہ کرنا صلہ رحمہ صدقہ ہے۔ وَالْبُخْلِیُّ اور دوسرے سافر کو اس کا حق فراموش نہ کرنا اور سبیل سے مسافر جو اپنے اس سے ملنا چاہتے ہوئے سے اس وقت محتاج ہو گا اگرچہ اپنے گھر میں بیٹا ہو گا تو ملنا حدیث ابن ماجہ میں ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے سے سوار ہوے سجدہ ہے کہ گھوڑا شاید اس کے سفر کی ضروریات میں سے ہو یا جملہ سائل کے حق میں تو احوال دنیا کا شکر وہ ہیں جس نے ضرورت سوال کی حرمت اور اس کا مذہب ثابت ہے اور دینے والوں کے حق میں یہ حکم ہے جو مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں اگر کسی نے لوگ ہیں جنہوں نے سوال کر کے

حاصل کرنا پناہ دینا کہ آیا ہے اور وہ کس عیشت میں بھی توجہ نہیں کرتے ہیں لہذا ان کو یہ تہن گویا سوال کرنے کی عادت تین نامی اہمات ہے حالانکہ ہر طرح حذر دست ہونے سے وہ کامیابی کر کے ان کو انکو سوال میں پہنچنے دیا جاتا ہے اور بعض فروع اسکے فہم میں مذکور ہیں شیخ ابن کثیر نے تفسیر میں لکھا کہ آیت میں صلوا صوام و احسان کا حکم دیا اور حدیث میں ہے کہ جو خوش معلوم ہوگا اسکے رزق میں فرخی دیا جائے اور اس کی موت میں تاخیر دیا جائے اسکو چاہیے کہ صلہ کر کے صاف دے اور اگر بکرا بکرا کرے یعنی الصدقہ سے روایت کی کہ جب آیت دات وافر فی حقہ نزل ہوئی تو حضرت علیہ السلام نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا دیا اور انکو باغ فذک غنایت کیا اس پر ارادہ کیا کہ اس حدیث کو تفصیل میں عرض کرے اور اسی سے حفظ الکوئی بھی و محمد بن حاد بن ابی ابرار نے روایت کیا جو کوئی ان کا فہم نہ کرے اور روایت نہیں کرنا اگر اسکی اسناد صحیح ہو تو اس میں بے شک اس سخت ہے کہ آیت کو نہ مین نازل ہوئی ہے اور فذک البکر صدقہ ساتویں سال ہجرت میں فتح خیبر کے ساتھ ملا ہے پھر اس کے ساتھ کہ کوئی کلمہ بھی بکرا بکرا کرے کہتا ہے کہ علا و ہ اسکے امت کا اتفاق ہے کہ حضرت صلعم نے باغ فذک حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا پھر بنا ہر مراد ہو کہ فذک کی حاصلات میں سے جیسے اپنے اذن و انصاف کا حصہ نقد رکھتے تھے وہی سی باقی حصہ دختر کو دیتے تھے اور یہ کہا جاسکے کہ مہنی ہیں کہ چونکہ یہ علم نازل ہو چکا تھا لہذا جب فتح خیبر میں سے حضرت علیہ السلام نے اپنے واسطے فذک لکھا تو اس میں سے صاحبزادی کو دیا و اللہ تعالیٰ اہم مبرج میں لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسی طرح عطایا سے حقوق کی رغبت دلائی کہ اموال بھی راہ اگلی میں بھی کرے اور عذر ہو کہ فذک کے انصاف بہت کم از فطرہ و عیال سے خالی ہونے میں تو حکم دیا کہ وہ لا یشیئ ذمہ میں نہ دے یعنی اور کسی قسم کا اسراف مت کر اسراف مال کا بچ کر اپنا ہی صورت میں زمین خسار چ کرنا چاہیے اور بات یہ بھی کہ زمانہ جاہلیت دلتے اپنے نام کے لیے اور دھکالتے مٹانے کو فغول بھی کرنا تھا اور اپنے نشان میں اسکو بیان کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ نقد و خرچہ اپنی اوجہ پر جو جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح کرنے کا حکم دیا اور اسراف سے منع فرمایا بلکہ اوسط طریقہ کا حکم دوسری آیت میں دیا بقولہ تعالیٰ والذین اذا اتوا من اموالهم لم یقلوا فقر و ان کان ابن ذک فوالا ان الذین یحذرون الله یحفظون ذلک اسراف کرنا بظلمتوں کے بجائے ہیں۔ ف اتوا ان الشاغلین ہونے سے مطلب کرنا شاغلین کے مشابہ ہیں سرانچ میں نقل کیا کہ لاخوان الشاغلین یعنی شغلاؤں کے ظرفہ میں ہیں ان کے دوست ہیں کہ جو کچھ وہ انکو ہونے چاہیے کہ ان کے حکم دینے میں اسکی فرمانبرداری کرتے ہیں انہم میں شاغلین کے ساتھ ایک ذخیرہ میں ملے ہوئے۔ و کان الله یحفظ الذین یحفظون صفت اس میں شاغلین کی جو بھلائی سے دور اور برائی میں تنہا ہر ایک کو کہ وہ اپنے رب سے جس نے سنا تو بہت سیکار اور اسکے ساتھ احسان کیا پھر انکو یہ کرنے والا اپنی باوجود محبت کے جہانک اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی نعمتوں کو بچھپا کر سکتا ہے پھر اپنا ہر تو اسکی پیروی نہ کرے چاہیے کیونکہ وہ ایسی ہی افعال کی راہ دکھاتا بعض علما نے کہا کہ یہ آیت عادات عرب کے واسطے رد ہے کہ وہ لوگ مالوں کو لوٹ مار سے جمع کر کے پھر کلمہ دفع سے بچنے کے لئے دفعہ شکر کے شکر میں اپنے مالوں کو اس واسطے بچ کر کے کہ لوگوں کو راہ حق سے روک دین اور دین اسلام داخل اسلام کی توہین دے لے دینوں کی اعانت کر دین اس آیت میں ان کے افعال کے قبیح ہونے پر تنبیہ ہے اور سراج میں لکھا کہ واضح رہے کہ جو آدمی اعلان پر فتح نہیں کر سکتا تو بخیل ہونے سے زیادہ بخیل کرنے کی طرف جھکا ہوا ہونا بہتر ہے اور دوسرے یہ کہ خواہش نفس کے موافق مال بچ کر لینے میں ہاتھ نہ دکرنا اور شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ سوائے راہ حق کے مال بچ کرنا تہذیب ہے اور یہی قول ابن عباس ص ۱۱۱ کا ہے اور دینا ہر نے کہا کہ اگر طریقہ حق میں کوئی اپنا سب مال بچ کر دے تو وہ ہمدرد زمین ہے اور اگر کسی نے ایک سیر کھجور سوائے راہ حق کے بچ کر لی تو وہ پیمزد ہے۔ متاخر رہے کہ ایک تہذیب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و نافرمانی میں مال بچ کرے اور امام احمد نے اس ابن مالک راغ سے روایت کی کہ کوئی بچہ جس سے ایک شخص نے رسول اللہ علیہ السلام

عازن جو وقیف و بطل موافق حکم کفر ناما ہے، ایمان اشارہ ہو کہ معارف صادق کے پاس جو کچھ حاضر ہو وہی اسکے لائق ہے جب کہ جتنا تک ہو کہ وہ منزل
ازل و باری سفر میں ہوا اور اگر اس کو کب ایک کلمہ تک ملتے ہو وہ ہرگز اس کی راہ سے باز نہ ہو ورنہ کوئی شخص جو تھا عبودیت میں ہو کسی برابر
نہیں کر سکتا، اور یہ کلام اذ ہم تجارت و بخل میں ہیں اور انبیاء و صلوات کی حیلست میں غلبہ رکھا جائیگا اور تکذیب و تحریف کرنا چاہتا ہو
اور ہم نے جس طرف اشارہ کیا یہ معرفت کی حقیقی حکمت ہے، پھر عارف کو چاہیے کہ جسے تن کی پرورش کے لائق احوال میں درجہ اعتدال رکھتا ہو اس طرح
روحی پرورش و تربیت میں اعتدال چاہیے یعنی سالیان کے واسطے زائد رفتاری کہے کہ فضائل معرفت باطل نہ پیدا ہو و سادہ و زانیہ کی کشائش کرے
کیسی بات نہ کر کہ جس کو نہین اٹھا سکے تو ملک ہو جاوین شیخ ابوسعید قرشی رہے کہ اس کی نسبت میں اشارہ کیا کہ آدمی نہ بطل و عجز و استقامت پر قائم ہو
اور نہ منع و بخل پر کلزا ہو بلکہ ہر حال میں اعتدال کی رحمت پر قائم ہو بعض مشائخ نے کہا کہ جو تیرہ نہیں اس کا غلبہ دست کر اور عطا کی تمامت اس کی کیا کہ
ملک در حقیقت اعتدال کے ہر اور آدمی میں نہیں مگر نے والا ہو تا کہ کو کون کے حقوق اہلنا دے چنانچہ حدیث میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا
کہین تو بائنے والا ہوں اور دینے والا فقط وہی اعتدال ہے پھر ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِنْ هُمْ أَرْثَاءُ ذُنُوبَكُمْ إِنَّكُمْ كَانُوا قَاتِلَهُمْ كَانَ خَطَاؤُكُمْ كَبِيرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ
اور دست مار ڈالو اپنا اولاد کو بھون جانے کی بیم زنی دینے ہیں انکو اور تم کو اہلقتل کرنا بڑی خطا ہے اور دست قریب ہونا کے

إِنَّهُ كَانَ فَاخِشَةً أَوْ سَاكُنًا مِّنْ أُولٰٓئِكَ

یہ خود بے غش ہے اور بہت خراب ہوا ہو

الاعتدال نے والدین کی وصیت پوری فرما کر اپنا وارث ہونا ثابت کر کے اولاد کے بارہ میں وصیت کی بقولہ حالے۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ اور دست
قتل کرو اپنی اولاد کو۔ اولاد کے نام سے والدین کی محبت اسی پر چلی کہ والدین اولاد اسب الاعتدال کے بندے مخلوق ہیں مگر ایک تو
اولاد کا کہ والدین اولاد کے قتل سے دور بھاگتے اور دوسرے نہیں کی طرف نسبت کی کہ کوئی اپنی اولاد پر غلبہ نہیں کرتا پس اپنی اولاد کو
مست قتل کر۔ وَخَشِيَةَ إِمْلَاقٍ يَّخُوفُ فَرَقًا فَادَّكَ ۝ لَّيْسَ يَكُنْ خَيْرًا لِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْ رَزَقْنَاهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا لَكُنَّا مُكْسِرِينَ ۝ وَلَوْ رَزَقْنَاهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا لَكُنَّا مُكْسِرِينَ ۝ وَلَوْ رَزَقْنَاهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا لَكُنَّا مُكْسِرِينَ ۝ وَلَوْ رَزَقْنَاهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا لَكُنَّا مُكْسِرِينَ ۝
والا الاعتدال ہے تم میں سے کوئی شخص الرزق نہیں ہوا تو اگر رزق کی طرف سے فقیہ کے خوف سے مست قتل کر و اور جان رکھو کہ اگر اولاد کے ساتھ
تکوا ایک روشنی ملی تو اولاد نہ ہونے کی صورت میں بھی تم کو کسی قدر رزق ملتا۔ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيرًا یعنی اولاد کا قتل کرنا خواہ فقیہ کی
خوف سے ہو کسی اور خیال سے ہو یہی راجح و عجب جاہل لکھیں کہ عمار و سر م کی وجہ سے قتل کرتے تھے ہر حال سب طرح بڑی خطا ہے
یہ بڑا کبیرہ گناہ ہے، این شیرہ کے قراست میں خطا بفتح طاء و مد ہوا این ذکوان کی قراست میں مدون ہوا یا بقیون کی قراست میں کبر اختیار
وسکون طار ہو۔ رانی رہے کہ ایک خطا کبر خا و سکون طار کے واسطے اسی صورت میں متحمل ہوتا ہو کہ سب عمار بخلات صواب کے عمل کرے اور بفتح
خا و طار بھی ایسی تھو کہ بھی ہوتا ہو خلاصہ یہ کہ اول لفظ تو کما خلاف صواب بدل ہی کے قتل کہتے ہیں اور دوم کہیں عدا ہوتا ہو اور بھی چوک جانے میں
مستعمل ہوتا ہو پس جمہور کی قراست میں مبالغہ ہو کہ بات ایسی دیکھو کہ کوئی چوک جانے کا دعویٰ کرے اسلئے جو ہوا ہر گناہ عذر قبول نہ ہو بلکہ
عدا کا یہ کبیر گناہ شمار ہو گا۔ صحیح میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اسلئے اس کو گناہ ہے بلکہ میں نے فرمایا کہ اس کو گناہ ہے
کے واسطے ہر گناہ سے حال انکس ہے مجھے یہ بالکل اپنی زمین سے عرض کیا کہ چونکہ فرمایا کہ کوئی چوک جانے کا دعویٰ کرے اسے اس خوف سے کہ تیرے ساتھ اس کو طاعا دیا جائیگا
میں نے عرض کیا کہ چونکہ فرمایا کہ کوئی چوک جانے کا دعویٰ کرے اسے اس خوف سے کہ تیرے ساتھ اس کو طاعا دیا جائیگا

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ الْكِبَارِ الْحَيِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلَاهُ سُلْطَانًا فَلَا
 اور دست مار ڈالو جان کو جو کہ اللہ تعالیٰ نے حرک کردی ہے کفر کے ساتھ اور جو کون مار ڈالیا ظلم نہ کر اور ضرور ہم نے کر دیا ہے دلی کے لیے علیہ سوست
 دیکھو صرف فی القتل مائتہ کان منصوران ولا تقربوا مال الیتیم الی الہی احسن حتی یبلغ اکثہ
 اسلام کرے تین سال بیٹکا وہ نصرت دیا گیا ہے اور دست پس جاؤ الہیتم کے گروہ سے جو ان کے ہر ایک کو وہ دہو پیچھے علی کو
 وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا وَأَوْفُوا الْكَلِمَ إِذَا كُنْتُمْ وَرُثَا بِالْعِدَّةِ سَامِلًا لِّتَقِيمُوا لِك
 اور پورا کرو عہد کو عہد نور پر چھا جائیگا اور پورا کرو کلمہ کو جب تم نام پور اور دن کیا کوہ وازد سے جو راست ہے بات
 خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

بہتر اور بہت خوب اور ازراہ انعام کے

پہلے قتل اور اولاد سے منع فرما کر عوا قتل نفس سے جو ناجی طور پر پہنچ فرمایا بقولہ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ
 وہ نفس جس کو اللہ تعالیٰ نے حرم کیا ہے یعنی اسلام و عہد سے اس کو معصوم و لائق استرا کر دیا ہے پس جو لوگ کافرین اور اے معہدہ نہیں ہے حتی کہ انہر
 جہاد کا حکم ہے وہ اس کرامت میں داخل نہیں ہیں اور جو کفار کہ طبع اسلام ہو کر دل اسلام میں آجائیں ان کی جانوں و مالوں کی حفاظت مسلمانوں پر
 واجب ہے اور جزیہ کسی کا عوض ہے اور جن کافروں سے کسی مدت کا معاہدہ ہو ان کا قتل کرنا بھی ایام صلح میں نہیں جائز ہے مگر اسلام لانے یا عہد
 کرنے سے جو جانیں محفوظ رہیں ان کو قتل نہ کرنا چاہیے کفر کے ساتھ یعنی ایسے لوگ کے ساتھ قتل کرنا جو ان کا قتل کرنا حکم شرع بجا کر رہے۔
 دینی تفسیر ایسا لفظ یعنی حق شرعی کے ساتھ قتل کرنا اور ایسا چھین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانین خون کی مرد
 مسلمان کا جو کتا ہے کہ اسلام لانے والا اللہ
 جو رو والہ دیا شوہر والی عورت نہ کرے سو جو ترک کرے دین کو جدا ہو جماعت سے اور صحابہ میں ہر ایک ایک مسلمان کے قتل سے تمنا ہونا کاذوب
 اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان ہے مگر سالہ میں ہر ایک حلال نہیں خون کی مسلمان کا گناہ میں سے ایک کے ساتھ وہ شخص کے کافر ہو گیا ہے ایمان کے
 بائنے نہ کیا بعد محسن ہونے کے قتل کیا آئے کسی جان کو بدلن عوض جان کے تو اس کے قصاص میں قتل کیا جاوے مگر جہم کہتا ہے کہ کفر طیبہ کی
 شہادت سے مراد یہ ہے کہ ظاہری اسلام پر اکتفا کیا جاوے پس اگر دلی سے اعتقاد نہ ہو تب بھی تم اس کے ظاہر کے موافق مسلمان ہیں اسکو شامل کر لینا اور
 وہ مسلمان ہو گا لیکن شرع نے بعضے قتل و قتل ایسے فرمائیے ہیں کہ اگر وہ اس سے ظاہر ہوں تو اس کے کافر نہ ہو گیا ہو گئے جسکی قیل فتادی
 ہندی کی کتاب المرتبین میں جلد دوم میں مذکور ہے جیسے بوجہ کفر یا قرآن کو کلام مصنوعی بتلاوے یا نماز نہ پڑھے وغیرہ کا منکر ہو یا اس حدیث
 میں وہ تین باتوں میں سے ایک یا سنی مرتد ہونے و دین بدلنے میں داخل ہو کر واجب القتل ہو جائیگا اگر تو یہ نہ کرے۔ پھر جان کے عوض قتل کیا جا
 مباح ہے لیکن یہ کام حاکم اسلام کا ہے کہ ہر ایک کو روامین ہے کہ اگر زید نے جو کو قتل کیا تو جو کو قصاص میں مار ڈالے یا عاقل کسی مقتول کے
 دلی کو بعد ثبوت سے اجازت دیکھا۔ یہ مسئلہ البتہ یہاں ہے کہ اگر خون اسکا مباح ثابت ہو چکا اور قتل کیے جانے کا حکم ہو چکا پھر ولی کے سوا سے
 کسی دوسرے نے جا کر قید خانہ میں اسکو قتل کیا تو اس قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا یہی صحیح ہے اس طرح محسن یعنی مرد جو رو والا اور عورت
 شوہر والی اگر زکریا بن زکریا کے قتل کے قاتل سے ثابت ہو جاوے وہ قاتل کو مار ڈالے نہ کہ وہ سب سنگسار کیا جاوے لیکن اگر کوئی بوجہ
 پھر مارنے سے انکار کیا تو ثبوت میں شک ہو کر چھوڑا جائیگا مگر غرض کہ یہ بھی اپنے طریقہ سے حکم ناسی اسلام ثابت ہوتا ہے۔ دین بدلنے کا بیان ہو چکا۔

دی گئی ہو کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت لے اس کی قدرت پر کفار کے اور اس سے زیادہ تر چاہیے اور شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نصرت سے شرف عار ہوا علیہ قدرت کے۔ اور شیخ امام نے اس کلام کی تفسیر میں فقط ای قدر لکھا کہ یہ مترجم کتاب ہے کہ قلا اسیرت میں قاتل مراد لیکر یہ تفسیر قاتلہ وہ کی نسبت ہے جیسا کہ سالہ میں بعض کا قول مذکور ہے۔ اور اگر فلا اسیرت میں ولی مقتول کو اسراف سے معاملت ہے تو قلا نہ کان منظور کی غمی بجانب قاتل راجع ہونا مناسب ہے اور توجیہ اسکی سراج وغیرہ میں اس طرح مذکور ہے کہ ولی مقتول کو اسراف نہ چاہیے کیونکہ قاتل مضور ہے اس لیے کہ الدعا لے کی طرف سے اس پر یا دنی حرام ہے اور اس لیے کہ جب اس کے فعل سے زیادہ اس پر دنیا میں عذاب ہوا تو آخرت میں اس کو نصرت ہوگی۔ مترجم کے نزدیک یہ توجیہ جو والد تعالیٰ اعظم اولیٰ ہے کہ تفسیر میں یون کہا جاوے تو قلا میں قاتل مظلوم و مجبور کو فی مظلوم مقتول ہوا۔ فقہ حنبلیا ولیہ سلطانہ۔ تو اس کے ولی کے واسطے ہم نے قاتل پر سلطنت و طلبہ شرعی دیدیا کہ قاتل کو قصاص میں قتل کرے بمعافیت المسلمین و امام المسلمین۔ فلا اسیرت فی القاتل۔ تو قاتل کو الیہ اسراف نہ کرنا چاہیے کیونکہ ایک عالم کے مقابلہ میں وہ مہر حال مجبور ہو کر مافوف ہوگا اور ولی مقتول اس پر غالب ہوگا۔ نہ کان مضور۔ قدرت اسکی میں ولی مقتول مضور ہو پس قاتل لا محالہ مضور ہوگا۔ امام ابن کثیر نے یہاں ایک لطیف استنباط فعل کیا یعنی قلا تالے میں قاتل مظلوم و فقہ حنبلیا ولیہ سلطانہ مایین لکھا کہ امام البحر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے عموم سے نکالا کہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہو جائیگی اس وجہ سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی دی تھا اور عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے قاتلان عثمان کا سلطانہ لیکر تھے کہ قاتلان کو مجھے سپرد کیے تاکہ میں ان سے قصاص لوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس پر غلبت چاہتے تھے کہ ام خلافت میں جو فتنہ پھیل گیا ہے یہ فروج دے اور بات ہم جیسے والد اسبابا کا بیگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ امیر معاویہ سے چاہتے کہ نہ کمالک سپرد کر پس معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا یہاں تک کہ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کو سپرد کرین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت سے بھی انکار کیا اور تمام شام کے اہل اسلام ان کے ساتھ ہو گئے پھر امامی کا جو طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے استنباط کیا تھا وہی ہو کہ سلطنت معاویہ پر مستقر ہو گئی اور یہ عجیب بات استنباط اس استنباط کو بطریق نے اپنے تفسیر میں اس طرح روایت کیا کہ حد ثانی بن عبد الباقی قال حدثنا ابو یوسف بن الحارث حد ثنا عمر بن رضی بن ابن مویذ بن عن مطر الوراق عن زعم الجری قال کان فی عمر ابن عباس الا یلینہ ہم لوگ حضرت ابن عباس کے پاس ان کے کلام سننے کو حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں کہ نہ چھپو نہ دھم اور نہ علانیہ یہ بات یہ کہ جب اس مرد کا واقعہ ہوا تو مجھ کو بھی ہوائی حضرت عثمان کا واسقوت میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہاں سے کنارہ کو کہ اگر تم کسی سوراخ کے اندر ہو گے تب بھی تلاش کر کے نکالے گا جسے کہ انھوں نے نہ مانا اور قسمی اللہ سے کہ جس کو ضرور تم پر تھا وہ میرے سلطان ہو جائیگا اور اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ فرمایا کہ دن قاتل مظلوم و فقہ حنبلیا ولیہ سلطانہ والا لے اور ضرور دیکھو کہ قاتل اس حال میں ہے جو فاس و روم کا طریقہ مجبور کرنا اور ضرور دیکھو کہ ایک وقت یہود و نصاریٰ و عجمی انھارے اس کو کہ تم ہو گیلے اسے وقت جسے وہ اختیار کیا جو دین سے بچا بنایا تو نجات باقی اور جس نے چھوڑا اور ضرور تم چھوڑ دے گا ایسے ہوا جسے اعلیٰ انھوں میں سے ایک است پس لوگ ہو گئے تب میں دسے بلاک ہوے مترجم کہ کہ یہ استنباط اس سے زیادہ عجیب ہے جعفر مذکور ہو کہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جلد ہو گئی لیکن امین خود زمانہ میں نصاریٰ کا غلبہ مذکور کہ کج دیکھا جاتا ہے کہ سلطانوں کے فیم مختلف طریقوں سے ہی لوگ مبت جی کہ کشت فنگون ابن نصرانی با دنا دین اور زمین ال سے اور سلمان سے اور زمین قمر سے سلطانوں کے واسطے یہ قومن ہم موثرین اور اس کلام میں یہ بھی اشارہ کہ لوگ ضرور اپنے دین کے اور چھوڑ دے گئے۔ خلاصہ یہ کہ سلطانوں کو جو یہ دین پر قیام کے غلبہ تھا پھر جب انھوں نے اس کو چھوڑا تو دوسری اقوام کے مثل ہو گئے پس اب جو زبردست ہو جی حکم ہو چلا ان کے سامان جنگ و فنون حسرت میں

نفسانوں سے کہ یہ لہذا مغلوب ہو سارا کرمی مقدر ولا حال ہونے والا ہے اسراج میں لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جانین تکلف کرنے سے مانعت کر دی تو اسکے بعد ال تکلف کرنے سے مانعت فرمائی اور بوال شکر کو مخصوص بیان فرمایا کیونکہ شکر علیہ سب عزتی وضعف کے اموال کی جانب زیادہ متوجہ رکھتا ہے اور فرمایا کہ کھڑو امانک الذی تھما اور دست پاس جاؤ امان تم کے یعنی امین اسراف سے تصرف کرنا تو اس جائے اور لینے کے بعد ہوگا تم اسکے پاس ہی دست جاؤ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جو امور ایسے ہوں کہ غالباً وہ ان نزدیک ہونے سے آدمی مبتلا سے فتنہ ہو جاتا ہے تو اگر کوئی عزم جزم ہو کہ میں مبتلا نہیں ہوں گناہ میں بھی نزدیک نہ جاؤں مثلاً شراب خانہ کی صحبت میں نہ جاؤں اگر چہ اس کا عزم ہو کہ ہرگز نہیں ہونگا کیونکہ حدیث میں ہے جو گناہ کے گرد گھومے وہ نزدیک ہے کہ امین مبتلا ہو جاوے اسی واسطے حکم دیا کہ کسی قصہ رو کی ارادہ سے تم کے ال کے پاس مست جاؤ اور اگر چاہتی ہو آجئیں۔ سولے اس طریقہ کے جو احسن ہے یعنی مقصود یہ نہیں ہونا کہ تم و اسکے ال کو تنہا چھوڑ دوں کہ امین نہاد کی نگاہ سے ہر طرح بچاؤ اور اصلاح کی نگاہ سے دکھیاؤ اور اس مال کے پاس جاؤ اور حیطہ امین بہتری ممکن ہو کر وحدہ شیخ میں ثابت ہو کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اور تم کو کافیات کرنے والا جس میں اس طرح ہونے اور آپ نے بیچ اور لکھنے کی دونوں انگلیاں ملائیں۔ اب جاکہ تم کی غور پرداخت اور کفالت کرنے میں بڑا درجہ ہے تو اسکے مقابلہ میں جو اسکے ساتھ رہی کہے گا اس گناہ کی عظیم بہ لہذا انسان سے سخت کر دیا اور اسی طرح سے پرداخت کو مستثنیٰ کیا۔ ہر طریقہ میں جن ذریعہ میں بات یہ کہ اسکے ال میں اس طرح تصرف کرے کہ جس سے وہ ال بطور حال کے بڑھتا جاوے مثلاً حفاظت کے ساتھ تحفظ اسکو تجارت میں لگا دے اور سب نفع اسی میں ملاتا جاوے وجہ دوم یہ کہ جب درجہ ابن عباس سے وراثت کی کہ اگر تم کو کما پر پرداخت کرنے والا اسکی پرداخت جب ہی کر سکتا ہے کہ اپنی محتاجی و ضرورت کے لائق اسکے ال سے کھاوے تو بطور معرفت امین سے کھاوے اور جب اسکو فراغت حاصل ہو تو حقدیر کھا یا ہوا کر دے اور اگر اسکو فراغت حاصل نہ ہوئی یہاں تک کہ مر گیا تو آپ کو کچھ لکھو نہ نہیں ہو۔ امام ابن شریف نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ اموال تم میں صرف مست کر دو کہ ایسے طریقہ سے جو اسکے حق میں بہتر ہو قال لعلے ولا لا تو با اسراف و ابدار ان کبیر واجبی اموال تم کو مست کھاؤ اسراف و ابدار کرنے کے طور پر خوف اسکے کہ تم بالغ ہو کر لے لیتے۔ ذہن کان غنیا علیہ تصف اور جو کوئی غم میں سے تو ابھو تو اسکو چاہا کہ تم کے ال سے سخت اوپر ہر گاری چاہے۔ ذہن کان فقیر انیا کل بالعرف اور جو کوئی غم میں سے محتاج ہو تو بطور معرفت کے امین سے کھاوے شیخ مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ الے ابوذر میں تجھے کمر دکھتا ہوں اور میں ترے لیے وہ پندرہ ماہوں جوابی جان کے لیے پندرہ ماہوں دوست حکم بخود دیکھ دیوں کے در بیان اور مست متولی ہو جو تم کے مال کا حال یہ کہ تم کے مال میں بطور احسن متولی ہونا تو اب عظیم حکم رکھتا ہے اور فقہین نے ذکر کیا کہ اگر تم کے مال میں سے کوئی چیز خود خریدے تو سب سے زیادہ نام کیونچے بشرطیکہ وہ مال فروخت کرنے میں تم کے حق میں نفع ہو کسی طرح نقصان نہ ہو اور اگر چاہا مال اسکے واسطے فروخت کرے اور خرید تم کے نفع ہو تو سب سے کم دامن کو دے اور اس طرح بیع جائز ہو سکتی ہے اور تفصیل اپنے مقام پر پھر پوری اصلاح کے ساتھ متولی کی ولایت تم پر باقی رہتی ہے حتیٰ جینج یہاں تک کہ پونج جاوے تم کہ کھنڈ کا اپنی مضبوطی کو سرخ میں لایا کہ اندر ہے کہ بنے ہوئے کے بعد اس سے تک چال چلن و قیصر کے آثار بائے جاوے جب کہ دوسری آیت میں آیا کہ وابتلو الیسا می حی اذالموا الذکان فان انتم نتم رشدا فادخوالہم اموالہم یعنی بعد بیوع کے پھر اگر انے رشہ کے آثار ظاہر ہوں تو ان کے اموال انکو دیدو اور مسترجع تم کو کہتا ہو کہ تم نے نزدیک یا نہ ہو جس کی نسبت جو اور تفصیل اسکی آیت میں بارہا مذکور ہے شروع میں گذر چکی ہے جب اللہ تعالیٰ نے زنا و فیل حرام کرنے میں بطور زہد کھانے سے منع فرمایا تو اسکے پیچھے میں باتوں کی بجا آوری کا حکم فرمایا اول قولہ واذخواب تعفد اور پھر کہ وخذوا لکم من الکر اللہ تعالیٰ سے تم نے ایمان کا اور

اور اس کی بجا آوری و منہیات کے ترک کا عہد کیا اور جیسے نذر کے عہد کر لیا ہو سو پورا کر دو تم نے کوگون سے کسی قول فعل جان بڑھ کر کیا تو اس کو پورا
 کر دو اور واضح ہو کہ اگر کسی نے عید کے دن کے روزہ کی نذر کی تو ہمارے نزدیک منع ہو جائیگی اور معاصی کی نذر میں کفارہ ادا کرے اور توبہ کرے
 لَا تَعْتَدُوا کَانَ مَکْتُوبًا اَلْبَتَّہُ عہد پوچھا گیا ہے۔ معاملہ میں فرمایا کہ سدی رح نے کہا کہ عہد رسول پختی مطلوب ہے یعنی عہد کا مطالعہ ہو کہ پورا
 کیا جاوے پس عہد کرنے والے سے مطالعہ ہو گا کہ ضائع نہ کرے اور سراج وغیرہ میں لایا کہ ایک بیٹنی ہیں کہ عہد رسول پختی صاحب عہد
 پس مضائقہ عادت ہو کہ مضائقہ الیہ اس کی جگہ رکھا گیا اور حاصل یہ ہوا کہ صاحب عہد اس کا عہد پوچھا جائیگا۔ شیخ ابن کثیر نے اسی پر
 اقتدار کیا ہے۔ سراج میں کہا کہ وہ سو پر کسی عہد سے پوچھا جاوے کہ بھلا تو کیوں توڑ لیا اور کیوں تو پورا نہ کیا لیا اور مقصود اس سے عہد کرنے
 والے و ضائع کرنے والے پر تنبیہ ہے جسے بودہ لڑائی کے حق میں فرمایا اذالمودۃ سکت بای ذنب نکلت اور جیسے علیہ السلام کے واسطے
 فرمایا اذ قال لعلی یسیر بن مرہم ائت قلت لئاناس اتخذونی دانی العین پس خطاب اگر جیسے علیہ السلام کو ہو لیکن مقصود اس سے نصیحت
 پر ملامت و انکار ہے اور واضح ہو کہ فعل حمل ہے اور افعال مخلوق الہی ہیں پس اس کا وجود اگر عہد میں ہوتا تو عہد سے کچھ لازم نہ آتا کیونکہ وہ کی چیز
 نہ ہوتا لہذا مثل اعمال و افعال بندوں کے یہ بھی موجود ہو سکتا ہے۔ وَلَوْلَا فَکَیْکَ لَآذَاکَ کَیْکَ اذْکَ اذْکَ اور پورا کرنا واجب کو جب تم ناچو
 جب دوسرے کو ناپ دو تو پھر پورا پو اس میں کسی نہ ہو پس اگر اپنے واسطے کسی نے ناپ لیا تو مضائقہ نہیں کہ اپنے حق سے کم لوے کذا
 فی السراج۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جن چیزوں میں سود ہوتا ہے جیسے کیوں کے عوض کیوں خریدے یا چاندی کے عوض چاندی ہو تو ان میں
 بالکل برابر کی شرط ہو پس اگر ان چیزوں میں سے کسی کو جو ناپ لیا کہ لیا تو بیع ناسد ہوگی۔ فاقم حکم قومہ ذَلَّوْا اِیَّاهِ فَقَضَا اَمْرًا فَتَقَفَّ
 دزل کر وہ ترازو سے صلح چین کچھ کی نہ ہو عرض کسائی و دھڑہ کی فراز میں قسطاس کسرت قاف بردن فرماں ہے اور باقیوں کی فراز
 میں بالضم ہے۔ ابن کثیر نے لکھا کہ وہ میزان نبی ترازو تھا اور مجاہد نے فرمایا کہ قسطاس بزبان ردی عدل ہے اور مترجم نبی جی دھکا دو
 پھر نہیں ہوتا ہے۔ سراج میں لکھا کہ قسطاس اور دمی لفظ ہو تو بھی قرآن کے عربی ہونے میں کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ عجی لفظ کو جب عرب
 اپنے محاورات و استمال میں اعراب کے ساتھ جاننا نہ کرے تو وہ عربی ہو جائیگا ہے۔ معاملہ میں ابیدل قول حضرت
 مجاہد کے لکھا کہ سوائے مجاہد کے اور دن نے کہا کہ قسطاس عربی ہے یا خود از قسط یعنی عدل اور لکھا کہ سن رح نے کہا کہ وہ قبان ہے۔ مترجم کہتا ہے
 کہ قبان عربی گایا ہے بہت بری ترازو کہتے ہیں اور لام عجی اس نے لکھا کہ قسطاس ترازو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو پس اگر اصل قسطاسی ہو
 تو عرب نے اس کو ہر ترازو میں خواہ عنبر ہو یا کبیر ہو استعمال کیا اور اگر اصل عربی ہو تو کچھ تردد نہیں ہے۔ ذَلَّکَ حَیْزٌ وَ اَحْسَنُ تَاوِیْلًا
 یعنی یہ امر جب کا حکم دیا گیا کہ پھر پورا کرو تو ہمارے دنیا و آخرت دونوں میں بہتر سے بہت کم ناپ تول کے اور بہتر انجام ہے دنیا و آخرت
 میں۔ اور شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ خبر نبی بہتر سے تمھارے لیے تمھاری معیشت دنیاوی کی راہ ہے سبھی اور عقیقی کی راہ سے بھی اور اسی
 واسطے فرمایا دامن تاویل الہی تمھاری آخرت میں نیک انجام ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ خبر ہے ازراہ ناپ کے اور حسن ہزاراہ عاقبت کے
 ابن عباس یوں فرمایا کرتے تھے کہ اسے وہ موالی تم نے ایسے دو کام لیے ہیں کہ جنکے سب سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں یہ ناپ اور
 یہ تول۔ اور قتادہ نے کہا کہ تم سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی آدمی جو کسی حرام پر تو پاوے پھر اس کو
 چھوڑ دے کہ چھوڑنا حفظہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی عوض اس کو دنیا میں قبل آخرت کے وہ چیز دے دیگا جو اس سے بہتر ہو مترجم
 کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار میں غلاموں کو ناپ تول کرتے دیکھا فرمایا کہ تم نے وہ کام لیا ہے جسے سب

اگلے لوگ ہلاک کیے گئے پس عدل کے واسطے ارشاد کیا۔ اور قنادہ رہنے جو مٹی حدیث کے بیان فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کسی حرام کو بخون لکھی چھوڑے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو اس سے بہتر بدل دیتا ہے اور یہ جلد عرض ہو گا اور آخرت کا عوض بہتر ہو گا۔ سراج میں اور کبیر وغیرہ میں اس کے سولے فوائد بھی بیان کیے چنانچہ لکھا کہ بہتری دنیا کی یہ ہے کہ دنیا میں دنیا کی سے چھوٹا ہو اور لوگوں میں اعتبار ہو جائے اور آخرت میں بہتری یہ ہے کہ عذاب شدید سے بچ گیا اور احسن ناول یعنی دو لون جہان میں نیک انجام اس طرح ہے کہ دنیا میں جب نطفیت سے نجات کیا تو انجام کو لوگ اسپر بڑا بھر سارے لپٹنے کے اور دل اس کی طرف مائل ہوئے اور چند روز میں وہ اللہ پر ہو گیا اور کم بہت دیکھا کہ آدمی کمانت داری میں اور خیانت نہ کرنے میں مشہور ہو گیا اور تجارت میں لوگوں کے دل اس کی طرف جھکے اور اس کو بہت نفع حلال حاصل ہوا کہ وہ لوگوں کو ہوا اور آخرت میں انجام نیک خاص یہ کہ ثواب عظیم و خلاص از عذاب الیم حاصل ہو گا۔ مترجم لکھا کہ حدیث میں ہے کہ تاجر چاہتا امانت دار قیامت میں دنیا و شہار و صاحبین کے ساتھ ہو گا۔ فی العرسل فولد تائے وادفا بالعدان العبد کان مولوا بحقیقت کا اشارہ یہ کہ اصل میں عہدہ و عہدہ ازل ہے کہ وہ جو ادب اس طرح سے پہلے ادراس سے حق عزوجل نے عہد کیا تھا کہ کبھی سولے اللہ تعالیٰ کے غیر سے مشغول نہ ہوں پس عدل کو پورا کر دے کہ ہر نفس سے اس کی پیش ہوگی اور دنیا میں ہر ایک کی حالت اس کے واسطے سوال ہے یعنی ہر نفس کو لازم ہے کہ اپنی ہر ایک حرکت کے وقت اچھا بھلا مطالعہ کرے کہ یہ اس لئے اللہ تعالیٰ کے واسطے کی ہے یا کسی غیر کے واسطے ہے کہ اس کا سبب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں اس کو ہر ایک اور یہ اللہ تعالیٰ کا اسپر فضل ہے جو ہر عوام اپنے اعمال کو ظاہری شرع کے موافق نیک نیت پر تھیں اور خواص میں ان میں چنانچہ محب کا عہد محبت ہے اور عارف کا عہد معرفت ہے اور روح کا عہد توحید ہے اور ابتدائے میں مہر کا عہد اس کی ارادت ہے پھر ان میں سے ہر ایک عہد کے واسطے رعایت ہے چنانچہ ہر باطنی عہد ارادت کی رعایت اس طرح کرے کہ وہ جو کفر کرے اور قسب کو چاہے کہ سولے محبوب کے ہر ایک چیز کے لئے ہر ایک سے ہر ایک سے اور عارف اپنے ہر عہد معرفت میں اپنی ہمت کو دونوں جہان سے بری کرے اور روح کا عہد اس طرح و فایہ کہ قدم کو حدوث سے منفرد کرے لہذا حق میں فنا ہو جائے جسے صحیح محمود ہون ضرور ہے نہ فرما باکہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو ضائع کیا تو وہ ادب شریعت کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر گیا۔ شیخ نجفی میں مناذرائی لکھا کہ تیرے رب کے پیغمبر عہد میں ظاہر و باطن پس اس پر ہر عہد یہ کہ سولے حق عزوجل کے کسی کو شاہد نہ کرے اور ہر عہد پر یہ کہ عہد قریب سے جہانوں اور قلب پر یہ عہد کہ خوف کو نہ چھوڑے اور نفس پر اولے نفس پر اولے نفس کا عہد ہے اور جو طرح پر یہ عہد کہ آپ شرعی کو ٹھوکرے اور مخالفت کو یک فلم چھوڑے تو وہ داؤد اللیل اذا ظلم لک لایہ اشارت آئین یہ ہر کلمہ ہر لون کے حالات جہان تک متقی ہیں عارف کو نجات ہے کہ علوم موافق ان کے حال کے پورے نہ دیوے اور ان کو نصیحت کرنے و ادب دینے میں ملال آئیں نہ ہو پھر اوسط درجہ والوں کو گاہ کہ ان کے اپنے دعویٰ کو نیز ان عدل میں تو لکھیں اور اپنے معاملات کو اندازہ کریں تاکہ ان کے دعویٰ خالی از اعمال نہ ہوں بلکہ فعل موافق ہوں پھر پورا پیمانہ اخلاص ہے اور میزان عدل وہ صدق ہے کہ اس شخص کے اعمال و احوال میں خلص صادق ہوا اللہ تعالیٰ اس کو طائفہ کرم و فضل سے اس قدر دیتا ہے کہ اگر کائنات میں ہو سکتا ہے اور تمام مخلوق اس کے وصف میں تر زبان ہوتی ہو تو کہ وہ اپنے رب عزوجل کے ساتھ عدل میں ہے۔ مترجم لکھا کہ اگر آدمی اس حال میں فطاس یعنی شرع شریف کتاب و سنت پر لازم نہ کرنا چاہے اور حدیث میں صدق و اخلاص وغیرہ سب کا حکم موجود ہے اور اگر ایسا کیل ہے کہ اس طرفہ اور احسن عمل کو نفس کے واسطے اختیار کرے نفس سے نیک نیت کے ساتھ اس عمل کو کرے اور میزان عدل صراط مستقیم پر اندازہ کرے اور نفس کو لامتناہی سے بھر کر بھلائی یا وسوے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے کیونکہ یہ اس کا ایک فضل ہے اور چنانچہ برفی یا وسوے تو اپنے نفس کو لامتناہی کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے استقامت عطا فرمادے بعض مشائخ نے کہا کہ کیل پورا دنیا چاہیے کہ تیرا وزن بھی تولا جائے گا

اور تیرے لہجہ میں ایسا کچھ نہیں کہ تو نے اپنے منہ سے کہا نہ پورا کچھ دیا نہ پورا کچھ دیا اور اگر تو نے اس کے واسطے کسی کی ہر تیرے واسطے کسی کی ہر تیرے
پھر اللہ تعالیٰ نے تین باتوں سے مخالفت کے بعد توحید پر ختم فرمایا بقولہ تعالیٰ
وَلَا تَقْفُ مَا لِكُلِّ بَلَدٍ مِنْهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْدهُ مَسْجُودًا وَلَا تَقْفُ مَا لِكُلِّ بَلَدٍ مِنْهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْدهُ مَسْجُودًا
اور اس کے وہ بات کہ مجھے نہیں ان کا کچھ علم البتہ کان اور اکبر اور دل ہر ایک ان میں سے سولہ کجاہنگ اور تیرے
فی الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ كُنْتَ تَخَافُ أَنْ تَرْضَىٰ وَلَٰكِنْ تَتَّبِعْ الْحَبَالِ طُغْيَانًا ۝ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ مِنْ سَنَةِ
دین پر اڑنا ہوا اور نہ نہیں بجاؤں گا زمین کو اور کبھی نہ ہوگا پہاڑوں تک ٹول میں یہ سب بانی اسکی تیرے
عَنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۝ ذَٰلِكَ بِمَا نَحْنُ إِلَيْكَ رُبُّكَ فِرَاحًا وَنَحْنُ إِلَيْكَ رَاحَةً ۝ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي
رَبِّكَ يَمَانٌ مَكْرُوهٌ ۝ یہ امین ہے جو تجھے دیکھ کر تیرے سامنے رکھتا ہے اور ستائے اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا رب نہ ہو کہ تو ڈالا ہوا ہے
جَهَنَّمَ مَكْرُوهًا مِمَّا سُوِّرَا ۝

جہنم میں لاسٹ کیا ہوا ملعون

وَلَا تَقْفُ مَا لِكُلِّ بَلَدٍ مِنْهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْدهُ مَسْجُودًا وَلَا تَقْفُ مَا لِكُلِّ بَلَدٍ مِنْهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْدهُ مَسْجُودًا
فلما نفاذ اور قوت بھی تھے تین اپنی پورا اور بار دونوں طرح آیا ہوا اور اقصیت بھی پورے تین یہ سب اس وقت تھے تین کے کسی کے قدم کے
نشان پر چلا اور سبچہ اس کے کثیر و غیر کی تفاسیر میں کہ علی بن ابی طالب نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا تقف یعنی نے
ابن عباس سے روایت کی کہ لا تقف ایسے لک ہے علم یعنی بات پھینک کسی پر کسی چیز کی جگہ تھے علم میں ہے جو تھیں اس وقت تھے کہ اس کے
جھوٹی کو ہی دست سے ہٹا دے۔ مگر وہ نہ کہ اس میں دست کہ تین نے دیکھا حالانکہ تو نے نہیں دیکھا اور تین نے سنا حالانکہ تو نے نہیں سنا اور تھے معلوم
ہوا حالانکہ تو نے نہیں سنا حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سب سے سوال فرمایا و کجا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ تھیں ان سب کا ہے کہ علم جس بات کا
حاصل نہ ہو وہ بات مست کہ اور علم اپنے فہم سے یعنی ہوتا ہے تو جب علم نہیں ہے تو گمان ہو گا اور وہ بطور دہم کے یا بطور خیال کے ہوتا ہے
لہذا دوسری آیت میں صریح فرمایا کہ لا تقف اکثر اس الظن ان بعض الظن ان بعض یعنی بہتیرے گمان سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ میں اور
حدیث میں ہے کہ لوگوں کا اپنے آپ کو گمان سے کہہ کر کہ گمان جھوٹی باتوں سے ہوا اور وہ دوسری حدیث میں ہے جس مسئلہ ازل و ابد کا ہے یعنی
آدمی کا مار کا اس بات پر کہ انھوں نے ترک کیا یعنی گمان کیا یہ بد ہے اور دوسری حدیث میں ثابت ہے کہ جو آدمی نے نہیں دیکھا اس کو بے خبر نہ
دیکھنے کے قرار دینا سب سے بہتان دروغ پر عمل کرنا لایا کہ قولہ لا تقف ایسے لک ہے علم یعنی اسے آدمی اس چیز کی ہر تیرے دست کر کا
تھے علم نہیں خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو اور حاصل اس کا ہے کہ جو پر اس کو معلوم نہ ہو اس کے ساتھ حکم نہ لگاوے امام الرازی وغیرہ نے لکھا کہ یہ ایک
تفسیر ملکہ ہے جسے تحت میں انواع مند تین جیسے جھوٹ کو ایسی ہی قول یا فعل کی دینا چنانچہ ابن عباس سے مروی ہے یعنی دست کو ہی نے
اگر کسی چیز کی چو تیری آگھوں نے دیکھی اور تیرے کاؤں نے ہی اور تیرے دل نے خوب سمجھ لیا ہے اور قتادہ کا قول اور یہ کہ ہوا اور بعض نے کہا کہ
مراد یہ کہ کسی کو نہ کار گیری کی تحت دست لگا اور بعض نے کہا کہ جھوٹ بولنے سے مخالفت ہے اور بعض نے کہا کہ مراد مخالفت مشرکوں کو ان کے
اعتقادات و باپس اور ان کی تقلید سے بعض نے کہا کہ تھو تھو بہتان ہو اور اصل اسکی تفسیر ہے کہ گویا وہ اس کے پھر سمجھتا ہے اور یہ یعنی
غیبت ہے حدیث میں ہے کہ سن قدامونا یا اس فیہ بحیرت یعنی جس نے غیبت کی کسی مومن کی اس چیز کے ساتھ جو امین نہیں ہوا تو جھوٹ رکھنا اس کو

الدرقاعے روضۃ اجمال میں ارواد الطبرانی وغیرہ و زعفران کا پتھر ہے یعنی لا و زعفران کے تن سے سبب ابو وغیرہ کے کچھ میں غیبت کرنے والا
مجوس رنگی صرلج میں کیا کہ لفظ تو عام ہے سب کو شامل ہے پس کسی بات کی تخصیص بیکار ہے یہاں ایک سوال وارد ہوا کہ اس آیت میں
دلیل ہے کہ قیاس ممنوع ہے کیونکہ اس سے فقط ظن و گمان کا فائدہ ہو سکتا ہے اور گمان مخالف علم ہے مگر ترجمہ کیا ہے کہ قیاس ممنوع بطلت
بھی قطعی ہوتا ہے لہذا سوال میں وارد اسے اس قیاس کے لیا جاوے اور واضح ہو کہ سنت متواترہ و مشورہ اور اسی قسم سے مخصوصہ کے سوا سے باقی
احادیث آحاد بھی قطعی ہیں پس مراد یہ کہ قیاس کے قضا فی وصنت و علی ہذا آیات کی ظنیات سب قطعی ہیں اور سرع نے انکو قبول کیا ہے
حالانکہ یہاں مخالفت پائی جاتی ہے۔ جواب دیا گیا کہ یہاں جو حکم عائد کرے ہمیں تخصیص ہوئی ہے کیونکہ دینی اعمال میں ہجر و گمان کے حکم میں
بالاجماع جائز ہے یا مراد علم سے اعتقاد راجح ہے جو اسناد سے مستفاد ہو خواہ قطعی ہو یا ظنی ہو اور اس میں اسکا استعمال خوب شائع ہے اور بہت سے
مسائل میں اسکا استعمال ہوا ہے۔ از انجملہ یہ کہ فوری پر عمل کرنا عمل برکات کی نوعی لینا جاہل کو کسی عالم کے قول پر عمل کرنا ہوا ہے اور ہنگام گمان
سے اسکا صدق یقین کرنا ہر علاوہ اسکے جہاں سے عالم نے نقل کیا وہ بھی مطلق ہے۔ از انجملہ گواہی پر عمل کرنا گمان پر عمل ہونا ہر حالانکہ یہی عمل کرنا
شرع سے واجب تھا یا کیا ہو کہ یہی راہ اسکے علم پر از انجملہ یہ کہ مسافر وغیرہ کو نفلہ کی چیز کو ادا جب رخصتی کے گزیر کوشش کمالی نماز طوطی
تو نماز نہیں ہوتی حالانکہ ایسی کوشش دریافت قلم میں مفید ظن ہے۔ از انجملہ جو چیزیں خیر کی محکمہ کسی نفع کر دین اور کسی عرصہ میں قیمت
واجب ہوتی ہے تو انکی قیمتوں کے اندازہ میں خالی گمان پر مدار ہے اور ایسے ہی جنایات کا ارشاد جو بیکر گمان پر ہو کہ نفلہ سوائے گمان کے اس کی
کوئی راہ نہیں ہے۔ از انجملہ صدقہ کا جو ادا کرنا اور دیگر معاجات سب گمان پر ہیں۔ از انجملہ جب پور و غنا و زمین غنا ہو تو حکم الہی ہر صلی
باعتوا کما سن اولہ و حکما سن اولہ ایک ایک حکم پہنچنا صرف مطلقوں پر ہے یعنی دونوں کے دلوں میں من اصلاح ایک اور دوسرے کی طرف
سے ہونا بطور مطلقوں معلوم ہوا۔ از انجملہ شخص معین پر یہ حکم لگنا کہ یہ یوم نہ صرف مطلق ہے کیونکہ امان کا عمل قلب ہوا اور اسکے وسط نشانات
ظاہری البتہ ہوتے ہیں پس باوجود کہ یہی علامات منافق میں بھی پائے جاتے ہیں جب مذہب یوموں کوئے کا حکم لگا یا تو احتمال ہے کہ یوم نہ ہو پس
غالب گمان پر یہ حکم لگنا یا پھر اس گمان میں ظن پر بہت سے احکام ہیں جن میں جیسے باہمی میلرت و مسلمانوں کے درمیان اور جیسے اس شخص کو
مقابلہ مسلمین میں دفن کرنا اور جہاز نکاح وغیرہ اور صلت و تحیمہ و مانند اسکے بہت احکام ہیں۔ از انجملہ دو مسنون کی دوسری پر اعتماد اور دشمنوں کی
دشمنی پر مدار کا یہ سب مطلقوں طریقہ پر ہیں اور حدیث سے بھی ثابت ہیں کہ ہم لوگ ظاہر پر حکم کرتے ہیں اور باطن کا مکتوبی الدقاعے ہیں
جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ظن پر عمل نہیں جائز ہے اسکا قول باطل ہے اور قیاس شرعی واجب البطل ہوتا ہے یومی صحیح ہے اور مترجم کہ اسکا قول فانی
و نوازل کی تعداد کی حد پر محدود نہیں ہے اور ہر واقعہ کے واسطے قرآن و حدیث میں تصریح نہیں ہے پس وہ واقعہ بدوین حکم شرعی کے نہیں
رہ سکتا کہ آدمی اپنی کسی خواہش سے جو چاہے عمل کرے پس لا خلاف ضرورت قیاس و اجتہاد کی ظاہر ہے اور یہ تصریح کر دی گئی کہ قیاس و اجتہاد
نہیں ہے بلکہ قیاس سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں حدیث یا آیت یا جماع کے حکم کے افراد میں سے یہ واقعہ بھی ہوا ہے اور یہی حدیث میں ہے کہ ہر حال سے
مقصود ثواب و نواہی ان ہیں پس الدقاعے پر عمل نے کوشش سے غیر مخصوصہ و فانی میں عمل کرنے سے ثواب عطا فرمایا جس سے اس آیت جو ہم پر
آسانی بھی ہوئی اور ثواب بھی بڑھ گیا پس چونکہ بقضائے دلیل شرعی ہو وہ جائز بلکہ واجب البطل ہے اور یہاں جس سے منع فرمایا اسکی تفسیر
دینی ہے جو تفسیر کی نہیں علی طریقہ کسی بات پر بلکہ ناہنیں چاہیے۔ سائر اللہ معہ و اللہ اعلم بالصواب یعنی کان و لکھ جو اس طریقہ دریافت
ہیں اور فاولہی دل جو کہ ادراک ہے۔ علی و اللہ کان عتقہ منہ و اللہ اعلم بالصواب انشاء اللہ ہر ایک سے سوال ہوگا پس ہر ایک کے

مذکور کی طرف نسبت کرو اور چار پونہ تالیف کی طرف اسناد کو فرق نہ میں ہر مذکور کا لقب الوہابین کی وہ بین اول یہ کہ وہ کان کی خیر تالیف ہو۔ دوام
 کہ سیرت سے بدل ہر اور وہ معتد بہ کیونکہ کشف سے بدل و التاخیل ہو اور ترجمہ کہ کتاب کہ جب اس شفا کی معنی ملحوظ نہ ہوں تو دفعہ ظاہر
 منقول ہو کہ عند ربک کی خیر سیرت سے حال ہو کہ نہ وہ سیرت کی صفت واقع ہو چارم یہ کہ سیرت کی صفت واقع ہو اور یہ وہیم کہ نہ کشف کی
 صفت نہ کہ نہ میں ہو کہ نہ تو دفع ہو اس طرح کہ ان کے وصف کی تائید مجازی ہو۔ ابویحیٰ نے اسکو رد کر دیا کہ یہ جازا سو فیہ کہ جب خوف
 خوف مجازی کی طرف اسناد ہو اور اگر کسی غیر کی طرف اسناد ہو تو نہیں جائز ہے۔ ابیاریان اس آیت کی تفسیر کو انا ابن کثیر نے فرمایا
 کہ سیرت بدول انصاف کی قرأت پر پختی ہیں کہ کل جس سے ہم نے منع کیا ہو قولہ ولا افتخرو الاولاد کم سے لیکر یہاں تک یہ کل منیات ہیں جنہر
 مواخذہ ہو گا اور الدعا کے نزدیک کردہ ہیں وہ میں ہر فرمایا اور نہ انہر فرضی ہو اور نہ فرارہ سندہ انصاف کے معنی ہیں کہ کل یہ
 کہ جو ہم نے ذکر فرمایا قولہ دفعی ربک ان الوعد والا یاہ سے یہاں تک تو اسکا فہم الدعا کے نزدیک کردہ ہو اسی طرح سے شیخ ابن جریر نے
 نے اسکی تفسیر بیان فرمائی کہ خطیب نے صراح میں لکھا کہ قولہ دعا کے کل مذکور کی طرف ہے کیونکہ جو پہلے ذکر ہے وہ
 منیات و امور است ہیں یعنی بعض ایسے امور ہیں جسے مخالفت فرمائی اور بعض ایسے امور ہیں جنکی حیا وری کا حکم دیا گیا ہو اور قولہ دعا کے لفظ
 کہا آخر سے یہاں تک کہ میں ہیں اور میں آسانی کر دینے کی عرض سے ان سب کو یہاں لکھا ہوں۔ اول یہ کہ دعا کے ساتھ دوم والا
 مست بنا اور دوم وہیم دفعی ربک ان الوعد والا یاہ کیونکہ کہ میں وہ میں ہیں ایک نوع کی عبادت سے عبادت ہے دوم ہے اور ایک
 فاضل الدعا کے عبادت کا حکم ہے اور وہیم ہر چارم والدین کے ساتھ احسان پنچ والدین سے آف مذکور سترم انکو نہ چھ کے انتہار مذکور سے
 ہنعم انے پلہر نہ بات کے حسین کو ہم پہلی ہوشم نہ گئے واسطے باز سے شقت کو عاجزی کے ساتھ پلہر نہ گئے ہنم انک واسطے دعا کر کے کہ پلہر نہ
 گماربانی عزیز۔ دہم ذوی القربی کے حقوق دے۔ یازدہم مسکین کا حق ادا کرے۔ دوازدہم مسافر کا حق دیوے۔ تیرہم اسراف نہ کرے
 چار دہم اہل حق سے قول ہر نہ کہ یعنی نرم خوش جس سے امید نہ لے۔ پانزدہم اپنے ہاتھ کو اپنی لڑوں میں مخلول نہ کرے یعنی مخلد لاقتدار سے
 شانزدہم باکل ہاتھ کشادہ نہ کرے یعنی اسراف نہ کرے حق ہر کہ اپنی اولاد کو پلہر نہ فاضل قتل کرے ہر ہر دہم نفس مصوم کو مست قتل کرے ہر دہم
 مظلوم مظلوم کے قتل کو ہم نے ظہیر ہاتھ پلہر نہ حکم دیا کہ اہل اسلام ہر واجب کہ پلہر نہ قتل حکم علی مقتول مظلوم کے ولی کو قصاص دلاؤ۔ ہستم
 قتل میں اسراف مست کو قتل کا قصاص اسراف مست کو افاض میں قتل کرنے میں اسراف مست کو بہت دم جملہ کو پلہر نہ لڑت۔ دوازدہم پلہر نہ
 بہت اسوم قول میں ترزا اور دندنی عدل کے ساتھ کہ بہت ہر چارم ہی امت مت کہ ہر کچھ علم نہیں ہو بہت و پنجم زمین ہاڑتا ہوا اگر کر
 مت چل پس ان جملہ اکرام میں سے بعض تو اوام ہیں یعنی ایسا لالہ کا حکم ہو اور بعض نہیات ہیں کہ نہ کرے ترک کرے کیا ہو پس جو منوعات ہیں
 انھیں کی نسبت الدعا ہے فرمایا کہ ان سب اس کا بد عند ربک ہو یا میرے رب کے نزدیک کر دے یعنی الدعا سے ان وفال کو بعض
 رکھتا ہو اور پلہر نہ میں کہ اپنا بندہ عاقل کہ وہ ضرور میں ہو گا کچھ و فضل نہ کرے گا جو اسکا رب کریم جل شانہ نہ کر دے کہتا ہے۔ رد لاک و صحت
 اسحیٰ الیک کذاک منیٰ الیک کذاک یعنی یہ احکام مذکورہ سابق اوام ہیں یا نہیات ہیں اس حکمت میں سے ہیں جو کچھ اس سرور عالم میرے
 رب رحم نے دئی فرمایا ہر حکمت اور اصل معرفت حق و تعویض ہو اور معرفت ذات و صفات اعلیٰ و اعلیٰ ہو اور معرفت ذات صرف از تہلقات ہو اور نہ ذات
 باری نے اعلیٰ حال ہو یہ کسی خلق کی مجال نہیں ہو اور نہ حکمت کے یہ بھی کہ اعلیٰ حریف کو جاننا اسوئے کہ اس پر عمل کیا جاوے کہ کلام میں حکمت
 صرف علم ہی اعلیٰ عمل دونوں ہر نوع کے نزدیک فقط علم اور بعض کے نزدیک مجموعہ ہر دو شانہ از حد یہ کہ حکمت علم ہی مذکور اسکا جاننے والا اسکی

نہ

بیان کرچو تو قلب سے زمین جانتا ہوں اور نہ آنکھوں سے دیکھی اور نہ کا فلں سے سنی ہو کہ یہ سب اعضاء اور پچھے جاوے گئے ہیں زبان سے خود دعویٰ کا سوال ہوگا اور آنکھ سے پوچھا جائیگا کہ مولے بطور عیبت کے اور طرح کیوں نظر کی اور کان سے سوال ہوگا کہ ایسی بات کیوں تیری جس سے کچھ نفع نہوا اور قلب سے جو سوائے ذرا اسی کے سب جاری ہوتا تھا پوچھا جائیگا۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ امین اثبات ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تہجات بیان کر بطریق حرمت بیان کرے اور مقام اجازت سے تجاوز نہ کرے مسترحم کہنا کہ مثال سنی قول تعالیٰ اھم جاہا کہ بس یعنی مغفرت و عذاب کی کا حکم نہ دے گا اور یہ بطریق ادب پر شیخ ابو سعید الاحواز نے فرمایا کہ جبکہ دل میں معرفت نے تم کا ناکامیادہ و ولوں جہاں میں سوائے اسکے کچھ نہیں دیکھتا سنا ہے تو اسی سے اور مشغول ہوتا ہوں تو اسی کے ساتھ شیخ فارسی یہ کہ لکھا کہ بعض حکما کا قول ہو کہ اپنے علم سے اپنا حال دھونڈو دھواور حال سے اپنا دل اور اپنے دل سے اپنی گفتری اور اپنی گفتری سے اپنا قلب اور اپنے قلب سے ذکر اور ذکر سے اپنی مراد اور مراد سے اپنی آرزو کا کہ میں لین میں سے جو جاہا اور دل تھا جو فرزند میں اپنے خطرات دھونڈو کہ یہ کلمہ الہی ان اعضاء سے سوال ہوگا یہ اللہ تعالیٰ نے اہل شرک و فسق کا ابطال فرمایا۔

اَفَاَصْحَفُ لَكُمُ الرَّسْمُ الْيَسْبِقُ وَاجْتَنِبْ مِنَ الْمَلَكَةِ اِنَّا نَاذِرُكَ لَتَتَعَذَّبَنَّ فَاَوْفُوا لَهَا عَقِبًا وَفَاَوْفُوا لَهَا عَقِبًا
کیا تم کو بھٹات لیا۔ تمہارے رب نے جنوں کے ساتھ اور نبیوں کے ساتھ ملائے۔ دیکھنا کہ تم کو کتنے ہو ایک ہی بات اور اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا
هٰنَ الْفُزَّانِ لَيْتَ كُنتُمْ اَدْوَمَا يَزِينُ هُمْ لَا تَفْؤُزُ اَهْ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَكُمْ اِلَهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ اَلَا اَلَمْ يَجْعَلْ
اس قرآن میں تاکہ رسول گزشتہ پڑھیں اور ان کو زیادہ تاج دہا بہکنا کہ کہ گروئے اسکے ساتھ کہہ جیسے ہوں کہ ہوا و فتنہ و غوغا نہیں کرتے
اَلَا فِي الْعَرْشِ سُبْحَانَ رَبِّكَ وَتَقَلُّبُ عَمَّا يَقُولُونَ عَالَمًا كَبِيرًا هَلْ يَسْمَعُونَ السَّمَوَاتِ السَّبْعُ
مآجب العرش کی طوت راہ کی ہا کہ وہ اور بزرگ ہوئے۔ دل سے جو کہتے ہیں ہوی ہوگی کہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے ساتوں آسمان
وَاَلَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ لَوْ اَنَّ مِنْ شَيْءٍ اَلَا يَكْسِبُ حَسَنًا وَلَا يَكُنْ لَا تَقْفَهُونَ كَسْبِيحَتِهِمْ طَائِفَةٌ
اور زمین اور جنس جن ہ اور زمین کوئی چیز گریدہ نہ کونی ہوگی کہ اسکے ساتھ دیکھن نہیں سمجھتے ہو اکی سب کو

كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا

وہ بہت مکر والا نہ غفرت کرنے والا

شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ زمین ملعون نے لاکھ کو جو زمین قرار دیا پھر ان کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ٹھہرایا پھر ان کی پرورش کی ان تینوں باتوں میں غلطی و گمراہی اختیار کی یعنی بدولت علم کے سب اھل سے زعم و گمان کیا پس اللہ تعالیٰ نے انکار و فرمایا بقولہ اَفَاَصْحَفُ لَكُمُ الرَّسْمُ الْيَسْبِقُ اَلَمْ يَجْعَلْ
کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ چھوڑ دیا یعنی کیا تمہارے رب نے خلوص و صفائی کے ساتھ تم کو افضل والا دینی بیٹوں کے ساتھ چھوڑ دیا
اور انہیں سے اپنے واسطے کچھ حصہ نہیں لیا اور اُنھن میں سے ایک ایک کثیرا فائدا اور اسے لاکھ سے عورتیں تباہیں اپنی تمہارے مرد و دوقل کے موافق
اپنے واسطے بیٹیاں نامیں حالانکہ صریح تمہارے حقوق کے خلاف ہو کہ غلامان کو جو بیرون میں سے عورت دے دے اور آپ کے واسطے بدتر ہو جو بہر
سلام استکار کرتے ہیں اگر کوئی گمان کرے کہ اسے استدلال میں اگر لکھا جائے کہ نصرتی فائل ہیں کہ سب ابن امیر اور بود فائل ہیں کہ عزیز ہیں اللہ
تو نہیں میں سے بھی ہو گئے۔ جواب یہ ہوگا کہ کلام اس نوع میں ہو کہ اسراف والا اور بیرون تو مگر صرف بیٹیاں یعنی چاہیے عین عاشر شرک اور یہ استدلال
نہیں ہو کہ یہ کہ توحید باری و ہواہم و اسکی پالی اس قدر زیادہ ظاہر ہو اس کو کہ آفتاب اس کا نور نہ ہے اور آفتاب اپنے واسطے خود دلیل ہو تو حق و دلیل
اس سے زیادہ پاک و عدل اس کے برابر ہو کہ مگر مفسد و کلام کان اھون کو اکی شدت حماقت پر تنبیہ نہ ہاں فرمایا اَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمُ الرَّسْمُ الْيَسْبِقُ

غم لوگ ذرا غور کرو کہ بہت بڑی بات کہتے ہو جس کے سننے سے آسمان وزمین کانپنے لگتے ہیں قریب ہو کہ پھٹ جائیں غم اللہ تعالیٰ بجا ہو بل
 کی طرف اولاد کی نسبت کہنے ہو صراح و کبر و غیرہ میں ہو کہ اولاد کی نسبت کہنا تعجبی ہو کہ اللہ تعالیٰ سے جانہ اجزا اس سے کہہ دو اور جو چیز کہہ
 جو وہ اجزا کے بعد ہوگی تو اجزا ارعقد ہو سکتے ہیں لازم آگیا کہ وہ واجب الوجود سب سے مقدم اور قدیم زمین ہو حالانکہ یہ صریح باطل ہے تو یہ
 کوئی بڑی حماقت ہو علاوہ ان زمین اولاد اپنے زعم میں اعتقاد کر کے لگا دکھا کر زمین سے جو عہد تھا وہ اپنے واسطے قرار دیا اور بد مذکورہ اللہ کے لیے
 صہرا یا یہ دوسری حماقت سخت تر کہہ گا جس کے کیا لڑکیاں بدتھو فی جن تو جواب یکہ سے لگے فلز لکون کہ یہاں تک بڑا جانتے کہ نہ دروگہ
 کرتے اور بدایش کی مبارکباد منین لیتے تھے اور اصل میں بھی لڑکوں کو فی الجملہ لڑکیوں پر فضیلت ظاہر ہے کہ مردوں کو انبیاء بنا گیا ہو اور
 امین کلام منین ہو کہ بعض مرد جو حق و فخر سے درجہ انسانیات سے خارج ہو جاتے ہیں انے نیک یا سرا سورت اچھی ہو لیکن مرد کی فہم و عورت
 خفیلست کہ نہیں کا فزون نے کمال حماقت سے دونوں زمین سے اعلیٰ کو اپنے واسطے لکھا اور اس وارفل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ اور
 علاوہ اسکے لڑکیوں کو قدرت و قوت شدید ہو حتیٰ کہ انہیں سے ایسے ہیں کہ زمین کو لوٹ دین اور ہزار کھارڑ زمین انکو جو زمین زعم کیا اور یہ بھی
 جہالت شدید ہو۔ چہرچہ کہ اس بیان میں نہایت صریح تنبیہ و توجیہ ہو کہ اگر لوگ اپنی حماقت سے اذنیہ لے کر فرمایا۔ و لکن صہر کذا فی
 ہذا لافظہ لانی یعنی ہم نے اس فرکان میں طرح طرح اعلیٰ بیانات سے انکو نصرت کی کہ عبرت کے واسطے قصص فرمائے اور امثال ذکر کیے اور
 دلائل و احکام وغیرہ بطور وعدہ ثواب و وعید عذاب امر و نہی وغیرہ کے لکے گا غرض انکا دوست و حیات ہر طرح کے تعلیمات و قطعیات
 کے ساتھ بیان فرمایا کہ انکو دے نصرت کی کہ انکو کچھ نفع نہ ہو۔ و ما یجوز فی ہذا لافظہ لانی اور اس تصریف و تنکیر نے
 انہیں کچھ اثر نہ ہوا یا سوائے نفرت کے یعنی جیسے ان تر نور و الفت و محبت کے انہیں نفرت اور زیادہ ہو گئی۔ اصل یہ تھا کہ انکو اپنے بڑے و بڑے
 سے انس و الفت ہوئی اور نہ بھی کو اس قرآن سے ہوا فی کرب جاسے اسکے انہیں دوری و وحشت تھی۔ ابوجان نے کہا کہ لغت میں تصریف
 کے جس سے صرفا ماخوذ ہے یعنی ہم نے کہا کہ چیز کو ایک طرف سے دوسری طرف بھی نہ بچا یہ نہ کہنا ہو گیا اچھی طرح خوب واضح بیان سے سہمہ
 و کسا فی کی قرأت میں لیکر وادوں شدیدہ اندر کر کہ فی سورہ یحییٰ و غور کریں۔ و باقیوں کی قرأت میں نہ شدید ہو۔ یہاں ایک التوجیہ ہے
 کہ ایمان والے میں قرأت قرآن سے ایک انس و حضور ہوتا ہے بخلاف ان کا فزون کے سرانج میں ہو کہ حضرت سفیان رحمہ اللہ سے مروی ہے
 کہ جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے کہ اسے رب اسے مجھے میری جانب حضور ہوتا ہے تیرے انداز میں غالی لغت لڑکھائی ہو چھوچھو کہ
 مشرکین میں یہ بھی حماقت بدیہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے اور بھی الہ کہہ قرار دیتے تھے بلکہ پرستش کرتے تھے اور یہ توحید کے خلاف ہو اور صرف اٹھل و
 کمان کی بات ہو تو اسکو رد فرمایا اور ان کی حماقت پر تنبیہ کی بقولہ تعالیٰ قل۔ کہہ سے اچھے معنی انکو فحاش و تنبیہ کر دے کہ خدا کا
 ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اِنَّهٗ کَذٰبٌ کَذُوْنٌ اَلَمْ یَعِیْمْ کہتے ہو حالانکہ اگر دینا میں اس طرح ایک ادنیٰ کے واسطے سلطان کہا جا
 تو مضحکہ ہو چھو کہ اِنَّہٗ یَفْخُرُوْنَ بِاللّٰہِ ذِی الْعِزِّ مٰشِیْ عَلَی سِدْرٍ مَّجِیْدٍ خواہش کرتے راہ کی طرف ذی العرش کے یعنی خلیفتہ کر کے
 دنیاوی و دناہوں کی طرح مقہور کرنا چاہتے۔ و فرما کہ بندگی اسکی جو خائف الہ ہو اور اگر میں تمام کمالات ضرور میں از انجا پوری قدرت
 کہ جس سے ہر جاندار حیوان و انسان کو ہر وقت اسکی خواہش و ضرورت کے موافق ہو جائے دے دے اور ہر مظلوم جسکو چاہے پادے اور جسکو
 چاہے اسکے کردار کی سزا دے غنم کہ اسکو ہر طرح کے نفع پہنچانے دے ہر طرح کے ضرر دور کرنے کی قدرت کامل ہو تو ضرور یہ کہہ دے ہر غلوف
 کے سبب حال کا اسکو علم ضرور ہو پس جب ایک ایک ایل کا ایل ہوا تو کسی الہ کی ضرورت نہیں ہو دی صاحب العرش ہو گیا کہ سلطنت کامل ہر شے

[illegible]

کوئی تاویل کرے کہ یہ ایک خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں قوت تسبیح دیدی تھی تو جواب یہ ہے کہ ایسی تاویل کی ضرورت اسوقت ہوگی کہ دوسری آیات حقیقی تسبیح کی جو انکی عام جبلت میں بہ نسبت نہ ہوں۔ ومانہ قولہ تعالیٰ الم تر ان الصبح کم سن فی السموات والارض والطیر صافات کل قلم صلاتہ و تسبیحہ لعلیٰ یذکر اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تسبیح کرتے ہیں وہ جو آسمانوں و زمین میں ہیں اور پرند بازو پھیلائے ہر ایک نے اسکی مخلوقہ تسبیح جان لی ہے۔ یہیں سے مقدار میں معدی کرکے کافول ہے کہ ہر جب تک آواز ہے تسبیح کرتا ہے پھر سکون ہوا تو تسبیح ترک کرتا ہے لیکن دوسری احادیث سے ثابت ہوا کہ آواز کا کچھ قید چھ شخصین ہے پھر ہزاروں کا عظمت الہی سے شوق ہوا اور انے پانی جاری ہونا وغیرہ آیات میں مصرح ہے اور اسی طرح آسمانوں و زمین و پہاڑوں پر امانت کا پیش کیا جانا اور انکا پناہ مانگنا اور قولہ تعالیٰ قل انما اتینا طائیفین وغیرہ مصرح ہیں کہ اقصیٰ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک علم ہے اور واحدی رہے بھی سلف سے ہی نقل کیا اور تفسیر کبیر وغیرہ میں کہ اسمدلال لطیف نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ماسن وادی فی الارض دلا طائر لیطیر بحاجہ الائم الاستقام لہم فی چوپایوں و پرندوں کو آدمیوں کے مثل آئین قرار دیا اور فرمایا کہ ان میں امتہ الاخرہ انما ینذیر یعنی ہر امت میں اسکا بھی گذرا ہے تو معلوم ہوا کہ چار پائیوں و جانوروں و پرندوں میں انکے انبیاء ہیں۔ اور مترجم کتابہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک انصاری کے ذہن سے نکلتا ہے کہ اسکی کتب میں انظر بہ کہ بتی آدم کا پیغمبر تمام مخلوقات کے پیغمبر ہیں کاسر وار ہے اور شاید کہ مخلوقات کے انبیاء کو پیغمبر ہی آدم سے تعلق ہے پھر مترجم کہتا ہے کہ تسبیح انسانی سب سے محبوب ہے اور بہان ایک بھید ہے کہ آدمی جب بھوک کے تسبیح کرنے سے عاجز ہو تو طحال جانور کو زنج کر کے کھا جاتا جسکے حق میں مباح ہے وہ ایسی ہی بہن مخزن ہے کہ انسانی تسبیح اس سے اشرف ہے واللہ تعالیٰ اعلم فانہم تسبیح ابن کثیر رہے تسبیح کو حیوانات و نباتات و جمادات میں عام قرار دیکر کھاکے تسبیح جاری ہیں اس سے دوسری امت سے مروی ہے کہ تم لوگ کھانا کھا کر تسبیح کرنا سستے تھے درجائیکہ وہ کھا جاتا تھا اور دوسری امت کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنگریاں اپنے دست مبارک میں لیں انے تسبیح کی تھی جیسے شہد کی ٹھیکوں کی آواز ہوتی ہے اور ایسے ہی حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں سے تھی اسی اور یہ حدیث مسند میں مشہور ہوا امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے یہاں گئے دیکھا کہ لنگے چوپایہ سواری کے کھڑے ہیں اور انپر کجاوہ باندھے کانا نظام ہے پس اس قوم سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے سواریوں کو سالم اور انکو چھوڑو سالم اور بار بار دون و راستوں میں اپنی باتیں کرنے کے واسطے انکو کرکیاں مت بنانا کہ لبا اوقات سواری کا جائز ہے سواری ہر وقت ہوتا ہے اور سواری سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہوتا ہے پس سنائی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنگ کے قتل کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسکا لونا اسکی تسبیح جو وقتا دورہ ہے عبد اللہ بن عباس کے واسطے سے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ آدمی نے جب لالہ لالہ لالہ کہنا تو یہ کلام اخلاص ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی شخص سے کوئی عمل قبول نہیں کرتا ہر آنک کہ وہ یہ کہنے لگے اور جب اٹھ کر کھانا تو یہ کلام شکر ہے جس نے یہ نہیں کہا انے اللہ تعالیٰ کا کچھ شکر ادا کیا اور جب اسے اللہ تعالیٰ کہنا تو یہ کلام آسمان و زمین کا درمیان خالی بھر دینا ہے اور جب اسے سبحان اللہ کہنا تو یہ کلام مخلوقہ خالق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی مخلوقات میں سے نہیں چھوڑا کہ انکے مخلوقہ تسبیح کا مرکز کیا ہی ہر مخلوق کوئی ہوا سکھو تھی ہے اور جب بندہ نے کمال اللہ تعالیٰ دلا فوقا الا بالمدد واللہ تعالیٰ فرمایا کہ میرا بندہ اسلام لایا اور میرے واسطے گردن جھکا لی قبول کرے۔ امام احمد نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عربی لایا اسے طرسلان کا ایک بیٹھا تھا جن میں دینار کا قینہ تھا با دینار کی گھنٹیاں تھیں پس اسے کہا کہ یتھار اسرار جاتا ہے کہ ہر ایک چرواہے کے یونہی سے کو بنگ کرے اور ہر سردار زادہ کو بیت اسے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک اسکی طرف کھڑے ہوئے اور اسکے جبہ کے بند کو پکڑ کر

کھینچا پھر فرمایا کہ میں تجھے لافعل کے کپڑے نہیں دیکھتا پھر کہا واپس ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ جب افراح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو اپنے
 بیٹوں کو بلا لیا اور فرمایا کہ میں تم کو دونوں کو وصیت کرنا چاہتا ہوں تم کو دو بائوں کا حکم کہ تم کو دیتا ہوں اور تم کو دو بائوں سے منع کرتا ہوں
 پس میں تم کو المدینہ کے ساتھ شریک کرنے سے اور شریک کرنے سے منع کرتا ہوں اور تم کو لا الہ الا اللہ کا حکم کرتا ہوں کہ اگر یہ سب آسمان اور زمین
 اور جو کچھ زمین پر ایک پلین رک جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلین تو اس حکم کا پیکار بجا رہے ہو گا اور اگر آسمان اور زمین ایک صلے ہوں پھر
 انہر لا الہ الا اللہ رکھا جاوے تو ان سب کو زیرہ زیرہ کر دے اور زمین کو جحان السورجکدہ کا حکم دیتا ہوں کہ یہ سب چیزیں نماز پڑھ اور ایسی سب چیزیں جو
 رزق دیا جاتا ہے۔ امام احمد نے اس حدیث کو دوسری اسناد سے بھی روایت کیا اور یہ حفاظت امام احمد میں ہے۔ اور ابن جریر نے اسکو جامعین
 عبد اللہ سے مرفوع روایت کیا کہ کیا میں نکو اس سے گناہ نہ کروں جب کا فوج علیہ السلام نے اپنے سر کو حکم دیا تھا کہ لا الہ الا اللہ جحان السورجکدہ کیونکہ یہ
 نماز خلق کی اور شیخ خلق کی ہے اور ایسی کی وجہ سے خلق کو رزق دیا جاتا ہے۔ امام ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد ضعیف ہے۔ اور لکھا کہ
 حکم نے اس آیت میں کہا کہ اسطرح تسبیح کرتا ہو اور درخت تسبیح کرتا ہے۔ مسترحم کہتا ہے کہ ظاہر ایسی صحیح ہے اور معاملہ سے اوپر مغفول ہو گا کہ ظاہر
 نہیں تسبیح کرتا ہے۔ والدفعالے اطم اور بعض سلف نے کہا کہ دروازہ کی تسبیح اسکی آواز ہے اور پانی کی تسبیح اسکی رفتار کی آواز ہے اور فیضان
 ثوری رہنے پر واسطہ مرفوع کے ابراہیم بھی رہے روایت کی کہ ظاہر تسبیح کرتا ہے اس قول کے واسطے سورہ حج کی آیت جہدہ شام ہو یعنی جہیز
 جاندار و حیوان تسبیح کرتی ہے اور دوسروں نے فرمایا کہ تسبیح وہ کرتی ہے جن روح ہولینی حیوانات و نباتات جتنی چاہے قنادہ نے کہا کہ ہر چیز جنہیں
 روح ہے درخت وغیرہ تسبیح کرتی ہے اور خشاک و حسن بصری رہے کہا کہ ہر چیز جنہیں روح ہے۔ تسبیح ابن جریر نے کہا کہ یہ ادا احتساب ہے
 روایت کی کہ تم لوگ یزید الرقاشی کے ساتھ ایک دعوت میں تھے اور وہاں حسن بصری بھی تھے پس لکھو کہ کا خان آگے گیا کیا یزید الرقاشی نے
 کہا کہ اسے ابو سعید نے خوان تسبیح کرتا ہے تو حسن رہے جواب دیا کہ بھی تسبیح کرتا تھا یعنی جب سبز تھا پھر شیخ ابن کثیر رہے اس قول کے کہ نہیں اس
 کے واسطے وہی حدیث ابن عباس ذکر کی جو ترجمہ نے المدینہ کے فضل و توفیق سے سابقین ذکر کر دی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو
 قبروں پر سبز شاخ پھاڑ کر رکھی اور فرمایا کہ امید ہے کہ ان دونوں سے تخفیف عذاب رہے جب تک یہ گولیاں خشک نہ ہوں۔ اور بعض مترجمین
 نے نقل کیا کہ سردی رہے کہ ان درمیان پھچلی شکار ہوتی ہے یا پرندہ شکار کیا جاتا ہے تو اس سے تسبیح آتی ضائع کر دیتا ہے۔ سرسراج وغیرہ میں ہے
 کہ جاہلین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک شخص ہے کہ جن ایمان میری بعثت ہوئی ہے
 مجھے سلام کرتا تھا اور اب بھی میں اسکو پہچانتا ہوں۔ مسترحم کہتا ہے کہ اٹھ کا محبوب ہونا اور آپ سے محبت کرنا صحیح میں وجود ہے اور کھلا کہ ابن عمر
 سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سنوں سے تیکہ دیکر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب آپ کے واسطے منبر بنایا گیا تو منبر پر خطبہ پڑھنے لگے
 پس وہ سنوں کو کی کا نرم آواز سے واپس آپ نے تر کر لیا ہاتھ اٹھ کر پھیرا اور ایک روایت میں ہے کہ اسکو گلے سے لگایا اور اسے اس سے
 کچھ کہا پس خاموش ہو گیا۔ یہ احادیث دلائل کرتی ہیں کہ جمادات بولتے اور تسبیح کرتے ہیں سداۃ کا ان حدیثیں محفوظہ۔ المدینہ ہست
 علم والا اور بڑا محقق کرنے والا ہے۔ اسکی حکم میں سے ہے کہ تم کو مصلحت دیدی اور تمھاری غفلت پر نیکو مواخذہ فی الحال نہیں فرمایا اور تم ایسے
 جاہل ہو رہے ہو کہ باوجود اشرار مخلوقات ہونے کے تسبیح سے غافل ہو اور سب چیزیں تسبیح کرتی ہیں اور وہ بڑا غفور ہے کہ جب لوہے کے جوہر لانے ہو
 قبول فرماتا ہے بخاری و مسلم میں ابویہ رہے سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہی میں سے ایک کی کو ایک چوٹی ہے کہ انو اسے حکم دیا کہ
 چڑھو یوں کا چھتا جلا دیا پس المدینہ کے لئے اسپر چڑھی گئی کہ تو نے ایک چوٹی کے عوض میں سنوں میں سے ایک امت کو جو تسبیح پڑھتی تھی جلا دیا۔

الوہی شیخ نے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ زراعت شیخ کوئی ہے اور اس کا ذاب کا متکار کو تباہے اور کپڑے شیخ پر مٹا ہے اور
اشوفا کہتا ہے کہ اگر تو یمن پر تو مجھے دھو ڈال۔ اور ابو شیخ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ہر چیز شیخ کہتی ہے سو اسے کئے اور گدھ کے
حسن بصری سے مروی ہے کہ کوئلہ ان میں شیخی الکیج مجھ کی فخریہ تیرت میں بقدر ہزار آیت کی بھی تیرت میں تھا کہ ہمارا شیخی کی شیخ کرنے میں
اور درخت جگلوں میں اور جہان جہان لگے ہیں اسی کی شیخ کرتے ہیں اور فلاں چیز اس کی شیخ کرتی اور فلاں چیز اس کی شیخ کرتی ہے تمام
تفصیل مکرر ہے۔ حق فی العرسل قولہ تعالیٰ سبح السموات والارض والایہ حقان اشارات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے
خلوق کو اپنی قدرت قدیرہ ازلیہ سے اور مشیت سابقہ سے اور ارادہ قدیم سے جو قائم بذات پاک ہے اور علم و حکمت سے پیدا کیا پس
عالم سے یہ وجود جس پر آثار صفات قدم خاصہ ہیں پیدا ہوا اور اس میں اس کے آثار قدرت خاصہ ہوئے پس اشیا میں قدرت کا ظہور
ارواح و عقول و نباتین و معرفت ہیں اور ان کے معدن قدرت کے درمیان سے حجاب اٹھا دیا کہ مصادر فضل ظاہر ہوئے اور
اشیا باریہ مصادر فضل و قدرت کے مشاہدہ کیسے پس ارواح کو امتیاز و جنبش ہوئی اس طرح کہ اپنے معدن سے عشق ہوا اور زبان سے توجہ
کی اور خلق کی شیخ و تقدس کی اور یہ بات اس حیات انزلی کی تاثیر سے ہے جو ان اشیا پر قابض ہوئی ہے پس یہ سب جہیز ہیں اپنی زندگی میں یعنی
زندہ ہونے میں اسی حیات انزلی سے قائم ہیں یعنی اسی حیات انزلی سے ان اشیا کی زندگی کا نیا ہے اور اسی زبان سے اپنے صالحان کی شیخ
کرتے ہیں اور یہ بوجہ غلبہ انوار قدرت و امتیاز عظمت کے ہے پس سموات کی شیخ زبان عظمت ہے اور زمین کی شیخ زبان قدرت ہے اور جہیز ہیں
ان کے درمیان ہیں پس ان میں جو ذمی روح ہیں وہ زبان صفات و افعال اپنے اپنے مراتب کے موافق شیخ کرتے ہیں اور تمام شیاں بنائے
و جمادات ان اہل خاصہ کے قول پر شیخ کرتی ہیں اور اہل معرفت کے نزدیک شیخ زبان اوصاف و اسرار و نبوت ہے اور عالمین کی شیخ زبان
ذاتی ہے کیونکہ وہ کلی آفتاب انزلی و ادبی میں ہیں و لیکن سب کی شیخ کو کوئی بیجا تائید نہیں ہو سکتا ہے اس شخص کے جسکے سر باطن درج
و عقل و قلب و صورت پر حق عزوجل نے ذات و جمیع صفات سے تجلی فرمائی ہے اور اشیا کے وسط عالمین کے نزدیک روحانی ملکوتی زبانیں
ہیں کہ مٹی زبان و اشارات سے وسعت حق عزوجل کی شیخ کوئی ہیں اس شیخ کو کوئی سنا بھی نہیں ہے مگر وہی لوگ جو شہود و عجب میں ہیں کہ
لفظ انکا حق ہے اور عقل حق ہے اور عقائد حق ہے اور شیخ جمادات کی تصدیق کے لیے وہ حدیث ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت
کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے ایک مٹی سکر نہ اپنے ہاتھ میں لیے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ میں شیخ دھریں تو روح کی یا نہ تھا کہ ان کے شیخ اچھی طرح مٹی پھرا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دیکھا کہ ان کے شیخ مٹی پھرا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا
میں دیکھا انھوں نے شیخ پڑھی رہا تھا کہ ان کے شیخ مٹی پھر عثمان کے ہاتھ میں دیا وہ ان بھی ہم نے شیخ مٹی پھر وہ ہمارے ہاتھوں میں دے دیے تو
ہمارے ہاتھوں میں انھوں نے شیخ نہ پڑھی اور اس حدیث کی تصدیق اس آیت سے ہے کہ باجمال اولیٰ معہ یعنی اسے پہلا شیخ پڑھو
اسکے ساتھ اور یہ تو مشہور بات ہے کہ دعوہ و اسلام کے ساتھ پہلا شیخ پڑھتے تھے چنانچہ آیت کریمہ میں مصرح ہے۔ قولہ کان علیہا غمورا
اسکے علم و غفران سے ہے کہ اُسے تمام مخلوقات کو اپنی ذات پاک کی معرفت بصفات قدیمہ ازلیہ بادیہ عطا فرمائی اگر نہ ہوتا تو خلق کا وجود
نہ ہوتا اور نہ اسکی زبان سے ذکر نکلتا و لیکن ہم کہے ہر ایک کو زبان دی جس سے سب نے اسکی حمد و شکر کی پس اسکی حمد ہر ذرہ کو شامل ہے
اور اسکی تعریف ہر ذرہ بنان شیخ اور اگر تا کہ شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ تمام مخلوقات مختلف زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی شیخ ادا کرتے ہیں
و لیکن یہ شیخ انکی زمین سے اور زمین مجھے مگر وہی لوگ جو علم ربانی ہیں جسکے دون کے کان کھلے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے بعد الوہیت کے

بیان کے رسالت کی تفسیر مافی

وَإِذْ أَقْرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا كَالْجُوْءِ مَائِدًا يَّخْرُجُ حِجَابًا مُّسْتَوْرًا ۝۱۰

اور جب پڑھے قرآن کو تو ہم کر دیئے تیرے درمیان اور ایمان والوں کے پرمایان میں لائے آخرت کا پردہ ڈھانپنے والا اور

جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوْا وَفِيْ أَعْيُنِهِمْ فَغُشَاةً ۚ إِذَا رَأَوْا كَرَّمَاتَ رَبِّكَ فِي الْقُرْآنِ

ہم کر دیئے ہیں انکے دلوں پر ڈھکنے اس کے لئے کہ سمجھیں اور انکے کان میں ٹھیکہ اور جب ان کو ذکر کرے اپنے رب کو قرآن میں

كُفْهًا وَلَوْ أَنَّ أَعْيُنَ آبَائِهِمْ لَفُتُّوْا ۝۱۱ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَعُوْذُ بِهَا مِنْ أَذَى الْمُنْكَرِ ۚ وَ

اکھلا توہم کر دیئے ہیں اپنے بھت کے رخ نفرت کرتے ہم جانتے ہیں جو سے سنا جاتے ہیں جب کان لگاتے تیری طرف اور

لَا هُمْ يَجْعَلُوْنَ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنَّا تَسْتَعُوْذُونَ بِالْأَرْجَالِ مُسْتَعُوْذًا ۝۱۲ لَقَدْ كُفِّرْ كَيْفَ حَزَبُوا لَكَ

جس سے مشورہ کرتے ہیں جب کہتے ہیں ظالم لوگ کہ تم نہیں ہر دی کرتے ہو اگر ایک رول جہاد میں پھنسا ہوا دیکھو تو کچھ انھوں نے تیرے حق میں

الْأَمْثَالَ فَصَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ مَسِيَدًا ۝۱۳

مثلیں بنائیں سو بھگ گئے پس کوئی راہ نہیں پاتے ہیں

وَإِذْ أَقْرَأْتَ الْقُرْآنَ بَعَثْنَا فِيْهِ مِنْ رَبِّكَ آيَاتٍ ۚ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا كَالْجُوْءِ مَائِدًا يَّخْرُجُ حِجَابًا مُّسْتَوْرًا ۝۱۴

ساتھ کر دیتے ہیں۔ بے شک تیرے بیچ میں۔ و بینک والذین کافرین کال جوئ مائدین یا خیرج حجاب مستور۔ وہ حجاب انکے دلوں پر چھایا جاتا ہے کہ جو کچھ تو

پڑھتا ہے انکی سمجھ میں نہیں آتا اور نہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ یہ حجاب دیا ہوتا ہے جیسے عورت میں اسکی نظر کھاری دیکھنے میں نہ آتی

کے بیچ میں پردہ ہے کہ باہم نہیں ملے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ متادہ و ابن زید نے کہا کہ حجاب مستور وہی اکنتہ میں جھک فرمایا۔ وَجَعَلْنَا

عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً ۚ وَفِيْ أَعْيُنِهِمْ فَغُشَاةً ۚ إِذَا رَأَوْا كَرَّمَاتَ رَبِّكَ فِي الْقُرْآنِ

قرآن کو سمجھیں۔ و فی اعیُنہم فغشاۃ اور کر دیتے ہیں ان کے کانوں میں دقیرینی ٹھیکہ جس سے وہ فائدہ مند نہ سنا نہیں سنے ہیں نہ

انکے دوسری آیت ہے۔ قَالُوا قُلُوبُنَا لَنْ يَّكُنَّ خَالِدَةً عَلَيْنَا ۚ وَآذَانُنَا غُرْمٌ ۚ وَنَحْنُ نَحْمِلُ خَطَايَاكُمْ ۚ وَهِيَ أَعْيُنُكُمْ ۚ وَأَنْتُمْ أَصْحَابُهَا ۚ

مشرکوں نے میں نے تو خود بھی کہنے لگے کہ ہمارے قلوب اس سے سبکی طرف نہ ہوتا ہے ڈھکنے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ٹھیکہ ہیں اور

ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے۔ پھر حجاب مستور جب کہ اغلیہ کے حق میں ہے تو مستور جو بروزن مغنول یعنی ساتر ہوا جیسے قلم تعلق

کان وعدہ مائتا میں امتیاز بروزن میں مغنول یعنی فاعل یعنی اسکا وعدہ خواہ خواہ آئے والا ہے ایسے ہی حجاب مستور یعنی پردہ چھایا ہوا

ہے اور حجاب کے بعد مستور کا فائدہ یہ ہے کہ پردہ بھی ضیعت مانع ہوتا ہے تو مستور کہنے سے معلوم ہوا کہ یہ حجاب باطل ساتر ہوا بعض نے کہا

کہ حجاب مستور یعنی وہ پردہ ایسا ہے کہ خود پوشیدہ کیا ہوا اسکو عام نظر میں نہیں دیکھ سکتی ہیں باوجود اسکے وہ کافروں والی ہر ابیت کے

درمیان حائل واقع ہے اور شیخ ابن جریر رحمہ نے اسی کو ترجیح دینے کی طرف میل کیا ہے اور بعض نے یہ تفسیر کی کہ کافروں کے اور تیرے

درمیان ہم ایک پردہ کر دیتے ہیں بعض اوقات قرآن پڑھنے سے کہ دے ان ظاہری انگھوں سے بچے نہیں دیکھ سکتے ہیں شیخ ابن کثیر

نے لکھا کہ حافظ البعلی موصی نے اسامہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب سورہ تبت دیا ابی اسب اتی تو ام حبل ابولسب کی کلمتی

انگ کیا لگا کر لکھنے نے یہی منظور فرمایا کہ اسکو جاری فرما دے اور بلند کرے اور جو اسکے واسطے قتال کرے اسکو نصرت دے اور تمام پراس کو
 غالب کر دے اس ملک کو تو اسی چھوٹے سے جزیرہ والے بچاے تھیں جو چند رات دن میں طے ہو جاتا ہیں۔ ابن جریر نے یہاں ابن عباس سے
 قولہ و لو اداہ را ہم فنور کی تفسیر میں روایت کیا کہ بیٹھ پھر بکھائے والے شاپلین ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ یہ قول غریب ہے ورنہ
 شاپلین تو قرأت قرآن و اذان و ذکر اکی سے بھکا جاتے ہیں۔ مسترحم کہتا ہے کہ شاید ابن عباس کی مراد وہ آدمی ہوں جو شاپلین کے کمال
 طاعت میں شاپلین الائنس ہوتے ہیں۔ خطیب نے ذکر کیا کہ قولہ و جدہ ملعوب ہونے کی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ لعنہ اسکو حال واقع ہونے
 سے ہے اور حال ہمیشہ نہ کہ ہوتا ہے اور یہ تفسیر کی طرف مضافت ہے تو جواب یہ کہ لفظین اگرچہ معرفہ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت نہ کہ یہ کیونکہ مجھے معنی دیا ہے
 اور دوم یہ کہ معصوب بطریقیت ہے اور خطیب نے قولہ فنور ایسی معنی میں نہیں لکھا کہ اس میں بھی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ فنور مصدر ہو تو معقول مطلق ہے مگر اصل
 لفظ سے نہیں ہے اور معنی میں واحد ہے کیونکہ و لو اداہ فنور ایسی معنی میں نہیں پس یہ معقول مطلق واسطے تاکہ کہ ہے اور دوم یہ کہ فنور حال از
 فاعل ہے اور اس صورت میں وہ جمع نا فرجی جیسے قود جمع فاعلہ و شہود جمع شاہدہ وغیرہ۔ اور لکھا کہ علماء مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ قرآن سنتے وقت
 کا فنون کی حالت کئی طرح پر ہوتی تھی بعضے تو بومیں ڈالتے تھے چنانچہ اولاً و قسی ہیں سے دو بجائی و طرف کھڑے ہو کر یا لیان بجائے اور بیٹھی
 ہوتے اور اشارہ کر چکے ہوتا تھا کہ تھے کئے میں سننے میں غفل ہو اور بعضے جب قرآن میں ذکر آتی سنتے تو بیہوش رہ جاتے اس میں سے کہ نہیں سمجھتے تھے
 اور بعضے جب آیت واحدہ دست مشرکین سنتے تو پیچھے پھر کھیل دیتے۔ سخن اعظم جیسا کہ مذکور ہے ہم خوب جانتے ہیں وہ بات جسکے
 سبب سے کان لگاتے ہیں۔ اذ ینکدھون انکدھون جبکہ تیری جانب کوشش سے سنتے تو کان لگاتے ہیں کہ انکدھون قرأت میں۔ و اذ ینکدھون
 جیوئی اور جب کہ وہ باہم شور کی کرتے ہوں ان میں بھی باہم شور ہر کہ ہیں اس طرح کہ سنتے سے ٹھنڈو کر کے باہم ایک دوسرے کی طرف نظر اٹھاتے
 ہیں کہ کس درپیش سے لوگوں کے دلوں سے اعتقاد و میلان و درک میں چٹا چٹا ہوا فرمایا۔ اذ ینکدھون انکدھون انکدھون انکدھون
 سنکدھون جبکہ ظالمین یعنی فریض کے سردار لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں پہنچی کرتے کہ ایک مرد جو کہ یعنی ایک ایک مرد کی جو خدا میں گرفتار ہے
 اور اسکی عقل مغلوب ہوئی ہے خطیب نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ طعام بنیاد کر کے انشرف
 قریش کو بلا و جب آئے تو آپ نے قرآن انکدھونایا اور توحید کی طرف بلایا اور کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو تاکہ سب تمھارے مطیع ہوں اور تم
 تمھارے دین پر اوین انھوں نے انکار کیا اور قرآن سنتے وقت کہتے کہ ان بتوں الارواح اسحر۔ اگر کہا جاوے کہ انھوں نے بیروی نہیں
 کی تھی پھر کیونکہ تھے جواب دیا گیا کہ سننے میں ہیں کہ اگر تم پیر دی کرو تو پیر دی ایسے مرد کی ہوئی جو مجھ سے۔ اذ ینکدھون انکدھون انکدھون انکدھون
 دیکھو تو یہ انکرا ہوں نے تیرے واسطے تنگین بیان ہیں یہی بعض نے شاعر بعض نے جادوگر اور بعض نے جادوین پھنسا ہوا اور بعض نے
 کاہن و جہی نے معطر و بعض نے عنون بیان کیا حالانکہ جو میں الدننا کے فضل سے کچھ بھی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الانبیاء
 والصدیقین والنسب الذوا الصالحین ہے یہ سب لوگ خود گمراہ ہیں۔ کہکدھون انکدھون انکدھون انکدھون پس خود گمراہ ہوئے تو اس
 اکتے حق میں یہ نیچے ہو کہ نہیں استطاعت پا دینے گمراہ کی یعنی راہ حق نہ پا دینے کیونکہ راہ حق تیری طاعت و پیری میں ہے پس اگر گمراہ سے
 منکر ہوں تو سوا سوا گمراہی کے کوئی راہ نہیں ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ الدننا نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم کو یہی شورہ کفار قریش سے جو خدیا کہا کرتے تھے آگاہ فرمایا کہ اپنی قوم سے پوشیدہ لکھنے والی تیری نرات سنتے کو اس واسطے کہ آئے ہیں
 کہ کوئی اپنی راہ میں شاعر تھا دے اور کوئی ساو وغیرہ اور کترین سب نے سحر فرما دیا اور لکھا کہ محمد بن احاف نے اپنی کتاب سیرت

میں محمد بن مسلم بن شہاب زہری سے روایت کی کہ ابو سفیان بن حرب والوجہ بن ہشام اور انس بن شریک الشقی ایک رات اپنے مکان
 سے اس واسطے لنگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنیں اور آپ اپنے گھر میں رات کو چھا کرتے تھے پس ہر ایک نے اپنے واسطے ایک ٹکڑا
 مقرر کیا کہ وہاں شجر کو سنا تھا اور ایک کو دوسرے کا ٹکڑا نامعلوم نہ تھا پس رات میں انھوں نے سنا ہر ایک کہ جب فری ہوئی تو متفرق
 ہو گئے جب راستہ میں ملے تو ایک نے دوسرے کو ملا مت کی اور کہا کہ اب ایسا مت کر دو کہ اگر تم میں سے بعضے ہو تو نگو دیکھتے تو تھا رس
 اس فعل سے اُس کے دل میں کچھ اور بات پڑ جائیگی۔ جب دوسری رات آئی تو پھر انہیں سے ہر ایک اپنے ٹکڑے لایا اور رات میں سنتے رہے
 دوسرے روز پھر راہ میں ملے تو آپس میں تذکرہ ہوا اور سب نے پہلے روز کی طرح حمد کیا کہ اب نا دیکھتے پھر جب تیسری رات ہوئی تو
 ہر ایک نے اپنا ٹکڑا لایا اور رات میں سنا طوع و نکرہ کے بعد متفرق ہوئے تو راہ میں جمع ہوئے تو بعض نے بعض سے کہا کہ آج ہم جہلا نہ ہو گئے
 یہاں تک کہ ہر ایک بات پر حمد کر لیں کہ آئندہ ایسا نہ کریں پس یہ حمد کر کے متفرق ہو گئے پھر صبح کو ان بن شریک نے اپنا حصہ لیا اور نکل کر
 ابوسفیان کے پاس آیا اور کہا کہ اسے ابو جھلفہ تم نے جو محمد سے سنا اس میں مجھے ابی راعے بتاؤ ابوسفیان نے کہا کہ اسے ابو نعلہ وادعین نے
 بہت سی باتیں سنیں کہ جن کو میں نے بیان کیا اور ان کی ہر ادبھی جان لی اور بہت امی باتیں بھی سنیں کہ نہ میں نے اُنکے کبھی جانے اور نہ مرد صالحی
 ہوئی۔ تو انھیں نے کہا کہ جی تو نے تمہیں کہا تھا مجھے بھی اسی کی شک کہ یہی میرا حال ہے پھر ابوسفیان کے پاس سے نکل کر ابوجہل کے پاس آیا اور
 اس سے کہا کہ اے ابوجہل تو نے جو محمد سے سنا اس میں تیری کیا رسم ہو وہ بلا کہ تو نے سنا لیا ہے اور بات یہ کہ ہم نے اور جو عبد مناف نے
 شرافت میں جھگڑا کیا کہ کون زیادہ شریف ہو سو اگر انھوں نے کھانا کھالا تو ہم نے بھی کھانا دیا اور انھوں نے عمر بن کعبہ کی دی تو ہم نے بھی
 دی اور انھوں نے مفکون کو دیا تو ہم نے بھی دیا یہاں تک کہ جب ہم دونوں کھنڈن کے بل برابر ہوئے اور ایسے ہو گئے جیسے گاؤں کی چوڑی
 گھوڑوں کی ہوتی ہو تو انھوں نے دعویٰ کیا کہ ہم میں ایک نبی ہے اس پر کمران سے دیکھ آئی تو پھر یہ بات کہاں سے لائی جاوے اور ہم کہیں کہ وہاں
 میں تو وادعین کی نہ ایمان لاؤنگا اور نہ بھی تصدیق کرونگا پھر انھیں اُس کو جھوڑ کر چلا آیا۔ فانی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قرأت القرآن
 جعلنا بینک و بین الذین لا یؤمنون الّا یہ۔ انہیں اشارت ہے کہ جب تک آدمی صدق و اخلاص سے معاملات میں اپنے درجہ کو نہیں پہنچتا
 اس وقت تک اس درجہ کے لائق معافی سے مشرف نہیں ہوتا اور اسرار سے واقف نہیں ہوتا اور ہر ایک کی قرأت طحہ پر پس حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا یہ مرتبہ کہ جب آپ پڑھتے تو ہم کتاب و معانی حقان کے درمیان انکے قلوب و عقول و ادراج کے درمیان
 غیرت آگے کا حجاب ہوتا تھا پس ظاہری الصار سے اسرار صفات نہیں دیکھ سکتے تھے پس یہ کار ہو جاتے تھے اور قلوب کے کافوں سے
 لطائف حکمت نہیں سننے تھے کہ دونوں میں مؤثر ہوا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پڑھتے تو آپ نور صفات سے منور اور تجلیات سے
 موشع ہو جاتے کیونکہ شہادہ ذات و صفات حاصل ہوتا تھا اور اہل حق کے نزدیک اشارہ ہے کہ جب آپ اس مقام پر پہنچتے تو غیرت قائم
 نہ چاہی کہ اسے یہ متفرق نہ دے کہ کوئی غیر دیکھے سو اسے اسکے جو مقامات میں اسکے ہمد ہوا اور گروئی آپ کو اس حال میں دیکھتا تو ذہبت الہی
 سے اسکی عقل پر انکسہ و روح پر وادگر جانی قولہ و جعلنا علی قلوبہم اکنزہ ان یفقیہوا الا یہ اس قول پر دلیل ہے اور اشارہ ہے کہ جب تجلیات
 کلام الہی میں مستور ہوا تو جو کچھ ان تجلیات کے نہیں ہیں ان سے بھی ضرور مستور ہو گا اور یہ لوگ وہی مشرکین اہل باطل ہیں جن کو
 قرآن و اس کے احکام پر ایمان نہیں جس سے آخرت سے بھی منکر ہیں۔ حاصل یہ کہ قرأت قرآن کی حالت میں انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کافروں و
 مشرکوں کی نظر سے سوجھ بچھ مستور ہونے تھے کہ قرآن مجید بیان صفات پاک ہے اور قرأت اسکے ظہر تجلیات و سکنت ہے اور ان تجلیات

ما یبغی اسکے علم و قدرت کامل کو سمجھ گیا تو اسکو یہ شبہ کچھ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ خلی کو چھٹا دیکھا کہ اے خداوند! تو انے کہدے کہ تم پتھر یا
لوہا ہو جاؤ۔ اؤ خدائے تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے کوئی مخلوق اس قسم سے جو تمھارے دل میں پڑی ہو بعض نے ذکر کیا کہ شیخ ابن جریر
نے کہا کہ سنی یہ ہیں کہ اگر تم کو اس امر میں غیب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو کشت پوشست پیدا کر دیا تو تم سنی میں اور قوت میں پتھر لوہا یا اور کوئی
جسکو بڑا سمجھتے ہو ہو جاؤ اگر تم کو قدرت ہو غلطی سے نہ اس میں لکھا کہ یہ امر التزامی کے معنی یہاں نہیں ہیں کہ تم پتھر وغیرہ ہو جاؤ اگر ہو سکو۔ بلکہ
سنی یہ ہیں کہ اگر تم پتھر یا لوہا وغیرہ جو بالکل خشک و دنیا میں بے روح ہو جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تم کو دوبارہ زندہ کر کے حشر کے واسطے
مبشوت فرما دے گا۔ اول بات یہی ہے جو غلطی نے ذکر فرمائی اور یہی حق تفسیر امام ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ سے ظاہر ہیں اور قہر خلقا کا یکبر فی
صدر و کم یعنی اسی مخلوق میں سے ہو جاؤ جو تمھارے خیال میں حیات کے قابل نہیں ہوں تو لکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے زندہ کرے گا۔
ابن ابی نے مجاہد سے روایت کی کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اسکے کیا معنی ہیں فرمایا کہ موت یعنی اگر تم موت ہو جاؤ جو حیات کی ضد
تو بھی اللہ تعالیٰ اسکو زندہ کر دے گا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ اسی تفسیر میں فرمایا کہ موت ہو جاؤ تو تم کو زندہ کر دے گا اور یہی قول سعید
بن جبیر و ابوصالح و حسن و ضحاک سے مروی ہے اور غلطی نے کہا کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے ہمارے وقت کے بعض لوگوں نے اپنی کتابا
میں اس تفسیر کو لکھ دیا کہ پتھر لوہے سے ترقی مقصود ہے اور موت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ محسوس ہو اور میں کہتا ہوں کہ ترقی میں اس بات میں
مقصود ہے کہ پتھر لوہے سے بھی زیادہ بے روح و ناقابل حیات چیز ہو جاؤ اور ظاہر ہے کہ موت ضد حیات ہے اور ہر شخص اسکو خیال کرتا ہے کہ پتھر بھی حیات
نہیں بلکہ نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ امام مالک نے ذکر کیا کہ سلف کہتے تھے کہ وہ موت ہے اور رافع ہو کر چادر کے کہے کہ یعنی آسمان ہو جاؤ
زمین ہو جاؤ و پہاڑ ہو جاؤ اور چوچا ہو وہ ہو جاؤ و ہر حال اللہ تعالیٰ تم کو عادہ کرے گا۔ اس سے ظاہر ہو کہ مراد موت کا تفسیر سے اٹھنا نہیں ہے
بلکہ معنی یہ ہے کہ جو چیز تم اپنے خیال میں زندگی سے بعد اور بالکل ناقابل حیات جانو وہ ہو جاؤ حتیٰ کہ موت ہو جاؤ تو اسکو بھی اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا
شیخ ابن جریر نے اس مقام پر یہ حدیث ذکر کی کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں اپنے اپنے ٹھکانے ہو جائیں
تو موت لائی جاوے گی گویا سیاہ میز بھاری اور جنت و دوزخ کے درمیان کھڑی کجائی پھر اہل جنت سے کہا جائیگا کہ تم اسکو پہچانتے ہو کیونکہ کہان
پھر دوزخ والوں سے کہا جائیگا کہ تم اسکو پہچانتے ہو کیونکہ کہان پھر وہ جنت اور دوزخ کے درمیان دھنکادی جائیگی اور کہا جائیگا کہ
اے اہل جنت تمھارے پہچانی ہو کبھی موت نہیں ہے اور اے اہل دوزخ تمھارے واسطے بھی موت نہیں ہے۔ فَتَعْرِفُوْنَ مَنْ
يَقْبِضُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ تَمُوتُ جَسَدٌ لَا يَمُوتُ جَسَدٌ لَكُم فِيهَا حَيَاتٌ وَلَكُم فِيهَا مَوْتٌ وَلَكُم فِيهَا حَيَاتٌ وَلَكُم فِيهَا مَوْتٌ وَلَكُم فِيهَا حَيَاتٌ وَلَكُم فِيهَا مَوْتٌ
الذی فخر کہ اؤ کی موت کہدے کہ وہی جس نے تم کو اہل مرتبہ پیدا کیا یعنی جب تم کچھ بھی نہ تھے اور اب اپنے کو پتھر بتلاتے ہو جیسے وہ قادر
خالق و مولع اسوقت کہ تم کہتے تھے تمھارے پیدا کرنے سے عاجز نہ ہو ا وہی اب بھی تم کو دوبارہ موت کرنے سے کچھ بھی عاجز نہیں ہو سکتا
لَا يَكُنْ رُفُؤًا مِّنْهُ يَوْمَ تُنْفَخُ السُّنُورُ اے سر لاؤ گئے وَتَعْرِفُوْنَ مَنْ يَقْبِضُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ تَمُوتُ جَسَدٌ لَا يَمُوتُ جَسَدٌ لَكُم فِيهَا حَيَاتٌ وَلَكُم فِيهَا مَوْتٌ
تقادہ رہے اسکی تفسیر فرمائی کہ یہ قول انکار و ٹھٹھول سے کہتے تھے جیسے قولہ تعالیٰ یقولون تمیذا الودان انکم صادقین یعنی کہتے ہیں کہ یہ
وعدہ کسب ہو گا اگر تم سچے ہو۔ یعنی اسکے وقوع کو جھوٹ جانتے اور یہاں تک حماقت سے بعد جانتے کہ اسی وقت انکے تھے جیسے قولہ تعالیٰ
یستعمل بہا الذین لا یؤمنون بہا یعنی قیامت کو جلد ہی مانگتے ہیں دسے لوگ جو اس سے منکر ہیں اور ایمان والے جو قیامت کو مانتے ہیں
اس ہولناک واقعہ سے ڈرتے ہیں۔ اسی طرح یہاں یہ معنی ہیں کہ غایت استبعاد سے کہتے کہ یہ ہو گا کب یعنی سچ ہو لاؤ۔ فَمَنْ عَسَىٰ اَنْ

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس جس قول و فعل کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے بجا و درست کہ ہر اللہ تعالیٰ نے خطاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرا تاکہ باقی امدنی لوگ سب بدرجہ اولیٰ کہن داخل و متنبہ ہوں چنانچہ فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا سَوَاءً عَيْنًا** اور ہم نے مجھے متنبہ بھیجنا نیز وکیل یعنی حفیظ وکیل نہیں کیا کہ تجھ پر لازم ہو کہ کوئی حد تک بھی انکے ساتھ ملائت کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے کیا ہے جو بھی مشرکوں کی ملائت کر دے اور اپنے اصحاب کو حکم دے کہ وہ متنبہ بھی انکے ساتھ ملائت کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے واسطے اپنا ہی مخصوص فرمایا کہ اسی ظلم کے موافق ہر ایک اپنی اپنی راہ پر مقصد قدرت کو ہی منسخر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كُنْ لِلْعَالَمِينَ خَصِيمًا** اور تیرا ہر ایک کا حال جانتا ہو اسکو جو آسمانوں و زمین میں ہے۔ قال الامام ابن کثیر یعنی وہ غائب جانتا ہے جو حق میں سے سخت ہدایت ہے اور جو زمین پر ہے۔ قال ابن السراج یعنی اس ظلم فظلم ہی پر مقصد متنبہ ہے بلکہ تمام موجودات و معدومات سے اور تمام آسمانوں و زمین سے متعلق ہے پس ہر وہ ہر ایک کا حال جانتا ہو اور جو باطن اس کے حق میں مصلحت ہیں اور جو مفید ہیں وہی جانتا ہو اور ہر ایک کی اختلاف صورت کی طرح اسکے دین و اخلاق و احوال کو اور جس اقام پر وہ ہے جو خوب جانتا ہو بیضاوی نے دے لکھا کہ اس سے قریش کے کافروں کا رد و پیرویدہ جانے اور کہنے کا بدلہ باک کا تم کو جو پیرویدہ ہو سکتا ہے اور کہنے کو کہ کہن اس کے اصحاب ہو سکتے ہیں مستحکم کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقین مع اصحاب کا طرح نام کا لہذا کہ کافروں ہی کا کام ہے اور شرفاء و عہدین لکھا ہو کہ اگر کوئی شخص اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک الیو سے یعنی یون تبصر کرے تو بیٹھے علماء سے الکیہ نے فتویٰ دیا کہ وہ مرتد قتل کیا جائے و واضح ہو کہ میں فی السموات کی بارگاہ سے متعلق ہے تو ابو جعفر قادی نے کہ نزدیک یہاں علم مقدر ہے پس یعنی کہ تیرا ہر ایک بڑا دانہ و دانہ جانتا ہو کہ جو آسمانوں انچ اور تقدیر کی وجہ یہ علمی کہ اگر مقدر نہ ہو کہ ظلم سے متعلق نہ کجا و سے تو لازم ہے کہ اس ظلم کی اپنی فی السموات والارض کے ساتھ مخصوص ہو جائے۔ اور جو مرد علمائے کما کہ یہ بارتعلق ظلمی اور کوئی تقدیر کی ضرورت نہیں ہے اور یہ چونکہ اس ظلم کی اپنی مخصوص لازم آتی ہے یہ صرف دم پر اس لیے کہ جہاں تک ذکر کیا اس سے یہ لازم نہیں کہ فی ظلم نہیں ہے جو شخص کو ذکر کرے یہ خیر ذکر کرے فی لازم نہیں ہے اور مقصود باللقب اصولیوں کے نزدیک یہی ہے۔ کوئی رے نے کہا کہ جو کہ نزدیک مقصود باللقب ہے کہ جب متنبہ ہیں ہر اللہ تعالیٰ و وفات ہے جب چند لوگوں کے قائل ہیں کہ مقصود باللقب حجت ہو سکتا ہے جو مخلوقات میں سے ہر ایک کو اس کی خاصا ذات و صفات و حالات سے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہو اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے ہر ایک کو اس سے وہ دیا ہے جو اسکے لائق ہے اور اسی طرح بعض آدمیوں کو بعض پر اپنے ظلم کے موافق فضیلت دینا جو چاہے انبیا علیہم السلام میں اسے اللہ کیا ہو کہ قائل تھا۔ **وَهُنَّ كَذَبَاتٌ كَذَبَاتٌ** اللہ تعالیٰ علی بعضہن اور اپنے اپنی عظمت و اختیارات قدرت سے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر یعنی انبیا علیہم السلام کو مخلوقات پر فضیلت دے کہ انبیا علیہم السلام میں بعض کو بعض پر فضیلت دی جیسے موسیٰ کو عیسیٰ کی فضیلت دی اور ابراہیم علیہ السلام کو عیسیٰ کی فضیلت دی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بیست نام و معراج خاصہ سے فضیلت دی پس ہر اس راہیل یا عہد میں سے کوئی نبی کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت سے متنبہ نہیں ہو سکتا شیخ امام ابن کثیر نے کہا کہ جیسے دوسری آیت میں فرمایا کہ اس راہل فضلت علی بعض منہم علم اللہ و درجہ ہر ہر آدمی کے کہ حدیث متعین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا فضلوا بین الانبیا یعنی انبیا کے درمیان فضیلت نہ تباراؤ۔ تو جواب یہ کہ حدیث میں مراد یہ ہے کہ خالی خواہش سے اور محبت و تعجب سے اس راہل ناسخ ہو کہ نہ کسی شخص کی حمایت کرنے اور نہ کرنے سے کوئی فضل نہیں ہو سکتا جیسے کسی کے نہ کرنے سے کوئی کفر نہ ہو کہ نہ فضیلت و برتری کی دینا صرف اللہ تعالیٰ کے ارست میں ہے بلکہ جو کوئی بدو دل دلیل کے خالی اپنی رائے سے خواہش سے

ایسا کہ وہ مرتکب گناہ سخت ہو کہ چونکہ جو امر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہو اور انہی کے علم میں ہو اسکا خود دعویٰ کیا۔ اور جب دلیل قائم ہوئی کہ
 فلاں افضل ہو تو دلیل کا اتباع کیا گیا جو سے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ دلیل ہو کہ بعض کو بعض فضیلت ہو چنانچہ زمین
 اختلافات میں کہ انبیاء علیہم السلام میں سے جو بہتر کتاب آسمانی نازل ہوئی وہ ان انبیاء سے افضل ہیں جو رسول بنے تھے پھر رسولوں میں سے
 اولوالعزم افضل ہیں بقولہ تعالیٰ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل۔ اور سے پانچ میں نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ و
 علیہم آلعین۔ اور اس میں بھی اختلافات میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب میں افضل ہیں پھر آپ کے بعد حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ پھر
 حضرت عیسیٰ ہیں اور جنہ دوسرے مقام پر اسکو دلائل کے ساتھ مفصل بیان کیا ہے اور قول یہ سب امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر کا ترجمہ ہے اور
 صحیح و صواب ہے پس جو کچھ اس زمانہ میں صاحب فرخ البیان نے تحت قولہ تکلم الرسل فضلتا انہ کی تفسیر میں دعویٰ کیا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے
 نہ دنیا چاہیے نہ دین کی دلیل قائم نہیں کیا اسکو تفریحی اور مسترحیہ دین اسکو رد کیا ہے۔ اچھ لہذا کہ شیخ ابن کثیر سے موافق ہو کہ اولوالعزم
 و انبیاء کا ذکر خود ہے۔ اور دین ہم نے داؤد کو زبور و عیسیٰ کو انجیل دی پس یوں ہی محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کو قرآن دیکر عالم الرسلین اور تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا بلکہ تمام مخلوق اسی کی وجہ سے پد کی نوبت خلیق پر نہیں فرمایا ہے۔ مگر کہا
 جاوے کہ یہاں داؤد و علیہ السلام کی خصوصیت ذکر کا کیا سبب ہے تو جواب اسکا یہی وجہ ہے دیباچہ اول یہ کہ اول میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ
 ہم نے بعض نبیوں کو بعض فضیلت دی پھر داؤد علیہ السلام کی فضیلت زبور دینے سے بیان فرمائی حالانکہ داؤد کو زبور ادا شہادت عظیم عیسیٰ کی بھی دی
 اس سے تنبیہ کر دی کہ جو فضیلت اوپر ذکر ہوئی ہے وہ ہر اہل علم و دین پر لازم و سے اہل مطلقیت۔ وجہ دوم یہ کہ مقصود اہل فضیلت و رسالت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور نوریت میں اللہ تعالیٰ نے کس کی فضیلت رسالت مع اصحاب کے ذکر فرمائی ہے کہا قال تعالیٰ و لقد تنبانا فی الزبور ان بعد
 الذکر ان الارض یشاء بعد ابدی الصالحون یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجہ سوم یہ کہ قریش کے لوگ اہل نظر تھے اور ان میں علم تھا بلکہ علمی بات
 کو یہود سے پوچھتے اور یہودی شہادت لگا لگا کر انکو دیتے تھے اور یہودی کہا کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا اور نہ نوریت کے بعد کتب
 ہو پس اللہ تعالیٰ نے توڑ دیا کہ تم بعد موسیٰ علیہ السلام کے داؤد و زبور نازل کی ہوا اور مسترحیہ کتاب کہ زبور کے بعد انجیل بھی ہو دینے یہودی
 اس سے منکر تھے۔ امام جہاد جاری رح نے صحیح میں ابویہ رحمہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد پر قرآن آسان کر دیا گیا تھا
 حکم دینے کا فی سوار بیان تبار کی جاوین پس زمین سے آراستہ ہونے سے پہلے فالخ ہوا تھے۔ لہذا چاہئے کہ انہ یہاں داؤد و علیہ السلام و زبور
 کی خصوصیت ذکر کے واسطے بہت توری مناسبت ہے کہ نوریت میں بعثت کا بالکل ذکر نہیں ہوا و نہ تبار کے واسطے صرف ایک مقام پر جویم مذکور
 ہوا اور زبور میں نادر ادا یہ جویم بہت جگہ مذکور ہیں۔ حق فی العرائس و قولہ تعالیٰ و لکم علم ان یشاء تکلم آقا یہ علم کسی جہان تھے تھے معلومات
 کے وجود سے پہلے انہی تھا اور جتنے علت و سبب خیال کیے جاتے ہیں وہ سب سناوےں تھا لہذا کہ قدیم ہوا اور اسباب و اسباب سب حادثات ہیں
 پس ان سے تمام مخلوقات میں سے اپنے علم و ارادہ کے ساتھ قبول معرفت و استعداد و رواشت امانت کے لیے اہل روح و عاقلین کو اختیار فرمایا
 اور ان ارواح کو مقامات غیب میں رکھا جہاں قدم کی زیارت کرنی تھیں اور انکو مقامات عبودیت و امتحان دکھلائے کہ نور مطلق کا ظہور
 کیونکر ہوتا ہے پس بعض ارواح کو مقامات شہدہ میں اور بعض کو موافقت و صل میں اور بعض کو مقامات قرب میں جن میں رکھا اور وہ جاتا تھا اس
 مشوق کو جابل شوق کا اسکی جانب ہوا اور خوشی و حمیم کا اسکی درگاہ میں ہوا اور جو اس کے سامنے اسکی جانب میں ہوا اور جو تعزات عارفین کو دریا
 غفلت میں ہوا اور جو حیرت و حیرت کو میدان اذیت میں ہو پس بعض پر مدبر احوال سے رحم فرمائی کہ اس کے ساتھ سرور زندگی سے باقی رہے اور بعض پر

اور کوئی ہون نہ کر اُنے نہ کچھ نفع ہو نہ ضرر و دفع ہو کیونکہ قادر غفار خالق جل شانہ ہوا و ربہ اسکی کمال قدرت و علم و حکمت تمام مخلوق کو فردہ فردہ کو محیط ہوا و ربہ اس کا قیام اُسی سے ہوا و ربہ اسکی زندگی و بقا و حرکت و سکون و تمام باتیں اسی کے فضلہ قدرت میں ہیں وہی جی العیون ہے تو دوسرے کو کہیں وصل ہی نہیں ہو۔ مگر ایک کھنڈ کہ پس یہ لوگ کچھ قدرت نہیں رکھتے کشف البصر عنک و دور کر کے ضرر کے تم سے یعنی جب انہیں ذاتی صفت ملک و اختیار و قدرت کی نہیں ہو تو کیونکر اسکا اثر ہو سکتا ہے پس بالکل نہ ہوگا و کما یحییہ لا اور نہ انکو یہ اختیار ہو کہ تم پر سے تخیل کر لیں یعنی یہ بھی قدرت نہیں رکھتے کہ تم سے ہمارے دوسرے پر مخلوق میں پس ان باتوں پر قدرت والا وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اسی کی تمام مخلوق ہوا اُسی کا حکم ہر دم انہیں جاری ہوا وہی اپنی مخلوق میں بطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہوا اسی نے نبیاسے سابقین بھیجے تھے جنکو سرفراز کیا اور اُسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز فرما کر رسول کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کمال مرتبہ قرب و منزلت کے تم کو اپنی بندگی کی طرف نہیں بلایا بلکہ اُسی رب عوہل کی طرف متوجہ فرمایا ہوا و تم غم کو لوگوں کو پکارے ہو وہ سے بھی مخلوق ہیں اگرچہ برگزیدہ ہوں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کم نہیں جیسے لا الہ الاکبر و سبغ وغیرہ تو وہ خود اپنے رب عوہل کی طرف متوجہ ہیں پس بدرجہ اولیٰ تمہاری ہمارے سے ناراض و متحارے دشمن ہو گئے۔ و لیس لک الذین یؤمنون کہ لوگ جنکو مشرکین پکارے تھے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا سَبِّحُوْا خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب کی طرف اور عہد و وسیلہ کہ اَیُّھُمْ اَخْرَجْتُمْ کہ انہیں کون زیادہ نزدیک ہو یعنی نیک اعمال و طاعات سے وسیلہ و حصول دہشتے ہیں کہ قرب مزید حاصل ہو جیسے سابقین ایک دوسرے پر سبقت چاہتا ہوا و یہ بیان اُنکے حوصلہ کا نہیں ہو بلکہ کمال رعایت طاعات کا اور غایت آرزو سے قرب و منزلت کا ہو۔ و یٰۤاَیُّھُمْ اَخْرَجْتُمْ اور انہیں کہ تھے انہیں اُنکی رحمت کی۔ و یٰۤاَیُّھُمْ اَخْرَجْتُمْ اور دُور تھے انہیں اُنکے عذاب سے یعنی باوجود نیک اعمال کے بھی ان اعمال پر نظر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خوفناک رہتے ہیں کیونکہ وہ تمام عالم سے غنی رہے پرواہ کسی کی طاعت سے مشکوشت نہیں اور کسی کی نافرمانی سے وحشت نہیں بلکہ ہر ایک کا نیک و بد اُنکے واسطے ہو چکا گاہ فرمایا کہ اٹھا خوف اپنے موقع ہو کیونکہ اِنَّ عَذَابَ ذَیْکُمْ کَانَ عَذَابًا وَّزِیْرًا سے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اُس سے پرہیز کرنا واجب ہو جب معلوم ہو گیا کہ جنکو پکارتے ہیں جناب باری تعالیٰ میں انکی خودیہ حالت ہو تو پکارنے والے کس قدر گمراہ ہیں اور جنکو پکارتے ہیں وہ خود ان پکارنے والوں کے کس قدر دشمن ہو گئے جو کہ اُنکے رب عوہل سے اس طرح مخالفت کرتے ہیں اور پھر انھیں کو پکارنے میں معاملہ خود ہیں مذکور ہو کہ روایت کیا جاتا ہے کہ مشرکین پر سخت فطوائش ہیں اور انھوں نے بے وقوفیہ تک مار کھائے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادی کہ تباہی اس آیت کا نزول ہوا کہ جنکو پکارتے ہوئے فرما دیا تو دیکھو کہ کچھ بھی تم سے ضرر نہیں دور کر سکتے ہیں۔ شیخ ابن کثیر نے اسکو نہیں لکھا اور قحط شدید تو قریش میں وہی واقع ہوا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے سے آپ کی بدعا کرنے سے بچتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم اور شیخ ابن کثیر نے یہ لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل شرک کہتے کہ ہم لا کہ کہ اور سب کے اور عہد کے الامیت کے قائل ہیں اور انہیں بدعون یعنی بدعتوں اور وہ لا کہ کہ و سب و بدعتوں اور بھارتی نے فرمایا کہ لا الہ الاکبر یعنی بدعون یعنی بدعتوں کے لایہ بدعت کی کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ کچھ لوگ جنوں میں سے معبود بنائے جاتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انسان میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کو پوجتے تھے پس جی تو مسلمان ہو گئے اور لوگ اُن میں دس کو پوجتے رہے۔ اور قتادہ نے اپنی اسناد سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آیت کا نزول دوبارہ چند عرب کے ہوا کہ وہ لوگ کچھ جنوں کو پوجتے تھے پس جی تو مسلمان ہو گئے اور یہ لوگ انسانی جو انکی عبادت کرتے تھے انکو جنوں کے اسلام سے شہور نہ ہوا پس یہ آیت اُتری۔

ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ الْكَلِمَاتِ بِهَا أَلَمْ كُنْ أَهْلًا وَكُنْ هَادِيًا
ایہی کتاب میں مسطور ہے اور ہم کو کی چیز والے میں کہ کتاب آیتیں بھیجیں گے کہ چلا جائے کہ انھوں نے اور اپنے
تَمُودَ النَّاسِ مَبْعُوثًا فِيهِمْ فَقَالُوا يَا نَارُ كُونُوا بَرْدًا وَغُدُقًا
نمود کو قوم کے سامنے بھیجا اور انھوں نے کہا ہوا کہ آگ ہو اور ہم نے انھیں آگ سے سردی اور گڑھ کی شکل میں بھیج دی
نمود کو قوم کے سامنے بھیجا اور انھوں نے کہا ہوا کہ آگ ہو اور ہم نے انھیں آگ سے سردی اور گڑھ کی شکل میں بھیج دی

جب بدعت شقی ہو تو جیسے اسے اس معجزہ کی نسبت کہدیا کہ یہ جادو ہوا ہی طرح تمام معجزات کی نسبت ہی کہہ کر اور چونکہ نبوت محمدی پر کہ اپنے
 انجام کو دکھاتا ہوا اسکو خواہ مخواہ ایسے معجزات کی ضرورت نہیں جو چنانچہ بہت سے انگلیوں کی ہتھ پٹہ میں پوری کی گواہی سے سولے کمر ہی
 بڑھنے کے کوچہ بچہ فائدہ نہ ہو اچنانچہ فرمایا۔ **وَلَا تَقْبَلُوا لَهُ شَيْئًا إِلَّا بِمَا نَزَّلْنَا لَهُ** اور دیا ہم نے خود کو جو قوم صالح علیہ السلام تھی نا کہ جس
 طرح انھوں نے ہتھ پٹہ کے پہاڑ سے پیدا ہونا انگلی کا تھا اور حالیکہ وہ صاف روشن واقع ہوا اس الائن کہہ دیکھنے والا اس سے عجائب قدرت
 والو بہت تو حیرت میں بصرات حاصل کرے۔ **فَلَا تَقْبَلُوا لَهُ شَيْئًا إِلَّا بِمَا نَزَّلْنَا لَهُ** کہو دے ایمان نہ لائے بلکہ اس کے ساتھ ظلم کیا یعنی اسکو ملاک کیا اور نہ انا اس کے
 جملہ نے سے اپنی جانوں کو ظلم کیا آخر سب کفر کرنے والے برباد ہوئے پھر یہ لوگ کیونکہ ہتھ پٹہ میں اس کی آیت کے ساتھ ظلم کیا یعنی اسکو ملاک کیا اور نہ انا اس کے
 کہ وہ بلا وعرب میں انکی حدود سے بہت فربہ کا واقعہ ہوا اور شیخ امام ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ سیدہ نے اپنی تفسیر میں معبد
 بن جبر سے روایت کی کہ نہ کروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کہاں کرتے ہیں کہ آپ سے پہلے نبیا گذرے بعض کے واسطے ہوا
 مطیع کر دی گئی تھی اور بعض مردے کو زندہ کرتے تھے پس اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لا دیں تو دعا کیجئے کہ آپ کا پروردگار ہمارے واسطے
 اس کو وہ صفات کو سونا کر دے پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھی کہ میں نے تیرے سے قوم کا قول مناسپس اگر تو چاہتے ہیں ہی وہ دیوں جو کہتے ہیں پھر
 اگر ایمان نہ لائے تو عذاب نازل ہوگا کیونکہ الہی آیت کے نزول کے بعد کچھ انتظار و ملت نہیں ہوا اور اگر تو چاہتے ہو کہ ملت چاہتا ہی قوم کے
 واسطے تو میں ان کے حق میں ملت دیتا ہوں آپ نے عرض کیا کہ اے رب میں تاہنگی ملت چاہتا ہوں انکو ملت دیدے۔ ایسا ہی تمنا وہ
 ابن جریج وغیرہ جاسے مروی ہے مترجم کتاب تاریخ حلیت الہیہ ابن عساکر نے قریش میں سے موجود لوگ جو آیات کے واسطے ہتھ کرتے تھے
 کہہ ایمان لانے والے تھے انے حق میں کفر تھا تو کسی آیت پر ایمان نہ لائے تو انکی پشت و طعن میں اور باقی لوگ تقدیر میں ایمان نہ لائے اور
 اللہ تعالیٰ کی راہ میں کمال صدق سے جا میں قربان کر دیوے جاہلین تھے پس اگر ہتھ کرنا تو یوں لوگ انکی آیات دیکھیں اور دے ایمان نہ لائے
 تو نزول عذاب میں سب ہلاک ہوئے پس کمال قدرت و حکمت سے موافق تقدیر کے واضح ہوا شیخ امام نے لکھا کہ امام احمد نے ابن عباس
 سے روایت کی کہ اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوہ صفا کو سونا کر دو اور پہاڑ و پتھر ہمارے سے تہاد و کلام تو انکی
 کے ساتھ زراعت کریں تو آپ کو حکم ہوا کہ چاہو ان کے واسطے آہنگی و ملت لا دو چاہو انکو وہ دیدیا جاوے جو ہتھ کرتے ہیں پھر اگر انھوں نے کفر کیا
 تو ہلاک ہوئے جیسے اعلیٰ آیتیں ہلاک ہوئیں پس آپ نے ملت چاہی اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا و انما نزلنا نزل بالآیات الا یہ رواہ
 السنائی اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے
 کوہ صفا کو سونا کر دے اور ہم آپ پر ایمان لے آؤ چنگا کہ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو گے کہ گئے لگے کہ اس آپ منظر ہوتے آسموت جب سبل علیہ السلام نے
 اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ سلام فرما ہوا اور ارشاد کرنا کہ اگر تو چاہتے تو یہ لوگ اس حال میں صبح کریں کہ کوہ صفا سونا ہو پھر سے کہ جس نے نہیں سے
 کفر کیا تو اس عذاب کو چنگا کہ عا لہ میں میں سے کسی کو نہ کیا ہوا اور اگر چاہے تو ان کے واسطے ابواب توبہ و رحمت کے کشادہ کر دوں آپ نے عرض کیا کہ میں
 یہی چاہتا ہوں کہ ابواب توبہ و رحمت کشادہ کر دیئے جائیں حافظ ابو علی نے باسنار روایت کی کہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہنے کے جب
 نازل ہوا فرقہ تعالیٰ و اندر مشرک الاقرین یعنی دشمنان دے اپنے کنبہ کے نزدیک و انوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ اٹھیں سے کہہ کر
 ہوا پکارا کہ اے آل محمد منافقین و فیرین مترجم کتاب عرب میں دستور تھا کہ جو کوئی اپنے کو مذکر کہہ جاتا تو سمجھتے کسی دشمن کا یا کسی فتنہ و کلام
 ڈرنا کے کو بلا تاہو پس فوراً دوڑتے تھے پس قریش سب اگر جمع ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو عذاب الہی سے ڈرایا اور پہنچنے کی غمناکی کی۔

کہنے لگے تو گمان کرتا کہ کون سی چیز تھیں وہی آتی ہو اور لیسان کے واسطے ہوا سحر کر دی گئی تھی اور پھر اس کے واسطے سحر تھے اور موسیٰ کے واسطے سحر کر
 کیا گیا اور یہ مردہ کو زندہ کرنا تھا پس تو بھی دعا کر دے کہ اللہ تعالیٰ یہ پہاڑ بہان سے ہٹا دے اور اس زمین پر زمین جاری کر دے تو تم کعبیت
 تیار کر کے انہیں بھیجی زمین پھر دعا کر دے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مردوں کو زندہ کر دے کہ تم انہیں بائیں کر لین اور دوسرے کو بتلا دین زمین تو پھر دعا
 کر دے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے اس پہاڑی کو جبر و کفر اور ہوس و ناکرد کے ہم اس سے سزا نکال دیا کرین اور دیکھو چارے و گری کے سفر سے راحت
 ملے حضرت زبیر نے کہا کہ تم آپ کے گرد ہی تھے کہ اتنے میں آپ پر وحی نازل ہوئی جب وحی تم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کی جیسے فیضہ میں میری
 جان ہے کہ جو تم نے انکا وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا اور اگر میں چاہوں تو تم دعا دے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ چاہوں بابا رحمت سے
 تم لوگ داخل ہو پس جو گردن بھگا و بگاڑوں ہوگا اور چاہوں تو تم ہانکتے ہو تم کو کسی کے حوالہ کیا جاوے تب بابا رحمت نہ پاؤ گے تب کوئی تم میں سے
 مسلمان ہوگا کہ اس نے بابا رحمت اختیار کیا پس تم میں ایمان لانا ہو ایسے میں اور کہا کہ مجھے میرے رب نے انکا دکھا فرمایا کہ جو تم ہانکتے ہو اگر اسے وہ دیا
 پھر اس کے بعد تم کا فرہوسے تو میرے ایسا عذاب کر لگا کہ عاملین میں سے اسے کسی کو ایسا عذاب نہیں کیا جو اور یہ آیت نازل ہوئی و امننا ان نرسل
 بالآیات انکم تبین آیات محمدین و نازل ہوا فو کہ وہ ان فرما سرت یہ اجمال لاکہ یہ پس معنی میں کہ جو کچھ تیری قوم نے انکا اس کے دین میں ہم کو
 کوئی روک نہیں ہم چاہیں علم دین اور فو لڑی ہو جاوے جو ہم چاہیں لیکن تیری قوم پر تم پر کہ نہ انگوٹھ لے جو انکا ہم نے دیا پھر انھوں نے
 پیغمبر کو بھٹلایا اور یہ بھی ہمارا فرمان جاری ہے کہ بعد ایسی آیت کے نزول کے کہ بھٹلایا دین تو جرح سے تباہ کر دیے جاوین چنانچہ انکو دیکھنے ہٹ پر
 ناقہ ہمارے بحال دیا کہ بعض لوگ انہیں سے مسلمان نہ ہوئے پھر انھوں نے ظلم کیا اور افغان عزوجل سے کہ فرمایا رسول کو بھٹلایا بلکہ اس کی
 کو چین کا کٹا کر لایا کہ پس صحاح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس کے لئے شغوفی وار تم تائمتہ ایام ذکاب و مدغیرہ مذوب۔ جیسے ہوا پچھلے گھوڑن میں
 تبین دن یہ مدغیرہ مذوب پس اللہ تعالیٰ نے سب کو تباہ دلا کہ اس کر دیا۔ و مائتہ ذیل یا لایت الا انھو فیض یعنی ارسال آیات تو
 تنخو لیت ہی کے لیے ہم کرتے ہیں۔ تباہہ رح نے کہا یعنی اللہ تعالیٰ کو کون کو خوف دلاتا ہے جن آیات سے چاہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کرین
 اور کہا کہ تم سے جان کیا گیا ہے کہ اس مسعودہ کے وقت میں کو فین زلزلہ آیا تو فرمایا کہ اسے لوگوں کو تباہ راب چاہتا ہے کہ اسکی درگاہ میں عذر و قبول کر
 پس ماجری کر دیو یون ہی روایت ہے کہ عین الخطاب رہ کے وقت میں دینین زلزلہ یا کسی بارس عذر نہ کیا کہ لوگوں نے احداث پھیلایا کہ
 والدہ اگر پھر خود ہوا تو ایسا اور ایسا کر دینگا۔ اور حدیث میں ہے کہ سورج چاند آیات اسی میں سے دو آئین ہیں کی کی موت با زندگی کی
 وجہ سے آئین مکتوف و خوف نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تنخو لیت دیتا ہے جب تم اسکو دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دعا و استغفار
 کی طرف جلدی سے رجوع ہو پھر کہا کہ اسے امت محمد اللہ تعالیٰ سے زیادہ کو فی حقہ زمینیں اس بات میں کہ اسکا غلام واسکی باندی نہ کر میں
 اسے امت محمد اگر تم جانتے ہو جن جانتا ہوں تو خود اچھتے اور بہت روتے۔ سرسراج میں لایا کہ ارسال آیات میں تنخو لیت ان لوگوں کے واسطے
 ہو جنہر رسول بھیجا کہ اس کو ڈرے تو نجات پائی ورنہ دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ آیات انھوں نے سرت کر کے انکی تحین تو دنیا ہی سے عذاب
 امتیصال میں گرفتار ہو کر سب ہلاک ہو جاتے ہیں اور اگر آیات غیر مقررہ ہوں تو عذاب آخرت میں ناخو د ہیں پس اس زندگی میں جہلت ہے
 اگر کہا جاوے کہ اصل مقصود ان آیات سے یہ ہوتا ہے کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو اسکی تصدیق کرین اور اس کے قدم پر ایمان لاوین تو
 تنخو لیت میں یہ مقصود دیکھو کہ حاصل ہوا جواب ہے کہ تنخو لیت اول ہوتی ہے تب تصدیق مقررہ ہوتی ہو جاتی ہے تو وہی باعث ہے۔ ف
 فی العرائس و انزل بالآیات الا تنخو لیت نفوس کے واسطے کرامات و دمرتہ ہے کہ ایک ایک شخص اپنے رب عزوجل پر ایمان میں مطمئن ہو کر

دوم یہ کہ نصیحت اُسی سے بازر ہے اور مخرج است و آیات عظیمہ دیکھنے میں نفس کو خوف ہوا اور عقل کو تحدید ہوا اور قلب کو گڑبگڑا ہوا ہے اور روح کو ترویح ہو جس سے اس نے پیدا ہوتا ہے اور صراطین کے واسطے اجمال ہوا اور سرسری کے لیے معرفت و توحید و تعین ہو جس سے صفت کے بعد مشاہدہ ذات میں ترقی کرتا ہو۔ حارث غسانی رحمہ اللہ کہنا کہ جو آیات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں ظاہر فرماتا ہے وہ کامل ہاں طاعت کے واسطے رحمت ہیں اور واسطہ درجہ والوں کے لیے تنبیہ ہیں اور عاصیوں کے لیے توبیخ ہیں انا امیر بن سہیل سے سچا کہ اگر کمال رسال آیات میں توبیخ کیا ہو فرمایا کہ نصیحت اور عصیان سے پرہیز کرنا۔ شیخ نے کہا کہ ہر انسان کے واسطے یہ آیات موجود ہیں کہ اول شباب ہوتا ہے پھر تنبیہ کر کے دوسرے کو ہمت پرکھ دیا جاتا ہے پھر پوڑھا کر دیا جاتا ہے اور احوال میں تغیر دیا جاتا ہے کہ وہ بھی نصیحت سے طاعت کی طرف رجوع کرے یا کسادت سے دوسرے وقت میں نصیحت پر کسے سراخ میں لایا کہ پھر جب قوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات انہیں جنس پرست کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُنکے انبیاء میں اس قوم کے واسطے بہتری نہیں ہو تو اس سے اس قوم کو ترات زیادہ ہوئی اور میں نے کہا کہ اگر سچ رسول ہوتے تو مخرج است لائے جو ہم نے مانگے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تعویذ دی اور بیان فرمایا کہ تم اسکو نصرت و قوت دینگے اور اسلام کو ظاہر کرینگے بقولہ تعالیٰ

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الشُّرُيَا أَكْرِيفًا لِّكَ فَانْتَ قَدْ لَبَّيْنَا

اور اذکر وہاں بنے تجھے تاکہ خبر سے رہے غیبی لوگوں کو اور نہیں کہ دبا بچہ دیکھا جو مجھے مجھے دکھا تھا گرفتہ واسطے لوگوں کے وَالشُّجْرَةِ الْمَعْنُوتَةِ فِي الْفُزَّانِ طَوْفُوتُهُمْ لَا تَمَازِي رَبِّ هُمْ لَا طَغْيَانًا كَبِيرًا اور وہ درخت جو نصبت کیا گیا ہے قرآن میں اور ہم انکو خون دلا تعین کو اس سے انکو جو نہیں بڑھتا سواے کسے کے جسے بڑے ہوئے

کہ ادباً کر اسے اشرف المخلوقین رَاٰ قُلْنَا لَكَ جَبَلُكُمْ تَجْهَ سَفَرًا دیکھا کہ رَاٰ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ تیرے رب نے احاطہ کر لیا لوگوں کو یعنی ارزاہ علم و قدرت کے پس سب لوگ اسی کے قبضہ قدرت میں مسخر ہیں کسی کو طاقت نہیں کہ اسکی مشیت سے باہر ہو جاوے پس کوئی بات نہیں کہ سکتے کہ وہی جو اسے مقدر فرمائی اور جاری کی ہو اور اللہ تعالیٰ تیرا حافظ و ناصر ہو ان لوگوں کے کہتے کہ تیرے پر تو جہت کرا و تبلیغ رسالت کا جو کچھ تجھکو حکم ہے وہ جاری کر وہی تجھکو نصرت و قوت دینگا انا قال تعالیٰ واللہ اعلم من الناس شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ رسالت پر تخریف ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں پر قادر تھا ہوا اور سب اسکے قبضہ قدرت کے

تحت میں منہور و مغلوب ہیں۔ مجاہد و عروذ بن الدہیر و حسن و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ قولہ احاط بالانس اسکی تھی اُنکے خوف و فساد و باپ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید دلائی کہ ہم نے تجھے آگاہ کر دیا کہ تمام لوگ قدرت اُسی کے تحت ہیں جن میں وہ اپنے علم و قدرت سے اپنے محیط ہوا انکو کوئی اختیار حاصل نہیں کہ مثلاً جو آیات مانگتے ہیں اُنکے لئے پر خود اختیار ہی ایمان لاؤں بلکہ اسے بغضہ قدرت سے نہیں بھل سکتے اور ایسے ہی اگر یہ آیات نہ دیا وین تو تیری تکذیب میں غلو کر کے تجھے یازا ہر چوچاؤں میں بھی نہیں اختیار رکھتے کیونکہ

قولہ واللہ اعلم من الناس یہم نے فرمادیا پس کوئی اُنکے قہر سلطان سے باہر نہیں ہو سکتا پس تو رسالت اُسی کو پورا کر اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو سب پر روشن کر دینگا بعض نے کہا کہ اس سے مراد اہل مکہ میں اور احاطہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو مغلوب و منہور کر چکا ہے مگر کہتا ہے کہ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دی کہ تجھے تبار و گیاہ کہ اللہ تعالیٰ تمام بندوں پر محیط ہے پس اہل مکہ جو آیات پر افتخار کرتے ہیں وہ اسکے احاطہ قدرت میں ہیں انکے حق میں ایمان نہیں ہو تو آیات سے انکو کچھ فائدہ نہ ہو گا بلکہ وہ مسخور و مغلول ہو گئے سراج میں کہا

کہ روایت ہے کہ جب بدر کے روز یعنی اس سورہ فہرغ کے نزول کے تیسرے سال میں جنگ بدر کے روز جب فریق کفار قریش جو کہ ہزار کے قریب تھے اور فریق اصحاب مؤمنین جو قریب تین سو کے تھے مقابل ہوئے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس غزوت میں تھے جو آپ کے واسطے بنا گیا تھا اور دعا کرتے تھے کہ اگلی میں تجھ سے تیرا عہد وعدہ مانگتا ہوں پھر وہاں سے نکلا اور آپ پر زہ بھی اور صحابہ رعد کو قتل پر آمین پڑھا اور فرمایا جانے بسرم کبھی دیو لوں اللہ ربیع عقیب جامع کفار بھاگنے لگا اور پیچھے ہٹنے لگا مگر کتا پنا کے عہد وعدہ دلیل ہو کہ ان کا فروں کے مغلوب و مغلوب ہونے کے واسطے پہلے سے ارشاد ہو گیا تھا جو احاطہ اگلی کو گون پر آیت میں مذکور ہے اور دعا کرنا ادب تھا کہ جناب اکی ہو جل عتی متغی ہو اور سراج میں لایا کہ جب اہل اور آپ میدان بدر میں وارد ہوئے ہیں تو فرماتے تھے کہ والد گویا میں قوم قریش کے قتل دیکھ رہا ہوں اور آپ زین کی طرف اشارہ کرتے کہ یہ مصرع فلاں پہلے ہی وہ قتل ہو کر یہاں گر کر مر گیا اور یہ مصرع فلاں ہو قوم میں سے متعدد لوگوں کے نام لیے یہ روایت صحیح میں موجود ہے اور راوی کہتے ہیں کہ والد جہاں آپ نے فرمایا تھا اس سے وابستہ پھر تیار و زہ تھا پھر قریش نے آپ کے اس فریاد کو سنا تو سرکشی سے سختی میں دلا پھر سراج میں آگیا کہ ماہر نزل بالاکا پر عطف فرمایا قولہ **وَمَا جَعَلْنَا آلَ الْيَتِيمِ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ** یعنی جو بد راہم نے تھے شبہ سراج میں مشاہدہ کیا اسکو ہم نے نہیں کیا مگر فتنہ واسطے لوگوں کے یعنی تیرے واسطے تو وہ کرامت عظیمہ تھی اور لوگوں کے لیے ہم نے اسکو امتحان و فتنہ کر دیا اس طرح کہ حکم دید کہ اسکو لوگوں سے ظاہر کرو اور نعمت رہا کو بیان کر و پس یہاں روایت مراد سراج ہو اور الناس سے مراد اہل مکہ اور وہ لوگ جو اس امتحان میں آئے سراج میں لکھا کہ بعض نے زعم کیا کہ رویا کی لفظ میں دلالت ہے کہ یہ خواب تھا اور جواب دیا کہ یہ کچھ نہیں اس واسطے کہ لغت میں روایت اور وارد و لون میں کچھ فرق نہیں ہے مگر ہم کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہ وہم کیا کہ وہ خواب ہی ہوتا ہے اس نے اس مقام پر یوں تفسیر کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ اسع اصحاب کے کہ میں داخل ہوتے اور آپ مدینہ میں تھے پس آپ مع اصحاب کے عمرہ کے واسطے روانہ ہوئے جب حدیبیہ پہنچے تو مشرکین قریش نے بغض و قتال راہ روئی اور آپ نے صلح کرنی ایک مدت کے واسطے اور مشروط تھا کہ دوسرے سال اگر عمرہ ادا کریں اس طرح کہ قریش تین روز کے واسطے کہ خالی کر دینے پس آپ واپس آئے تو یہ بات بعض مسلمانوں کے لیے فتنہ ہو گئی پھر جب مکہ فتح ہوا تو نازل ہوا قولہ **لَقَدْ صَدَّقَ الْعَذْرُوبَةُ الرَّوَّاءُ** یعنی اس کلام پر اعتراض کیا گیا کہ یہ خواب مدینہ میں تھا اور یہ سورہ کیہ ہو اور بعض نے جواب دیا کہ ہو سکتا ہے کہ شاید آپ نے کہ میں دیکھا ہوا اور اسکا وقوع مدینہ سے ہوا خفا جی رہے کہ مکہ یہ مفاد نہ تکلف بعد ہو صحیح قول اسکی تفسیر میں وہی جو مذکور ہوا کہ اس سے مراد روایت سے مراد روایت اور اس میں لوگوں کے واسطے فتنہ یہ ہوا کہ جب آپ نے حکم اگلی اسکو لوگوں سے بیان کیا تو کافروں نے تکذیب کی اور علاوہ اس کے کہتے لوگ جو نظائر اسلام لائے تھے مگر مذہب کے اور سابق آیت معراج میں اول سورہ میں بعض احادیث سے مذکور ہوا کہ یہ مرتبہ روز بدر مقبول ہوئے پس معلوم ہوا کہ آپ معز دل نے لوگوں کا احاطہ کیا وہی علم کہ کون عقی ہو اور کون مسیح ہو جی کہ اس روایت سے معراج سے حق تعالیٰ نے مگر مذہب کے ذلے انقیاد کو خارج کر دیا اور اختلاف رائے جو مذہب سے خلص تھے ان کے ایمان کا نور زیادہ ہو گیا پس اس سبب سے یہ رویا لوگوں کے واسطے فتنہ ہوئی و فی تفسیر الامام حافظ راہ اور بخاری رحمہ اللہ نے عمرہ عن ابن عباس راہ روایت کی کہ قولہ **وَجَعَلْنَا الرَّوَّاءَ** یعنی ان کا کہ مکہ کے واسطے مدینہ سے میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی اس راہ کہ آپ کو اسرا و عطا ہوا تھا اور مکہ و شجرۃ الملتویۃ فی القرآن وہ شجرۃ الزقوم ہے ایسی ہی امام احمد و عبد الرحمن و غیرہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی حوالی نے ابن عباس سے روایت کی اور اس طرح رویا کی تفسیر اسرا و معراج کے ساتھ جی ہوا و معید

بن جبر و حسن بصری و مسروق و امام قنادہ و عبدالرحمن بن زید اور بہتوں سے مروی ہے اور کہا کہ پہلے گزرا کہ بعض لوگ جو اسلام پر تھے اس معراج کے سننے سے متحرک ہو کر مرتد ہو گئے کیونکہ انکے عقول و قلوب نے اس کو برداشت نہ کیا پس جب کلام نہیں نہ آیا اس سے انکار کر بیٹھا اور اسی واقعہ کو اندھا دھن نے دوسروں کے واسطے ثبات و یقین کر دیا پس اسی ہی میں یہ فتنہ یعنی اٹھان ہوا۔ **والتحذیر** کہ **الدعوت** فی الفتن **الان** اور اس شجرہ کو جو قرآن میں ملعون ہے یہ عطف پر آیا ہے بلکہ بعض مفسرین نے کہا کہ تعظیم و تاختیر پر تعذیر کلام ہے جو واجہلنا الروایۃ الباقی اربابک و الشجرۃ اللعونۃ فی القرآن الا فتنۃ الاناس یعنی نہیں کیا ہم نے رو کا جو تجھے دکھلا اور شجرہ کو جو قرآن میں ملعون ہے کہ لوگوں کے لیے فتنہ کیونکہ اس شجرہ میں بھی اٹھان تھا کیونکہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں تم کو دکھایا تو اس کی جڑ سے شجرہ کا ٹہوا دکھایا پس آگاہ فرمایا کہ شجرۃ الرقوم اصل تجھ میں آگتا ہے پس اہل صدق نے دل سے یقین کیا اور کچھ بعد نہیں جانا کیونکہ قدرت الہی نے بتایا ہے اور اہل کذب و شک نے انکار کیا بسراج میں لکھا کہ کفر مفسرین نے کہا کہ شجرہ ملعونہ سے مراد شجرۃ الرقوم ہے جو کہ لعلے ان شجرۃ الرقوم طعام الاثم میں مذکور یعنی درخت رقوم ہمارا کہ روں کا کھانا ہے جو اس میں لوگوں کے دوسٹے و طرح پر فتنہ ہوا اب کیا ہے کہ ابن البراء نے کہا کہ فتنہ میں جاننے رقوم کچھ باریا و سکہ پس ملا کہ کھانا اور کہا کہ یہی رقوم ہے اور ایسا ہی ابوہل نے کہا۔ دوم ابوہل نے کہا کہ جب آئمہ پھر ان کو بلا دیتی ہے پھر یہ گمان کیونکر ہو سکتا ہو کہ آگ میں درخت ہو۔ چنانچہ اسی بارہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا انا جعلنا فتنۃ للخالقین الا بات یعنی ہم نے اس کو خالقوں کے واسطے فتنہ کر دیا ہے اور نازل ہوا کہ اقدارہ و المدح قدرہ کیونکہ قدرت الہی اس سے زیادہ بڑی کہ تمام مخلوق کے ادب اس کا ایک ذرہ اندازہ کریں اور صرف اتنی بات کہ آگ کے اندر درخت رقوم ہو کچھ بھی بعد نہیں ہو کیونکہ قدرت الہی عروج و میل سے غبار کو کہ سبز درختوں سے انگلیکتی ہے حالانکہ وہ درخت نہیں جلتا ہے اور کچھ بعد نہیں کہ اندر آگ میں اسی جنس سے درخت پیدا کرے جس کو آگ نہ جلا دے بلکہ اسی غذا اسی سے ہوا اور یہ نمونہ جو ذکر کر لادے کہ اگر کلام میں متذکرہ کثیرا جو اس سے بیان نہ لے کر جب زمین میل بہت ہو جا تو آگ میں ڈال دینے میں انہیں سے میل جل جاتا ہے اور باقی فونی صحیح سالم پہنچا ہی تو انہیں آگ نہیں اڑ کر ہی ہے اور نعامہ کو دیکھو کہ آگ کی جنگا ربان کھاجا تا ہے اور آگ سے سرخ کیا ہوا بالکھالیتا ہے اور اس کو کچھ ضرر نہیں ہوتا ہے۔ اگر کہا جاسے کہ قرآن میں اس درخت کے واسطے نہیں ہے کچھ کیونکہ فرمایا کہ الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن اس کا جواب کی وجہ سے دیا گیا اول یہ کہ شجرہ مذکور کے ملعونہ ہونے سے مراد اس کے کھانے والوں و لعنت ہے یعنی کفار و مشرکین جسکی غذا یہ درخت ہوگا اور اپنے قرآن میں لعنت مذکور ہے پس یہ کہ الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن اہل الباقی یعنی درخت وہ کہ لعنت کی کسی چیز ان میں اس کے کھانے والوں کو اس لئے کثیرہ مذکورہ کا در حقیقت کچھ گناہ نہیں ہے کہ اگر لعنت واقعی ہو بلکہ جو لوگ ملعون کہ اس کے کھانے والے ہونے انکی وجہ سے نظم کلام میں ملعونہ اسکی صفت واقع ہوئی ہے۔ وجہ دوم یہ کہ جو باہم طعام معنوی کو ملعون کہتے ہیں۔ وجہ سوم یہ کہ لعن کے معنی لعنت میں دور کرنا ہے چونکہ یہ درخت اچھی معنوں و خالصتوں سے بہت دور ہے کہ اگر کہا گیا کہ لعن ملعونہ ہوا اچھا کہ شجرہ ملعونہ کی یہ فتنہ رقوم کے ساتھ بن عباس و مسروق و ابوبالک و حسن بصری و بہتوں سے مروی ہے اور سلف میں کوئی اسکے خلاف معلوم نہیں ہوا۔ لیکن ابن جریر نے نہ فقط روایت کی کہ سہل بن سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا وفات کے دیکھا کہ کپا کے منبر پر خواہم ازخندہ روں کے کودتے ہیں تو اس سے آپ کو نا اری ہوئی یہاں تک کہ اس کے بعد بتدین ہننے حتیٰ کہ وفات فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اسی بارہ میں نازل فرمایا واجعلنا الروایۃ الباقی اربابک الا یہ شیخ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ اسکی اسناد بالکل ضعیف ہے اس کا راوی محمد بن یحییٰ بن زبیر ہے اور اس کا شیخ عبداللہ بن زبیر و دونوں بالکل متروک ضعیف ہیں مسترحم کہتا ہے کہ علاوہ اسکے یہ آیت کہ یہ ہے اور خواب مذکور اگر صحیح ہوتا تو فرمایا وفات کا واقعہ ہو تو اس بارہ میں کیونکہ تزلزل ہو سکتا ہے بسراج میں اور معالم وغیرہ میں ہے کہ بعض نے کہا کہ درخت مذکور

لے انکو اپنی صورت سے علیحدہ کر لے۔ سوم۔ کہ کج بخت کے کچھ اور با ناک لگا انہرے چنگی لٹک دیکھ لٹک اپنے خیل و ریل کے ساتھ جلب
 آباد کر خست سے بکارنا۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھا کہ یعنی حملہ کر اپنے اپنے لشکر سے سواروں و پیادوں سے کیونکہ محل جمع راجل یعنی پیادہ
 ہے جیسے کہ سب جمع راگب اور مطلب یہ کہ اپنے تسلط کو ہر جہت سے تکمیل بخشنے قدرت عیسا و سوار اور ہر قدر برکت اکہمین سے ہر معاملہ و سراج
 میں ہو کہ بالکل اعلیٰ میں ابن عباس سے روایت کی کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سوار ہو چلے یا پیادہ چلے وہ شیطان کی سواروں پیادوں
 میں سے ہے علی ہذا جو کوئی نصیحت کی طرف دانی ہو وہ اکہمین داخل ہے اور محفل ہو کہ حقیقی لشکر مراد ہوا سطح کہ شیطان کے واسطے
 شیطانیں کا لشکر جو میں سوار و پیادہ ہوں۔ اول لشکر کا ہونا قواعد شیطانیہ میں وار دیو کلام اکہمین کہ سوار و پیادہ کی صفات کے ساتھ
 ہیں اور میں کوئی تردد نہیں کہ ایسے ہوں۔ اور حدیث میں ہے کہ شیطان اپنا تخت اسمندر پر رکھتا ہے پھر بعض عیسا ہی یعنی لشکر و بعض عیسا ہی
 معاملہ میں لکھا کہ مقاتل نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے لشکر کے سواروں اور پیادوں سے اپنے مستانیت کے مسکن جہ میں ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ
 ایک ضرب اشل ہو جیسے کوئی شخص کسی اکہمین نہایت مستعدی سے کوشش کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ جدا بخیل والہ بل یعنی سوار و پیادہ سے
 اکہمین کوشش کر۔ اور عالم میں کہا جیسا کہ اپنے لشکر کا جو میلہ جمع کر دے۔ امام رازی نے کہا کہ عیسا ہی اقرب ہیں کہ بلطو ضرب اشل ہے
 اور غرضی نے کشف منہم کہ ایک ہر کلیم موقع غلبہ میں وارد ہوا ہے بلکہ اس کے تسلط کے جو مغویں پر رکھتا ہے مثال دی ایک غارت
 کنولے سے جو ایک قوم پر اپڑا اور اسے انکو ایک کرخت آواز دی جس سے وہ اپنے گھروں سے جدا ہوئے اور انہیں جنبش و ہل چل پڑی اور
 غارت کشندہ اپنے سواروں و پیادوں کو لیکر اپنے چارہ افس اسے سب کا بڑے منتظر کر دیا خیل کا اطلاق سواروں پر ہوتا ہے جیسا کہ
 حدیث میں ہے کہ باخیل المدراہی اسے شہسواران کہی سوار ہو چلے۔ اور کبھی خالی ہوٹوں پر بولا جاتا ہے معاملہ میں کہ کجا ہوتا وہ قاعدہ نے کہا
 کہ بلکہ اس کے سوار و پیادہ جنوں و انسانوں میں سے ہیں اور اہل تغیر میں ابن عباس وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ جو سوار و
 پیادہ ہو وہ لشکر بلکہ ہے۔ ہر جہت کرنا ہے کہ یہاں تبیین ہے کہ جو لوگ راہ تغیر میں آئے انکو چاہیے کہ ایسے سوار و پیادہ ہوں نظر خواست نہ رہیں
 جو دنیا کے واسطے اپنی خواہشوں میں مبتلا ہوں مسئلہ جو بادشاہ کا فر ہو اور ساری اسکی کوشش دنیا کے واسطے ہو اسکی آرائش لشکر کے دیکھنے
 جانا کیسا ہو تو جواب یہ ہے کہ دنیا سے کتاب الشہادانت میں ہے کہ اگر بادشاہ کے جلوس دیکھنے کو راستہ پر آتا ہے پس اگر عجز حاصل کرنے کے
 واسطے آیا تو عدالت سا قطن ہوگی گواہی کے قابل رہے گا اور اگر جلوس دیکھنے کو یا تو عدالت سا قطن ہو جائیگا پس ایسی کی نظیر میں مسئلہ کا حکم
 ہے اور غرض دور وغیرہ کا حکم بھی ایسی سے نکلتا ہے چارم قولہ تعالیٰ و شہد دیکھتے فی الکواکب و الکواکب اور شراک ہونے کے ساتھ
 اموال میں اور اولاد میں۔ اموال میں شراکت تو ابن عباس و دیگر نے کہا کہ جو اموال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و گناہ میں خرچ کرتے ہیں
 عطا کرے کہ انکو وہ سود ہو جس میں رہے کہ انکو وہ جمع کرنا اموال کا حرام وغیرہ شروع طور پر اور اسکو حرام میں خرچ کرنا ایسا ہی قاعدہ ہے کہ
 اور عیسا نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ جانوروں میں سے بچہ و سانپ بنانا اور یہ قول ضحاک و قاعدہ سے بھی مروی ہے شیخ
 ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ کوئی یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ آیت کریمان سب کو شامل ہے کہ ذاتی تغیر الاہام رحمہ اللہ مال میں ہر لیا تصرف
 جو شرعی وجہ سے مخالف ہو خواہ ظاہر میں یا نہت میں خواہ لینا ہو یا صرف کرنا ہو سب شیطانی مشارکت ہے جیسے غضب و جوری و سود
 وغیرہ یا جانوروں کے کان کسرتا اور بچہ و سانپ وغیرہ بنا لیا اور واضح ہو کہ اکثر لوگ نیا نیت کے فساد سے شیطانی شرکت میں پڑتے
 اور سب سے زیادہ انفس کے قابل ہمارے زمانہ میں بیست کا لکھا تا ہوتا ہے لہذا میں اسکی ضروری تفصیل لکھتا ہوں۔ واضح ہو کہ لہذا میں

اور دوسری میت کے واسطے دعا و استغفار بہت عمدہ ہو پہلی کوشش یہ دل میں کرنی چاہیے کہ خود ان کے واسطے استغفار کریں اور چنانچہ نیک لوگ مسکرائیں اُسے استغفار کی درخواست کریں۔ باقی رہا دوطرح کا ثواب اور بھی پہنچنا ناممکن ہے ایک یہ کہ قرآن مجید پڑھ کر یا پڑھ کر یا نوافل و اذکار تسبیح وغیرہ کا ثواب پہنچنا تا تو ہمارے اکثر علماء حنفیہ قائل ہیں کہ اس کا ثواب پہنچنا اگرچہ کچھ ہمارے علماء اور دوسرے امام نہیں قائل ہیں باجملہ ہمارے نزدیک جہاں تک ممکن ہے اس طرح کا ثواب پہنچنا باجائز اور دوم یہ کہ مالی صدقہ دینا اللہ تعالیٰ کے واسطے اور ثواب میت کے واسطے تو ہمیں سب ہمارے علماء حنفیہ اور باقی ائمہ اہلسنت متفق ہیں کہ اس کا ثواب پہنچنا باجائز ہے اور علم ہوا کہ مالی صدقہ نہایت اچھا تھا اور میت بچارے کو جو اعمال سے منقطع ہو چکا ہو یہ ثواب نہایت غنیمت تھا و لیکن ظاہر ہے کہ جب صدقہ کرنے والے کو ثواب ہو تو وہ اس ثواب کو میت کو بھیج کرے تب اس کو ثواب پہنچے سوائے اسکے کہ میت نے نہائی مالی کی وصیت صدقہ کی کی ہو مگر وارثوں کی کیفیت ہے کہ میت کا کھانا اس غرض سے کرتے ہیں کہ ہم برادری کو بلا لکھا تا نہ دین تو بدنامی ہوئی تو اس نیت سے کھانے کا ثواب یہی نام کی ہو مگر وہ یہ جو خرمین تو سودی روپیہ تینوں کی جائداد و قول کر کے لکھ لاس کا ہیں اٹھائے ہیں تو میت کو معلوم ہو چکا کہ وارث کی بدینی سے کچھ ثواب نہ ملا و لیکن وارث پر علاوہ شراکت شیطانی کے دوسرے گناہ سودی لینے کا ہوا کیونکہ سود دیکر ناگوار جائز ہو تو شرعی ضرورت کے واسطے جو جس سے مجبوری و چارہ نہ ہو۔ اور یہ گناہ تینوں کی جائداد میں تصرف کا اور یہ گناہ یہ ظہم اور جو تھے برادری کے لوگ اکثر تو ٹھہرے ہیں ان کو یہ سنا کہ اول تو کھانا نہ چاہیے دوم ثواب صدقہ کا بہرہ ہوا جبکہ اسے صدقہ کے طور پر دیا جائے گا اسے اپنے ہم کمر برادری کے غریبوں پر بھی والدی کہ آئندہ ان کو بھی شرم و عار لاحق ہوئی غرض کہ جہاں تک دیکھتے جاؤ یہ سب شیطانی و دوسرے ایسی پیروی ہے جس سے وارث خود مرگ گناہ شدید ہوا اور بال براد ہوا اور میت کو کچھ ثواب نہ پہنچا سچے دھوکہ شیطانی کا مطلب کس طرح حاصل ہوا اور اگر وارث خاص نیت سے حنفیہ دین ہو تا بغیر اسکے کہ تینوں کے مال میں نصیب کرے خاص الصدقہ کے نام پر غریبوں و محتاجوں کو چاہے وہ برادری والے ہوں صدقہ کرنا خواہ نقد جس سے غریب چند روز کھانا یا خود ایسی طور سے کھانا بچا کر چند روز تک دیا جاوے یا کچھ مال بدین و سوسہ نام و نیک اسکے خیرات کرنا تو سب کے حق میں بہتر ہوتا۔ باجملہ شیطانی شرکت والوں میں بہت وجہ سے ہوتی ہے اور اس کا کلیہ یہی ہے کہ جو مذکور ہو اگر خلاف شرع تصرف شیطانی شرکت ہو۔ رہا اولاد میں شرکت کرنا تو عوفی ہے ابن عباس سے روایت کی کہ ناکر کے اولاد حاصل کرنا خواہم و حاصل کرے یا عورت پس شرعی طور پر حلال پاک اولاد دو طور سے ہے ایک یہ کہ نکاح کرے ایسی عورت سے جو اس کی محلو نہ ہو اور اُس سے نکاح کرنا و ماوراء دوم یہ کہ عورت سے ایسی عورت کو جس کی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ وہ آزاد یا ذمیون میں سے کسی کی لڑکی ہو کیونکہ مثلاً غلط پڑا اور اسی حالت میں کسی ہندو قوم نے ایسی اور قوم نے جو آزاد معلوم ہو یا یہی اولاد کو کسی سلمان کے ہاتھ بیچ ڈالا تو بیع باطل ہے اور وہ عورت اسکی لوندی محلو نہ بھی نہ ہو بلکہ آزاد ہو اگر بدون نکاح کے اُس سے دلی کرے تو اولاد حرام ہوگی۔ پھر اگر وجہ دوم سے موافق کسی عورت کو تو یہ اور بیع صحیح ہوئی اور اُس سے مالک نہ دلی کی اولاد ہوئی پھر کسی نے اگر دعویٰ کیا کہ میری لڑکی ہے اور میں آزاد ہوں ہوں اور عا دل کو انہوں سے اپنے قاضی کے یہاں ثابت کیا یا مثلاً اُسے دعویٰ کیا کہ میری بیوی ہے وہ بعد ثبوت کے وہ عورت اسکو لادے گا اور آئندہ یہ شخص جس نے خرید یا ہوا اُس سے دلی نہیں کر سکتا گویا تین طلاقی ہو گئیں لیکن جو اولاد ہوئی ہے وہ اُسے ہر وجہ شرعی قصہ کے حاصل کی تو وہ حلال ہے پھر آئندہ اُس سے چاہے نکاح کر لے اگر یہ سکتا ہو۔ باجملہ شراکت در اولاد کے بعد لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما اولاد نہ ہوئی ہوئی حجاب و حجاب کا ہوا اور وراثت ہو کر نہ ان کی اولاد میں باپ کا کچھ حق نہیں ہے وہ مال کو مل سکی۔ اور رہا ایسی اولاد کی مغفرت تو عامہ علماء کے

اسباب جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسکے نتائج کو پیدا کر دیتا ہے پس خالق اور قدرت والا غلط دہی ہو اور شیطان کو خود کو کوئی قدرت نہیں ہو مگر جب ہی کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور حدیث میں ہے کہ شیطان آدمی میں مانند خون کے روانی کے جاری ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ وہ اپنی موندگی آدمی کے قلب پر دکھتا ہو لیکن جب بندہ مومن نہ اپنے رب عوجل کو یاد کیا تو وہ کچھ بھاگ جاتا ہے پھر جب غافل ہوا تو جلا آتا ہے پس اللہ تعالیٰ وہی وحدہ لا شریک خالق قادر عجل شانہ وہو مطلق جیسا اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور کمال قدرت اور کوکوں پر خاص بیان فرمایا تو بعض افعال قدرت اور کوکوں پر نعمت کا ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

ذَرِكُمْ الَّذِي يُزِيحُ كُمْ الْفُلُكُ فِي الْبَحْرِ لَيْسَتْ تَنْتَعُوْا مِنْ فَضْلِهِ طَرَاكَ اَنْ يَكُنْ رَحِيْمًا وَاِذَا

رب تمہارا وہ ہو جو جاری کرتا ہو تمہارے لیے کشتی سمندر میں تاکہ وہ نہ ڈھو۔ اس کے فضل سے وہ جو تمہارے اوپر بہت مہربان اور رحیم مٹکھمہ العشر فی البحر حصّل من ذلّ عون الا ایتاھ فکما تجتکملو الی الذکر اعرضتم وکانت چھو گیا تم کو ضرر سمندر کے چھین تو ہول گئے اسکو بچا رہے ہو اس کے پھر جب خبات دیکر انا اور خوشی میں نہ تھے مٹو اور

اَلْاَسْمَانُ كَعُورَاهُ اَفَا مَسْتَرْکَنَ تَحْسِبُ ذِكْرُكَ اَنْبِ الذِّبْرِ اَوْ يَزِيْزُ سِلَّ عَلِيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُ وَا

آدمی توڑا تا اسکا ہے سو کیا تیرے وہ کہ دھارسے ٹکرو جگہ کے کنارے یا بھیدے تم پر آدمی پھر نہ پاؤ گا کلام کہ کو کی لا اَمَّا اَوْسْتَمَرْنَا لَعَيْنٍ كَمْ فِيْهِ قَارَةٌ اُخْرٰی فَيَزِيْزُ سِلَّ عَلِيْكُمْ قَاصِفًا لَعْنِ الذِّبْرِ فَيَقْرِعُكُمْ بِنَالِهِ وَا

بسنالے والا یا تیرے وہ کہ پھر بجا دے تم کو اس میں دوسری بار پھر بھیجے تم پر ایک چھوٹا باد کا پھوڑا دے گا پس اَلْاَسْمَانُ كَعُورَاهُ اَفَا مَسْتَرْکَنَ تَحْسِبُ ذِكْرُكَ اَنْبِ الذِّبْرِ اَوْ يَزِيْزُ سِلَّ عَلِيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُ وَا

بلا اس ناظر کی کا پھر نہ پاؤ گا اور اس طرف سے ہم اسکا دھکی کر دے والا۔

ذَرِكُمْ الَّذِي يُزِيحُ كُمْ الْفُلُكُ تمہارا رب وہ ہو جو جاری کرتا ہو تمہارے لیے فلک یعنی کشتی فی البحر۔ سمندر میں یعنی تمام احاطہ و قدرت تمہارے رب کو تو پورا اور رب تمہارا جو ہم میں منصرف و تمہارے ادنیٰ و اعلیٰ و ہر کام کا مدبر ہو وہی جو تمہارے نفع کے لیے سمندر

میں کشتی کو جاری فرماتا ہو یا نہ تانتعوا ومن فضلہ تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے یعنی نفع تجارت اور طرح طرح کے منافع جو تمہارے پاس نہ تھیں اور انکی نگو جلا جلت ہو ایتاھ کان ذکرکم رَحِيْمًا یعنی یہ فعل اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے انزال و ابدان تم پر مہربان ہو

چنانچہ اس امر بانی سے تمہاری ضروریات کو پیدا کر دیا اور ہر کام کی سبیل آسان کر دی سراج و خدیوین کہا کہ ربم سے خطاب اس مقام پر عام ہو خواہ مومن ہو یا کافر ہو اور اس کے بعد کا خطاب فقط مشرکوں کی طرف ہے۔ اور ترجمہ کہ اس کتاب میں ان میں سے جو کہ بندوں کے

افعال کو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا اور ہر چیز میں جو اثر موجود ہو اسکی تاثیر قدرت سے ہے اور صرف تمہاری کا ذکر اس واسطے فرمایا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ تک اس قدر سے واقف ہو کہ اور اس سے زیادہ خواص پائی کے اور اس سے افتخار عام فہم میں نہیں ہو مگر اس میں ارشاد ہو کہ جو تجارت

میں منفعست ہو پھر فرمایا۔ وَاِذَا مَسَّكُمُ الْفُلُكُ فِي الْبَحْرِ اَوْ جِبَ تَمَكُّوْا اَسْمَاسُ مشرک ہو یا حاضر سمندر میں یعنی ایسی حالت خطرناک ہوئی کہ تم کو جان و مال کے ضرر کا احتمال ہوا تو حصّل من ذلّ عون کہ ہو گیا تمہاری خاطر و یاد سے ہر وہ جسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے بچا رہے

یعنی پیش کرتے تھے پس سب کو بچا رہا محفوظ ہوا۔ ایتاھ مگر حفظ اللہ تعالیٰ کو پس خلوص سے تم نے یہ وقت اسی کو بچا رہا جان کو کہ اسوقت اسوائے اس کے کوئی نجات دہنے والا نہیں ہو اور اسے تمہاری فریاد پر رحم کیا۔ فکما تجتکملو الی الذکر پس اسے جب تمہاری نجات دی

دوہنے دلفن ہونے سے اور کہتے کہ تم کو شکی میں لایا۔ آخر حضرت زوہبؓ نے اغلاص سے نکلے ہوئے اور مٹن ہو کر پھر شرک کرنے لگے
 اور زعم کیا کہ لات و منات نے تم کو بچا لیا جو اور کسی نے نہیں کی نسبت اعتقاد کیا کہ اُسے بچا یا غرض کہ اپنے اپنے اہام سے ہر ایک نے جس کا
 اعتقاد کرتا تھا اسکی مراد سے بچ جانے کا دعویٰ کیا۔ وکان اھل کسڈن کھوڑا اور یہ نوع انسان بڑی ناگہانی ہو گئی تھیں تو سب نے ہر ایک نے جو
 اس جہت سے کہ شکی کے وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر شک کرنا ہو اور کسائی کے دفت اُس سے کچھ ہو کر دوسروں کا احسان ماننا ہے
 خلاصہ یہ کہ جیسے تمھارے لیے سمندر میں سوائے حق و حیل کے کوئی نہیں دیکھے ہی شکی میں بھی وہی ہو۔ چنانچہ حکمران بن ابی جہل کے حق میں
 واقع ہوا کہ جب شکی کے روز کو مکرہ بنی المدینہ ہوا کہ اور سمندر میں شکی پر سوار ہو کر آیا کہ جب شکی میں چلے جاؤں گے تو روانہ ہوئی تھی کہ
 اتنے میں آمد بھی کی ہو اسے سخت آئی تو جاز کے اٹکوں نے اعلان کیا کہ ہوا کی شدت زیادہ ہو کر کوئی بچنے کی صورت نہیں بلکہ خالص لہر
 عز و ہل سے دعا مانگو اور یہی سوارے ہمارا کا دستور ہے اس طرح نجات لگائی تو اس ظالم میں سب نے ہی کہا کہ ہمارے پیدا کر دینا والے
 قوی ہمارا لاکھ ہو چاہے زندگی دے جاوے ہمارے ہم امید دارین کہ جاز کو نجات دے حکم اسی سے ہوا موقوف ہوئی اور جاز بچے و سالم ہوا
 کچھ حد میں نہیں پہنچا حکمران نے اپنے دل میں غور کیا کہ اگر سمندر میں اس کے سوائے کوئی اور نفع نہیں پہنچا سکتا ہو تو شکی میں بھی
 کوئی اور نفع نہیں ہو سکتا ہی میں نے حد کیا کہ اگر تو مجھے یہاں سے نکالے تو حکام میں اپنا اچھا محمد علیہ السلام کے ہاتھ میں دون کہ تیرے
 حضور سے میں اس کو رفت و رجح پاؤں پس سمندر سے نکل کر حکمران سیدھے آنحضرت علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام لائے
 اور اسلام بہت اچھا ہوا ذرا الامام فی القیامہ اور میں کہتا ہوں کہ شام کے چار ماہ میں اہلبیک کی لڑائی میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اگر وہم ہو کہ آدمی کو نہ ہو تو ایک بندہ نکالیا حال یہ جو اب دیا گیا کہ مراد یہ کہ آدمی کی طبیعت ایسی ہے لیکن جبکہ اللہ تعالیٰ نے معصوم و محفوظ
 رکھے وہ عاج نہ ہوا اور دوسرا جواب یہ کہ کہ جوات ایک نوع کے لیے ہو وہ اس نوع کے ہر فرد میں ضرورتاً نہیں ہوتا بلکہ کہیں کہیں عورت
 مرد اچھا ہوتا ہو پھر ظاہر ہے کہ بہت سے مرد کا رفاقت فاجر سے عورت صاحبہ عقیقہ عالم بہت بہتر ہے۔ آخر ذکر ان کتب کتب بکتر
 حجاب اللہ تعالیٰ میں ہو چکا کہ تم اللہ کے انتقام و عذاب سے مطمئن ہو بیٹے کیا تم کو اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تمھارے شکی کا ایک گوشہ
 خف کر دے یعنی زمین میں دھنسا دے۔ آخر ذکر میں حکم کیا کہ حجاب۔ یا تم پر صاحبہ بچید سے صاحبہ پھر ان کا بیٹا پھر فرمایا
 انا ارسلنا علیہم صاحب الال لوط۔ اور یہ پھر ان کا بیٹہ تھا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ لوط بن علیہم حجارہ میں ہیں پس یہ تم کے پھر تھے
 جو شی سے بنے ہوئے تھے۔ پس جیسے سمندر میں غرق سے ڈرے تھے فرمایا کہ شکی میں اسکو اختیار ہو کہ زمین کو تم نسبت خف کر دے یا پھر رسا کر
 بلا کر دے۔ ذکر یہ کہ ذکر ان کتب کتب بکتر کیا کہ پھر تم نیا گئے اپنے واسطے کوئی فعلیل جو کہ خوف و پھر دون سے بچا وے جیسے سمندر میں نہیں پاتے
 تھے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے بچا ہوا صاحب ان لو لاک کر دے لیکن یہ یہ طبیعت ہو کہ سب پر۔ لوگ نظر تھے تھے اور قدرت و صفات
 اسی کے لیے بہنو زماں نہیں لائے تھے تو خطر سمندر میں ڈرے تھے اسی طرح شکی میں وہی موقع خوف کا بلکہ اس سے زیادہ بھی دیکھا کہ
 توحید کی طرف رجوع لادین پھر تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے کمال قدرت سے آگاہ ہو جاوے۔ کہ قبیل کے موافق انکی اہم کہ بھیجا بلکہ اور
 آسان فرمایا کہ آخر آیت تمھارے پھر ہو گئے ہو کہ ان کی تھیں کہ ذبحہ ناکہ آخری حکم کو اعاذ دے سمندر میں دوسری بار
 فیکر میں حکم کیا کہ صفا صفا ان کے پھر ہو گئے ہو کہ ان کی تھیں کہ ذبحہ ناکہ آخری حکم کو اعاذ دے سمندر میں دوسری بار
 سرخ تھیں جو ہزاروں کو تباہ و غرق کر دینا جو تباہی کی اس قدر قاصد تھے۔ خلیفہ حکم کر پس تم کو غرق کر دے۔ یہاں کہہ کر تباہ

تھمارے کفر کرنے کے یعنی چاہے پھر تم کو مسند میں لوٹا کر وہیں اس کفر کی سزا دیدے جو تم نے خشکی میں اگر کیا۔ اللہ کا بھگدڑی اس کا پھر تم نہ پاؤ گے اپنے واسطے کوئی۔ علیحدگی کا یہ نتیجہ ہم پر اس کا مطالبہ کرنے والا یعنی کوئی بھی تمھارا حامی نہیں اور نہ کسی کا کچھ حق تو کہ تم سے تمھاری بابت مطالبہ کر سکے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا یعنی مددگار نہ پاؤ گے۔ مجاہد نے کہا کہ کوئی نہیں جو تمھارا عوض لینے کو تمھارے بعد قائم ہو۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ کسی سے یہ خوف نہیں کہ تمھارے بعد اس کی طرف سے ہم کچھ مطالبہ ہوگا۔ واضح ہو کہ قرآن مجید میں جہان کیج کر وہ ہوا ہے عذاب پرمانند قولہ یجاء صرراً۔ اور جہان ریاچ کر یعنی رحمت پر ریاچ بمشرت اور ریاچ کو اسے وغیرہ کا حفظ و واضح ہو کہ اہل ایمان کے بھی باعتبار تقویٰ کے مراتب ہیں حتیٰ کہ سب سے اعلیٰ مرتبہ تقویٰ بھی کمال عبودیت ہی اسی تعالے کے واسطے کافی نہیں تو نہیں۔ کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبودیت سے عاجزی کی اعتراف فرمایا پس جو لوگ نیچے مراتب میں ہیں وہ سے درحقیقت عبودیت میں غلام ہیں۔ لیکن کمال رحمت الہی ہو کہ ان کی مرتبہ تقویٰ کا یہ ہو کہ کفر و شرک سے سبزا رہو جو ظاہری شریعت میں وارد ہو پس عذاب جہنم دائمی یا کفر وغیرہ کا اطلاق اسی حد پر ہو اور اس کے بعد اوپر کا مرتبہ ثابت رہے تقویٰ ہو اور دوا میں غم وغیرہ کی سزا اس کے لیے نہیں ہر حسب یہ معلوم ہوا تو چاہنا چاہیے کہ قولہ تعالے داذا کم الضری فی الجہنم من ندحون الایاہ تکشاون علیہا بیان ہیں ہو کہ عارف کے واسطے کہ امانت و ولایت اور فرست و مقامات و حالات و مشکلات و معارف و دعویٰ اتحاد وغیرہ ہوتے ہیں لیکن جب وہ دیارے اشل و بادین پڑتا ہو و سطوات عظمت میں غلام ہونے لگتا ہو تو سب معارف بھول جاتا ہو صرف وہی باقی اور سب غائی ہوتا ہو پھر حسب اس بجز تائید لکارتے عالم تعین کی طرف تاہو معرفت خود کرتی ہو۔ قولہ فلا تخجل علی البر عن غیرہ عبودیت کی حالت صدق میں معرفت اسقامت ہو اور لغت و لا کو کیا نہ دیکھنا۔ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ جو کوئی فی حالت تنہی و آسانی میں اللہ کے ساتھ کہے ان نہ ہو خواص اللہ تعالے کے واسطے نہیں ہو اور جو کوئی تنہی کی حالت میں غیر کی طرف تنہی ہو وہ بدکار بندہ و من سے ہو اس کو ادب سے درستی ہوگی۔ واضح ہو کہ ادب دعا میں سے ہو کہ آدمی کو چاہیے کہ حالت آسانی میں اپنے رب عزوجل سے پوری تقصیر و عاجزی سے دعا ملتا رہے تاکہ تنہی کے وقت اس کی دعا قبول ہو اور یہ نہیں چاہیے کہ آسانی کے وقت بے پروا و غافل ہو۔ اور تنہی کے وقت طول و غافل مانے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَجَعَلْنَاهُمْ فِي الْكِتَابِ الْبَكْرَ وَكَرَّمْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَوَضَعْنَاهُمْ عِلیٰ کَثِیْرٍ مِّنْ حَبْلٍ مِّنْ نَّحْنُ فَصَبَّحُوا

اور یہ ایک تم غیور لگا گیا بنو آدم کو اور ان کو سوار کیا ہم نے خشکی و تری میں اور رزق دیا ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے اور فضیلت دی ہم نے علیٰ کثیر من حبل من نحن فصباحوا انکہ بہتوں پر ان لوگوں سے جنگیم نے پیدا کیا پوری فضیلت و کفالت کر مٹا دیجی اذہ یعنی اور ہم نے اپنی عظمت سے بنو آدم کو کرم کر دیا۔ حافظ امام ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ اللہ تعالے آگاہ فرمایا کہ ہم نے بنو آدم کو تشریف و تکبر دی جس بات میں کہ ان کو اچھی ہیأت پر کمال کے ساتھ پیدا کیا بقولہ تعالیٰ خلقنا خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی ہم نے انسان کو بہت اچھے تقویم میں پیدا کیا یعنی بہت اللہ تعالیٰ کے دیا تو ان پر چلتا ہو اور ہاتھوں سے کھاتا ہو اور دیگر جو نامات چار پاؤں پر چلتے ہیں اور سچے سے کھاتے ہیں اور آدمی کے لیے کان آنکھ دل بیدار بنے جسے اس کو سمجھ بوجھ ہوتی ہو اور اُس نے نفع اٹھاتا ہو اور چیزیں میں امتیاز و تفریق نہ کرنا ہو اور نفع دینے والے کو ضرر دینے والے سے امتیاز نہ کرنا ہو اور ہر ایک کے خواص و اثر

در یافت کتابی و مسراج میں لکھا کہ یہاں یہ بیان نہیں فرمایا کہ اس بات میں آدمی کو کون کونسی چیز اور علم اور اسکو چاہتے ہیں لیکن علماء
مفسرین کی روایات مختلف ہیں چنانچہ ابن عباس نے کہا کہ ہر چیز سے کھانی پر سوا سے آدمی کے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کھا تا ہے
مسترحم کہتا ہے کہ بندہ روغیر وہ بھی ہاتھوں سے کھاتا ہے لیکن مجموعی حالت آدمی کے ہاتھوں سے کھانے میں بے شمار اور تمام جانوروں سے
مقتضیٰ اور لکھا کہ خلیفہ ہارون رشیدی مجلس میں کھانا یا بارون نے چھپکھا یا اسوقت امام ابو یوسف قاضی بیٹھے تھے انھوں نے فرمایا
کہ آپ کے دادا ابن عباس نے قنبر میں کہا ہے کہ قولہ لکھ کر منائی آدم یعنی اُنکے انگلیاں دین جسے کھانے میں اتنے میں چھپا کر یا تو ہارون نے
واپس کر دیا اور انگلیوں سے کھایا۔ اور ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ کرنا یعنی بعقل اور ضحاک رحم نے کہا یعنی نطق و تیز۔ اور
بعض نے کہا کہ مخلوقات پر فضیلت فرمائی ہے اور ظاہر ہے کہ مخلوقات میں سے خود بعض پر بعض افضل ہے تو قاسم مٹی پر آدمی کو کوئی فضیلت ہے
اور نامی اجسام پر حیات کی اور حیوانوں پر نطق سے فضیلت ہے اور قول نطق سے مراد اور کمال عقل ہے جو عطا ارہ نے کہا کہ اعتبار قاسم
و رشیدی سے اور باقی حیوانات اپنے جہر و سنکوس میں بعض نے کہا کہ درخت تو بہت طویل القامت ہوتا ہے تو اس قول میں یہ شرط بھی
ہو کہ اعتبار بدل قاسم مع عقل کے بعض نے کہا کہ مردوں کو دائمی سے اور حورون کو کیوں سے بعض نے کہا کہ اس طرح فضیلت
دی کہ باقی اشیاء اُنکے واسطے مکرورین بعض نے کہا کہ انھیں میں سے خیر است یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض نے کہا کہ مکریم حسن صورت
ہے چنانچہ خلقت انسان میں فرما فقبارک المرحس انھا لقین نفسیر کبیرین امام رازی رحم نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ایک ہی عضو میں
خود کر شکر آکھ تو ہمیں حدیث تو سیاہ پیدا کیا پھر سپیدی سے اگر احاطہ کر دیا پھر سپیدی تو سیاہی سے احاطہ کیا پھر اس سیاہی کو سپیدی
اجناب سے احاطہ کیا پھر سپیدی اجناب پر سیاہی کا جس میں محیط ہو پھر اس سیاہی پر سپیدی پیشانی محیط ہو پھر اس سپیدی پر سیاہی سرکہ
بالون کی محیط ہو اور یہ تو ایک نمونہ بیان ہوا ہے اسی قول آکھ کے طہقات کو امام رازی رحم نے نہیں ذکر کیا کہ بہن باریک حکمت عجیب ہے۔
مسراج میں لکھا کہ انسان کے اشرف ہونے پر طرح بھی استدلال کیا گیا ہے کہ موجود باقوانی باری ہوگا وہ تو امدق کے بل شانہ ہے
یا نازلی ہوگا اور نہ باری ہوگا اور یہ عالم دنیا مع جملہ نباتات و حیوانات و معدن وغیرہ کے ہو اور ازل ہی ہوگا باری نہ ہوگا اور یہ
ممتنع ہو جو دیگر کیونکہ جوازی ہو وہ قدیم ہے اور قدیم کا ہم حال ہے اور ازل ہی ہوگا ابدی ہوگا۔ اور یہ انسان و فرشتہ ہیں اس قسم کو
اول سے یعنی خالق تعویذ سے تو چھ نسبت نہیں ہو سکتی لیکن دوم و سوم سے افضل ہیں لیکن اس قسم میں انسان و فرشتہ دونوں داخل
ہیں تو معلوم ہو کہ انسان اکثر مخلوقات سے افضل ہے مسترحم کہتا ہے کہ اس قسم میں جن و نباتین بھی داخل ہیں تو فائدہ یہ کہ جو ہم انسان کا
ظاہر ہو گا پس حق ہے کہ کرامت انسان بہت مجموعی ظاہری و باطنی ذات و صفات کے ساتھ ہے اور وہ مکریم بقولہ نعمت فیمن رزقی
سے اور قولہ قلنا لا اکلک احد والا دم۔ سے ظاہر ہے۔ اور چونکہ بہت مجموعی ہے اسی وجہ سے ہمت تکریم کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ تکریم کو بیان
فرمایا کہ ہم نے آدمی کو تکریم دی۔ وَحَدَّثْنَاهُ فِي الْذُرِّيَّاتِ الْخَيْرَ۔ اور سوار کیا ہم نے انکو خوشی میں یعنی چاروں و دیگر سواروں پر اور
سمت میں کشتیوں وغیرہ پر اور ہمیں اشارت ہے کہ جو کچھ انسان نے اپنی صنعت سے بنا وہ بھی پیدا نہیں کسی کو بلکہ انسان خود مخلوق
ہے اور مخلوق کبھی خالق نہیں ہو سکتا تو مخلوق سے جو چیز ظاہر ہو وہ خالق ہی کی مخلوق ہے۔ اور بالکل جائز ہے جن انکی سواری میں مکررین
اور انکو عقلی الامم جو اس کے قانون سے مشرف کہ کجہاز و کشتیاں وغیرہ بنوادن کہ تری میں سفر کے اور طرح طرح کی چیزیں حاصل کرنے
میں۔ وَكَرَّرْنَاهُمْ فِي الْطَّيْرِ وَبَدَتْ اُورْھم نے لکھ نباتات سے رزق دیا یعنی لذیذ رزق و حلال قوت دیا اور یہ اسوجہ سے کہ خدا زمین

یا حیوا نہیں بننا تہ بین اور دونوں قسموں میں سے انسان الطف و شرف کھاتا ہو بھی اچھی طرح صاف کر کے اور اچھی طرح بچہ ہو کر نکلا کر کے اور بہ بات نطق انسان کو حاصل ہے۔ لہذا پیا و وغیرہ جو چیزیں کہ بد بودار ہوتی ہیں اگرچہ صباغ ہوں مگر انکو کھار کر مسجد میں جانا جب کہ بڑائی ہو کر ہو اور مولیٰ بھی پناز کے حکم میں ہو اور سر وہ چیز جس سے عدل اور انجیل طبع کر کے است کر کے کر وہ ہو۔ وَحَقُّهُ لَمْ يَكُنْ عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ مَّا خَلَقْنَا كَفَّيًّا اور ہم نے انکو تفصیل دی ہوتی پر ان ذوی العقول میں سے جسکو ہم نے پیدا کیا ہو پوری فضیلت یعنی ہم نے بہت سے ذوی العقول مخلوق پر انکو پوری فضیلت دی یعنی انسان کو اسکی ذات میں خوب صورت شکل سے اور صفات عدل و جامع ہونے میں اور عقل و روح میں جسکے علم سے نتائج سعادت پیدا ہوتے ہیں دوسری مخلوقات ذوی العقول پر فضیلت دی معاملہ و صراحت و کبیر وغیرہ میں ہر کہ ظاہر نہایت لیل ہر کہ بنی آدم کی فضیلت بہتوں پر ہر کہ بنی آدم کو ایک جماعت علماء نے کہا کہ سوا سے ملا کہ کہ سب پر فضیلت ہو اور یہ قول ابن عباس سے روایت کیا جاتا ہو اور اسی کو زجاج نے اختیار کیا ہو اور واحدی رد نے بیضا میں اسکو رد وایت کیا ہو چنانچہ رد کہ کہ ملا کہ پر بھی فضیلت سوا سے ایک خاص کر وہ کہ جن میں جبرئیل و میکائیل وغیرہ ہیں۔ اور ایک قوم نے کہا کہ بنی آدم کو تمام مخلوق اور سب ملا کہ پر فضیلت ہو اور پھر وارد ہوا تھا کہ آیت میں کہ شیعہ کا ذکر ہر کہ کا ذکر نہیں ہو تو انھوں نے جواب دیا کہ کبھی اگر شیعہ کم میں آتا ہو مانند قولہ تعالیٰ لعل ننگ علی من نزل الشیاطین تا قولہ تعالیٰ و اکثرکم کاذبون پس یہاں بالرافق الشیعہ سے مراد کل ہیں اقول عقائد میں یہ کہ مجموع بشر تو مجموع ملا کہ سے افضل ہیں اور خاص بشر مانند نبی علیہم السلام کے خاص ملا کہ سے افضل ہیں اور عوام بشر عوام ملا کہ سے افضل ہیں۔ صاحب مصلح الامم صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اس نزاع کو دو دیکھنا چاہیے کہ اس سے کوئی ضرورت متعلق نہیں ہو امام جمعی اسنہ نے معاملہ میں اور ابن عادل رد وغیرہم نے یہ اختیار کیا کہ عوام بشر سے عوام ملا کہ افضل ہیں اور خواص ملا کہ سے خواص بشر افضل ہیں لہذا تعالیٰ اولنگ ہم پھر البقیہ اور مستحق حکم کرتا ہو کہ یہ قول نظر فرمیں ظاہری معنی افضل سے زیادہ سلامت طریقہ کا جو شیخ امام ابن کثیر رد نے لکھا کہ اس آیت کو ہم سے استدلال کیا گیا کہ عیسٰی بشر کو میں ملا کہ پر فضیلت ہے قال عبد الرزاق اشعرا بچہ میں نے پیر بن آدم یعنی عبد الرزاق نے عرض دے اسلم سے روایت کی کہ ملا کہ نے عرض کیا کہ اے رب تو نے بنی آدم کو دنیا دی جو دے اس میں سے کھائے اور عیش کرنے میں اور ہم کو تو نے یہ نہیں دیا جو یسٰی ہم کو آخرت و دین سے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مجھکو اپنے صورت و جلال کی کہ میں صراحت اولاد اس شخص کی جسکو میں نے اپنے باپ کو بخون پیدا کیا ہو یعنی اپنی صفت خاص سے پیدا کیا ہو پس میں نے رد و کیا جسکو میں نے کہا کہ جو جاوے ہو گئے یعنی آدم کے حق میں فرمایا کہ غفلت بیداری پس ایسے آدم کی اولاد صالح نہند ملا کہ کہ جو کچھ سے پیدا ہوئے ہیں برابر نہ کیا چنانچہ ابن کثیر رد نے کہا کہ یہ حدیث اس وجہ سے مرسل ہوئی یعنی زید بن اسلم تابعی ثقہ ہیں۔ مترجم کہتا ہو کہ ثقہ کا ارسال ہمارے نزد یک حجت ہو علاوہ اسکے تابعی کا قول ایسے امین میں جہیں اجتہاد کو دخل نہ ہو حکم میں مرتفع حدیث کے ہوا دے کہ یہ روایت متصل آتی ہو اگر کہا جاوے کہ آیت سے فضیلت بشر پر کیا استدلال کیا جاتا کہ امین کثیر پر فضیلت مذکور ہو تو جواب یہ ہو کہ اس حدیث سے جب معلوم ہوا کہ ملا کہ پر انسان صراحت کو فضیلت ہو تو معلوم ہوا کہ کثیر میں کثیر یا یعنی کل ہو ملا کہ مجملہ مشمول کے ہیں۔ اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف و واحد ہو لیکن خبر واحد سے تفسیر معلوم ہو جانے کے بعد حکم اصل آیت کی طرف منسوب ہوتا ہے یعنی تفسیر کے معلوم ہوا کہ آیت سے یہ بات ثابت ہوئی ہو تو قطعی ہوئی اور اس پر عقائد جاہلہ پھر شیخ ابن کثیر نے اسکو متصل ذکر کیا کہ قال لعلنا نقول بالتمام الطبری ان حدیثنا احمد بن محمد بن صدقہ البغدادی حدیثنا ابو آرمہ بن عبد اللہ بن غار جہاں بیحدیثنا حاج بن محمد

حدیث ابو عثمان محمد بن مطرف عن صفوان بن سلم عن عطاء بن یسار عن عبداللہ بن عمرو بن ابی صعلہ السدوسی عن سلم بن زرکونہ یعنی بطبرانی نے اس اسناد مذکور سے عبداللہ بن عمرو سے مرفوع روایت کی کہ ملائکہ نے کہا اسے رب کو بتائی کہ آدم کو دنیا دیدی امین لہا نے بیٹے اور بیٹے ہیں اور ہم لوگ نبی سچ کرتے ہیں حرکت کے ساتھ اور نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ لبوس پہنتے ہیں پس جیسے لنگے واسطے دنیا کردی ہو ہمارے لیے آخرت کر دے اللہ تعالیٰ جل نے فرمایا کمالیچ اولاد اس شخص کو جسکے حق میں میں نے فرمایا خلقت ہمدی مانند نہ کر دینگا اس شخص کی جسکے واسطے میں نے کہا میں پس وہ ہو گیا۔ ابن عساکر نے بطریق محمد بن ابی الراجزی روایت کی کہ حدیث ابن عباس بن علی بن خلف الصدیق را فی حدیثنا سلیمان بن عبدالرحمن حدیثی عثمان بن حصین بن عبید بن علقا سمعت عروہ بن روکم النخعی حدیثی انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احیض یعنی بہن عساکر نے اپنی اسناد مذکور کے ساتھ حضرت انس سے مرفوع روایت کی کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اسے رب تو نے ہم کو پیدا کیا اور نیا آدم کو اور نبی آدم کے لیے ایسا کر دیا کہ کھا نا کھا نہ اور پانی پیتا اور کپڑے پہنتے ہیں اور عورتوں سے نکاح کرتے ہیں اور جانوروں پر سوار ہوتے ہیں سونے و راحت حاصل کرتے ہیں اور ہمارے لیے امین ہے کچھ نہیں کیا تو انکے لیے دنیا کردی اور ہمارے لیے آخرت کر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسکے حق میں میں نے فرمایا کہ خلقت ہمدی و نفیست فیدہ من روحی اسکو باندا اسکے نہ کر دینگا جسکے حق میں میں نے کہا کہ میں پس پروردگار ہو گیا۔ بطبرانی نے کہا کہ حدیثنا عبد اللہ بن احمد حدیثنا عمر بن مسلم حدیثنا عبد اللہ بن تمام عن خالد کحلان عن ابیہ بن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ یعنی بطبرانی نے اس اسناد مذکور سے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز زیادہ کم از کم ہے نہ ہوگی کہ عرض کیا گیا کہ اور نہ ملائکہ آپ نے فرمایا نہ ملائکہ اور ملائکہ کو نبی کے سورج و چاند کے مجبور ہیں۔ و احادیث غریبہ جدا۔ قلت و قد رواہ ابی یحییٰ فی شعب الایمان و الخطیب فی تاریخہ تسامع میں ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ منہ مومن اپنے رب عزوجل کے نزدیک زیادہ بزرگ ہے ان ملائکہ سے جو انکے قرب کے ہیں رواہ حمی السعفی فی المعالم والواحدی فی المبطلہ اگر کہا جاوے کہ اول آیت میں کہ منافرا اتخذا اور آخر میں فاضلنا فرمایا امین کیا فرنی ہے جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسروں پر مایہ و بطبعیہ ذاتیہ کم کر کے ان عقل و فطن و خط و صورت خوب وغیرہ بھروسہ عقل کے اسکو عقائد و صفات و اخلاق فاضلہ حاصل کرنے کی قوت سے تفضیل دیدی مگر ہم کہتا ہیں کہ اس سے لائح ہوتا ہے کہ تفضیل انھیں افراد کو ہے جنھوں نے بواستہ پر کیم اولی کے عقل سے اخلاق فاضلہ و عقائد رحمتہ حاصل کیے تو پھر آدمیوں کی تفضیل بہت سی مخلوقات پر اس طرح ہو سکتی ہے کہ آدمیوں میں سے جو مشرف بہ عقل و اخلاق فاضلہ ہیں وہ باقیوں پر تفصیل دیے گئے ہیں لیکن کسی مفسر نے اسکو نہیں لکھا ہو نا فہم۔ ف فی العرائس فو کہ قالے و لفقہ کہنا نبی آدم الابیہ۔ کہ امت اسی انسان کے واسطے تمام خلق کے وجود سے سابق ہو گیا کہ یہ اسکی صفات و اختیار و مشیت اولیہ میں سے پہلی آدمی کو کم کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل اسکی صفت سے صادر ہے اور وہ صفت قدیم ہے تو یہ تکرم قدیم ہو موت کا کسی مخلوق کا وجود بھی نہ تھا پھر خلق کو اپنی رحمت سے پیدا کیا اور آدم و اسکی اولاد کو اپنی کرامت سے پیدا کیا تمام خلق داخل کرامت ہو پس رحمت تو واسطے عموم خلق کے ہے اور کرامت واسطے خصوص کے ہے پس تمام خلق کو واسطے آدم و اسکی اولاد کے پیدا کیا اور آدم و اولاد کو اپنے واسطے پیدا کیا اسی واسطے فرمایا و اصطفتک لکنی۔ آدم کو اپنا خلیفہ بنایا اور اسکی اولاد کو اپنے باپ کا خلیفہ بنایا اور ملائکہ جن انکی خدمت میں رکھے اور امر و نہی و خطاب انھیں کے ساتھ محض کیا اور کتاب انھیں پر نازل فرمائی اور دوزخ و جنت و آسمان و زمین و سورج و چاند و ستارے و تمام آیات انھیں کے واسطے ظاہر فرمائی لیکن اور تمام انھیں کے

طیفیل میں ہیں تو نہیں دیکھتا کہ اپنے عیب سے اس علیہ وسلم کی شرافت میں فرما کہ لولاک لما خافت الکون۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں خلق کو
پیدا نہ کرتا اور آدمیوں کے لیے کرامت ظاہر ہو اور وہ انکی خلقت کی برابری و ادعت الٰہی اور پاکیزگی صورت حسن فطرت و جمال چہرہ
کہ اس میں کان تک آنکھ زبان پیدائی اور قامت سنوئی دیا اور خوبصورت چال و حرکت دی اور کلام سنتے ہیں اور زبان سے
بولتے ہیں اور آنکھ سے آیات دیکھتے ہیں اور میراث ہر فطرت آدم علیہ السلام کی جو حسن صنعت انکی سے بصفت خاص صا دہوئی
اور وہ صفت قولہ تعالیٰ خلقت بیری یعنی اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہو تو مرادید سے صفت خاص جو پس آدمیوں کے چہرہ کا نور محمدان
نور صفت سے جو پس صفات کے انوار سے آدم وانکے ذریات کو منور کر دیا پس آدمی اندر اہ صفات و بیات حسن و جمال کے پاک
صفات قدس سے منور و اسی خلق پر موسیٰ علیہ السلام نے چنانچہ حدیث میں ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یعنی اپنی صورت پر آدم کو پیدا کیا
پس اس سے ہرگز تشبیہ مراد نہیں ہو بلکہ مدارج صفات قدس کے موافق خلق ہو ناپس آدم کی خلقت منظور و مظهر صفات قدس ہے
کہ اس سے صحیح صفات کا ظہور ہوتا ہے اور یہی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی صورت ہو تعالیٰ الرحمن ذلک علیہ کلک پس
فرق یہ ہو کہ دیگر مخلوقات میں حتیٰ کہ ملائکہ میں بھی یہ جامعیت نہیں ہو کہ مظهر صفات قدس کا جامع ہو نہ چہ آدمیوں کے لیے کرامت باطنی ہو
اور وہ عقل و قلب و روح و نفس و سراطن ہے اور اس لشکر میں اللہ تعالیٰ کے خزان برہوت و دولت میں پس نفس تو اس کے
جو دفتر کے ساتھ ہو لہذا اسکے عدوان و حد سے تجاوز کرنے کو شیطان سے ارتباط خاص ہو اور شیطان مظهر قرہ ہے اور عقل اسکی جو دفتر
کے ساتھ ہے اور قلب اسکی جو دفتر تخلی صفات کے ساتھ ہو اور روح اسکی جو دفتر تخلی ذات کے ساتھ ہو اور سراطن تو وہ اس کے علوم
اسرار کے ساتھ ہیں منفرد جو پس وہ سب کرم میں کشف صفات انہیں سے جنکو دیدار صفات ہو وہ کرم بیدار صفات ہیں اور جنکو
دیدار کشف ذات ہے وہ کشف دیدار ذات سے کرم ہیں اور شاہدہ میں شرف ہیں۔ قال التجریم یہ کلام لطیف ہے اور شاید
کہ اشارہ ہے کہ انسان میں سے بنی آدم کو کرم مفضل کیا ہو اور بنو آدم وہ ہیں جو آدم کی اولاد میں رہے اور مانند پس روح کے اسکے
حق میں یہ حکم نہ ہوا کہ لیس میں الہک۔ اور شیطان کے استغناء و قطع سے وہ آدم علیہ السلام کی فرزند سی سے خارج نہیں ہوئے اور
جانور و زمین داخل نہیں کیے گئے حکم قولہ وانک کا الانعام بل ہم اہل۔ تو جو لوگ انسان میں سے اس طرح خارج ہو کر آدمیت سے
منقطع ہوئے اور جانور و زمین کے نیچے درجہ میں ملحق ہوئے انکو وجہ آدمی نہ رہنے کے پیش شریف حاصل نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالکلیہ
اللہ تعالیٰ نے اہی کرامت دینے سے یہ کیا کہ عقل کو اپنی آیات پہنچو انہیں اور نفوس کو اپنی عبودیت سے آگاہ کیا اور قلوب کو اپنی صفات
کی معرفت دی اور اوارح کو جمال ذات کا شاہدہ عطا کیا اور اسرار کو علوم اسرار سے مستفیض فرما پس عارفین کو اپنے سمیع سے
سنا دیا اور اپنی بصیرت سے دیکھنا دیا اور اپنے کلام سے خطاب دیا اور اپنے علم سے قلوب اور اپنے سر سے اسرار دیے اور اپنے لواصف
سے اوارح عطا فرمائیں اور انوار افعال سے عقل دیدیں پس اپنے خلق سے انکو مزین و اراستہ کیا اور اپنے وصف سے موصوف فرمایا
پس الزراہ انصاف کے تو مصنف ہیں اور براہ اتحاد کے مقتد ہیں اور الزراہ عبودیت کے ربوبیت میں بازو سے سایہ قدم اپنے رب و جہل
کے ساتھ ہمیشہ پر واز کرنے ہیں پس جو ذکر ہوا اس سے کون کرامت برہی ہوئی ہے اسے کریم ابن الکریم اور اسے آدم ابن آدم اسے
عارف نقی تو جانتا ہے کہ تو کون ہو یہ ناسوت فنا ہو جاتا ہے لا موت ہیں اور لا موت ہی باقی رہ جاتا ہے ناسوت کے لیے اور مخاطب لا موت
کی لا موت سے ہو جاتا ہے عارفین مجھے مجلس سراق حوالہ لکیرا سے دیکھو اور عاظم بقا میں مجھ سے خوش ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ تیرے

وقت کو پاکیزہ رکھے تو کہاں سے آیا اور کہاں سے اٹھکا تاہم مجھے کوئی نہیں پہچانتا ہے۔ پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے انکی تفضیل دینے کے موقع سے علت و سبب کو سا فطر کھدایا اس جہت سے کہ اُسے آدم و اولاد کو اول سے اپنی کوامت سے اور رحمت سابقہ سے کرم کیا ہے پھر بیان فرمایا کہ کوامت دیکر ان کو اپنی عزت و جلال کے ساتھ میدان صفات میں بسواری عنایات سوار کیا اور دریائے ذات میں اپنی رحمت پار لگایا۔ بقولہ و حملنا ہم فی البر و البحر میدانِ نفوت و صفات میں انوار صفات کے ساتھ ان کو پھرایا اور دریائے تائید انوار ذات میں کشتی رحمت پر انوار ذات کے ساتھ روان کیا پس انھوں نے میدانِ صفات کی سیر میں جو اہل بلکہ معادنِ معارف حاصل کیے اور دریائے ذات کی سیر میں صدف جو اہل کو اشعث پائے۔ انکو میدانِ عبودیت میں مرکب معرفت پر سوار کر کے پھرایا اور دریائے ذات میں بحر ربوبیت کے اندر مرکب محبت پر سوار فرمایا اور میدانِ مجاہدات میں مرکب شہادت پر سوار کر کے منازل طے کرائیں اور بحر شہادت میں مرکب حقیقت پر سوار کر کے مقامات حالات کی سیر میں دکھائیں۔ پھر انکے اسرار کو مہر علوم غیبیہ سے حصہ دیا اور انکی رول کو فیض و صلت سے سرفراز کیا اور انکے قلوب کو لطافتِ قرب کا رزق دیا اور انکے عقول کو ذوقِ حاکم کا حصہ ملا اور انکے اشباح بھی محروم نہ رہے کہ فیض عنایتِ فعلی کا علم پایا کہ کس طرح تاثیر قدرت سے اور سایہ رحمت سے لو کہ تابِ کفایت و تابِ عنایت جکتا ہے اور وہ جسم مظہر و مرکب ہو جاتا ہے پس دے تمام حالات میں خوانِ رحمت پر ماندہ کرات سے سیراب ہیں۔ و فوال درز قناہم من الطیبات۔ پس رزق طیب اس سے بہتر کون خیال کر سکتا ہے اور اس کو خیال سے کون سمجھ سکتا ہے پھر انکو مخلوقات سے علیٰ ہر کے علمِ مغفرت پہنائے اور اپنا عہد کر کے دکان و صلت میں جگہ دی اور تمام خلق کو انکی خدمت میں متعین کر دیا بقولہ فضلنا ہم علیٰ کثیر من خلقنا الایہ۔ شیخ ابن عطاء نے کہا کہ کہنا ہی آدم، امین، ابرار اپنے نیکی کے قبل طاعات کی ہے اور دوسرے پہلے حاجات ہے اور سوال سے پہلے عطا ہے اپنی سب حاجات کی کفایت فرمائی تاکہ دوسری کے واسطے ہون جسکے لیے کل ہے اور دوسری کے قضیہ میں کل کی کفایت ہے۔ و الذلون نے کہا کہ تجویم بحین و ازہر۔ جنید رہے کہ مالک السد تعالیٰ سے نعم کے ساتھ بعض نے کہا کہ تجویم بحین ہے اور بعض نے کہا کہ خلقت کی درستی اور اعون لل کی وجہ سے ہے اور قاست متوی ہے۔ واسطی رہے کہ مالک السد طرح کرم کہ مالک گئے واسطے جہان و تجویم امین ہے مگر کہ دیا تاکہ یہ لوگ اسکی نصیر بن نہ ہوں اور اپنے رب سے وصل کی عبادت میں مصروف ہوں۔ شیخ جعفر نے کہا کہ نبی آدم کی تجویم بحین معرفت ہے بعض نے اشارہ ہیں کہ مالک حملنا ہم فی البر یعنی نفس اور البحر یعنی قلب پس جسکو اللہ تعالیٰ نے اسکے نفس پر سوار کیا اسکو نور تعمیر سے شرف کیا اور جسکو قلب پر سوار کیا اسکو نور تائید سے منور کیا پھر جسکو نور تائید نہیں ملا اور صرف نور تعمیر سے باہر ہے تو وہ عقرب ہا لاک ہو جائیگا۔ شیخ واسطی رہے اشارہ ہیں کہ مالک البرہ لغوت جو ظاہر ہوئے اور تجویم حقائق جسکو پوشیدہ فرمایا ہے اور کہا کہ شائدہ ابیہ میں وقت معوم فصل و وصل ہے اور اشارہ اسکا البر و البحر سے ہے۔ شیخ ابو عثمان رہے کہ مالک رزق طیب وہ رزق حلال ہے اور کہا کہ تفضیل نبی آدم کی تمام خدائیں پر بسواری طبع ہے۔ شیخ ابو یوسف نے کہا کہ خدائیں تفضیل اس امر میں ہے کہ گندمیوں کو انکے محبوب نفس پر مہر کر دیا۔ جنید رہے کہ مالک اس معنی میں کہ گندمیوں کو فرست عطا کی ہے۔ سیاری رہے کہ مالک علما کو جمال پر بطرح فضیلت دی کہ عالم لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت و اسکے احکام کا علم رکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے کوامت و بنیادی ظاہر و کوری تو احوال درجاتِ آخرت بیان فرمائے

بِحُكْمِهِ دَعَا كُلَّ شَيْءٍ مِّنْ حَيْثُ كَانَ مِمَّا جَعَلَهُ حَيًّا ثُمَّ دَعَا فِي كَيْدِهِ دَعَا وَدَعَا لِكُلِّ شَيْءٍ مِّنْ حَيْثُ كَانَ

جان کر وہ دن کہ ہم بلا دینے برگزیدہ کو انکے امام کے ساتھ

سویکو دی گئی کہ با انکے دامنِ آخرت میں دایے وگ

پڑھینگے

كَيْفَ هُمْ وَلَا يُظَلُّونَ فَتَبَيَّنَ لَهُمْ وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي آخِرَةِ الْأَعْمَىٰ وَالْأَكْمَلُ سَيِّدُ الْأَعْمَى
 اپنی کتاب کو اور نہ علم کے جاوینگے کیا تار اور چوہا اس دنیا میں اندھا اور آخرت میں اندھا اور سب سے زیادہ راہنما ہو
 جو کر اور بیان کر دے وہ دن کہ کئی عوالم کی مٹی میں مٹا دینے والے ہوں گے ہرگز وہ کو ان کے امام کے ساتھ زجاج وضیفہ
 کو کہ وہ دن قیامت کا ہے اور اناس بالضم اور کبھی بہرہ کو تصنیف کے لیے حذف کر کے ہیں قواس خلافت قیاس رجا تاہر اور امام لغت
 میں ہر وہ کہ جس کے ساتھ اقتدار کجا جسے خواہی ہو یا دین میں مقدم ہو یا کتاب ہو وغیرہ جس کی پیروی پر آدمی رکھا گیا وہ اس کا امام ہے
 خواہ راہ راست پر ہو یا گمراہی پر ہو پس نبی اپنی امت کا امام ہے اور خلیفہ اپنی رعیت کا امام ہے اور قرآن تمام مسلمانوں کا امام ہے لہذا
 مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کا نام امام ہے اور غازی قوم کا امام وہ جس کے پیچھے نماز میں اقتدار کرتے ہیں۔ پھر مفسرین و اہل علم کے امام کی
 تفسیر میں اقوال میں بعض صفت سے منقول ہیں اور بعض بطریق استنباط و اخذ ہیں اور بعض ظاہری طور پر اسے ہیں اور میں پہلے ان
 اقوال سے شروع کرتا ہوں جو اعتقاد کے قابل نہیں ہیں اور آخر میں جمہور کے نزدیک متفقہ قول لکھو گا۔ اول یہ کہ مراد امام سے ماہرین ہیں
 یعنی ہر شخص اپنی ان کے نام سے پکارا جائیگا اور یہ قول محمد بن کعب القرظی کی طرف منسوب کیا گیا تاہر اور توجہ اس کی کہ امام جمع ام کی
 ہے ابن عادل نے کہا کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ ام کی جمع امام نہیں آتی اس لیے شخص کا یہ قول ہو گا جو صناعہ و زبان عرب نہیں جانتا ہے
 ترجمہ شری نے کشف میں کہا کہ بدع التفاضل میں سے بہانہ یہ تفسیر ہے کہ امام جمع ام کی ہے اور لوگ قیامت میں اپنی ماؤں کے نام سے
 پکارے جاوینگے نہ باؤں کے نام سے اور حکمت اس میں رعایت حق علی علیہ السلام و اظہار شرف جن حسین رضی اللہ عنہما ہے اور یہ کہ اولاد
 زنا کی فضیلت نہ ہو۔ پھر کھانکے تفسیر بدعت اور یہ حکمت بدعت اور میں سوچ میں ہوں کہ دونوں میں سے کون پر عمل کرے جو غلط ہے کہ یہ
 تفسیر نہیں صحیح ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جاوینگے یہ بھی صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ ان میں عمر سے
 روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے روز جمع فرماوے گا تو ہر ایک عذر کرے گا
 کہے جو تو پاس ایک بھندہ ابلن کیا جائیگا اور پکار دیا جائیگا کہ یہ عذرہ فلان بن فلان ہے۔ اس حدیث میں باپ کا نام مذکور ہے فلانہ اس کی
 مان کی طرف اضافت نہیں ہے۔ دوم قول ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے معافی و حدیث سے ہیں کہ مراد امام سے صاحب مذہب ہے یعنی مثلاً کہا جاوے
 کہ فلان بن فلان عالم کی پیروی کرنے والے کماں ہیں اور ایسا ہی قرطبی نے نقل کیا کہ بعض نے کہا کہ اپنے مذاہب کیا تھے پکارے جاوینگے
 دنیا میں جس کی تقلید کرتے تھے پس کہا جائیگا کہ احسنی و یا شافعی و یا معتزلی و یا قدری وغیرہ اور یہ قول بھی اہل بدعت اور مارکے بیضاوی نے معالم و سراج و
 ابن کثیر و کبیر وغیرہ کی نے اس کو ذکر نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ شافعی و شافعی وغیرہ پیچھے زمانہ میں ظاہر ہوئے ہیں اور ان کے لوگ اس خارج ہے اور علاوہ اسکے
 بنیام اولین و آخرین پر صادق نہیں تاہر اور یہ بھی ظاہر ہو کہ ابو عبیدہ کے قول پر صاحب مذہب خارج رہا یا کہ اسکے واسطے کون امام ہے اور جو قرطبی نے نقل کیا
 ان میں اگر نفس مذہب مراد ہے تو اعمال و شکر کا ذکر نہیں اور سب پر صادق نہیں ہر علاوہ اسکے مراد اس کے زمانہ میں ہو گا بلکہ جسے نقل کیا اس متبعین علم
 اسی میں ہیں اسے وہ اس کو دین میں ہیں۔ قول ہر ماہرین عباس سے مروی ہے کہ امام کیساتھ خواہ امام ہدایت ہو یا امام ضلال ہو۔ قول چہارم بھی
 ابن عباس سے مروی ہے کہ اپنے زمانہ کے امام اور اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کیساتھ ملے جاوینگے۔ تبسم اجس نے کہا کہ امام یعنی معبود
 اس کے ساتھ۔ اور یہ قول عبید غیر صحیح ہے۔ شہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے کہ امام سے مراد اسکے زمانہ کا امام ہے پس ہر
 گروہ اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ بلایا جائیگا جس کے حکم کی پیروی کو تاہر اسکے مخالفت پر باز رہنا تھا۔ اول ایک حدیث میں مروی ہے کہ جو

مرا اور اُسے اپنے زمانہ کے امام کو نہ بچا تا تو اُسکی موت جاہلیت کی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہلیت والے اپنا امام نہیں پہچانتے تھے اور یہ اسوجہ سے کہ ان میں امت کا طریقہ دیکھا اور تمام لوگ البتہ دو باتوں میں تھے جن میں ہر زمانہ میں باتوابع نبوت کے تو پیغمبر یا مہم سے یا منکر تھے تو انکا امام شیطان ہے اور شیطان کے انواع تھیں جدا گانہ ہیں جیسے پیغمبر کے اتباع میں ہیں مہم۔ حجابہد و فتادہ رہے کہ اس کے امام انکا نہیں ہے اور اس رہنے بھی ایسا ہی مروی ہے جس کہ امام کا نہ لائے متبعین براہم علیہ السلام کو اور لائے متبعین موسیٰ علیہ السلام کو اور لائے متبعین عیسیٰ کو اور لائے متبعین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسی کو زجاج رہنے اختیار کیا اور اس میں ایک مرفوع حدیث بھی روایت کی جاتی ہے اور شیخ جلال الدین میوطیٰ رہنے اسکو اس طرح قرار دیا ہے یا امام یعنی نامہ اعمال کو اس طرح قرار دیا ہے اسراج میں کہ کہہ کر قضا ابوہریرہ رہے مروی ہے کہ قیامت کے روز نذاذ جائیگی کہ اے امت ابراہیمؑ و اے امت موسیٰؑ و اے امت عیسیٰؑ و اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پس وہ اہل احق کھڑے ہو جائیں گے جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کی اتباع کی کہ پس اپنی کتاب میں اپنے دائیں ہاتھوں میں لیتے پھر کافروں کو ادا دینا جائیگی کہ اے اتباع تمہو اور اے اتباع فرعون و اے اتباع فلان و فلان پس دے نام پکارے جاویں گے جو کفر سے روادور ہیں تھے۔ قول شہر ابن زید نے کہ امام ہر امت کی کتاب آسمانی ہے پس پکارا جائیگا کہ اے اہل قرابت و اہل انجیل و اے اہل قرآن۔ اقول اس سے اہل الکفر خارج ہیں اور شاید کہ وہ اپنے زمانہ والی کتاب کے کافروں میں داخل ہو کر کایہ جاویں قول شہر اور یہی صحیح ہے کہ مراد نامہ اعمال ہیں شیخ ابن کثیر نے نفس میں لکھا کہ آیت میں اخبار ہے کہ امام لے قیامت میں ہر امت سے اُس کے امام کے ساتھ فی سبیلہ فرما دیا جائیگا اور علما نے امام میں اختلاف کیا ہے۔ حجابہد و فتادہ رہے کہ امام انکا نہیں ہے اور یہ جاننا کہ امام لے قضاے و کل امتہ رسول فاذا جاز رسولہم قضی بہم بالسطر و ہم لا یفلون۔ یعنی سلفیت لے کہ امام کی ہیبت بڑا شرف ہے صاحب حدیث کے واسطے ہے کہ امام کا نام فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابن زید نے کہ امام وہ کتاب ہے جو آئینے پیغمبر پر شریعت مقرر ہو گیا اتری اور اسی کو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور ابن ابی شیبہ نے حجابہد سے روایت کی کہ انھوں نے بھی فرمایا کہ امام ہیں ان کی کتابتیں اس قول میں احتمال ہے کہ شاید وہ کتاب مراد ہو جو آسمان سے اپنے شریعت کے واسطے اتری جیسا کہ ابن زید کا صریح قول ہے کہ شاید کہ امام لے مراد ہو جیسا کہ عوفی رہے ابن عباس رہے روایت کی کہ قولہ امام یعنی کتاب اعمال یعنی مراد امام سے ہر ایک کا نامہ اعمال ہے اور یہی قول ابو العالیہ و حسن و ضحاک کا ہے اور یہی قول ابن جریر و بیل قولہ قضاے و کل شئی احصیناہ فی امام میں یعنی اُنکے اعمال میں سے ہر چیز کو ہم نے احصا کر لیا ہے یا امام میں ہیں یعنی نامہ اعمال میں وقد قال قضاے و کل شئی احصیناہ کتابا۔ اور امام لے فرمایا تری کل امتہ جائتہ لی امت تدعی الی کتابہا الا انہ۔ اور یہ منافی نہیں کہ ہر امت کے واسطے اُنکا ہی شئی شاید بنا کر لایا جاسکے کہ نہ ضرور ہے کہ ہر امت پر اُنکے اعمال کا ایک شاہد بھی ہو کہ قولہ قضاے و اشرقت الارض بنور ربہا و وضع الکتاب و جی بانبعین والشمس االآیہ۔ و قولہ قضاے کیف اذا جئنا من کل امتہ لنبشیر و نجنا علی اہل ہذا لہ رشید لیکن مراد یہاں امام سے ناجا سے اعمال ہیں مگر جہاں کہ امتیں ایک تھو دے کہ امام ہر مصناف یعنی جمع ہے اور سب کے واسطے ایک نامہ اعمال نہ ہو گا پس شاہد کل اناس میں سے ہر شخص کا ایک نامہ اعمال ہو اور غیر جمع باعتبار کل کے ہے۔ فَمَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا یُحِبُّ لَہُ یُحِبُّ لَہُ پس جس شخص کو دیکھا جائیگی کتاب اسکی یعنی ایک نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں۔ اَذْنَبَ ذَنْبًا یُحِبُّ لَہُ ذَنْبًا یُحِبُّ لَہُ ایہ لوگ پڑھیں گے اپنی کتاب کو۔ چونکہ کتاب دراصل مصدر ہے لہذا صبیح کی ضرورت نہیں ہے۔ مراد یہ کہ وہ اپنے نامہ اعمال میں اعمال صامحہ پاکر خوشی کے ساتھ پڑھیں گے اور انکو سرور ہو گا۔ اَذْنَبَ ذَنْبًا یُحِبُّ لَہُ

اور نہ ظلم کیے جاوینگے ایک قنیل بھی فنیل وہ دراز ڈول جو غم خرا کے شگاف میں ہوتا ہو اور مردیہ کہ انکی حسات میں فرہ بری بھی نقصان نہ دیا جائیگا۔ سراج بن ابنا جلالین لکھا کہ قنیل جھکا جو خرا کی گھٹلی میں ہوتا ہو اور مومج وہ جو شج ابن کشیرہ نے لکھا اور شاید کہ جلالین کی یہی مراد ہو پس ملا علی قاری پر کہ اعراض حاشیہ جلالین بھی جلالین ساقط ہو گیا۔ اگر کہا جاوے کہ اہل سن کی تخصیص کیا کہ وہ اپنی کتاب پر ٹھیکے اسلئے کہ اہل خیال یعنی بامین ہاتھ والے بھی پڑھیں گے جواب یہ کہ بامین ہاتھ والے اپنے نامہ اعمال میں شکر و کفر جو کاربان و قباخ و مملکات عظیمہ ایسے دیکھیں گے کہ خوف سے انکی زبان بند ہوگی اور پڑھنا نہ چاہیں گے نفوذ بالمدن ذلک۔ بالجمہ ارج تفسیر بیان امام کے نبی سے باناتہ اعمال سے ہے جیسا کہ جلالین میں اغیار فرمایا ہے اور اول کو شیخ ابن جریر نے اور دوم کو شیخ ابن کشیرہ نے ارج ٹھہرایا اور مدارک میں بھی اسکا اشارہ ہے پھر شیخ ابن کشیرہ نے لکھا کہ اس بارہ میں حافظ ابو البرکات راز نے ایک حدیث روایت کی کہ فقال حدثنا محمد بن عمرو و محمد بن عثمان بن کلامہ قال حدثنا عبد الرحمن بن موسی عن اسیر ابن علی عن السدی عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن ابی ہلہ السدی عن سلمیٰ بنہ عن اہل اللہ تعالیٰ یوم نزع کل اناس باہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں سے ایک بلا جائیگا پس اسکی کتاب اسکے دلائل ہاتھ میں دیا جائیگا اور کثافتی دیا جائیگا اسکے ہم میں اور روشن ہمدیک جائیگا ہر چہ اور اسکے سر پر ایک تاج مومنوں کا لکھا جائیگا جو چمکے گا پس وہ اپنے اصحاب کی طرف داپس آجگا دسے کو دوسرے دیکھیں گے اور کہیں گے کہ اہی اسکو ہمارے پاس بھیجے اور ہمارے لیے امین برکت دے پس وہ انکے پاس آجگا اور انکے کہنے کا کہ خوش ہو کہ تم میں سے ہر مرد کے واسطے مثل اسکے ہے اور ہر کافر و فاسق کیا جائیگا اسکا چہرہ اور اسکے جسم میں درازی کر دی جائیگی اور اسکے سامنے اسکو دیکھیں گے پس کہیں گے کہ اندک کی بناہ اس سے یا اسکے شے سے اہی اسکو ہمارے پاس منت لاؤ پس وہ انکے پاس آجگا و سے لوگ کہیں گے کہ اہی اسکو ہم سے دور قرار دے وہ کہیں گے کہ خدا پر لعنت کرے تم میں سے ہر شخص کے واسطے ایسا ہی ہو۔ درواہ ابن ابی حاتم و ابن حبان و ابن مردیہ و رواہ اہل علم و قال حدیث صحیح الاسناد و رواہ الترمذی و قال حاشیہ جن۔ و من کان فی ہذین کما ہو کوئی ہووے امین۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و ابن زیدہ کہ مابقی اس حیات دنیا میں انھیں اندھا اندھا تعالیٰ کی حمت و آیات و دینا سے یعنی جو شخص اس دنیا میں معرفت اہی سے اندھا رہا اور ایمان نہ لایا۔ فقو فی الآخرۃ اعنی۔ تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ حاجتی مسجد اور بڑھکر گاہ اس سے کہ دنیا میں نفوذ بالمدن ذلک سراج بن ابیہ کہ جو بیان اندھا ہو یعنی افعال ایسے کرے جیسے اندھا چہرہ زون کے لینے میں نہیں جانتا کہ اس نے نافع پائی یا مضری فی اسی طرح یہ بھی حرام و حلال جن فوج میں فرق نہ کرے تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا یعنی وہاں بھی اس کا قلب تاریک دیکھنے پر ہوگا۔ بلکہ زیادہ مگر اندھا ہوگا اسواسلئے کہ دنیا تو مقام خیرات و توفی اسباب ہو جس سے تاریکی قلبی دور ہو کر روشنی پیدا ہو اور وہاں کو کچھ نہیں ہے۔ حکم مردہ سے مروی ہے کہ اہل یمن کے چند لوگ حضرت ابن عباس کے پاس آئے اور انہیں سے ایک نے اس آیت کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے بات پڑھو انھوں نے پڑھا تو کہ تعالیٰ رحمہ الذی یزج لکم الفلک الے قولہ تعضیل پس آپ نے فرمایا کہ جن آیتوں کو دیکھا و معانی کیا اگر لے کوئی اندھا ہو اس دنیا میں تو آخرت سے جبکہ آئے نہیں دیکھا اور نہ معانی نہ کیا ہے زیادہ اندھا ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس صورت میں قلعہ معنی یہ ہوے کہ اندھے ہونے سے اگلی نعمتون مذکورہ سے اندھا ہونا مراد ہو یعنی جس نے دنیا کی ان نعمتون کو دیکھا کہ قدرت اہی کا افرار نہ کیا اور ان نعمتون کو بطور زنا نیون کے نہ دیکھا اور انکو نعمتین نہ دیکھا تو وہ آخرت سے اور زیادہ اندھا ہوگا کیونکہ آخرت کو اُسے معانی ہی نہیں کیا ہے بلکہ یہ تفسیر بطور فوائد کے قرار دینا

وَضَعَفَ السَّمَاتُ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْكَ اَنْصَبًا

اور دونا مرنے میں پھر نہ پاؤ اپنے واسطے ہم پر دو کرنے والا

السدقہ لے آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بکاروں و شہزادوں کے مرقوبیت سے محفوظ و سلامت و ثابت قدم و مصمم رکھتا ہے اور وہی اپنے رسول کے امور کا ستولی ہے اور ناصر ہے اور اس کو کی طرف سے مکر و نین فرماتا بلکہ خود اس کی ولایت و حفاظت و نصرت دینا نہ فرماتا ہے چنانچہ فرمایا: **إِنَّمَا جَاءَ خِرَاجُ كَادُ فِي الْيَمِينِ تُوْنَا كَالْ** ان مخففہ لاشدہ ہو اور لام فارق پہلینی دنیا دی جیسا میں یہ لوگ اندر سے ہیں سے تیری جمعیت کو نہیں جاننے اور قریب ہوئے تھے کہ تجھے قہر میں دالیں اپنی اس طرح تجھ سے مل بیٹھے تھے کہ بگھے اپنے قصد کی طرف مائل کریں یہ عالم و سراج وغیرہ میں ہر کہ اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے عطار نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ آیت نبی تعریف کے وفد کے جن میں ہر کہ دس لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دینے لگے کہ تم آپ سے بیعت کرنے آئے جہیز اس شرط پر کہ آپ ہر کہ تین تا تین عطا کریں آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہیں کہنے لگے کہ ایک ہر کہ تین تا تین سے بھگیاں اپنی ہر کہ اس میں بھگیاں نہ رہے اور دوم یہ کہ نہ پنے ہم اپنی ہاتھ سے توڑیں کوئی اور نہ توڑے اور سوم یہ کہ آپ ہر کہ تین تا تین سے ایک سال منع نہ کریں مگر ہم کسی عبادت میں نہ لگے آپ نے فرمایا کہ نماز کے کوع کا قیہ حال ہر کہ وہ دین کی کام کا نہیں جہیز نہ کرے نہ کرے ہو اور نہ یہ خود ہو اور رہا بتوں کا توڑنا و اچھا کرنا اختیار کرنے یا انھوں توڑ و اور دلات و عوی کا ذکر تو میں اسکی بابت ہم کو بہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اور ایک روایت میں ہے ہر کہ انھوں نے یہ بھی درخواست کی کہ ہماری وادی کو اسی طرح آپ ہم بنادیں جیسے کہ ہم ہر کہ اس کے خوش و بطور و شہر حرام ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار فرمایا تب کہنے لگے کہ کیا رسول اللہ ہماری خواہش کی بھی کو بے بات نہیں کہ آپ نے ہر کہو ابی بابت عطا کی جو اور کسی کو نہیں دی اور اگر آپ کو یہ خوف ہو کہ کو بے بیعت کہ آپ نے تعیف کو وہ بات عطا کی جو اور کو نہیں دی تو آپ یہ فرمادیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے اور باتیں موقوف کن پس انھوں نے گمان کیا کہ ہم کو یہ باتیں عطا ہوں گی پس فرمایا میرے خوشامدین و محضرین کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کھٹ آواز سے بھڑکا اور کہا کہ تم جو فوفن کی ایک بک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ اقول شیخ سیوطی نے کہ اس کا کہ وہی ہر کہ تعیف نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپ ہماری وادی کو ہم بنادیں اور آپ اس حاج کیا تو کیا بت نازل ہوئی اسامی۔ اور سعید بن جبیر سے مروی ہے ہر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر کہ سو دیکھ دیتے تھے لغار قریش نے عداوت کی اور کہا کہ ہم ہر کہ سو کو خالی نہ چھوئے دینے جب تک ہمارے بتوں کو نہ چھو و ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ مجھے لگانا ہو گا اگر میں چھو و ان اور اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ میں اُسے گارہ ہوں پس یہ آیت اتری۔ اور روایت ہے ہر کہ قریش نے درخواست کی کہ کیا بت رحمت کو آیت عذاب کر دے اور مانند لکھو لغات کی خواہش کی تاکہ ایمان لادیں پس نازل ہوئی ان عباس سے مروی ہے ہر کہ وہیں دایم بن خلف اور جن لوگ قریش کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس آئے اور کہا کہ اچھا آپ اگر ہمارے بتوں کو سچ کر دیکھیں اور ہم آپ کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غم کا فرق نہ تھا چاہتے تھے کہ سلمان ہو جائیں پس ہم ہر کہ ان کو خواہش کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ایسا ہی جاری بن عبد البر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جبیر بن نفیر سے روایت ہے ہر کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر تم ہماری طرف جاری بھیجے گے تو لو کہ نہ وہ غلاموں کو اپنے پاس سے دور کرنا کہ ہم آپ کے عجب ہوں پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بعد مشورہ کے کچھ اہل سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی مگر ہم کہتا ہوں کہ ان روایت کے ثبوت میں کامیاب ہوا اور اس وجہ سے شیخ ابن کثیر شرح نے نہیں سے کسی روایت کو مستثنیٰ کیا اور نہ کوئی ذکر فرمائی اور شاید بعض روایات میں سے کچھ واقع ہوا ہو لیکن تفسیر آیت کو یہاں اسباب بروزوفت نہیں ہے بلکہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بسا اوقات اسباب نزول کی ایک جامع ہوجاتی ہے اور تفسیر میں اسباب نزول کا بیان ایک فائدہ عظیم کے واسطے ہوا اور وہ یہ ہے کہ اکثر امور کا حکم آیات میں موجود ہے مگر یا تو جہ نہ ہونے سے نہیں ملتا اور بسا اوقات تو جہ سے بھی بوجہ طریقہ نہ معلوم ہونے کے نہیں نکلتا لہذا اسباب واقع ہونے پر جب آیت اتاری گئی تو اس سے استخراج سمجھ لیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت کسی سبب کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ مختلف و متعدد اسباب کا حکم انہیں موجود ہے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ اسباب آیت نزول میں ایک حکمت خاصہ ہے جس سے علماء امت مجتہد ہوئے اور انکے فیض سے علم شایع ہوا۔ بالکل اس مقام پر بیان اس امر کا بطور کلی اور عام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے رسول علیہ السلام کو معصوم رکھا حالانکہ شیطان کے وسوسہ اور ابلیس شیطان جو انسان ہیں انکی شرارت ہر ایک کے ساتھ ہے اور نفوس انسانی بالطبع جس کی جانب مائل ہوتی ہے اور ان فرمایا۔ دان کا دوا لیتو نکاحی وانعم کا دوا لیتو نکاحی فتنہ مشرکین نہیں شیطان نے ہوسوسہ شیطان فی الیافتنہ اٹھا اٹھا کہ یہ لگتا تھا کہ تجھے فتنہ کی جانب مائل کریں۔ عن الذین اخرجوا من الدنیا انک انک اس جہنم سے جو تم نے تجھے وحی فرمائی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان کا فتنہ جو اسے نہیں نے اٹھا یا وہ ایسا سخت فتنہ تھا کہ گویا وہ غریب پر پونچا کہ تجھے حکم دے کہ یہاں فتنہ مائل کرے۔ لیکن وحی علیک کا فتنہ پر افسر بار نہ ہو وحی کو اور یہ تمام آدمی کو شامل ہے جو حق کی نفس توحید کو بھی مع احکام دعوہ و وعید وغیرہ پس صورت افترا ہے کہ جو وحی نہیں ہے اسکو وحی کے یا اس کے ساتھ منسلک وحی کے برابر کرے یا جو وحی پر ایمان تفسیر کرے حتیٰ کہ غیر وحی ہو کر وحی معلوم ہو۔ و اذ اور اسوقت کہ جب تو ان کو خواہش کی طرف مائل کرے۔ ہٹ چکے۔ و انکے ضرر تجھے بنا لیں عانت رخصت سے۔ حذیر انہا ولی دوست اور لوگوں سے انہا کریں کہ انکے فتنہ میں ڈالنے موافق دانکے شرک پر راضی ہو پھر جو شخص کفار کا غلیل ہو وہ اللہ کا غلیل نہیں ہو سکتا اور حاصل یہ کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل قدیم و درعایت عظیم سے آنکھوں والا کیا کسی طرح اندھا نہیں کیا کہ تو نے دیکھا کبھی انکی طرف مائل نہیں کیا اور کبھی کفر و شرک کی کسی بات کو اچھا نہیں سمجھا جس سے تیری فضیلت تمام مخلوق پر چڑھ چکا کہ ان کی کائنات اور اگر یہ نہ ہوتا لقمہ نے اپنی عظمت سے تجھے ثابت قدم رکھا حتیٰ کہ یہ کہہ سکے کہ تم نے مجھے رسول معصوم کیا ہے اور انبیاء معصومین کے لخت کائنات کے قریب ہوتا کہ تو انکو لکھ دے۔ جھکنا انکی طرف۔ و انکے لخت کائنات کچھ حقیر اسالیبی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ عالی پر مخلوق کیا کہ اگر تبتیت بھی نہ فرماتا تو آپ رکن و میل کی جانب قریب ہونے اور وہ بھی بہت قلیل یہ وقت عظیم ہے اسوقت حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم قرآن پر یعنی وہ جبلت ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی مخلوق ہوئی تھی کہ جو فضل قرآن پر عمل سے حاصل کیا جاتا ہے آپ کی جبلت ہی اس کے موافق تھی پھر یہاں دوسرے فضل عظیم سے ظاہر فرمایا کہ دعوہ عدم تبتیت کے تو کافروں کی جانب جھکنا تو نہ ہوتا مگر قریب ہونا ناوہ بھی بہت قلیل ہوتا تھا اس کے کہ آپ کو قوم کے ایمان پر حرص تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رعایت قدیم سے تبتیت فرمائی کہ آپ انکی طرف کچھ جھکنے سے قریب بھی نہیں ہوئے۔ سراج میں لایا کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ حرف تو لانا فائدہ دیتا ہے کہ اگر اول نہ ہوتا تو اول دوم ہوتا لیکن امر اول کے وجود سے امر دوم نہ ہوا جیسے ہونے میں کہ تو لا اہم لکن المؤمنین یعنی اقباست میں کاغذ پر امر اولوں سے کیسے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ اور جیسے لولا لایزال ملک خالد یعنی اگر نہ ہوتا

تو خالہ ہلاک ہو جا تا مگر نہ تھا تو خالہ ہلاک نہ ہوا پس یہاں ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی تائید و واسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوتی تو آپ انکی جانب جھکے کے قریب کچھ ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید و واسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھکنے کے قریب بھی نہیں ہوتا اور یہ صریح ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی درخواست قبول کرنے کا بھی قصد ہی نہیں کیا یا وجود نہ تھا اس قوی داعی تھی یہاں یہ مسئلہ ہلکا کہ آدمی گناہ سے جب بھی بچ جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فضل سے اسکو تین برائیت قدم رکھے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے بدرفتاری سے پہلے وقت غازیں بھی برائی کی درخواست کر کے پس ہزار تین آبدان الصراط المستقیم کی دعا سے دو فائدے عظیم ہیں اول یہ کہ ایمان وغیرہ تو حاصل ہوا اگر اسکو موافق ثابت قدم رہنا آخر تک اس جب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی برائیت سے اسکو ثابت قدم رکھے اور دوم یہ کہ ثابت قدم ہونے سے ہر آدمی کو مراتب اعلیٰ کثرت و کمالات کے تکلی امتیاز نہیں ہے حاصل ہوئے ہیں اور بعض لوگوں کو گناہوں سے زیادہ دنیاوی رزق ملتا ہے اور یہ دھتکتے استدراج و دنیاوی ہوس کو سے اچھا سمجھتے ہیں جیسے یہاں متنبہ فرمایا بقول تعالیٰ (وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْغَبِ) سمجھتے تھیں کہ اسکی لقمہ حاصل نہ ہوئی اور تو مشرکوں کی طرف متقلب کرتا تو یہ کلام سمجھتے تھیں کہ اللہ تعالیٰ ضعف الخلق و دینی زندگی وضع فرماتا اور دینی موت پہنچا تھا میراث میں ہر آدمی کو آخر از ان میں جب قیامت کے آثار ظاہر ہو جائیگے تو آپ کو ہم کو بھی جو حق و فخر دین کے معیون کی طرح مہیا ہو سکتے اور اگر اسی میں رزق لیا گیا مفسرین نے یہاں مضاف مقرر کیا اور کہا کہ تقدیر یہ ہے کہ ضعف عذاب اکبرہ یعنی اگر تو ان مشرکوں کی طرف جھکے کے قریب ہوتا اور دل میں قصد کرتا تو تم مجھے دو چندان عذاب حیات اور دوزخ عذاب مات چکاتے بعض نے کہا کہ ضعف اکبرہ سے مراد دو چندان عذاب آخرت ہے جب کہ دائمی حیات و عذاب کی کوکہ عذاب دنیا منقطع ہے اور ضعف مات سے دو چندان عذاب قبر مراد ہو لیکن اولیٰ ظاہر ہے اور امام رازی نے اسکی تفسیر میں یہ لکھا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر تو ظلمات شیطانی کو اپنے دل میں جگہ دیتا اور اپنے قصد کو دائمی جانب مائل کرنے میں منع کرتا تو حق پر ہوتا دو چندان عذاب کایات دنیاوی میں اور دو چندان عذاب کاجنات آخری میں اور تیسرا عذاب مشرک کے عذاب سے دنیا و آخرت میں دو چندان تا مگر میں جن لکھا کہ اس عذاب کے دو چندان ہونے میں سبب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اقامت زیادہ ہیں خصوصاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ ہیں تو چہرے گناہ کا وقوع بھی بہت زیادہ ہو گا تو پھر عذاب کا تخفیف بھی کی گونہ ہو گا اور نظیر اسکی نزاج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہونے کی ان ماؤں کے حق میں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیاں تھیں فرمایا کہ بانا را بنی ستم کا حد من النساء یعنی اسے بنی کی بی بیوں کی عورت کے مانند نہیں ہوا اور فرمایا بانا را بنی من بات سنگن بفاختہ مبینہ یعنی اے اہل انصاف و ضعیفین یعنی اسے بنی کی بی بیوں کو کی قسم کسی فاحشہ فعل کی مرگاہ ہو چسپہ ثبوت ہو تو اسکی یہ عذاب دو چندان ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ جبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام میں بڑا ہی اعلیٰ ہے کہ بنی بون کا مرتبہ عورتوں میں بڑا ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُنَا فِي سُلْبِكَ عَذَابًا یعنی دو چندان عذاب کی صورت میں چہرہ کو کوئی نپا تا تم پر پانا ہو دگر بھی کوئی موجود یا ہو ہو منہم نہیں ہو جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچھے رکھے یا میری اور طرح ہو کرے۔ لیکن رحمت الہی نے مجھے فضل علیہم کے ساتھ ثابت قدم رکھا نہ تھا پوری نے بنی تفسیر میں لکھا کہ واضح ہو کہ فتنہ سے قریب ہونا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ فتنہ میں پڑ جاوے اور کسی گناہ پر بھی دیا جانا اسکی دلیل نہیں کہ اس گناہ کا اقامہ ہوا پس اس آیت سے ملازم نہیں آتا کہ عصمت انبیاء علیہم السلام مطعون ہو تو مگر حکم کرتا

کہ اس آیت سے صفت کمالناجیہ کہ بعض ایسے فرقہ کوئے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کے نہیں قائل ہیں محض جہالت ہر
بلکہ برعکس اسکے ثابت دلیل عصمت ہواور ہم نے بیان کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنبر سے قریب بھی نہیں ہوئے اور شاہ پوری رح
کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی ہو فوق اس طرح دلیل لاوے کہ گناہ بردگی جیسا ہی دیکھا فی ہر کہ وہ گناہ ممکن الوقوع ہو تو جواب یہ ہے کہ وقوع
نہیں ہو سکتا اور امکان ذاتی سے کچھ ضرور نہیں ہواور فائدہ تہدید کا امت کے واسطے ہواور اقدام درکنار بیان قریب خطہ بھی نہیں تھا
کیونکہ اول خطہ بھی مسخرم جانا پھر قریب ہونا پھر اختیار پھر اقدام پھر وقوع پس بہان اقدام وقوع کا ذکر ہی نہیں ہو سکتا اور خطہ بھی
نہیں تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے پس آیت دلیل کمال تفصیلت و کمال عصمت ہواور فائدہ حفت فی العزاس من اشارات قولہ تعالیٰ ولولا
ان فتنناک الا یہ تثبیت مقامات حقیقت میں سے ایک مقام ہواور یہ مقام حضرت علیہ السلام کے واسطے سب سے اعلیٰ حاصل تھا
پس واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے روح غیر علیہ السلام کو جب پیدا کیا تو وجود کے بعد کرنے سے پہلے پیدا کیا پس اس کو ناپاک گناہ کا مالک نہ کیا
و ابداً میں دور واپس روح نے دیدار صفات سے علوم غیب الغیب کو جانا اور وہ علم حصول پہچانا جو لطیفیات ازلی و قریبات ازلی سے
صادر ہوتا ہوا اور علم العظم میں جانا کہ راقبہ و لطیف ان دونوں کا مستحق وصول عین الذات ہواور اصل قدم میں ان دونوں میں کچھ
فرق نہیں دیکھا پس جیسا آپ نے ہر دو طریق کو قدیم سے قدیم کہکشا اور بدستہ ابد تک واضح پہچانا اور مولے آثار صفت کے اور طور سے
پہچانا پھر محل رسالت میں اگر حقیقت طریقہ وصول الی الحق دونوں کے ساتھ معلوم کیا گیا کہ لغز کو طریق لطیف کے واسطے لائق نہ پایا اور
نہ امتین سے استعداد دیکھی کہ طریق لطیف سے انکا اتصال کیا جاوے تو قریب ہونے کو تھا لکن جنبش اسرار سے وجہ اسکے علم حصول جاننے کے
یہ ہو کہ فردن کو اسی طریقہ قریب سے جاننا حق و وصل دعوت فراوان کیونکہ راہین کچھ متبر نہیں ہیں بلکہ اعتبار اصول حق کا ہے پس
اللہ تعالیٰ جو اصل سے علم قدیم کامل سے منع فرمادیا کہ مکثون غیب الغیب کے اسرار مکثون کو افشاء نہ کریں کہ رویت کے پردہ میں جاہلون
کی حاضرت سے رخصت ہواور جو دیت کے احکام معطل ہو جاویں۔ قال تعالیٰ لقد کتبت لکن لیسع شیدا فایا قریب تھا کہ تو اس جانب
مائل ہو کہ کافرون کو طریق حصول بجانب حق دعوت کرے اور یہ حرکت نفس النفس کی اسرار سے ہوتی ہے جو بجز قریات میں غوطہ زن ہو کر
پہرنا ہواے عارف خوف مت کر اور کہہ دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس علم کے ساتھ تھے اسکے ساتھ مع اس نفس کے جو لباس قریب رویت
ہواور عارف صادق اس سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ اس کا سلوک بجانب حق و وصل کے بسر قریب و لب لطیف دونوں ہوتا ہواور جو
شخص اسکی طرف ان دونوں راہوں سے نہیں جلاوہ اسکی معرفت میں کامل نہ ہوگا پس عتابیہ توجہ تحریک سلسلہ ان اسرار کے ہے
اور اللہ تعالیٰ اپنے جلال عظمت سے اس سلسلہ کا حرکت ہو جاتا ہوا کہ واسطے تقریب شان کے اور واسطے امتحان کے پس تعریف و توح
عارف ہوا کہ اسکو شناخت دی گئی اور معرفت حق معرفت ہو کہ حق و وصل کی معرفت اسکو حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ محض غار کھینے
عارفین کو ان اسرار کے پردہ فاش کرنے سے جب کہ اعتبار کے واسطے ہوں شیخ حسین رحمہ اللہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم پر خلق کو پیدا کیا
اور وہ علم العظم ہواور غیر علیہ السلام میراث میں سب خلق سے عظم میں اور سب سے آپ کا تہمیر زادہ ہے پس آپ کو اپنی جاننا
دعوت کرنے والا قرار دیا پس آپ کی وجہ سے اور واسطہ سے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف تلباس و باطن واصل ہوئے ہیں پس ملک العظم
اور علم غیبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق و وصل ثابت ہوئے پس تثبیت ہواور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و حق و وصل
تھی جو وہ بن عثمان کی رح کہہ کہ تقدیرت اور یہ حالت ایک شے کے درمیان دو چیزوں کے ہواور نہ ادھر سے خارج ہوا اور نہ ادھر داخل ہو

اور آپ کو اعظم پر وہ وف و نشان عجیب پر قیام تھا اور طرز عجیب پر اطلاق بھی اور وہ پاکیزگی نفس اور کمال علم پر بے عروہ و پیل ہے پس یہ خطاب حق عروہ و پیل کی طرف سے پہنچا جو مساوی اس خوف کے ہے جو مخالفت میں پر مجبائے سے ہوتا ہے اور دوسری خواص و خواہش میں فرق ہے کہ خواص کو خطرہ نفسانی پر وہ خوف ہوتا ہے جو عوام کو معاصی میں واقع ہوجانے سے نہیں ہوتا ہے۔ اس میں عطا راجہ نے کہا کہ دیکھنا یہاں علیہم السلام کو تو زلیخا واقع ہوجانے کے بعد عتاب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل وقوع کے یہ خطاب کیا تاکہ محفوظ رہے اور کمال محبت بکمال ہوسرگرم کرنا ہے کہ یہ کلمات تو سب سنئے گئے اور مجھ ضعیف کے نزدیک ان آیات میں کسی طرح کا عتاب نہیں ہے بلکہ کمال بیخ و بڑ اور اوپر اشارہ گذرا اور بات یہ کہ ساریں سے یہ بیان فرمایا کہ آن ربک اعطاء بالناس۔ رب عروہ و پیل کے قبضہ قدرت میں تمام مخلوق ہے اور یہی بیان فرمایا کہ طور و قرینے ایسا دشطان کی جانب استقامت اپنی قدرت و قوت سے دیدیے۔ اور ہم مخلوق اپنی استعداد کے موافق اسکے قبضہ قدرت میں دان ہیں پس دشمن جو ایمان لائے والے نہیں ہیں انہی راہ پر دشطان کے اتباع میں خوش ہو گئے کیونکہ انہیں وہی استعداد اور ذوق و فتنہ دشطان عام ہے اور انہیں سے المدقائے اپنے ہندوں کو اسکی سلطنت سے محفوظ فرمایا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ہی اپنے کمال لطیف و رحمت کاملہ سے محفوظ کیا ورنہ قریب تھا کہ پھیل واقع ہوا اور یہی عمل امتحان تھا پس معلوم ہوا کہ میل ہونا تو ممکن نہ تھا لہذا اس کے آپ کی ہدایت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تمام مخلوقات میں ایک فرد خاص تھے اور یہاں تو اس حال میں قریب بھی نہیں ہونے کے دسپاس دلیل کمال فضل کی ہے کہ کمال قائل قائلے و کان فضل اللہ علیک عظیماً تیرے اوپر قدیم سے المدقائے کا فضل عظیم ہے۔ پھر ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے بعض دفاع کا جو امتحانی صورت میں واقع ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے معصوم فسر پایا ہے

وَلَا تَدْرُ الْيَسْتَفِزُّوْكَ مِنْ اَكْزَصِ الْبَحْرِ جَوْكَ مِنْهَا وَاَذَا لَا يَكْبِتُوْنَ خِلْعَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝
اور وہ تو گئے گہرائے سمندر اس زمین سے کہ کمال دین چھو ایمان سے اور نہ ٹھہر گئے تیرے پیچھے مگر تھوڑا
مُسْتَكَّةً مِنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ اَرْسَلْنَا وَلَا تَجِدُ لِمُسْتَكِّنَا لِحُوْبًا ۝

دوسرے پہلو پر ان رسولوں کا جو چھ سے پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پا دیا تو ہمارے دوسرے زمین قناتوں کو ان۔ وانہم۔ کا ڈر اَلْيَسْتَفِزُّوْكَ مِنْ اَكْزَصِ الْبَحْرِ جَوْكَ مِنْهَا اور البتہ سے لوگ قریب ہوئے کہ چھ جنش دین یعنی بسبب عداوت و کفر کے زمین سے تاکہ چھ اس زمین سے بھاگیں۔ ولکین ان کو کون سے اس کا وقوع نہ ہونے پایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ نفس میں ان کو مجبور رکھا۔ اس قدر ایضا از عاج بھڑکا دینا اور گھبرا دینا اس آیت کے سبب نزول میں ہیں اختلاف ہے ولکین ان کو قناتوں سے اور پھر دونوں میں سے ایک زیادہ مضبوطی کو گویا اس میں ایک ہی قول ہے۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے اور سراج و معالم میں کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو یہودی نے حدیث کیا اور عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقوں نے چاہا کہ یہاں نہ رہیں پس آپ سے کہا کہ نبی علیہم السلام کی بعثت ملک شام میں ہوئی اور وہ زمین مقدس ہے اور وہیں ابراہیم علیہ السلام رہتے تھے اگر آپ شام کو چلے جائیں تو ہم آپ پر ایمان لا دیں اور آپ کی پیروی کریں اور ہم کو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خوف روم کے دباں نہ جائیں گے پس اگر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے محفوظ رکھے گا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر جمع کیا اور ذوالحجہ میں مدینہ سے کچھ فاصلہ پر لوگ اکٹھا ہوئے تاکہ لوگ آپ کو بعزم خروج دیکھیں اور ایمان لا دیں پھر

ج

یہ آیات ازین تو آپ واپس ہوئے۔ اور یہی قول گہی رہ گا جو پہنچ رہی ہے من طریق اسی کہ انسان کے ساتھ عبد الرحمن بن غفر سے روایت کی کہ
 یہود نے ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ اے ابوالقاسم اگر آپ سچے ہیں تو شام میں جائیے کہ نہ شام میں خوشہ اور
 زمین انبارا یہیں آپ نے انکے قول کی تصدیق کی اور غزوہ تبوک کا جوا دیا جہنم کچھ ارادہ تھا سوا سے شام کے جب آپ تبوک
 میں پہنچے تو یہ آیات نازل ہوئیں پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو واپسی کا حکم دیا اور فرمایا کہ ذہن آپ کی زندگی اور ذہن موت اور ذہن سے
 بعثت جو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اسکی اسناد میں نظری اور اظہر یہ کہ وہ صحیح ضعیف پر مشتمل کتاب کہ یہ دونوں روایتیں سبب نزول
 میں کی وجہ سے صحیح ضعیف ہیں اول یہ کہ سورہ بنوا اسرائیل کی یہ روایت بنا بر روایت اول کے مدنی اور بنا بر روایت دوم کے تبوک کی
 ہوئی ہے۔ دوم یہ کہ تبوک کے وقت یہود کے ایمان لانے کی اسلام کو اسقدر خواہش نہ تھی سوم یہ کہ روایت اول سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے
 صرف اٹھ گھنٹے کو لشکر باہر جمع کیا تھا اور یہ شخص واپسی قول پر اسکا ذکر کو سوا سے روکنے کے غرض سے اور بطور جائز نہیں ہے۔ وجہ چہام
 یہ کہ صدق نبوت کے واسطے زمین شام میں ہونا کچھ بھی نہیں ہوتا چنانچہ حضرت ہود میں میں اور صالح تھا مجرمین اور یہ شمار انبارا یعنی
 اپنی قوم میں گذرے بدلیل قولہ وان من الامۃ الا فل فیہا نذیر۔ تو یہ سب امتیں شام میں نہ تھیں اور کہہ کر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 احق ہوئے کہ قول کی تصدیق کر سکتے تھے پس یہی وجہ تھی کہ وہ قطع کی کیا اور اسپر بڑھ کر یہ کہ آپ نے انکے قول پر مدینہ سے ہجرت کر کے
 شام کو چلے جانے کا قصد کر کے عذر دیا کہ آپ کو اسکا جہل کے جو مضر فتنے سے بہرہ نہ رکھنا ہو کوئی نہیں کہ اسکا واسطہ
 کہ ہجرت کرنا پاک مقام کہ سے نہ ہوا ہر اہم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا پھر مدینہ کو تین فرمایا اور یہی آپ کے واسطے دار الحجۃ قرار دیا اور
 سب سے پاک کو وحی سے معلوم اور یہی نبوت وغیرہ میں مفصل تھا نہ انکہ دوسری ہجرت یا نہ شام بدون حکم الہی واقع ہوئی اور پھر بھی
 باوجود اس کے اصحاب سے کچھ نہیں کہا گیا۔ وجہ چہم صحیح روایت ابن عباس رحمہ اللہ سے اور دیگر ائمہ سلف سے کہ یہ بارہ ہجرت مدینہ ہے
 اس روایت کے معارض پر یا جملہ یہ دونوں روایتیں نقل کرنا بھی حلال نہیں کہ جب کہ اس غرض سے ہو کہ تنبیہ کر دیا کہ یہ روایتیں
 واپسی بالکل بے اعتبار اور ظاہر کسی جاہل کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور صحیح وہ جو معالم و سرانج و کتب وغیرہ سے تلخیص کر کے لکھا جاتا ہے
 کہ مجاہد وقتا وہ رہنے کہ کہ مراد زمین سے زمین کہ ہزار و شتر کین نے قصد کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سے نکال دین
 مگر اللہ تعالیٰ نے انکو مقہور کر دیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وَاذِکَکُمْ خُذْنَ خُذْکُمْ
 خُذْکُمْ اور اسوقت جب کہ تیجہ اخراج کرکین تو نہ ٹھہرنے کے خلاف تیرے نبی سے اخراج کے بعد گزرا نہ قلیل۔ مگر تم کہتا ہے کہ شاید
 یہاں اشارہ قریش کے مشورہ اخراج کا ہو کہ انھوں نے باہم مشورہ کیا تھا تو بعض اہل الرائے نے یہ اسے دی کہ یہاں سے نکال باہر کر
 اس میں فتنہ فروغوا کہ بعض نے کہا کہ دوسرے مقام پر فتنہ کی قوت ہوگی تو اسے کہا کہ خبر گیری کرنا آسان ہے اور اہل فتنہ نے کہا کہ سننے
 یہ ہیں کہ اگر انھوں نے نکالا تو پھر کہ میں نہ ٹھہرنے کے گھوڑے دن۔ اور یہی ہوا کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے ہجرت کی حالانکہ
 انھوں نے سخت ایذا میں دینی شروع کی تھیں تو پھر انکے بعد صرف ڈیڑھ برس گذرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بدون وعدہ کہ آپ کے قلیل
 اصحاب کو شہادت قریش کے ساتھ مدین میں مقابل کر دیا اور آپ کو فتح و قوت دی کہ سب انڈا دینے والے سرکش اسے گئے اور اکثر
 قیدی ہوئے اور شکست کھا کر بھاگے اسی واسطے فرمایا مَسْکُتٌ مِّنْ قَدْرٍ مَّسْکُتٌ ذَکَکُمْ لَعْنُکُمْ وَرَسُولُکُمْ لَعْنُکُمْ لَعْنُکُمْ
 کے ساتھ جاری کیا وہ طرفہ جو ان پنجہ برہن کا جو آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بھیجے تھے کہ جب شکر کوں نہ لایا دیکر رسول کو اپنے دربار سے

نکالا کو عذاب میں مبتلا ہو سے اور سنت اپنی عادت قضا سے آگئی اور طریقہ جاری ہو چکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین رحمت نہ ہوتے تو کفار قریش بالکل نابود ہو جاتے پس آپ کے ہوتے ہوئے وہ لوگ بچے تھے بقولہ تعالیٰ دعا کا ان اللہ علیہم وانا تم نعمتی تیرے ہوتے ہوئے انکے درمیان میں انکو اللہ تعالیٰ سے عذاب کرنے والا نہیں ہو گا کہ جس کے قولہ تعالیٰ واذا لایلیثون کے یہ مٹنے کے بعد تیرے طرح کرنے کے حال انکو انھوں نے اخراج کی قوت نہیں باقی تھی کہ آپ نے حکم آگئی سے ہجرت فرمائی ہو تو جواب یہ کہ ان ہجرت حکم آگئی واقع ہوئی اور انھوں نے آپ کو بکھر کر اخراج کرنے کی قدرت نہیں باقی لیکن ظاہری سبب حکم خروج کا وہی ہونے کے لیجان نہ لائے اور جو ایمان را یا اسکو مارا پٹیا اور آپ کو طرح طرح کی ایذا ردی اسوجہ سے انکی جانب نسبت دی گئی اگر کہا جاسے کہ قولہ متسنن قرار سلنا میں سنت مضنا بجا نہیں ہیں جس سے مراد انبیا و رسول ہیں تم نے سنت آئید کہوں کہا جواب یہ کہ سنت اصل میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ مقرر فرمایا ہو ہو اور چونکہ وہ رسولوں کے واسطے ہو اسواسطے رسولوں کی طرف اضافت کی کہ وہی اس طریقہ پر عامل ہوئے یعنی جس طریقہ پر انکے رسول گذرے کہ انکے اخراج کے بعد قوم پر عذاب ہوا وہی یہ طریقہ جاری تیرے ساتھ ہوا جو ذکر لا یجئ شئ منکم الا بقرائن اور تو باری سنت کے واسطے تحمل نہ پاؤ گیا یعنی کوئی انہیں تغیر نہیں ہو سکتا یہ مترجم کو مناسب معلوم ہوا کہ تنبیہ و فہم معنی عام کے واسطے یہاں ایک حکایت بیان کر دے ابو الغصن سید موسیٰ علیہ الرحمہ نے اپنے والد ماجد حضرت سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ سے روایت کی کہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے پچیس سال تک میرا سوا حق میں سفر کیا اور کسی مقام پر بس نہیں بنا یا ہر روز اس دنیا سے فانی کے مقامات میں جہان وقت آیا سوا اور جان جگہ پا کر رہا اور حق تعالیٰ عروج کے روز پر شکر کیا اتفاق سے ایک دفعہ ایک مقام پر سفر واقع ہوا کہ دو روز تک کچھ میسر نہ آیا اور تیسرے روز تین مجھے بتیانی ہوئی آخر میں ایک کھیت پر پہنچا گو بیان کوئی آدمی نہ تھا جس سے اجازت لیکر حلال رزق حاصل کر لیا جاسے ناگاہ ایک آواز نہایت خوشگوار کہ میں نے کبھی نہیں ہی بھیجی ہر کانوں کی فیکر عبد القادر قدر ضرورت اس روز میں سے لے کے تم نے تیرے واسطے حلال کر دیا میں اس آواز کے شوق میں اس جانب متوجہ ہوا اور دیکھا تو ناگاہ وہ میرا ایک اور سے منور ہو گیا کہ انکے شل میں نے نہیں دیکھا اور انہیں سے ایک مثال عجیب جس سے غش آ جاوے ظاہر ہو کر خطاب کیا کہ میں ہوں تیرا رب اور تیری ہی اس راہ میں مقبول ہو تو پی جان کو زیادہ ہلاکت میں مت ڈال کہ تم نے اس میں سے مجھے مباح کیا شیخ کہتے ہیں کہ میں نے نال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ ولا تجادلوا قوم الا بالحق وایضا تو لا یغنی عنہ العباد کے واسطے تغیر نہیں پاؤ گیا اور ظاہر ہو کر کثرت نبوت آگئی تا قیامت یسارن اس میں جب تغیر نہیں ہو گا تو تیسرے واسطے اس علت و اباحت کے کیا معنی ہیں پس میں نے ضرور گمان کیا کہ یہ فتنہ شیطان ہو پس میں نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اور خود باندہ اعلیٰ اعظم من الشیطان الرحیم دلاول دلاوۃ الالبانہ العزیز العظیم اتنے میں وہ فوراً ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آواز غنا کی آئی کہ انوس اسے عبد القادر دروازے پر سے بچ گیا ورنہ میں نے بہت سے اس مقام تک طے کرنے والوں کو یہاں سے واپس کر دیا جو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور جواب دیا کہ اے شیطان تجھ کو اللہ تعالیٰ تجھ سے بچا دے پھر تو پتی نہیں سے باز نہیں آیا کہ تو نے مجھے مغرور کیا کہ میں اپنے علم سے بچا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جو علم مجھے دیا تھا اسی مجھے ہدایت دی اور اپنے لطف عام سے مجھے پیادہ اچھ لہر رب العالمین یہاں سے ظاہر ہوا کہ شریعت آئید میں کسی شخص خاص کے واسطے کوئی تحمل نہیں ہوتی جو بعض فقہری لباس والے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ شخص درجہ فقر میں کامل ہوا اس سے نماز روزہ وغیرہ ظاہری عبادات سا قضا ہو جاتے ہیں شہر فرض نہیں رہتے ہیں باطل ہر اور جو اعتقاد کرے

اگر ہوا سی طرح شراب وغیرہ کا اُسکے حق میں مباح جاننا اس خیال سے کہ وہ شراب نہیں پیتا نہیں معلوم کیا چیز اور وہ کم نے ایک مرتبہ دودھ دیکھا تھا یہ سب اس کا ہی ذوق تھا۔ یہاں تک کہ اس کے معتقد لوگ دنیاوی منفعتوں کی لالچ سے اُسکے پاس جاتے اور بفعلاً اٹھا کر دین میں اُسکے معتقد اور گمراہ ہوتے جن اور خوف نہیں کرتے کہ شراب کو ایک نظر بند کر کے والا کی نظر میں دودھ دیکھا اسکا ہاں پھر دودھ کو چھوڑ کر وہ شراب کیوں منگوا تا ہوا اور حکم شریعت کا جس طرح متعلق ہو ان میں قبول نہیں ہوتی پھر شیخ خمدی جہاں ان رجعت الہیہ کے لئے لکھا کہ حق حکم سیرانی الارض سیر عرت حاصل کرنے کو جاتے جاتے ساحل ملیا پر لڑا اور شہر میں جا کر تین سنے مرد صالح دریافت کیا تو کوئی نہ بھیے ایک مکان کا پتہ دیا وہاں جا کر تین نے دیکھا تو وہ شہر کے قاضی عبدالعزیز نامی ہیں انھوں نے شرعی اخلاق سے مجھے حمان کیا۔ رات کو میں نے اُسے دریافت کیا کہ یہاں کوئی شخص اہل الدین سے ہوا انھوں نے مجھے سے کھڑکھٹ کیا میں نے کہا کہ کوئی درویش ہیں آخر انھوں نے کہا کہ تھے ساتھ کہا کہ مرد خدا ایمان باہر شہر کے ایک شخص شریعت سے مباح مدعی ہے اسکا اس شہر والے معتقد ہیں تین نے دل میں گمان کیا کہ قاضی شرع ہونے سے شاید اسکی شرع پابندی سے ناخوش ہیں صبح کو میں نے بعد نماز کے پھر قاضی صاحب سے اُسکا پتہ پوچھا انھوں نے بہت کراہت سے بیان کیا کہ اس صاحب شہر کے ہوا اور راستہ میں بہت لوگ آتے جاتے ہوتے اگر جا نا منظور ہو تو کوئی دفت نہین جو میں باوجود کراہت قاضی صاحب کے روانہ ہوا راستہ میں تمام رات تانتا لگتا تھا بلا تکلف میں شہر سے باہر لوگوں کے میل میں چلا گیا یہاں تک کہ اس ٹبلہ پر پہنچا جب وہ درویش رہتے تھے دیکھا کہ تمام ٹبلہ آدمیوں کی کشت سے بھرا ہوا اور دوسری سر معلوم ہوتے ہیں میں نے تھیر ہوا کہ وہ کون ہیں کہ فوراً اُپس درویش نے آدا دی کہ لو اُٹھانے بہار کا ہوا دھڑا میں تو جب اس کا تعجب کیا کہ انھوں نے میرا نام کیوں کر جانا۔ اور گمان کیا کہ کامل بزرگ ہیں قاضی صاحب کا خیال انکی نسبت گمان کی جو جس پاس گیا تو انھوں نے خاطر سے پھٹا ہوا روک اپنی اہلی مرادوں کے واسطے پھر گئے کہ درویشوں جو تے جاتے تھے اتنے میں انھوں نے بوقت اٹھا کر ایک کو زہر بھر کر پیا اور دوسرے کو زہر مجھے تو اضع کیا میں نے اسکو دیکھا تو وہ شراب بھی میں نے اٹھا کر پیا۔ تھوڑی دیر بعد میں چلا آیا پھر دوسرے روز گیا اور اسی طرح میچا۔ دوسرے روز انھوں نے شراب کے بارہ میں اصرار کیا اور کہا کہ تو کچھ دھم مت کر اگر وہ چاہتا ہے تو یہ جو میں کچھ حیران ہوا وہ خود ہو کر آخر میں نے یہ مضبوط تھا کہ شریعت میں حرام ہے تو ظہور ضرر اور اوار اس لڑا سے نہیں ہو سکتا میں نے انکار کیا کہ بزرگ کسی قدر ناخوش ہوے پھر تین رخصت ہو کر چلا آرا ت میں سویا تو میں نے خواب میں ایک باغ نہایت انیس دیکھا کہ اسکے مثل نظر سے نہیں گذرا اور میرے گمان میں آنا تھا میں نے اسے دیکھا اور اسکی تازگی و خوشبو سے بے اختیار اسکی طرف چلا کہ میں داخل ہوں جب دروازہ پر پہنچا تو میں دروازہ پر دی فقیر دیکھا کہ ساتھ میں سوٹا لپے ہوئے روکتا ہوا درویش چالہ بھر اشراب سے اٹھے تاکہ میں جو کچھ سے کہا کہ اگر اسکو چوٹا نہ لڑا جائے پاؤں کے در نہ اجازت نہیں ہوں میں نے انکار کیا تو میں نے مجھے اجازت نہ دی۔ یہ خواب دیکھ کر میں چونکا اور در تک تھیر رہا اور طرح طرح کے تردیات کے بعد پھر سو گیا اور وہی خواب دیکھا پھر چونکا تو مجھے زیادہ تھیرا اور اضطراب ہوا اور تردد زیادہ ہو گیا پھر اسی حال میں سویا تو میری مرتبہ بھی اسی طرح عجائب دیکھے پھر جو خواب سے اٹھا تو مجھے تذبذب ہوا کہ اس میں کوئی بھید ہوا در خیال آیا کہ یہ کوئی کامل درویش ہے اور شاید اسکی ناخوشی سے مجھے منہ پر پہنچے اور دل میں خیال کیا کہ صبح کو اسکا کہنا ان لینا چاہتا اور معاشیہ کے خیال سے مجھے توفیش پیدا ہوئی اور میں نے اٹھ کر مسجد کی غار آخر وقت پڑھی اور بعد نماز کے بہت جاہزی و امحال کے ساتھ جہاں باری تعالیٰ میں گریہ و زاری کی کہ میں اس حال میں متروک و تھیر ہوں اور میرے

خیال میں ہی آیا ہوا کسی تیری بدایت کا امیدوار ہوں اگر تو مجھے ہدایت نہ دے تو میری اگر ہی ہو کسی جو بہتر ہو مجھے اسی کی ہدایت ہو اس
گر یہ وزاری میں آکھلا گئی دیکھتا ہوں کہ ایک غفلت میں لوگ آتے جاتے ہیں میں بھی حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ مجلس پاک سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم پر اور کثرت اور سزا کا ٹھکانہ نہیں تھیں میں اور صاحب عظام رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں میں بھی پان جلس میں حاضر
ہوا آپ نے سر مبارک اٹھایا تو میں نے ادب سے سلام کیا اور عرض کیا کہ میری ماں باپ آپ پر قربان ہوں شراب حرام ہے آپ نے فرمایا
کہ تجھے متین معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے شراب سب پر حرام فرمائی ہے میں نے عرض کیا کہ ایک فقیہ مجھے اسرار کو بتا کر آپ نے فرمایا کہ وہ یہی ہے
میں نے دیکھا تو دور ایک طرف دی فقیہ کھڑا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور وہ یہی ہے آپ نے عصا سے مبارک اچھٹیک کر مارا وہ گر اوروں کو
شروع تھا میں نے جلد نماز پڑھی اور میری ساری ہمت اس طرف تھی کہ میں چلاؤں فقیہ کو دیر یا فتنہ کروں۔ بعد ازاں کہ فرار وادہ ہوا ہونے لگا
تھا لیکن لگے لگے اس طرف سے پھرتے آتے تھے اور کہتے تھے کہ افسوس ہماری شامت اعمال سے کج شاد صاحب نہیں معلوم کہاں چلے گئے۔
میں زیادہ تیز روانہ ہوا چاکر کلمہ پڑھا تو حقیقت میں وہاں کوئی نہ تھا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور قاضی عبدالعزیز رحمہ
سے وہ قصہ بیان کیا انھوں نے کہا کہ میں آپ کو پہلے ہی منع کرتا تھا ورنہ مد علی ذلک اسباب اللہ تعالیٰ نے توحید و معاد و نبوت اور

تقدیر و حفظ الہی بیان کر دیا تو افضل الاعمال نماز کو فرمایا

اَقِمِ الصَّلَاةَ لِكُلِّ نَفْسٍ مِّنْكَ اِلَىٰ عِصْيَاكَ اَلَيْسَ اِنَّ الْفَجْرَ طَرَأَ فَذُرَّكَ اِنَّ الْفَجْرَ كَانَ مَشْهُودًا ۝۵۰

کھڑی رکھ نماز سورۃ کے پہلے سے رات کی اندھیری تک اور قرآن پڑھنا چکا بیشک قرآن پڑھنا فرما ہوتا ہے روبرو اور

مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ لَهُ بِكَلِمَاتٍ خَلْفَ لَكَ يَصْغُو عَنْكَ اَنْ يَّجْعَلَ لَكَ رِثًا مِّمَّا تَصْنَعُ ۝۵۱

کچھ رات جاگتا رہیں یہ بڑھی ہو چو کہ شاید کہ ذکر کے جھگو تیرا رب تعالیٰ کے مقام میں

آقید اللہ کو کا فاعل نماز کو۔ یعنی اسکے پورے ارکان وشرائط ادا کر کے گو یا اسکا رے کہ خود قائم ہو جاوے اور یہ سب عبادتوں کا
لب لباب ہے کیونکہ ایمان مناجات اپنے رب عود عمل کے ساتھ ہے اور ہر غیر سے اپنے منہ موڑنا ہے اور ہر چیز سے فانی ہو جانا ہے کیونکہ جب
انوار بارگاہ عزت کا ظہور ہوتا ہے تو تمام چیزیں فانی ہو جاتی ہیں۔ اعلیٰ مرتبہ اسکا احسان ہے کہ عبادت کے رب عود عمل کی اس طرح
کو گو یا اسکو دیکھتا ہے اگر نہ دیکھتا ہو تو وہ مجھے دکھاتا ہے۔ اور آثار میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے کہ نماز کے
ترک کو یعنی اسکے ترک سے قربت کفر کے پہونچ جاتا ہے اور حدیث میں ہے کہ جسے نماز ادا کی تو کافر ہوا یعنی قربت ہو کر کفر کے حدیث میں
ہے کہ ہمارے دشمنوں کے درمیان فرق نماز ہے۔ بھلا نام ابوحنیفہ کے اجتہاد میں کفر سے مراد یہ کہ بہت نزدیک کفر کے ہو جانا ہے اور ما شافعی
کے نزدیک اسدہ و مرتد واجب القتل ہو جانا ہے اگر تو یہ نہ کرے۔ پھر اسکے ارکان وشرائط قطع میں مفصل مذکور ہیں صرف ایک تسمیہ کی ہے کہ ہمارے
بعض علمائے کہہ کہ نماز میں نیت اور شروع میں خلوص و عبادت کی موجودہ غافل ہو جاوے تو نماز ہو جائیگی اور یہی قول مختار رکھا
گیا ہے اور شاید کہ یہ علم فقیہ اور شیخ ابراہیم حلی نے اپنے رسالہ میں حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہما کے قول سے
انقل کیا کہ نیت تمام نماز میں کن ہے اور اجاناکا نیت ہے کہ نیت کے حاضر رکھنے میں کوشش چاہیے۔ پھر سر ج میں لایا کہ ایمان ایک بڑا اشارہ
اس بات کا ہے کہ نماز کی مددگاری دشمنان ظاہری و باطنی پر سب سے زیادہ ہوتی واسطے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ

[illegible]

ایک وقت بیان کیا کہ اور اس سے یہ لازم نہیں کہ دلوں کا اسی معنی میں انحصار ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہاں کی مراد شروع سے جو وقت سے یہ وہ بیان فرمائی بالکل قول ثالث اخذ ہوا اور صراح میں نہ کہ اسی معنی پر ایت میں ظہر وعصر وغیرہ سب داخل ہو جاوے گی بلکہ ظہر وعصر کو تو ظاہر ہے اور دوسری عصر کا واسطہ سے داخل ہے کہ اس کا اول وقت وہ ہے جو جب اصغر اوقات باقی زردی شروع ہوئی ہو اور قوی دلیل اسی معنی ثالث فیہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عشاء کا وقت داخل کرنے کے لیے قولہ الی غن ایل پر بھاری معنی تاریکی شب۔ اور وہ عشاء کا وقت ہے اور نایہ یہاں حدود سے خارج نہیں ہے میر جم کتا ہے کہ اول وقت عصر کا اصغر اوقات سے شروع ہوا ہے تو اس اصغر اوقات زردی سے یہاں وہ زردی مراد نہیں ہے جو عصر کے وقت ہوئی ہو بلکہ تیزی و جگمگ جو ظہر میں ہوتی ہو یہ وہ داخل ہو جاوے اور میرے نزدیک عصر داخل ہونے کے واسطے قافوس کا یہ قول کہ زردی پڑ جاوے یا بائیں ہو کا یہی ہے اور بائیں ہونے سے یہ میلان مراد ہے جو ظہر کے بعد چلنے کا ہونا ہے بلکہ جب دلوں کا وقت نزول سے اوقات عویب ہونے تک ہے وقت عصر خود نہیں داخل ہے کیونکہ دلوں اصل میں ایک حالت سے دوسرے پر تغیر و تحول و زوال ہے صراح میں نہ کہ دلوں میں وقت ظہر وعصر وغیرہ کا اس طرح داخل ہوا کہ ایک لفظ مشترک کا اپنے مختلف معانی میں استعمال کیا گیا میر جم کتا ہے کہ یہ بنا برائے کہ علماء شافعیہ کے نزدیک استعمال مشترک کا ایک ہی اطلاق میں مختلف معانی میں اس طرح مختلف معانی مراد ہوں جائز ہے اور سارے نزدیک یہ نہیں جائز ہے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ لفظ مشترک ہی نہیں ہے بلکہ ایک وقت مشترک ہے جن میں الی غن ایل تک چاروں وقت ظہر وعصر وغیرہ عشاء داخل ہیں۔ و فرکان الخیر ہے انچون ناخدی شامل ہے پس ایت میں انچون نماز کا بیان کیا گیا ہے کہ سنت متواتر سے برابر عکدہ مذہبی مفروض چلا آتا ہے پس معنی ثالث دلوں کے لینا واجب ہے۔ امام رازی رد نے کہ نہیں اور ابن عادل نے کہا کہ کلام الہی کا ایسے معنی پر محمول کرنا تو الی ہو چکا افادہ زیادہ قولہ بالی راجع پس راجع کو کچھ دیگر مروج کی جانب جانا جائز نہیں ہے تو میرے معنی لینا واجب ہوا۔ اب رہا ہے کہ قرآن الفجر کو نصب کیوں ہے بعض نے کہا کہ منصوب یا خبر یعنی ایسا حال فعل مقدّر جس سے مادی ظاہر بخندہ تک علیک یعنی ان الخیر۔ اور قبل رد کر دیا گیا کہ اسم فعل کامل باوجود تعدد ہونے کے نہیں ہو سکتا ہے۔ فرار سے کہ انما فم الصلوۃ فی صلوۃ پر عطف یعنی ان فم الصلوۃ واقف قرآن الخیر۔ اور مراد قرآن الخیر سے صلوۃ الخیر ہے اور نماز قرین قرآن الخیر سے بغیر اس اشارہ کے لیے کہ ہمیں قرآن زیادہ پڑھا جاوے نہ نسبت دوسری نمازوں سے ترجیح ہے نہ کہ ہمیں ایک فائدہ عظیم ہے کہ نماز نہیں ہوتی بدون قرأت کے حتیٰ کہ نماز کو باقرارہ پر اور یہ اہم معنی پر رجعت ہے جس نے کہا کہ کیا کہ قرأت کو فی رکن نہیں ہے اور سارے علماء بعد وجہ علماء کے نزدیک نماز بغیر فاتحہ نہیں ہوتی ہے۔ پھر چونکہ وہ فم بندے اٹھنا آدمی پر شاق ہوتا ہے حتیٰ کہ اذان فجر میں الصلوۃ خیر من النوم سے ترغیب دیا جائی ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے فم ترغیب کی چیز ذکر فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ لا تقرأ الخیر کان حنتہ فوذاً بیشک نماز فجر مشہور ہے یعنی اس وقت پر رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں پس رات والے صعود کر جاتے ہیں اور دن والے انحراف سے عصر تک رہتے ہیں پھر عصر کے وقت فجر رات کے واسطے دوسرے ملال کرتے ہیں اور نماز عصر میں بھی اذان کے دن کے جو آسمان پر غنفا ہوتے ہیں اور ملا کہ رات کے جو آسمان میں جمع ہوتے ہیں اور عصر صلوۃ الوطی کی بھی تاکید دوسری ایت میں آئی ہے بقولہ تعالیٰ حافظ علی الصلوات والصلوۃ الوطی۔ مگر نماز عصر میں قرأت کا واجب نہیں ہے تو قرآن الخیر عصر نماز میں ہے جو صلوۃ ملاکہ رغبت سے سنتے ہیں اور البصر پر وہ روایت ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قول الدعاء وسئل ان قرآن الخیر کان مشہوراً میں فرمایا کہ حاضر ہوتے ہیں ہمیں ان ملاکہ شب دلوں کا روز و دنوں کا وہ اس وقت میں جمع ہوا ہے نہ میں! امام رازی

نے کہا کہ اہلین دلیل قاطع قوی ہے کہ نماز فجر میں تاریکی سے شروع کرنا بلا نیت روشنی کے افضل ہے کیونکہ جب تاریکی میں شروع کیا تو اس وقت رات کے ملائکہ حاضر ہوئے تھے جب نیت قرأت سے زیادتی کے ساتھ نماز میں امتداد ہو تو تاریکی داخل ہو جاتی اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے اور جب آدمی نے روشنی کے وقت شروع کیا تو اس وقت رات کے فرشتوں میں سے کوئی نہیں رہا تو جو نیت آیت میں مذکور میں حاصل ہوئے پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ اول وقت نماز افضل ہے یعنی مستحکم کہتا ہے کہ یہ استدلال امام رازی سے بعید ہے کیونکہ اہلین دو وجہ سے خطا ہے اول یہ کہ تاریکی سے اگر ادا یہ رکھی کہ رات سے شروع کر دے تو اس کا کوئی قابل نہیں ہو اور اگر بعد طلوع فجر کے مراویہ تو اس وقت سے نماز شرعی شروع ہونا ہے پس اگر ملائکہ رات کے بعد نماز شرعی کے عین میں نہ ہوں تو اس وقت بھی کوئی باقی نہ رہتا ہے اور اگر دن سے بعد طلوع آفتاب مراویہ تو روشنی میں شروع کرنے سے ملائکہ رات کے وقت بھی حاضر رہتے اور ملائکہ دن کے آجائے رہتے پس دونوں جمع ہو جائیں گے اور ظاہر ہے کہ دن کے ملائکہ کو نیکوئی و تاریکی کے وقت سے آنے کی ضرورت نہیں بلکہ طلوع سے پہلے جاوین تو اس سے ثابت ہوا کہ اسفار افضل ہے اور حدیث میں بھی وارد ہے کہ اسفار کو دیار روشن کرو فجر کو کہ اہلین تھا را اذ ابٹہ ہوتا ہے پھر حاکم رازی نے نتیجہ نکالا کہ اول وقت نماز افضل ہے تو یہ نتیجہ عجیب ہے اس لیے کہ استدلال سے اگر ثبوت ہوتا تو فقط نماز فجر کا ہونا اور اس سے ہر نماز کا اول وقت مستحب ہونا بلا دلیل ہے امام حافظ ابن کثیر نے لکھا کہ ابن مسعود ابوہریرہ سے مرفوع اس آیت میں روایت کیا کہ فرمایا کہ اہلین رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ حاضر ہوئے ہیں بخاری رح نے ابوہریرہ رحمہ سے مرفوع روایت کی کہ جماعت کی نماز اذین کی نماز پر محسوس ہوتے ہیں اور رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ نماز فجر میں حاضر ہو کر جمع ہوتے ہیں ابوہریرہ کہتا ہے کہ پڑھو اگر آج ہو کہ ان قرآن العظیم کا مشہودا اور امام احمد نے ابوہریرہ رحمہ سے مرفوع روایت کی کہ اس نماز میں جمع ہوتے ہیں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے۔ ورواہ الترمذی و قال حدیث حسن صحیح والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم و محمد بن حاکم ورواہ ابی یوسف وابن مردیہ و ابو یوسف ابن مالک رحمہ رحمہ عن طریق سے ابوہریرہ رحمہ سے مروی ہے کہ یکے بعد دیگرے تم میں رات میں ملائکہ اور دن میں ملائکہ آتے جاتے ہیں اور دونوں گروہ نماز فجر میں اور نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں پس جو فرشتے رات کو تم میں رہے تھے وہ آج آتے ہیں پس اُن سے رب عزوجل پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑاؤ کہتے ہیں کہ جب ہم آئے گے پس تھے جب بھی وہ نماز پڑھتے تھے اور جب ہم نے انکو چھوڑا تھا بھی نماز پڑھتے تھے۔ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ ابن مسعود رحمہ نے کہا کہ دونوں گروہ جس جہتی نگہبانوں کے نماز فجر میں جمع ہوتے ہیں ایک مسعود کرتے ہیں اور دوسرے تم رہتے ہیں اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما و ہر توادہ و ہر توادہ اس آیت کی تفسیر میں ہے۔ ابن جریر رحمہ نے بیان ابو الدرداء رحمہ سے مرفوع روایت کی کہ منزل الرب العلیٰ نزول کسی ہو جلی کی حدیث یہاں ذکر کی اور یہ کہ استدلال فرماتا ہے کہ کون مجھ سے مغفرت مانگتا ہے کہ میں اسکی مغفرت کروں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اسکو عطا کروں اور کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ اسکی دعا قبول کروں یہاں تک کہ فجر طلوع ہوتی ہے پس یہی فرماتا ہے کہ قرآن العظیم قرآن العظیم کا مشہودا پس اہلین حاضر ہوتے ہیں ملائکہ رات کے اور ملائکہ دن کے مستحکم کہتا ہے کہ بعد طلوع فجر کے شہود ملائکہ ہے اور استدلال سے وجہ کی قدرت کاملہ ہے کہ ان ملائکہ کا شہود تمام روسے زمین کی مساجد و جماعتوں کے ساتھ ہوا اور یہ ایسا عجیب ہے کہ جس شخص کا خیال اسکے داغ میں محصور ہوا اور روح کی کوئی نورا اسکو حاصل نہ ہو وہ سمجھ نہیں سکتا بلکہ ان ایسے سے یہاں تک کہ استدلال سے اسکو روحی نوع طاعت ازاد سے تپ خود بخود واضح ہو جائیگا۔ واضح ہو کہ سراج ابن جبر کو اول وقت شروع کرنے کی خوبی میں ایک عظیمی اشارہ کیہ رازی سے نقل کیا کہ علی

جب نماز صبح کو اول وقت سے شروع کیا تو اس وقت قومی تاریکی عالم پر چھائی ہوئی تھی جب قراۃ تمیز ہوئی تو اس حال میں عالم میں ایکسا
 انقلاب ہونا جو تاریکی سے روشنی کی جانی ہو پس تاریکی تو مناسب موت ہو اور روشنی مناسب حیات ہے پس جب آدمی نیند سے اٹھا تو
 گویا موت سے حیات میں آیا اور دم سے وجود میں آیا اور سکون سے حرکت میں آیا اور یہ عجیب حالت ایسی ہوئی جو کہ عقل سلیم شہد ہے کہ
 یہ تبدیل و انقلاب دنیا میں ممکن نہ ہو بلکہ ایک خالق عزوجل سے حرکت بالغہ کے ساتھ مدبر ہو اور سب طرح قادر ہو پس عقل اس نور سے
 منور اور اس معرفت سے موثر ہو کہ مرض قلبی سے نجات پائی ہو کیونکہ اکثر خلق قات اپنے قلبی امراض میں مبتلا ہیں اور وہ محبت دنیا و حرص
 و حسد و فحشاء و لکڑی اور یہ دنیا مثال مرض خاندہ جو بیماروں سے بھرا ہوا دنیا ہے علم اسلام امین مانتہ حافظی بلبیون کے ہیں اور مرض کا
 مرض کبھی تو ایسا قوی ہو جاتا ہے کہ بدوں قوی علاج کے وہ صحت نہیں پاتا اور کبھی بیمار ایک شخص جاہل ہوتا ہے جو طبیب کی بات نہیں مانتا
 اور نہ اسکی اطاعت کرتا اور بہت باتوں میں اس سے مخالفت ہو جاتا ہے کیونکہ طبیب حافظی جب کشف ہو جاتا ہے تو وہ شفقت سے ہر طرح اس
 مرض کے دور کرنے میں کوشش کرتا ہے اور اگر اسکو باطل زائل کرنے پر قادر نہیں ہوتا تو اسکو کم کرنے میں کوشش کرتا ہے اور جب کہ مرض دنیا تمام
 خلق پر مستوی تھا اور اسکا کچھ علاج نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاوے اور اسکی خدمت و طاعت میں لگا جاوے اور
 یہ علاج نفس پر مشفق ہے کہ اسکو قبول کر کے گردن جھکا دے مگر تو انبیاء علیہم السلام نے حکمت الہیہ اسکی تقلیل میں سعی کی اور مخلوق کو بندگی
 و عبودیت میں اسوقت سے لگا یا جب سے کہ وہ خواب سے اول ہی اول اٹھیں کیونکہ اس سے اس مرض کا ازالہ رفتہ رفتہ ہو سکتا ہے۔
 اقول یہ ایک نکتہ ہے کہ جب حکمت مشرورہ کے شمار ہوگا و لیکن اسی پر مدار کار نہیں ہو سکتا اور شارع نے اکثر اوقات مشغولی دنیا میں مفرغ
 نماز سے اشتغال نہ کر کے کمر لگا دیا جیسے وقت عصر کو اور ملائی اس سے زیادہ واضح ہے کہ ایسی وجہات کی ضرورت ہو پھر اللہ تعالیٰ نے نماز تہجد کا
 حکم فرمایا اگر غافل رہے عیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا بقولہ - *وکیون اقبل فیکتفی بک* - اور رات ہے پس تہجد کو قرآن کے ساتھ
 یعنی رات میں سے کسی قدر حصہ ناز کے واسطے ہے پس تہجد کو یعنی جو دو خواب کو ترک کر کے قرآن کے ساتھ۔ ایو عبیدہ وابن الاعرابی نے کہا
 کہ تہجد کے معنی سونا جا گنا د و نون ہیں پس یہ لغت خدا دین سے ہے جب آدمی سو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ حیدر الخیل - اور جب نیند چھوڑتا ہے
 نہیں سوتا تو یہی کہتے ہیں کہ حیدر الخیل - ازہر ہی رہے کہ انہی دو اصل میں سونے کو کہتے ہیں جو رات میں ہو و لیکن جب اس سے صیغہ
 تفضل بنا یا جاوے تو تہجد کے معنی حیدر الخیل جیسے انہم گناہ کرنا اور تاغم یعنی گناہ سے اجتناب کرنا اور ایسے ہی طرح و تخرج جو پس تہجد یعنی جو د سے
 اجتناب کرنا۔ اور امین اشارہ ہوا کہ تہجد کے لیے رات میں تکفہ کر کے نیند کو دور کرنا اور نماز میں قراۃ قرآن کے ساتھ قیام کرنا چاہئے
 اور واحدی نے نقل کیا کہ تہجد رات میں نماز پر قیام کو ناجائز و علقہ واسو دے کہ تہجد بعد خواب کے ہر رات میں۔ اور سرسراج میں کہا
 کہ مراد اتیمت میں قیام شب و اسطے ادا سے نماز نفل کے جو پس تہجد حاصل نہ ہوگا جب تک بعد خواب کے نماز نفل کے واسطے نہ ہو اور اتیمت میں
 یہ قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور امت پر فرض تھا بقولہ تعالیٰ یا ایہا المرسلین قل اللیل الاقلیل اسی سورہ مرسل کی آیات سے
 اسکا نسخ ہوا پھر راسخ وقت کے فرائض سے اسکا بھی نسخ ہوا اور قیام اللیل حکم فاقرا و اما تہجد من القرآن سے خطاب کیا مگر آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی رہا۔ مگر حکم کتابی کہ اس کلام میں نظر ہو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیام طویل و کثیر
 کرتے تھے چنانچہ صفحہ ۱۰۸ شہرہ رخ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب کا قیام کیا ہا تھا تاکہ آپ کے قدم سوچ کر اس
 بادہ میں آپ سے کہا گیا کہ آپ ایسی تکلیف اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے اچھے کچھ سب گناہ بخش دیے ہیں تو قسم یا کہ

کیا میں زندہ شکر گزار نہ ہوں پس یہ وقت دہی اول سورہ مزمل کا حکم ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے گناہ منہدم و متاخر بخشے کا حکم سورہ
 انفعا کا بھی سمیٹا۔ میں ارشاد فرمایا جو پس وجوب نسخ کے بعد یقاعے استجاب یہاں ظاہر نہیں ہوا اور صحیح ہے کہ اول و آخر و زمین
 و دور و کثرت فی فرضیت تھی اور اگر عموماً قیام شب اول میں فرض ہوتا تو اس کا آپ کی محبت میں مخصوص نہ ہوتا اور کلام اسمین
 انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ بالکل یہاں حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ رات میں سے ایک سو گزے میں قیام کر پس قرآن کے ساتھ تہجد پڑھنی نماز میں
 نازل شدہ لکھتے زیادت ہے واسطے تیرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں کہ
 دے مجھے فریضہ ہیں اور دے تمہارے واسطے صنت ہیں و ترو مسوک و رات کا قیام بسراج میں لکھا کہ صبح ہے جو کہ تہجد آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی منسوخ ہوئی اور دلیل نسخ کو امام مسلم نے روایت کیا جو نسخی کلام میں مجاہد مترجم کہتا ہے کہ شاید وہ حدیث
 مراد ہو جہاں مذکور ہے کہ اگر رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں پھینک کاغذ پر تلوخ آفتاب اور ظہر کے درمیان انکو قضا کرنے
 تھے۔ واضح ہو کہ نفل کے معنی اہل حق میں اصل پر زبانی کے ہیں پس یہاں نفل سے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ قیام شب آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے حق میں فرض پر زائد ہو کر وہ نفل ہو کہ چونکہ قولہ تہجد میں اگرچہ صیغہ امر کا ہے اور وہ مفید وجوب ہو لیکن نافلہ سے تصریح
 ہونا یہی قرینہ ہے کہ امر سے وجوب مراد نہیں ہے۔ اس قول پر قیام شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نفل ہوا کہ سورہ مزمل سے وجوب
 نکلتا ہے اور وہ مقدم ہے تو ظاہر اس آیت سے نسخ ہوا۔ پھر جب تہجد پر نفل تھی اور آپ نے اس پر موافقت فرمائی تو ہم لوگوں کو واسطے
 وہ سنت ہو کہ وہ نبی جیسا کہ اصول میں اسکا بیان ہے اگر کہا جاسے کہ احادیث کثیرہ وجود ہیں جسے قیام شب کے واسطے تاکید
 نکلتی ہے جو جواب ہے کہ ذیل مذکور سے تاکید ملتی ہے اور احادیث کثیرہ سے تاکید قوی ہے اور یہ بھی منہم ہوا کہ تاکید نہایت غریب امر ہے
 واجب ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ قیام شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض پر زائد ہو لیکن یہ زائد واجب
 ہے۔ اس قول کو رد کیا گیا کہ آیت میں تصریح نافلہ ہونے کی موجود ہے پھر وجوب نہ ہو گا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کے نافلہ سے مراد
 زائد ہے خواہ فرض نفل زائد ہو یا واجب زائد ہو۔ اور اس سے نفل اصطلاحی مراد نہیں ہے۔ واحدی رح نے کہا کہ رات کی نماز
 مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے زائد کی گئی تھی گو اس سے آپ کے درجات بلند ہیں اور زیادتی عقود تھی اور کثرت
 گناہوں کے لیے زیادت تھی کیونکہ آپ کے گناہ منہدم و متاخر مغفور تھے پس وہ نماز آپ کے حق میں زائد ہوئی نہ واسطے گناہ گناہوں کے
 بخلاف ہم لوگوں کے کہ ہمارے گناہ بہت کثیر ہیں تو ہمارے لیے وہ زائد نہیں ہے بلکہ گناہوں کا گناہ ہے ہم اسی واسطے عمل کرتے ہیں
 کہ ہمارے گناہ بخشے جائیں اور اس کا کہ تمام مغفرتوں کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر نماز تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی
 بطور خصوص تو وہ ہم لوگوں پر تلوخ ہی یعنی نفل ہوئی جس سے گناہ گناہ اور فرائض کا نقصان پورا کرنے کی امید واری ہے جیسا
 کہ اصول میں مذکور ہے جو آپ پر واجب ہو وہ ہمارے واسطے آپ کی تبعیت کی راہ سے نفل ہو بشرطیکہ اس میں اتباع جاری ہو مترجم
 کہتا ہے کہ بشرط لگائی کہ اس میں اتباع جاری ہو یہ اس واسطے کہ مثلاً آپ کے واسطے چارے زیادہ یہاں مخصوص تھیں مگر ہم پر جواز
 نہیں ہوا اور انہار اسکے اور تمام کلام اصول میں ہے۔ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ ذن الیل تہجد یہ نافلہ لکس اللہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد فرائض کے قیام شب کا حکم دیا جیسا کہ صحیح مسلم میں ایسہ روایت سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پوچھا گیا کہ نماز سے فرائض کے بعد کون نماز افضل ہے فرمایا کہ رات کی نماز ہے نماز یہاں تہجد سے مراد ہے کیونکہ تہجد وہ ہے جو خیر سے لینے

کے بعد ہوا اور یہی علت واسود و ابراہیم بنی اور بہتوں کا قول ہے اور یہی زبان عرب میں معروف ہے اور یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نقل
 کہ آپ بعدین کے تجویز تھے جتنے عادیث میں ابن عباس و عائشہ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو اور وہ اپنے مقام تفصیل
 سے مذکور ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ کہہ کہ وہ بعد روا رکھے ہے اس کے بھی لیے جاوید کہ بعد خواب کے ہے۔ مترجم کتابت کے لیے سر نزدیک
 عموم اوقات تجد جو کہ بعدین کے ہوا اس سے اوقات رمضان کی تخصیص کیا جو کہ بعدین کا شہد رمضان میں رمضان وغیر رمضان
 میں گیارہ رکعات سے زائد نہیں کرتے تھے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ تراویح بھی اول پڑھی اور وسط بھی آخر میں پس مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
 یہی قیام شب تھا کہ رمضان میں اس شان سے اور ہوا لیکن ظاہر اعلیٰ نے حدیث عائشہ رحمہ کو اسوا سے تراویح پڑھوں کیا ہے والہ اعلم
 پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ قولہ نافلہ لکس بن اختلافاً کیا گیا بعض نے کہا کہ مراد یہ کہ حفظ وجوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
 مخصوص ہے پس ان علماء نے قیام لیل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں واجب قرار دیا اور امت کے لیے نہیں اور اس کی کوئی نئی
 ابن عباس رحمہ اللہ سے روایت کیا اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول مجملہ دو قول کے ہوا اور اس کی کوئی نئی ابن زبیر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور مترجم
 کتابت کے لیے متنب خفینہ میں بھی است پر ناز خود کا وجوب نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب گناہ مغفور تھے اس میں ہی آپ
 کے لیے خود کو نافلہ فرمایا اور دیگر امت کے واسطے فوافل سے کفار و کاتبان ہوتا ہے یہ قول مجاہد رحمہ اللہ کا اور سند امام احمد بن ابی حاتم رحمہ اللہ
 سے مروی ہے مترجم کتابت کے لیے قول اول کے مؤید حدیث ہے جو طبرانی نے معجم واسطین اور بیہقی رحمہ اللہ میں حضرت ام المومنین صدیقہ
 رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں کہ وہ مجھ پر افل ہیں اور وہ تھارے لیے سنت
 ہیں و ترد و ساک و قیام لیل۔ مترجم کتابت کے لیے قیام لیل آپ پر فرض ہوئے ہیں اشکال یہ ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ
 آپ کبھی آنکھوں پر غلیفہ نہیں کی وجہ سے رات میں نہیں پڑھتے تو بے غلیفہ اور آفتاب کے دہرے در میان تھا کہ لینے تھے پس بعض نے تو
 محمول کیا کہ قیام لیل اول میں آپ پر فرض تھا پھر فرضیت منور ہوئی۔ اس پر اشکال وارد ہوا کہ قضا کرنا ذلیل وجوب ہے اور وجوب
 یہ ہے کہ عموماً ہر شخص کے واسطے فرمایا کہ جب کا کوئی درد رات میں ہوا اور وہ نہ ہو سکے تو اگر اس کو بے غلیفہ اور آفتاب کے دہرے در میان قضا
 کرے تو گویا اپنے وقت پرا داکا۔ اور ایسا ہی کام و ترمین ہے کہ آپ کبھی اس کو واری پڑھتے تھے اور فیصل ہونے کی ذلیل ہے اور اس پر بھی
 قضا کر کے اشکال وارد ہوتا ہے اور وہی جواب ہے جو اوپر گذرا لیکن ہمارے ائمہ خفینہ کے اصول اس تاویل کو قائل نہیں ہیں اس واسطے
 کہ ان کے نزدیک اسوا سنت است فخر کے فوافل کی قضا نہیں ہے اور مترجم کتابت کے لیے اوفی روایت قضا سے سنت ہیں وہ لیا وے کہ جسین
 وارد ہوا کہ سنن مؤکدہ کے واسطے قضا ہو تو کچھ اشکال نہ ہو گا اور تمام اعاذ سے متوافق رہیں و اھمہ رب العالمین۔ پھر واضح ہو
 کہ ناز شب کے فضائل میں آیات و احادیث کثیرہ وارد ہیں اور فضیلت اس قدر زیاد ہے کہ کثر فوافل میں پائی جائیگی گو اصل صحیح ہونا
 اس پر موقوف ہے اور جو لوگ قرآن جانتے ہیں اور رات کو سو رہتے ہیں ان کی خسارت کے بارہ میں بھی اعاذ ہیں اور واضح ہو کہ علی بن
 معروف ہے کہ جو عالم کہ دن میں تعلیم دین میں مشغول رہے اگر قیام شب کی وجہ سے دینی تعلیم میں غفل ہو تو اس کو قیام شب ترک کرنا
 اور تعلیم دینا چاہیے لیکن دونوں کا احراز اس کے حق میں افضل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں
 نافلہ سے مرید درجات کی توجیہ بیان فرمائی گویا کہ اس رات سے آراستی اس معنی میں ہے کہ جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں
 تھوڑا یعنی اس پر ہوا کہ ترمیم اللہ تعالیٰ کے مجھے مقام محمود میں قائم فرما دے گا تمام مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ لکھ عی اللہ تعالیٰ

کے طرف سے واجب یعنی یہاں معنی یہ ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ تجھے مقام محمود میں معوض فرما دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو
کہ لفظ عسی سے امید دلانا ہوتا ہے اور جو کوئی دوسرے کو کسی چیز کی امید دلا کر محروم کرے تو اسے واسطے عاری اور اللہ تعالیٰ سے محروم
عالی معنی ہو اس امر سے کہ اسکا کرم کچھ بھی ناقص ہو اور وہ کسی کو کسی چیز کی طبع دلا کر پھر نہ دیوے کیونکہ اسکو کچھ مانع نہیں ہے۔
واضح ہو کہ جہاں معسر کا لفظ بولا جاتا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو سلطنت و خلفت علمائے تاویل تھے اور یہ جو کہتا بنانا ہے دیکھو کہ معسر
کہتے ہیں تو وہ انھیں علمائے تاویل کے اقوال جمع کرنا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ اب واضح ہو کہ مقام محمود کو کن مقام ہے تو وہ حقیقت اس میں
ایک قول ہو لیکن بعض متاخرین علماء نے بھی کچھ اقوال لکھ دیے ہیں لہذا الجھا ذکر کرنا اس مقام پر مناسب ہے۔ قول اول یہ کہ مقام محمود
وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز تمام لوگوں کی شفاعت کے لیے کھڑے ہونگے جس شدت و محنت میں وہ
لوگ ہیں اسب سے بڑا انکو اس سے فیصلہ کر کے راحت دے۔ سراج میں لکھا کہ واحدی رحمہ فرمایا کہ معسرین نے انجام کیا ہے کہ وہ
مقام شفاعت پر چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں فرمایا کہ یہ مقام وہ ہے کہ اس میں اپنی امت کے لیے شفاعت کر وں گا
مترجم کہتا ہے کہ اس میں تو خاص اپنی اُمت کی تخصیص ہو اور ظاہر احادیث استراحت میں تمام امتوں کے واسطے شفاعت ہو واحدی کی
عبارت یہ ہے کہ معسرین نے انجام کیا کہ مقام محمود وہ مقام ہے کہ فضل الفضلاء کے لیے آپ شفاعت کر سکیں۔ امام ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ
امام ابن جریر نے فرمایا کہ اس لفظ تاویل فرمائے ہیں کہ یہ مقام وہ ہے کہ جہاں محمد صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز واسطے کھڑے ہونگے
کہ تمام لوگوں کی شفاعت کریں تاکہ انکو پروردگار سے وصل انکو اس روز کی سختی و شدت سے راحت دے۔ قول دوم مقام محمود وہ
مقام ہے جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لواء احمد دیا جائیگا۔ قول اسکو قول اول سے منافیات نہیں ہے کیونکہ وہ ہو سکتا ہے کہ وہ ان
آپ کو لواء احمد دیا جائے اور آپ شفاعت فرما دیں۔ لیکن اس قول سے مقام محمود نام کی یہ وجہ نکال کر کہ آپ کے پاس لواء احمد ہو گا
اور آدم سے لیکر سب انبیاء علیہم السلام اُسکے نیچے ہونگے اور بعض نے کہا کہ مقام محمود واسطے کہ ہر ایک آپ کی حرکت کی گائی تعریف اور قول
سیرم یہ کہ مقام محمود یہ کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھا دیگا۔ اسکو شیخ ابن جریر رحمہ نے ایک جماعت
علمائے جنین مجاہدہ بھی ہیں حکایت کیا ہے اور اس میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ قول یہ منشا بہت مقامات میں سے ہے اس میں
قیاس یا تصور باندھنا گراہی ہو اور نزول باری تعالیٰ سے عرش پر روز قیامت و خیرہ صحاح احادیث و آیات میں بھی کثرت جموں ہے اور
علمائے جنین ہی۔ نقاش رحمہ نے ابو داؤد سجستانی سے نقلی سنن ابو داؤد و ترمذی نقل کیا کہ فرماتے تھے کہ جو کوئی اس حدیث سے انکار کرے ہمارے
مزدوک و متمم جو یعنی اہل سنت و جماعت سے خارج ہو کیونکہ اہل حدیث اس حدیث کو برابر روایت کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن شیخ
ابن عبد البر مالکی رحمہ نے کہا کہ مجاہد رحمہ اللہ اگرچہ علمائے تاویل و تفسیر میں سے ہیں لیکن مجاہد رحمہ سے دو قول ایسے ہیں کہ اہل علم نے انکو
ترک کیا کہ ایک کوئی کثرت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی کرسی پر بٹھا دیگا اور دوم وجہ یومئذ ناظرۃ کی تفسیر میں کہ اللہ تعالیٰ نظر انواہب
بہر حال یہ قول بھی قول اول سے منافی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ شرف عطا کرے اور وہ ان آپ لوگوں کی شفاعت
کریں۔ دہلی نے مسند فردوس میں ابن عمر رحمہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھا دیگا۔ ابو وائل نے روایت کی
کہ ابن مسعود رحمہ نے کہا کہ عرش پر بٹھا دیگا۔ لیکن انکے اسانید کو دیکھنا چاہیے کہ احوال ہی عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ کرسی پر بٹھا دیگا۔
بالجملہ شفاعت کے باب میں احادیث بہت کثرت سے ہیں اور پہلے جس شخص نے شفاعت سے انکار کیا وہ درجین علیہ ہو اور تمام اہل سنت

متفق ہیں کہ شخص گمراہ بدعتی ہو اور صاحب کثافت نے دعویٰ کیا کہ یہ مقام ہم جہان انواع کرات سے جدا کثافت ہو اور جو باہر ہے کہ شفاعت کے واسطے اور حدیث متواترہ ہیں جو قطعی یعنی کا فائدہ دیتی ہیں اور ہم لوگ اپنی رلے ناقص سے مثل شیطان کے معارضہ کر کے انصوص کو رد نہیں کرتے ہیں بچے مشترکہ کا فائدہ ہو اور صاحب کثافت معتزلی جو ہیں موافق انصوص قطعی کے ہم شفاعت کو قطعی کہتے ہیں۔ شیخ امام ابن کثیر نے اس مقام پر مقام شفاعت دو دیگر خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا ہے اور بہت مناسب معلوم ہوا کہ انکا ترجمہ کروں شیخ نے بند صحیح لکھا کہ حدیث روئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون کو ایک میدان میں جمع فرما دے گا کہ کفارے والے کی آواز سب سنیں اور نظر سب پر نواز دے گا وہ سب لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن جیسے اولین مخلوق ہوئے تھے کھڑے ہوئے کسی کو کمال بات کرنے کی نہ ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے۔ اتنے میں پکار بگا کہ ! محمد جس محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرینگے کہ لیک و سجدیک انکیر فی بیک والشریس الیک والمہدی من ہدیت ویدک میں بیک دنک والیک الامجاد والامانک الالیک تبارک وتعالیٰ سجدیک سجدیک رب البیت۔ پس یہی مقام محمد وہی جو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے بہت میں در فرمایا ہے اس میں جیسا اس رضے لکھا کہ مقام محمد وہی شفاعت جو یہی ابن ابی نجیح نے حجازی روایت کیا اور یہی ابن ابی بصری کا قول ہے۔ قتادہ رضے لکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرین کہ قیامت کے روز اول آپ ہی کے واسطے زمین شق ہوگی اور آپ ہی اول شفاعت کرنے والے ہونگے اور اہل اعظمین کرنے والے ہونگے کہ قیامت کے روز جو آیت میں مذکور ہے شیخ امام ابن کثیر نے لکھا کہ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قیامت کے روز خاص الہی تشریفات و بزرگیاں مخصوص ہیں کہ انہیں کوئی بھی آپ کے ساتھ نہیں ہے اور نہ کوئی انہیں آپ کا ہمسر ہے اور نہ آپ کے پیچھے آپ ہی کے واسطے زمین شق ہوگی۔ دوم آپ سوا میدان مشترک و جانتے مشترک کتاب کہ آپ کے ساتھ ہیں لوگ بھی سوار ہونگے کو کوئی تنہا اور کوئی دو اور دس تک و احدیث فی الصحاح والموثقہ سوم لوہا احد آپ کے دست مبارک میں ہوگا کہ آدم اور نوح کے بعد والے انبیاء علیہم السلام سب اس کے پیچھے ہونگے چہارم جو عرض کو کر کہ موقف قیامت میں اس سے بڑا حوض نہیں ہوگا اور نہ اس سے زیادہ سیرابی ہوگی۔ قال المرحوم اشارہ ہے کہ حوض دیگر انبیاء علیہم السلام کے واسطے بھی ہونگے اور واضح ہو کہ نہ کوئی جنت میں ہو وہ مخصوص آپ ہی کے واسطے ہو اور ظاہر اسی سے آپ کا حوض اور دیگر انبیاء کے حوض مجھے ہونگے پنجم آپ ہی کے لیے شفاعت عظمیٰ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اہل موقف کے درمیان افضل القضا فرما دے اور یہ اس وقت ہوگا کہ پہلے لوگ حضرت آدم سے ہیں ورواست کر کے باؤس ہونگے پھر نوح سے پھر ابراہیم سے پھر موسیٰ سے پھر عیسیٰ سے ہر ایک ہی لکھا کہ بن اسکے لائق نہیں ہوں یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دلال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم باس آویں گے میں کہوں گا کہ ان میں اسکے واسطے ہوں میں اسکے واسطے ہوں چنانچہ حدیث ہے کہ انراشہ نعالے ذکر کرینگے۔ ششم یہ کہ آپ ایسے اقوام کے واسطے شفاعت کرینگے جنکے لیے دوزخ میں لیجانے کا حکم ہو چکا ہوگا پس دس دلیں لائے جاویں گے ہر تمام انبیاء وہ ہیں سے پہلے آپ کی امت میں فیصلہ کیا جائیگا ہر مسم سے پہلے آپ اجازت سے ہیں ہر طریقہ پر۔ کہہ کرینگے۔ ہفتم جنت میں داخل ہو کر پہلے شفاعت کرنے والے آپ ہونگے عیا کہ حدیث صحیح مسلم میں ثابت ہے۔ ویم حدیث الصدور ہیں کہ مؤمنین سب میں داخل ہونگے جنت میں کو آپ ہی کی شفاعت سے۔ آدوم جنت میں سب سے پہلے آپ ہی داخل ہونگے اور آپ ہی کی امت سب امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔ دوازدہم چند افراد قوم کی بلندی درجات کے لیے شفاعت کرینگے حالانکہ ان قوم کے اعمال ان درجات کے لائق نہیں ہونگے۔ سیزدہم آپ صاحب وسیلہ ہیں اور وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے کہ اس سے بلند کوئی مقام نہیں ہے چہار گھم ویدک

مقام سوائے آپ کے کسی اور کے لائق نہیں ہوا اور جب آپ کو اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیکھا اور اسے لنگھاروں کے توڑا لنگھار اور انبیاء و مؤمنین شفاعت کرنے پانگیا اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مخلوقات کی سفارش فرما دینیکے کہ جنکی اقتدار سوائے اللہ تعالیٰ عودہ جیل کے کسی کو نہیں معلوم ہوا اور کوئی شخص آپ کے مثل اس شفاعت میں نہیں پہونچ سکیگا اور میں نے یہ بیان آخر کتاب السیرۃ کے باب النصاب میں بفضل لکھا ہوا اور یہاں لایا جا دینا کو لا تا مومن جو مقام محمود کے بارہ میں وارد ہیں بخاری رحمہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ لوگ قیامت کے روز جتنا چاہیں ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہونگی کیونکہ کہ اسے فلان شفاعت کر اسے فلان شفاعت کر یہاں تک کہ شفاعت آخر کو جملہ تم تک پہونچیں پس یہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں مبعوث فرما دینگا ابن جریر و بخاری نے ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب نزدیک ہوجا دینگا کہ ہر انسان کہ دنیا کا دن تک پہونچا گیا پس اس حال میں لوگ آدم سے فریاد کریں گے اور فرادینکے کہ میں وہ نہیں ہوں جو اس کام کرنے والا ہوں پھر مٹی سے وہ بھی اب طرح جواب دینکے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پس آپ خلق کے درمیان میں شفاعت قبول کیے جاوینگے پس آپ جاکر اونیکے ہر انسان کہ باب جنت کا حلقہ کوٹینگے پس اس روز اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں مبعوث فرما دینگا تمام مجمع عوصات قیامت آپ کی حاکم کریں گے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ مقام محمود اس واسطے اسکا نام ہے کہ اہل جمع آپ کی تعریف و حمد کریں گے بخاری رحمہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر کہے کہ اللہ ربہ الدجۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ است حمدا للویلۃ والفضیلۃ والبعثۃ ما محمود الذی وعدتہ واسیر قیامت کے روز میری شفاعت نازل ہوگی۔ امام احمد نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں انبیاء و کاسر دار اور انکھا خطیب ہونگا اور ان کا صاحب شفاعت ہونگا کچھ فرستے نہیں کہتا ہوں۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔ رواہ ابن ماجہ۔ اور ہم نے حدیث ابی بن کعب دربارہ قراءۃ قرآن علی سجدہ حرف پہلے ذکر کردی جسکے آخرین ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کہا اللہم اغفر لاسمی مغفر لاسمی۔ اسی میری امت کی مغفرت کر دے اسی میری امت کی مغفرت کر دے۔ اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کے واسطے رکھ چھوڑا جس دن تمام خلق میری جانب رغبت اور لبکی حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قیامت کے روز مؤمنین جمع ہونگے پس انکو امام ہوگا کہ آپس میں کہیں گے کہ کاش ہم اپنے رب سے وصل کیے یہاں شفیع لاوین کہ جسکے ہماری اس جگہ سے راحت دے پس آدم کے پاس آدینگے کہ اے آدم آپ ابوالہریرین آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مہیا کیا اور آپ کے لیے اپنے لنگھار سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے پس ہمارے واسطے اپنے رب تعالیٰ کے یہاں شفاعت کیجیے کہ ہمارے پاس آدینگے کہ اے آدم آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے پس اس منزلت پر نہیں ہوں اور اپنی وہ چو کہ یا کرینگے جو جنت میں ہوگی حتی کہ اس اپنے رب سے وصل کیے اور کہیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ ہمارا دیول ہے جو کو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پاس بھیجا پس نوح کے پاس آدینگے کہ میں اس منزلت پر نہیں ہوں اور اپنی وہ چو کہ یا کرینگے کہ اپنے رب سے وصل کیے یہاں سے ایسا سوال کیا تھا جسکا انکو علم نہ تھا پس اسوجہ سے اپنے رب سے وصل کیے۔ لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ خلیل الرحمن ہیں جس ابراہیم سے پاس آدینگے وہ فرما دینگے کہ میں اس منزلت پر نہیں ہوں لیکن تم موسیٰ علیہ السلام پاس جاؤ اس سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے آدم اور اسکو تو دنیا دی ہے تو جس موسیٰ پاس آینگے وہ کہیں گے کہ میں اس مرتبہ پر نہیں ہوں اور اسے بیان کریں گے اپنا ایک انش کو قتل کرنا بغیر انش کے پس اسوجہ سے

اپنے رب تعالیٰ سے شرا و نیکی میں کسی کے پاس جاؤ کہ وہ عبد اللہ و رسول یعنی بندہ اللہ کا اور اس کا رسول ہو اور اس کا کلمہ اور اس کی طرف سے روح نہیں مگر عیسیٰ کے پاس آؤ گئے وہ فرماؤ گئے کہ میں اس منزلت پر نہیں ہوں لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پاس جاؤ کہ وہ بندہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی، غلی، کچھلی جو کہ سب بخندی ہی نہیں میرے پاس آؤ گئے پس میں کھڑا ہوا کہ مومنوں کی دو صفوں کے بیچ میں جلو گنگا میں ان تک کہ اپنے رب سے راجع ہیں اور ان کو گنگا میں جب میں اپنے رب تعالیٰ کو دکھانگا تو اسکے واسطے سجدہ میں گر پڑوں گا پس جہان تک جا ہیگا مجھے چھوڑ دیا کہ پھر مجھے سے کہا جائیگا کہ اے محمد اپنا سر اٹھا جو کہ وہ سنا جا ہیگا اور سفارش کر تیری سفارش قبول کر جائیگی اور مانگا جو چاہے تجھے دیا جائیگا پس میں اپنا سر اٹھاؤنگا اور اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء وہ بیان کر دینگا جو مجھے سکھلاؤنگا پھر میں شفاعت کرونگا پس میرے واسطے ایک حدیث کر دینگا پس میں اس حدیث کو گون کو حجت میں لیاؤنگا پھر میں دوبارہ اپنے رب سے راجع ہوں کہ اگر میں جانینگا جب اپنے رب سے راجع ہوں کہ کو دکھانگا تو اسکے واسطے سجدہ میں گر پڑ دینگا پس جب تک جا ہیگا مجھے سجدہ میں چھوڑ دیا کہ پھر مجھ سے کہا جائیگا کہ محمد اپنا سر اٹھا کہ سنا جائیگا اور مانگا دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کر جائیگی اور مانگا دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کر جائیگی پس میں اپنا سر اٹھاؤنگا پس اللہ تعالیٰ کی تمجید کرونگا پس حمد کے ساتھ جو وہ مجھے سکھلاؤنگا پھر میں شفاعت کرونگا پس میرے واسطے ایک حدیث کر دینگا پس میں لوگوں کو جنت میں داخل کرونگا پھر میں عیسیٰ بار پنے رب سے راجع کی طرف عود کرونگا جب اپنے رب سے راجع ہوں کہ کو دکھانگا تو اسکے لیے سجدہ میں گر پڑ دینگا پس مجھے جب تک جا ہیگا چھوڑ دیا کہ پھر کہا جائیگا کہ محمد سر اٹھا کہ سنا جائیگا اور مانگا دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کر جائیگی پس میں اپنا سر اٹھاؤنگا پس اللہ تعالیٰ کی تمجید کرونگا پس حمد کے ساتھ جو وہ مجھے سکھلاؤنگا پھر میں شفاعت کرونگا پس میرے لیے ایک حدیث کر دینگا پس میں لوگوں کو جنت میں داخل کرونگا پھر میں جو تھی بار پنے رب سے راجع کی طرف عود کرونگا پھر عرض کرونگا کہ اے میرے رب تعالیٰ بے اکوئی بانی تین کر دی جو کہ قرآن نے روکا جو۔ قتادہ رحمہ نے کہا پس ہم سے اس زمانہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کمال الیا جائیگا کہ دوزخ سے وہ جس نے کہا لا الہ الا اللہ اور اسکے قلب میں جو کہ برابر خیر تھی پھر دوزخ سے نکالا جائیگا وہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اسکے قلب میں برابر گھبروں کے خیر تھی پھر نکالا جائیگا دوزخ سے جس نے کہا لا الہ الا اللہ اور اسکے دل میں برابر ذرہ کے خیر تھی یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ امام احمد نے اس میں ایک حدیث سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میں کہہ کر انتظار کرنا کہ جو گنگا اپنی امت کا کہ صراط سے عبور کرے ناگاہ میرے پاس عیسیٰ آؤنگا اور کہے گا کہ اے محمد یہ گروہ انبیا کا آپ کے پاس آیا کہ ہمارا کہ جنت جو ہمارا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ تمام امتوں میں تفریق فرماوے جہاں وہ چاہے بسبب اس غم کے حسین و سگ رفتار میں کیونکہ مخلوق کا پسینے نے ٹھنڈ کر لیا ہو پس مومنوں پر تو شکر نکام کے ہو اور کافروں کو موت نے گھیرا ہو پس میں کہوں گا کہ تمہارے انتظار کرنا کہ یہاں تک کہ میں تیرے پاس واپس آؤں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جا کر عرض کے نیچے کھڑے ہو گئے وہ مقام آپ کا ملگا جو کسی فرشتہ پر گریہ رہی مرسل کو نہیں ملا ہو پس اللہ تعالیٰ سے راجع ہوں کہ کوئی فرماؤنگا کہ جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہے کہ اپنا سر اٹھا اور مانگا مجھے دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری سفارش قبول کر دینی پس میں شفاعت کرونگا اپنی امت میں کہ نافی سے میں ایک آدمی نکال لاؤں پھر میں برابر اپنے رب سے راجع کی طرف جاؤں گاؤنگا پس جب جاؤنگا ہر مرتبہ مجھے شفا عست عطا ہو گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے راجع ہوں کہ مجھے عین سے یہ عطا کیا کہ اے محمد ساتھ داخل کرے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے وہ جس نے ایک روز اخلاص سے گواہی دی ہو کہ لا الہ الا اللہ اور اسی پر مرا ہو۔ امام احمد نے یہ روایت کی کہ وہ معاویہ رحمہ نے کہا کہ

وہاں ایک شخص بات کرتا تھا پس بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسے معاویہ رضی اللہ عنہ مجھے بات کرنے کی اجازت دو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اور کہا کہ تم یہاں سے چلے آؤ گی کہ ان بات کو سنیے پس بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے روز اتنے لوگوں کی شفاعت کروں جتنے زمین پر درخت و درختی ہیں اور کہا کہ تم اسے معاویہ اسکی امید کرتے ہو اور علی رضی اللہ عنہ نہیں امید کرتے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ طعن کیا کہ ایسی شفاعت کہ گاروں کے واسطے جو امید ہے کہ گنگاراسی میں بخشنے جاؤں جبکہ حضرت علی رحمہ اللہ وجہ کو امید پس ہم بھی اسی کی امید کرو۔ امام احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بلکہ کے دونوں بیٹے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری والدہ اپنے شوہر کا اکرام کیا کرتی اور اولاد پر ہمرائی کرتی اور جان و آزاری کا ذکر کیا اور کہا کہ اتنی بات کہ اسے اس زمانہ جاہلیت میں ایک دختر کو زندہ درگور کیا تھا پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھاری ماں و زرخ میں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں واپس ہوئے کہ غنائی اس کے چہرے سے ظاہر تھی پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دونوں واپس آئے اور خوشی اس کے چہرے سے ظاہر ہوئی تھی یا مہر اس کے کوئی بات ظاہر ہوئی پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری ماں تمھاری ماں کے ساتھ ہوتی تھیں ایک منافق نے کہہ دیا کہ اس شخص سے اسی ماں کو کوچہ فائدہ نہیں ہوتا اور کہہ اس کے قدم قدم چلتے ہیں۔ پھر ایک شخص نے انصار میں سے جس سے زیادہ پوچھنے والا ہے نے نہیں دیکھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہہ کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی والدہ یا والدین کے حق میں کچھ وعدہ دیا کہ آپ نے فرمایا کہ کچھ اللہ تعالیٰ چاہے اور مجھے اس بارہ میں کچھ طے نہیں دلائی ماں میں قیامت کے روز مقام محمود میں کھڑا ہو گا تو انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ مقام محمود کیا مقام ہے فرمایا کہ یہ وہ مقام ہے کہ جب تم لوگوں کو ننگے بدن ننگے پاؤں بے خنجر نہ لایا ہو الا دیکھو پس سب سے صلے اللہ علیہ وسلم کو لباس پہنا جائیگا وہ اگر ہم علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ حکم دیکھا کہ میرے غلیل کو لباس پہناؤ پس ایک جوڑا سپند لاکھو پہنا یا جائیگا پھر وہ عرش کے درویش کے ہو گئے پھر میرا لباس لایا جائیگا پس اسکو پہن کر عرش کے دائیں جانب ایسے مقام پر کھڑا ہو گیا کہ وہاں کوئی نہیں کھڑا ہو گا کہ میں مجھے غلیل و آخرین غبطہ کرینگے اور فرمایا کہ اس کے لیے کوثر سے حوض کی طرف دبا کھول دیا جائیگا۔ منافقوں نے کہا کہ پانی بھی نہیں جاری ہوا کہ حال پر بارضراض پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حال اسکی مشکا ہوا و رضاض اسکا لوہو پر ایک منافق نے کہا کہ میں نے سچ کہہ دیا کہ ان کوئی بات نہیں سنی۔ پانی تو جب حال بارضاض پر جاری ہوتا ہے تو وہاں نباتات اُگتی ہیں انصاری نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہاں کچھ نباتات بھی ہو گئے فرمایا کہ ان سونے کی شاخیں ہو گئی منافق نے پھر کہہ دیا کہ آج میں نے عجیب بات سنی شاخ جب ہوتی ہے تو نباتات بھی اُگتی ہیں اور پھل بھی ہوتے ہیں پھر انصاری رحمہ اللہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں پھل بھی ہو گئے آپ نے فرمایا کہ ان اقسام کے پھل ہو گئے اور اسکا پانی دودھ سے بہت زیادہ سفید ہو گا اور شہد سے بہت زیادہ چٹھا ہو گا جو ہمیں سے ایک ٹھونڈ پینے کا بھی پیاسا نہ ہو گا اور جو اس سے محروم ہو گا وہ پھر بھی میرا نہ ہو گا۔ ابو داؤد الطیالسی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پھر اللہ تعالیٰ عوجل شفاعت کی اجازت دے گا پس روح القدس جسے پھیل کر پڑے ہوئے پھر ہر ایک علیہ السلام کھڑے ہو گئے پھر موسیٰ و ہارون علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ پھر ان کے بعد بھی جوتھے بار تھ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کو کھڑے ہو گئے پس اتنے لوگوں کی شفاعت کرینگے کہ بعد آپ کے پھر کوئی اتنی شفاعت نہیں کرے گا اور ذکر کیا کہ مقام محمود وہی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان میں ایک ربک الایمین فرمایا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر اس کے بعد پھر شفاعت عملی راستہ وغیرہم کی ہو گی۔ واللہ اعلم امام احمد رحمہ اللہ نے کعب بن مالک سے

روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز موجود فرمایا گیساں میں اور میری اُمت ایک ملن دھام پر
 کھڑی ہوگی اور میرا رب اور وہی جیسے ایک سبز پتہ شاک پنا دیگا پھر مجھے اجازت عطا ہوگی پس میں عرض کروں گا جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے
 پس یہی مقام محمود و جبرام احمد رہے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اول وہ شخص ہوں گا
 کہ جسکو قیامت کے روز سجدہ کی اجازت دی جائیگی اور میں ہی پہلا وہ شخص ہوں گا جسکو سجدہ سے سزا تھانے کی اجازت ہوگی پس میں
 اپنے سامنے والوں پر نظر کروں گا پس تمام امتوں میں سے اپنی اُمت کہ پہچانوں گا اور اپنے کچھ اہل باہی پہچانوں گا اور اپنے ذہین اسید طرح
 اور اپنے بائیں اُمتی طرح معلوم کروں گا پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیسے آپ اپنی اُمت کو فرما سکتے ہیں؟ اسے اپنی اُمت تک والوں
 میں سے پہچانیں گے فرمایا کہ میری اُمت والے سپید چہرہ سپید ہاتھ پاؤں والے یعنی غریبوں کے ہونگے وضو کے اثر سے اور سوائے انکے کوئی ایسا
 نہیں ہوگا اور پہچانوں گا کہ لوگ اپنے نامہ اعمال اپنے دائیں ہاتھوں میں دے جائیں گے اور انکو پہچانوں گا کہ انکی اولاد انکے روبرو ملتی
 ہوئی میرے گم گناہوں کو ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو میرا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا ہے
 اس حدیث کے معنی میں شامی رحمہ اللہ نے حاشیہ درختنا میں اور دوسروں نے ایک سوال پیش کیا کہ جب انکے انبیاء کا بھی یہی وضو تھا
 تو پھر آپ کی اُمت مخصوص غریبوں کیوں کر ہوگی اور جواب ایک توفیق دہاکہ یہ وضو انکے انبیاء کا تھا اور انکی امتوں کا نہیں تھا اور اس کے
 سوائے اور بھی جوابات دیے ہیں اور مترجم لکھتا ہے کہ انکی امتوں میں اس صفت کے ساتھ وضو معروف نہیں ہے چنانچہ آپ کے وقت
 کے یہود اس وضو سے واقف نہ تھے اس طرح کہ انکی شریعت میں یہاں اور یہ بھی خاص ہے کہ نور و اشراط اُسی فعل پر مخصوص ہوتا ہے
 جو اللہ تعالیٰ مشروع فرماوے اور کسی عقلی وضع یا حکیمانہ اختراعی پر نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص وضو کرے اس صفت کے سوائے
 دوسرے طور پر بدل دے جسکو وہ زیادہ طہارت سمجھے اور جس زیادہ تکلیف ہو تو اس میں ہرگز یہ اثر نہیں ہوگا بلکہ اس وضو سے نماز
 ادا نہ ہوگی پس یہ وضو اسی اُمت کے واسطے مخصوص ہے یا اسکا یہ اثر اس اُمت کے لیے خاص ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابوسہرہ رحمہ اللہ سے
 روایت کی اور صحیحین میں بھی ابوسہرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا پھر اس میں سے دست نکالا کر
 آپ کی طرف بڑھایا اور آپ اسکو پسند فرماتے تھے پس میں سے نوچا پھر فرمایا کہ میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سر دار ہوں گا تم اس کو
 جانتے ہو کہ یہ کیونکر ہو جائیگا یہ اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کی ایک سی سیران ہو اور میں جمع کروں گا کہ بیکار نے والا اپنی آواز سب کو
 سنا دے اور انکو ہر کام پر کام کرے اور آفتاب قریب ہوگا پس لوگ غم و کرب سے اس حالت پر پہنچیں گے کہ انکو اٹھانے کی طاقت
 رہی اور نہ حمل کر سکیں گے پس لوگ آپس میں کہیں گے کہ یہ حال نہیں دیکھتے جہنم کمر کھاتا ہو جو اس حد کو پہنچا ہے تم اسکو نہیں دھو رہے
 جو تمہارے رب عزوجل کے یہاں تمہاری شفاعت کرے پس جیسے لوگ بعض سے کہیں گے کہ تم آدم کو لوں آدم علیہ السلام کے پاس
 آؤ کیلئے اور کہیں گے کہ اسے آدم ابوالشہین اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست قدرت سے عطا کیا اور کہا میں اپنی روح چوٹی اور لاکھ کو
 آپ کے لیے سجدہ کا حکم دیا انھوں نے سجدہ کیا آپ اپنے رب کے حکم کے یہاں ہماری شفاعت کریں آپ نہیں دیکھتے کہ ہم جس حال میں
 ہیں آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کو پہنچا ہے پس آدم ہم کیلئے کہ میرا رب آج ایسے غضب میں ہے کہ کبھی ایسے غضب میں نہیں ہوا اور
 نہ اسکو بعد بھی ایسا ہوگا اور اسے مجھے شجرہ سے منع کیا تھا مجھ سے بغرض ہوئی نفی نفی یعنی مجھے اپنی جان کی فکر ہو چھاپنی جان کی
 فکر ہو مجھے اپنی جان کی فکر ہو میرے سوائے دوسرے کے پاس جاؤ تم نوخ کے پاس جاؤ پس وہ لوگ نوخ کے پاس آؤ کیلئے

اور عرض کرینگے کہ اسے فوج آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول بن اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے عہد شگور فرمایا جو آپ ہماری شفاعت اپنے رب عروہل کی جناب میں کر دیں آپ دیکھتے ہیں کہ ہم جس حال میں ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ جو ہم کو پہونچا ہو پس فوج کیسے کہ آج میرا رب ایسے غضب میں ہے کہ نہ بھی ایسا غضب ہوا اور نہ ایسا بھی پھر ہوگا اور میرے پاس ایک دعا ہے جن میں نے اپنی قوم پر وہ دعا کر دی تھی نفی نفی تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ اور اہم علیہ السلام کے پاس جاؤ پس ابراہیم علیہ السلام کے پاس آؤینگے اور عرض کرینگے کہ اے ابراہیم آپ اہل زمین میں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر و خلیل ہیں آپ دیکھیں تو کہ ہم جس حال میں ہیں اور جو ہم کو پہونچا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ میرا رب آج ایسے غضب میں ہے کہ نہ ایسا غضب بھی ہوا اور نہ اس کے بعد بھی ایسا ہوگا پھر اپنے وہ معاملہ دیکھ کر جو درد و غم کی شکل میں ہوئے اور کما نفی نفی تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ موسیٰ کے پاس جاؤ پس موسیٰ کے پاس آکر عرض کرینگے کہ اے موسیٰ آپ رسول اللہ ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے ساتھ لوگوں پر اور اپنے کلام کے ساتھ برگزیدہ کیا ہے آپ اپنے رب کے یہاں ہماری شفاعت کیجئے آپ دیکھتے ہیں کہ ہم جس حال میں ہیں آپ دیکھیں تو کہ ہم کو کیا پہونچا ہے پس موسیٰ نے اُنہیں کہہ دیا کہ میرا رب آج ایسے غضب میں ہے کہ نہ بھی ایسا ہوا اور نہ بھی ایسا ہوگا اور میں نے ایک نفس کو قتل کیا تھا کہ قبل اسکے کہ مجھے اس کے قتل کا حکم دیا جائے نفی نفی تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ موسیٰ نے کہا پس جاؤ پس عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آؤینگے اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ آپ رسول اللہ اور اسکا وہ گمہ ہیں جو اسے مریم کو القار کیا اور اسکی طرف سے روح ہوا اور آپ نے تو لوگوں سے گواہ ہیں کلام کیا جو آپ اپنے رب عروہل کی جناب میں ہماری سفارش کا گمہ کہہ دیجئے آپ دیکھتے ہیں کہ ہم جس حال میں ہیں آپ دیکھتے ہو کہ جو پہونچا ہے عیسیٰ نے اُنہیں کہہ دیا کہ میرا رب آج ایسے غضب میں ہے کہ نہ ایسا بھی غضب میں ہوا اور نہ بھی پھر ایسا ہوگا اور اپنی تعزیریں کچھ نہیں بیان کی ہیں کہ کما نفی نفی تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلے جاؤ پس لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤینگے اور عرض کرینگے کہ اچھا آپ رسول اللہ و خاتم النبیین ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے مخصوص کیا کہ اگلی پچھلی تعزیریں سب معاف کر دی ہیں آپ ہماری شفاعت اپنے رب عروہل کے یہاں کر دیجئے آپ دیکھیں تو کہ ہم جس حال میں ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ کیا پہونچا پس میں کھڑا ہوا دنگا اور دربان سے عرض کے نیچے آؤنگا اور اپنے رب عروہل کے واسطے سجدہ میں کر پڑوں گا پس اللہ اپنے خاد و حسن ثناء میں سے وہ الہام و کشف فرماؤنگا کہ مجھ سے پہلے کسی راس کو مفتوح نہیں فقیر یا یہ پھر کہا جائیگا کہ اسے خد اپنا سر اٹھا اور اُنک بجھے دبا جائیگا اور شفاعت کرنی میری شفاعت قبول ہوگی پس میں اپنا سر اٹھاؤنگا اور عرض کر دینگا کہ اُمّی یا رب یا عینی سے رب میری اُمّت۔ اُمّی یا رب اُمّی یا رب اس حکم دبا جائیگا کہ اے محمد اپنی اُمّت سے ان لوگوں کو جو حجاب نہیں جو۔ ارباب اجنتہ کے بابائین سے داخل کر لے اور دوسے دوسرے ارباب جنت میں لوگوں کے ساتھ شریک ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم اسکی جگہ فقہہ میں محمد کی جان ہو کہ جنت کے دو کواڑے درمیان اتنا فرق ہے جیسے کہ سے حیرت باکہ سے بصرہ۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سدا و لادام ہوں قیامت کے روز اور پہلا وہ شخص ہوں جسکے لیے قیامت کے روز قبر میں ہوگی۔ اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا وہ شخص جسکی شفاعت قبول ہوگی پس جبریل نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ وہ شفاعت ہو اور

امام احمد کی روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ فرمایا وہ مقام ہے کہ جہاں اپنی امت کے واسطے شفاعت کروں گا۔ جب الرزاق نے علی بن احسن یعنی امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ زمین کو مانند چتر سے اڑھ کر پھینک دے گا اور اسی آدمی کو اُسپر بیٹھا کر پائوں رکھنے کی جگہ ادرہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اول شخص ہوں گا جو بلا یا گیا اور جو بچلے گا، اللہ تعالیٰ کے عرش سے بائیں جانب ہوگا اور والد اس سے پہلے بھی جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا پس میں عرش کو دیکھا کہ اسے رب اس نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو میرے پاس بھیجا ہے اسعد و جل فرمایا کہ اسے سج کہا پھر میں شفاعت کروں گا اور عرش کو دیکھا کہ اسے رب تیرے بندوں نے اطراف زمین میں شری عبادت کی ہے اور کہا کہ یہی مقام محمود ہے بڑا حدیث مرسل مسترحم کتاب ہے کہ اسے نزدیک مرسل حجت ہے اور وجہ مرسل ہونے کی یہ کہ امام زین العابدین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا ہے۔ واضح ہو کہ سابق حدیث شفاعت میں جب کہ بارچہام عود فرمایا کہ تو کہا کہ اسے رب اس کو بی باقی نہیں سمجھا اسکے جولو کران نے جس کی طرح مراد ہے کہ جس پر حکمرانی خلود فی النار واجب ہو اور یہ تفسیر قتادہ رحمہ سے مروی ہے۔ فی النہال قولہ تعالیٰ۔ اقم الصلوۃ لعلک تفلح۔ جب آفتاب قہر جاری سے یعنی بفقہ قدرت الہی میں مقرر ہونے سے ڈھلتا ہے تو اس ساعت میں انوار عظمت کے لیے سجدہ کرتا ہے پس اس ساعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضور میں قیام کرنے اور سجدہ کرنا حکم دیا کہ کشف عظمت کا وقت ہے اور یہی حال وقت عصر میں ہو گیا آفتاب وقت زوال کے رکوع میں ہوا اور وقت عصر میں جو زمین تا وقت غروب اور جب غروب ہوا اور تاریکی شب طاری ہوئی تو وہاں غلبہ سطوات عظمت پر اسکی رات سجدہ کرتی ہے اور اسکے بعد جو دن ستارے دوران کرتے ہیں تا طلوع فجر پھر جب فجر طلوع کرتی ہے تو اسکے واسطے عود صبح سجدہ کرتا ہے جو کہ رات میں ہے اور دن میں ہوا اور اس وقت میں طلوع جمال و جلال ہے اور اسوقت میں اللہ تعالیٰ کے واسطے ارواح واجسام سجدہ کرتے ہیں بسبب غلبہ روح قدس کے اور اسوقت شروع ہو جاتا ہے صفات ہی و قد قال تعالیٰ و قرآن العزیز قرآن العزیز کا مشہور شاہد اسکی ذات و مشہود اسکی صفات ہیں اور یہ اوقات دلیل ہیں کہ ہمیشہ آدمی اپنی اوقات کی حفاظت کرے و قلب سے مبرا ہو غروب میں حاضر رہے بعض مشائخ نے کہا کہ بعض اوقات سحر میں اٹھنا اپنے اٹھنے والے کے واسطے یہ مشہور اور اس پر شاہدین اور شیخ استاد نے کہا کہ بدن سے نماز کے واسطے اوقات متعین ہیں اور سر و قلب سے مواصلت دائمی ہے اور جب حفاظت اوقات شب و روز سے فرغت ہوئی تو اوقات کشف صفاتی و ذاتی سے آگاہ فرمایا بقولہ من اللیل فتجدہ الایہ و مقصود تہجد سے کشف جمال و واسطے نمازیوں کے جو شب میں ہے اور یہ مقام محمود ہے اور امید واری اس مقام پر عمل رجا پر جس عارضین کے واسطے جو فی اللیل میں انوار جلال ذات متکشف ہوتے ہیں جب کہ انکے اسکو جاری ہوئے اور فرمایا بلند ہوئی کہ پس اسکو اس سے دیکھتے ہیں نہ اپنے تہجد سے بلکہ انکو کشف قدس کی مراد سے مقامات انس کی طرف شائق کیا جب وہاں پہنچتے ہیں تو اپنے نفوس کو پھیل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجز و سستی سے گرتے ہیں پس روتے اور اس سے رحمت کا فیہ کا سوال کرتے ہیں اور خیرین وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ عود جلال و خیرین کے حرموں پر رحمت فرماتا ہے جو جو فی اللیل میں نماز پڑھتے ہیں اور شیخ آستانہ درجہ نے کہا کہ عوام کے واسطے مقام محمود وہ جب حالت شہود میں بیٹھتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ اہل کیا کہ انکے واسطے شفاعت کا مقام ہے پھر اللہ تعالیٰ نے دار کفر سے باہر ہونے اور دار ایمان میں داخل ہونے کی دعا تعلیم فرمائی

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا
اور کہہ اے رب! میرا داخلہ حق کے راستے میں دے اور نکلنا حق کے راستے میں دے اور مجھے لے کر اپنے پاس سے ایک سلطنت کی
نصیب دے ۵ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَكَفَى الْبَاطِلُ اِنْ اِلَّا الْبَاطِلُ كَانَ زَهُوًّا

وہ قول پسندیدہ ہے جو سراج میں تفسیر لفظی سے منقول ہے کہ مقتود یہ کہ ہر مقام حسی و معنوی اور دنیوی و اخروی جہان تو مجھے داخل کرنا چاہے وہ ان بطل صدق داخل کر لینی صدق کا داخل کرنا ہوا اور ایسے ہی جہان سے خارج کرنا چاہے وہ ان سے صدق خارج کرنا ہوا۔ اور لکھا کہ مراد بطل و فوج سے افعال و اخراج ہو اور بطل و فوج کو صدق کی طرف اضافت کرنا بطل و صبح ہو گا یا اللہ تعالیٰ سے بھی افعال و اخراج کی دعا ہے کہ ہمیں کوئی کمزوری نہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے بڑا اچھا ہے جن دنوں نہ کہ مستطاعاً نہ نصیباً اور کہ دے میرے لیے اپنے پاس سے ایک سلطان مددگار یعنی درخواست ہے کہ تقویت بحجت و بقدر قدرت دے اور صلح و غیرہ میں لا یا کہ سلطان نصیر یعنی حجت ظاہرہ جس سے مجھے ہر اے شخص پر نصرت دے جو میرا مخالف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور آگاہ فرمایا کہ واللہ لیجیک من الناس اور فرمایا الا ان حزب المدیم الغالبون اور فرمایا لیظہر علی الدین کلمہ اور فرمایا لیخلفنہ فی الارض اور شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ جن بصری رہنے اس آیت کی تفسیر میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ ملک فارس اور عت فارس کو نکال کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دے گا اور ملک روم و عت روم کو نکال کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دے گا۔ اور حدیث میں آیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول سے بیات معلوم تھی چنانچہ مروی ہے کہ آپ سائے کعبہ میں بیٹھے تھے کہ میں نے حاکم کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو ان ایام سے وقت ہو آپ نے فرمایا کہ واللہ اس انہی توجہ کو اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہستی کہ ایک بڑھیا جو یہ بن تک جلی جائیگی اور حج کی سوا سے اللہ تعالیٰ کے کسی سے اسکو خوف نہ ہو گا لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو اور اصل حدیث صحاح میں ہے جن نے شخص ترجمہ کر دیا ہے شیخ نے لکھا کہ اور قتادہ رحمہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اس کام کے واسطے ایک سلطان کی ضرورت ہے جو دین الہی کی نصرت کرے پس آپ نے حکم الہی دعا کی کہ ایک سلطان دے جو مددگار ہو کتاب الہی و حد و دائی و فرائض کا اور دین الہی کو قائم رکھے کیونکہ سلطان ایک رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسکو بندوں کے درمیان اُسے دکھایا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو بعض دوسروں پر لوٹ مار کریں اور طاقتور کمزوروں کو دکھایا جاسے اور چاہے کہ سلطان نصیر یعنی غالبہ اور شیخ ابن جریر نے قول حسن و قنادہ کہ کو اختیار کیا اور وہی السج بھی ہے اس واسطے کہ حق کے ساتھ ایک شخص طاہر چاہے کہ جو کوئی حق سے عداوت کرے وہ خافا کرے اسکو مقتور کرے چنانچہ قولہ زلزالا اخیبہ فیہ باس شدید الا یہ بین السکا بنان اور حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ رکھتا ہے سلطان سے اس قدر کہ نہیں روکتا قرآن سے بعضی سلطانی ہیبت سے بہت لوگ فاش و گناہوں سے بچے ہیں حالانکہ قرآن کے خوف و تہدید سے اتنا نہیں ہوا کیونکہ بہت لوگ سناہل کر جاتے ہیں اور وہی واقع ہو سراج وغیرہ میں ہے کہ بعد فتح مکہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب رب بن اسیدہ کو اہل مکہ پر عامل کیا اور فرمایا کہ وہ نہ ہو کہ میں نے مجھے اہل المدینہ پر عامل کیا پس عتاب رضی اللہ عنہ را کا دل و منافقوں پر بہت سخت تھے اور مومنوں کے واسطے بہت نرم تھے اور کہنے کو اللہ دین نہیں جانتا کسی پچھلے والے کو جو ناز سے پچھلے کر منافقوں کو پس اہل مکہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ پر عتاب رب بن اسیدہ کو جو سخت دل و تنوار پر عامل مقرر کیا پس آپ نے فرمایا کہ میں نے خواہ میں دیکھا کہ گو عتاب بن اسیدہ دوازہ جنت پر گیا اور حلفۃ الباب کو پکڑ کر جنت پھونکا کہ وہ کھول دیا گیا پس وہ ہمیں داخل ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عت دی کیونکہ اسے مومنوں کی نصرت کی اور قالمون کو مقتور کیا پس یہی سلطان نصیر ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ دعائے موصوف کے قبول ہونے کا اعلان کر دے بقولہ و دخل جاکم الخ یعنی دوست و دشمن سب سے کہدے

کہ انکیا حق یعنی جو مجھے سب سے پہلے نصیب کیا اور نازل فرمایا ہو۔ و ستر حق الباطل اور مفضل دہلاک ہو گیا باطل یعنی غلات حق جو کچھ تھا سب دہو کر تین گیا۔ اِنَّ الْفَاضِلَ کَانَ ذُو فَضْلٍ یعنی باطل اگرچہ کسی وقت میں اسکی دولت و مصلحت ہو جاوے مگر وہ اپنی جبلت و طبیعت سے زہوف میں ہوا اور فائدے کے عادل میں، مقرر کر دیا ہو کہ وہ جلد زائل ہوتا اور مٹ جاتا ہو اور مثال اسکی سیل پر کوڑا چڑھا ہوا ہو کہ لٹھا ہو کوڑا اور ہو لیکن بعد چند روز کے وہ زائل ہو جاتا ہو اور باقی باقی دناقی رہتا ہو امام بخاری نے تفسیر میں روایت کی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوم الفتح کو کہہ میں داخل ہوسے اور غنائہ کعبہ کے گرد تین ستر ساٹھ بت تھے ہر قوم کا ایک بت تھا پس آپ ایک پھڑی سے جواب کے ساتھ میں بھی بتوں کو چوکنے اور کہتے جا رہا تھی وزین الباطل الایہ پس بت اپنے ٹھکانے کے بل اور دھا ہو جاتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قبائل عرب کے بت تھے کہ انھیں کی جانب رخ کرنے اور ان کے آگے سجدہ میں کرنے پس بیت نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ اسے سب تکسا ان بتوں کی عبادت کی جاوے اور اسے تیرے پس اللہ تعالیٰ نے بیت کو وحی فرمائی کہ میں نبی نوبت تیرے واسطے مبرا کرنے والا ہوں پس میں تجھے ایسے سجدہ کرنے والی بتاؤں سے بھر دوں گا جو تیری جانب نہ سرطاز کی طرح ٹوٹیں اور ایسی شفقت سے آدین پیسے پر زاپے اندون کی طرف آتا ہو اور تیرے گرد کعبہ سے میدان کو رخ جائیگا اور روایت ہے کہ پوم الفتح کو جبرئیل علیہ السلام نے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اس پھڑی کو لے لیجیاد بتوں کو لگا دیجیے پس آپ بہر بت کے پاس آئے اور اسکی آٹھ دین پھڑی چوکنے اور فرماتے جا رہا تھی وزین الباطل الایہ پس وہ بتا جو زمین میں مضبوط گڑھا ہوتا تھا اپنے ٹھکانے کے بل پر ڈٹا ہوا تک کہ سب بت لادے اور لگیا خزاہہ کابیت جو کعبہ کے اوپر تھا اور فرمایا مضر کا تھا پس آپ اپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اسکو لے پس آئے کعبہ سے علی کرم اللہ وجہہ کو اٹھا لیا وہ اوپر چڑھے اور اسکو اٹھا کر کعبہ تک دیا کہ وہ کعبہ سے ہو گیا اور کفار اہل کعبہ کھج کر آئے اور کہتے تھے کہ ہم نے محمد سے زیادہ ساحر نہیں دیکھا شیخ ابن کثیر نے یہ حافظ ابو جلیلی کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہ میں داخل ہوسے اور غنائہ کعبہ کے گرد تین ستر ساٹھ بت تھے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود نے نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوم الفتح کو کہہ میں داخل ہوسے اور غنائہ کعبہ کے گرد تین ستر ساٹھ بت تھے پس آپ اپنے ہاتھ کی پھڑی سے انکو چوکنے جاتے اور کہتے جا رہا تھی وزین الباطل ان الباطل کان زہوفاً۔ و جا رہا تھی وایمیدے الباطل وایمیدہا تکسا کہ سب بت گر پڑے۔ فنا فی العارض قولہ تعالیٰ وقل رب اذنی من غفلی وعلی من غفل صدق الایہ۔ اشارہ سے ثابت ہے کہ مقام حقیقت میں مطلوب یہ ہے کہ مقام قدیم میں غیر سے فانی ہو کہ بصدق حجت داخل کیا جاوے کیونکہ وہاں من غفل صدق ہے اسلئے کہ سوائے حق کے وہاں خودی سے کچھ باقی نہیں ہے اور مقام فنا سے بصفت لقا حق نکالا جاوے تاکہ بقا رہتا ہو رفیق اعلیٰ ہو کیونکہ وہاں خراج صدق ہو کیونکہ وہاں سوائے حق کے کسی کو معبود کے ساتھ بقا نہیں ہے اور قولہ واصل لی من لدنک سلطانا نفیض یعنی وہاں انوار سلطان عورت سے ایسا نور عطا ہو کہ بندہ استقامت پر رہے اور عظمت میں فانی ہو جاوے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ افعال و افعال خود من صدق عبودیت کا ہو اور خراج خراج صدق دیوبت کا ہو۔ اور اپنی طرف سے سلطان کہہ باقی سے قوت الصافات و اتحاد و عطا و شج نہ سہل رہے کہ انکے اذنی یعنی تبلیغ رسالت کے کام میں مجھے مدخل صدق کے طور پر داخل کرنا کہ میں کسی بھی طرف میں بدل نہ کروں اور ارکان تبلیغ میں کوئی فروگزاشت نہ کریں۔ اور قولہ آخرت یعنی مجھے اس مقام سے نکال اس طرح کہ میں سب فراموش واری کے ساتھ سلامت ہوں اور تیری

رضامندی یا لون اور ہر طرح موافقت عہدیت میں ہوں اور میرے لیے اپنی طرف سے سلطان نصیر دے جو مجھے اس کام میں حق کے ساتھ مزین رکھے اور غالب مجھ پر حق چونہ ہوا ہے نفس حضرت جعفرؑ نے کہا کہ مجھے اس میں داخل کرو اس طرح کہ تیسری رضامندی مطلوب ہو اور اس کام سے بحال اس حال میں کہ تو راضی ہو۔ اور اشارہ کیا کہ کسی کام کے متولی ہونے کی خواہش اس طور پر صحیح ہو کہ حق تعالیٰ اس کے سر انجام کا خود متولی ہو یعنی بندہ کے واسطے وہی درگاہوار و مشاہدہ صفات سے نکلنا بجانب مشاہدہ ذات کے مغبوب ہے۔ واسطیٰ رہنے کا کہ جب کو حق تعالیٰ نے کہا کہ شرف دیا ہے اس نے اپنی نفس سے بھی احتیاج بجانب الہی ظاہر کر کے سچائی کی اس سے درخواست کی اور اسی سے اسرار کی تربیت ہے۔ شیخ فارسی رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان سلطان نصیر سے استدلال کے کی صفات پاک میں سے اس سلطان کی خواہش ہو جو نفس پر غالب رہے اور اس کی خواہش کو ہیبت و خوف الہی کی پاک سے روکے۔ پس اس کا نفس غلبہ و درایت سے ٹوٹ جاوے اور دشمن سلطان کے کر کو دیکھے اور عادت الہی سے دشمن کا کر کچھ مضر نہ ہو۔ سہل رہنے کا کہ زبان جو اللہ تعالیٰ کے واسطے بولے اور غیر کے واسطے کچھ نہ بولے پس اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی بقولہ و املین عن الہوی شیخ جعفر نے کہا کہ حقیقت احتیاج کی سچی استقامت ہر مرض تو احتیاج عہدیت ہو اور خراج و معیت ربوبیت ہو۔ شیخ استاد درجہ نے کہا کہ داخل صدق یہ کہ کہ یہی جہر میں داخل ہوا اور قدم رکھے تو استدلال کے واسطے اور اسی کی قوت سے ہو غیر کہ اس میں داخل نہ ہوا اور خراج صدق یہ کہ کہ کسی کام سے نکلنا یا کسی چیز کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے واسطے کسی کی قوت سے ہو اس میں غیر کو داخل نہ ہوا اور سلطان نصیر یہ ہے کہ داخل یا خارج ہونے کو بھی لاف نہ کرے یعنی اس میں کوئی حظ اپنی نفس کے واسطے ملحوظ نہ ہوا اور جب حضرت علیہ السلام نے ان سب معنی میں مستقیم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خلق کو گاہ کہہ کر دے کہ حق ظاہر ہوا ایسے طور کے ساتھ کہ سبیں کچھ شک نہیں ہو اور ہام و تاری کی دور ہو گئی بقولہ و قیل جاء الحق و تزیّن الباطل الا یدین حق ہو اور باطل تمام جان ہو اور حق علم ہو اور باطل جہالت ہو حق معرفت ہو اور باطل نفس ہو حق ہو اور حق وہ کہ جو سچائی حق واسکے الہام سے ظاہر ہو اور باطل وہ کہ جو ہوا پر نفس و وساوس شیطانی سے ہو پس جب ہوا یہ مکاشفہ کے انوار سے ظہور ہوا جو نفس کے آثار و شیطانات کے وساوس باطل مضمحل ہو جائے ہیں شیخ فارسی رحمہ اللہ نے کہا کہ حق وہ کہ جو نکلے اور جھکے اور جھکے و آئندہ کہ اسے اور اسی کی پیروی کرادے اور باطل وہ کہ جو جھکے گا کو شافی کر دے اور تیرے وقت کو پریشان کرے۔ اور کہا جاتا ہے کہ خطرات میں سے حق وہ کہ جس سے تیرا جذبہ بجانب حق ہو و باطل ہو اور باطل وہ کہ جو تجھے خیر حق کی طرف بلا دے اور حق سے روکے۔ اول شیخ نے جعفر راہور کئے جنہیں داخل و خارج کے معنی پائے جانے ہیں اور کچھ دیگر مشائخ و اکابر نے نفس کیے اور جعفر شیخ استاد درجہ نے بیان کیے اور جعفر رحمانی حق و باطل کے بیان کیے یہ سب مجملہ مثل صدق و غیرہ کے ہیں اور سابقین جو تفسیر نقایح سے منقول ہوئی وہ خارج ہو اور یہ سب معوتین اسکے تفصیل ہیں و اللہ تعالیٰ اعلم جب اللہ تعالیٰ نے توحید و نبوت و ولایت و شرف و نشر بیان کر دیا اور قضاء و قدر کو بیان فرمایا پھر بعد اسکے خدا چھتیمہ کی اور جو ہمیں اسلام میں ظاہر فرمائے اور لیجئے بیان سابقین کے موافق حق کو غائب و باطل کو مغلوب دکھلا دیا اب قرآن پڑھو کہہ کیا جان سب کا جامع یہ بقولہ

وَنُزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَكَوْثَرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ لَّا يَمَسُّهُمُ الْهَمُّ وَلَا كُيُودٌ ۚ لِّیُذَكِّرُوا الْاَحْصَاءَ اَزَادَہ

اور ہم ان قرآن میں سے جس سے روگ چھکے ہوں اور ہر ایمان والوں کو اور گنہگاروں کو بھی پڑھنا پر نعمان

بلکہ اپنے نفس کو زیادہ عذاب کے رو بہ پیش کر کے ہوا دیکھا سراج میں لایا کہ خسارہ و نقصان اسوجہ سے زیادہ ہوتا ہو کہ جب کافروں پر اس کے
دلائل و آیات سے حجت قائم ہوئی پھر انھوں نے مجھے ہوتا تو اس سے کفر اور بھی شدید ہو گیا اور داری نے نفس میں قتادہ رح سے روایت
کی کہ جو قرآن کے پاس اٹھیا پھر اٹھا تو باز یادنی کے ساتھ یا نقصان کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس سبب اصلی بیان فرمایا کہ یہ کافرو
مطرو و دلوں کیوں اس قدر اہی کے جنگوں میں تباہ پھرتے ہیں اور کیوں خسارت و خوار ی اٹھاتے ہیں منہمک ہیں اور وہ سبب
یہ ہے کہ انکو دنیا کی محبت ہو اور مال و جاہ میں رغبت ہو اور اعتقاد کرتے ہیں کہ یہ بات انکو بوجہ انکی کوشش کی حاصل ہو جائے گی ہر لہذا
فرمایا کہ اَلَّذِينَ آمَنُوا لَمْ يَلْبِسُوا دِينَهُمْ بِالْعَدْوٰی اَلَّذِيْ لَهُمْ اٰمَنَةٌ فِیْ طَبِیْعَتِہِمْ اَسْوَءُ مِنْ اَسْوَءِ مَا یَلْبِسُوْنَ اَلَّذِیْنَ یَلْبِسُوْنَ دِیْنَہُمْ بِالْاِیْمَانِ
اَعْرَاضُ کَرْتَابِہِمْ لِبَعْضٍ مِّنْ رَّوٰیةِہِمْ اَلَّذِیْنَ یَلْبِسُوْنَ دِیْنَہُمْ بِالْاِیْمَانِ اَلَّذِیْنَ یَلْبِسُوْنَ دِیْنَہُمْ بِالْاِیْمَانِ اَلَّذِیْنَ یَلْبِسُوْنَ دِیْنَہُمْ بِالْاِیْمَانِ
اسکو بیان کیا ہوا اگر اُسے یہ روایت صحیح ہو ورنہ بقول امام رازی کے یہ شخص بعید ہے اور مراد میں انسان ہے یعنی جنس انسان کے یا
کافر کی جبلت اس پر محمول ہے کہ جب ہم اسکو مال و دولت و زین و نصرت و ہر مرد دینے ہیں تو وہ ہم سے اعراض کرتا ہے یعنی
اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی سے منہ موڑتا ہے۔ دیکھا جائے کہ اور تباہ کر دیا اپنے پہلو کے ساتھ۔ عبادہ کے کہ ہم سے دور ہو جاتا ہے
اور شاہد کہ ہم مراد ہو۔ دیکھا جائے کہ اور تباہ کر دیا اپنے پہلو کے ساتھ۔ عبادہ کے کہ ہم سے دور ہو جاتا ہے
ہو جاتا ہے کہ اب اسکو بھی بہتری نیکی اور حاصل ہے کہ اگر آدمی کو نعمت و دولت ملے گی تو وہ اس پر مغر و مکر اللہ تعالیٰ کی یاد بھول جاتا
ہو اور اگر دنیا سے محروم ہو تو اس پر غم و افسوس چھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے واسطے فارغ و غافل نہیں ہوتا تو ایسا شخص ہمیشہ خوار ی میں
ہو رہا ہے خصوصاً وہ منہ ہے جن جنھوں نے مہربانیاں دیکھا کہ ہم کے جیسا کہ قولہ تعالیٰ لَیْقُوْنَ ذَہِیْبَ السَّیِّئَاتِ یعنی انہ لافرح و فخر لا الذین صبروا
و دعوا الصالحات الا ان ین بیان ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ فَمَنْ لَمْ یُحِبَّ عَمَلِیَّ شَکَّ حُجَّتِہُ کَمَنْ لَمْ یُحِبَّ شَکَّ
کہنے والا کفر کرنے والا عمل کرتا ہے اپنے شاہد پر یعنی ایسے طریقہ پر جو مشکل ہو مشکل ہو اسکی روح کے اور ہم کے ہر اسکے حیرت نے اس کو
مخلوق کیا ہے خواہ خیر ہو یا شر ہو یعنی جو شخص نیکی پر مطبوع و مخلوق ہو وہ اسی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے اور جو شخص بدی پر مطبوع ہو
وہ بد جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔ علی ہذا شاہد کہ یعنی طریقہ موافق جبلت ہے اور این کثیر ہے ذکر فرمایا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ علی
شاہد کہ علی اعلیٰ ناصیہ پس شاہد کہ ناصیہ ہے۔ عبادہ کے کہ اپنی جبلت و طبیعت پر اور قتادہ رح نے کہا کہ اپنی نیت پر اقول یہی
قول حسن البصری ہے کہ اگر اور بخاری رحمہ نے کتاب التفسیر میں اسی سے تفسیر کی ہے اور ابن زید رحمہ نے کہا کہ اپنے دین پر زنجیری رحمہ نے کہا کہ
مراد مذہب ہے جو مشکل اس کے حال کے ہر مہارت ہو یا ضلالت ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر باہم متقارب ہیں اور وعدہ ہے جو معاملہ میں
ذکر کیا کہ ہر شخص اُس جبلت پر عمل کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسکو مجبور فرمایا خواہ خیر ہو یا شر ہو اور زنجیری کی تفسیر کاغذی اسی ہے کہ
دین بھی مٹی کے موافق طریقہ ہو گا پس یہ مومن کے لیے مدح اور کافر کے لیے مذمت ہے اور حاصل ہے کہ جو خیر پر سید مجبور ہو وہ اُس کے
موافق عمل کرے گا اور جو شر پر سید مجبور ہو وہ اُس کے موافق عمل ہو گا پھر انہیں بھی متفاوت درجات ہوتے ہیں جن کو مومن میں بعضہ
ایہی طبیعت پر مجبور ہیں کہ نہ تن خیر میں اور بعضہ متفاوت درجات ہیں ساگر کہا جاوے کہ کبھی سید مخلوق ہوتا ہے اگر اسباب الفت و
صحبت و غیرہ ایسے پیش آتے ہیں کہ مدت تک وہ حالت کفر میں رہتا ہے جو اب کہ اس وقت بھی وہ تہتم و حیار و عدل و غیرہ اخلاق میں
نیکی کی طرف متائل ہو گا اگر کہا جاوے کہ تقسیم سے اخلاق بدل جاتے ہیں جو اب یہ کہ فی الواقع تبدیلی نہیں ہوتی ہر اگر کہا جاوے کہ

پھر تعلیم عطا نہ ہو جاوے اور اس کا کوئی قابل نہیں ہو جو اس بات پر کہ تعلیم عطا نہ ہو تو اس کے شر کو تعلیم سے ایسی راہ نکال دیتے ہیں کہ اس سے نیکوں کو ضرر و صدمہ نہ پہنچے یا تاہر اور ہر ایک کو وہ خود جبلت میں بدل جاتا اور نہ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ حکما کے نزدیک اخلاق تابع مزاج ہیں جیسے رنگ لباس سے مزاج گرم یا سرد و شکل مخلوق ہوا ہے وہ اگر بدل جاوے تو موت عارض ہو پس جب مزاج قابل تبدیل نہیں تو اخلاق بھی قابل تبدیل نہیں ہیں اور شرع میں بھی یہی مقصود ہوتا ہے یا خدا یا ام احمد نے نہ منقطع حضرت ابو الدرداء رضی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سوا ایک پہاڑ کو کہ اپنی جگہ سے نہ گیا تو اسکی نصیحت نہ کرو یعنی ہو سکتا ہے کہ اگر تم سنو کسی شخص کو کہ اپنی طبیعت سے متغیر ہو گیا تو اسکی نصیحت نہ کرو کیونکہ وہ غریب پھر اسی جبلت پر عود کرے گا جیسے مخلوق ہوا ہے مگر تم کہتا ہو کہ مثلاً اگر کسی میں غضب زیادہ ہو تو حالت جہل میں اسکو ظلم کے ساتھ کام میں لانا تھا پھر جب اسے وہ تعلیم سے درست ہو جاوے تو اسکو بدکاروں کے ساتھ کام میں لانا بجا یہ تو ظاہری عقل کے موافق کلام اور حق ہے کہ مرارہا حادثات و شقاوت پر پس جب کہ اللہ تعالیٰ نے روح سعیدہ پیدا کیا ہے اسکی جہم کے دو حالت ہیں یا تو موافق روح کے ہو یا اس سے کچھ مخالفت ہے کیونکہ بالکل اس کے ضد نہیں ہو سکتا پس اگر جم موافق ہو تو ہمیشہ وہ نیک ہو گا اور اگر جم اس سے مخالف ہو گا تو درجہ بدرجہ انداز فطرت کے حساب سے وہ بعض بعض افعال میں جو جمانی تعلقات کے ہیں انکی سے اسی قدر خوف ہو گا۔ اور جسکی روح میں اللہ تعالیٰ نے شقاوت رکھی ہو اگر اسکی جم موافق ہو تو وہ ہمیشہ ہی اعلیٰ درجہ پر ہو گا اور اگر جم اس سے مخالف ہو تو درجہ درجہ انداز فطرت زیادہ ہوگی اسی قدر اس کے جمانی فعلی کے افعال نیک کے ساتھ ہونگے اور یہ تحقیق قابل وقیعہ و قبول ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بالجمیع معنی اگر ہم کہہ دیں کہ ہمیں کئی طور سے بدیدہ کے مشرکوں کے جن میں حکم دیا کہ نہ دوسرے کے ہر ایک شئی ہو یا سعیدہ یا غنی مقصد سے طبیعت پر جو مشکل اس کے مذہب کے عمل کو رہا ہے۔ ذکر جگہ۔ پس نسب ہو اس سے کہ ہمارا ربا۔ آخر ذکر سب سے زیادہ یعنی کامل علم والا ہے۔ یعنی ھو کا ھندی سید ذکر اس شخص کا جو دونوں فریق میں سے زیادہ ہدایت پر ہے طریقہ میں یعنی دوسرے کو جو کہ اصل میں ہدایت ہو سکتی ہو یا جو یا جو یا کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر ایک شاگرد کو اس حق پر مطلع کو اسکا عوض دیکھا اور ہر ایک بدکار کا فرما کر اسے نافرمان کو اسکا عوض دیکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصل میں ہر ایک کو جس خلقت پر پیدا کیا ہے اس سے وہی خوب آگاہ ہے اور دوسری مخلوق میں وہ تو اپنے جنس کو تغیر وغیرہ سے چھان سکتے ہیں اور یہ چھاننا علم انہی کے طریقہ سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا ہے۔ و فی الحالس قولہ تعالیٰ ومنزل من القرآن ابھو شفاء الا یہ وادع ہو کہ کفر و شرک کی حد شرع میں معلوم ہے اور یہ حد ایسی ہے کہ جو سپر اسکا ٹھکانا جو تہ آئی ہے اور اس حد سے علیحدہ مباحات جہت میں حد ایمان ہے اور جو سپر اسکا ٹھکانا جہت میں ہے جو جیسے کفر کی جہت مثلاً بائیں جانب خیر متناہی ہے اور بطرح ایمان کی جہت دائیں جانب غیر متناہی ہے پس حد ایمان کے اندر داخل ہو کر اعلیٰ مراتب کے واسطے آئی ہے لیکن اعلیٰ مراتب کے لحاظ اول حد ایمان پر جو شخص ہے ایمان کچھ میل تکمیل تکمیل تکمیل ہے علیہ السلام مراتب کی حد نہیں ہے اولاد و تہ کی چیز تہ سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن وہ خود اللہ تعالیٰ کے اصطفائیت ازلیہ ہے کہ دوسرے کے لیے بالکل ناگاہ ہے لیکن حد معلوم ہے اور جیسے معلوم ہو گا کہ عراج وغیرہ میں جب آپ کا سینہ چاک کیا گیا تو جبریل علیہ السلام نے سینہ کو غسل دیا اور بعض روایات میں ایک چیز نکالی اور کہا کہ پس اسقدر آپ سے خطا شیطان تھا تو پھر آپ قیاس کر سکتے ہو کہ دیگر انبیاء میں بھی ہو گا اور قیاس کر سکتے ہو کہ عوام میں کتنی شدت ہوگی۔ جب

اور متوطن اہل الامان و یقین کی فطرت واسطے معاملات و شرائع و دین کے معذور ہو اور اہل مشابہہ کی فطرت واسطے شہود و صفات کے اور تحقیقات کے پیدا کی گئی ہوں اس آیت میں سے ہر ایک طریقہ عبودیت پر واسطہ زیادتی معرفت ربوبیت کے اُسے اپنی فطرت کے کوائف طریقہ پر عمل کرتا رہتا ہے ہر ایک کے لیے اسکی فطرت کے واسطے مزید قدرت و مکاشفہ و مشاہدہ پیدا ہوتا ہے اور ہر ایک تنیک واسطے تیزی سے شوق آتی و تازہ فی السعد کیا گیا ہے وہ سب سے زیادہ قریب ہے قولہ فرموا لعلم بن ہواہ سے سیلا - وہی جو جسکے حق میں سرعت فنا و منظر ہے ابن عطاء نے کہا کہ ہر ایک کا عمل اسکے سر باطن کی ودیعت پر ہے حضرت علیہ السلام نے فرمایا اعلوا بکل ميسرا خلق لہ یعنی تم لوگ عمل کیے جاؤ کہ کیونکہ ہر ایک پر وہی آسان پہنچی دی گئی ہے جسکو سنا ہے جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے شیخ جعفر نے فرمایا کہ ہر ایک اس کمون کو ظاہر کرتا ہے جو اسکے اندر خیر و شر سے ودیعت ہے شیخ استاد درجہ نے کہا کہ جو چیز خدا کو محبوب ہوتی ہے وہی سر اور پلاک ہوتی ہے پس جبکہ جو ہر کدورت سے صاف ہوتا ہے تو اس سے وہی بائین ظاہر ہوتی ہیں جو تعریف کے لائق ہیں اور جسکی طبیعت کدورت پر مجبور ہے ہو اُس سے ساتھیوں کو بدلہ کے سوا سے مشک کی خوشبو نہیں مل سکتی اور نظیر اسکی قولہ تالے والذی خبث اللہ بخرج الکدائد اور معرفت اولیاء الہی میں سے ہے کہ حمیت خاطر حاصل ہو و اللہ تعالیٰ اعلم پھر جب معلوم ہوا کہ نشاء خیر و شر انسان کی طبیعت و روح کی مہلیت ہو تو اسی کے بعد روح کا سوال ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَكَيْفَ كُنَّا نَكَحَ الرَّحْوَ وَهِيَ الرَّحْوُ حُرٌّ مِّنْ لَّهِ كَيْفَ وَآوَيْنَا إِلَيْهَا كَيْفَ لَدَٰئِهِ

اور پوچھتے ہیں پھر سے روح کو کہ دے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور زمین دیکھا تلو علم بن سے مکر تکلیف

اس آیت میں ایک مقام ہے کہ سب نزول اس آیت کا کیا واقع ہوا دوم روح جس سے سوال ہوا جو اس سے کیا امر اور سوم علم قلیل و ایت کے معنی کیا ہیں سراج و معلم وغیرہ میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سب کو اس میں گفتگو کی کہ تھے علیہ السلام علیہ وسلم ہم لوگوں میں پیدا ہوئے اور جو ان ہوئے اور ہمیشہ صدق و امانت میں رہے کبھی ہم نے دروغ و خیانت سے انکو متعمہ بھی نہیں پایا اور اب انھوں نے یہ دعویٰ کیا تو اسے یہ کہہ کچھ لوگوں کو یہود و نصرہ کے پاس بھیجیں اور ان سے دریافت کریں کیونکہ اسے لوگ اہل کتاب ہیں پس ایک جماعت کو انھوں نے بھیج دیا جنھوں نے یہود سے یہ بات ذکر کی تو یہودیوں نے کہا ابھیجا کہ تین بائین پوچھو پس اگر سب باؤن کا جواب دیا یا ان میں سے کسی کا جواب نہ دیا تو وہ نبی نہیں ہے اور اگر دواؤن کا جواب دیدے تو وہ نبی ہے اور اس سے پوچھو کہ زائد اول میں چند جو ان تھے جو تم ہو گئے تھے اور انکی ایک شان عجیب تھی وہ کیا تھے ہر دوم ایک شخص گذرا کہ مشرق زمین و مغرب زمین کو چہرہ بچا - سوم روح کیا چیز ہے پس ان لوگوں نے واپس ہو کر حضرت علیہ السلام سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کل کے روز جواب دو گنا اور انشا و اللہ تعالیٰ نہیں کہا پس وحی میں تاخیر ہو گئی مجاہد نے کہا کہ بارہ روز تک اور بعض کے قول میں پندرہ روز تک اور بعض کے قول میں چالیس روز تک اور اہل مکہ کہتے تھے کہ ہم سے تو کل کا وعدہ کیا اور اب کچھ خبر نہیں دیتے ہیں اور حضرت علیہ السلام علیہ وسلم تاخیر وحی سے غلپن ہوئے اور اہل مکہ کا قول آپ پر شاق گذرا پھر جبریل علیہ السلام وحی لائے قولہ تعالیٰ ولا تقولن شیئاً انی فاعل ذلک غدا الا ان انا اللہ یعنی مت کہنا کہ کسی چیز کو کہ میں کل اسکو کرنے والا ہوں مگر اگر کہ اللہ تعالیٰ چاہے یعنی جب کسی کام کے کرنے کو ہو تو انشا و اللہ کو اور جو ان کے وعدہ کو لائے کہ ام حبیب ان اصحاب الکہف والرحمن الی آخرہ اور جو مشرق سے مغرب تک پہنچا اسکے واسطے لائے ویسوا کہ اس وحی الغفرین الی آخرہ اور روح کے بارہ میں نازل ہوا - و کَیْفَ کُنَّا نَکَاحَ الرَّحْوَ وَہِیَ الرَّحْوُ جیسے پوچھتے ہیں

روح سے یعنی کیا اسکی ماہیت ہو اور کیوں کہ عذاب ہو گا حق اللہ عزوجل نے کہہ دیا کہ روح میرے رب کے امر سے پڑھتی اسکی
 شان سے ہو اور وہی اسکی علم سے آگاہ ہو اور کسی نے اپنے واسطے قصیدہ رکھا ہو۔ و کذا و ذلک من القرآن العزیز لا یزول و لا یتبدل اور تم کو جو
 علم دیا گیا ہو وہ بہت تھوڑا ہے اس فہم کے لائق نہیں ہو نہ مختصر ہی رہے کثافت میں کہہ کہ بس آپ نے دونوں قصے بیان فرمائے اور
 تیسرا روح بہم رکھا اور وہ قدرت میں بھی بہم ہو پس جب یہ وہ معلوم ہو تو اپنے سوالات سے بہت پوچھاں ہو۔ امام رازی نے
 جو اس روایت میں بعض کا طعن ذکر کیا کہ کیوں کہ جو مسکن ہو کہ آپ کہتے کہ میں اسکو نہیں جانتا ہوں حالانکہ وہ خلق میں مشہور مسائل سے
 ہے۔ جواب یہ کہ یہ طعن شخص یہودہ پر کیا گیا جو اسناد دینا علانات سے ہے کیونکہ انکے سوال کا تو واقعی جواب دینا دین کے وہی جواب دیا
 جو اللہ تعالیٰ نے علم دیا اور جسکی ماہیت وہ نہیں جان سکتے تھے اسکا بیان کیوں کہ جو مسکن تھا اور خیال امام رازی کا کہ روح وہ نفس مدبرہ
 واسطے بدن کے فیض دہم ہے۔ بالکل یہ روایت دلیل پر کیا ہے کہ یہ ثابت کہ میں اُمّی ہوں اور عام سورہ کی ہے۔ امام ابن کثیر نے کہ اور دوسروں نے
 بھی ذکر کیا کہ امام احمد نے عبد الرحمن بن سعید سے روایت کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا کہ جب انہیں مدینہ میں چلا جاتا تھا اور
 آپ ایک حبیب خرا پر تکیہ دینے تھے کہ آپ کا گندرا کا قوم ہو دیر ہو پس بعض نے بعض سے کہا کہ اس شخص سے روح کا سوال کرو
 اور بعض نے کہا کہ مسرت پوچھو کہ ایسی بات کہ جسے جو تم کو کروہ ہو بعض نے کہا کہ پوچھو پس روح کا سوال کیا پس آپ براہ اس شخص خرا پر
 تکیہ دینے تھے مجھے معلوم ہوا کہ آپ پر وحی کجائی ہو تھی کہ آپ نے کہا ویلکونک عن الروح الا یہ پھر بعض یہود نے بعض سے کہا کہ تم نے تو
 تم سے کہا تھا کہ اس سے مسرت پوچھو۔ رواہ البخاری و مسلم۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ پھر انھوں نے روح کا سوال کیا مگر انھیں حضرت علیؓ
 علیہ وسلم نے ٹھکر گئے کچھ جواب نہیں دیا پس میں نے جانا کہ آپ پر وحی کجائی ہوئی پس میں اپنی جگہ پر ٹھہر گیا جب وحی اُتو چلی تو آپ نے کہا
 ویلکونک عن الروح الا یہ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ غار سبائی بادی الاسۃ میں تفسیری ہے کہ یہ روایت مدبرہ پر نزول اسکا اسوقت ہوا ہے
 جب یہود نے مدینہ میں آپ سے روح کا سوال کیا ہو اور جو دیکھ یہ سورہ پوری کہ یہ ہوا اور جواب اسکا یوں دیا جاتا ہو کہ یہ مسکن ہو کہ میں اُمّی
 پھر دوبارہ مدینہ میں نازل ہوئی اور شاید یہ کہ اسوقت یہ وحی نازل ہوئی ہو کہ انکے سوال کا جواب اس آیت سے دینے سے پہلے اُتو چلی ہے
 مستحکم کہتا ہو کہ کلام میں ایک اشارہ اسطرح پایا جاتا ہو اور وہ یہ کہ روایت میں اسطرح مذکور ہے کہ جب وحی اُتو چلی تو آپ نے کہا
 ویلکونک عن الروح الا یہ پس اشارہ ہے کہ سابق نزول کی آیت سے جواب دیا اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مغل دلائل کے
 جیسے معلوم ہوتا ہو کہ یہ آیت کہ یہ ایک ہے جو امام احمد نے ابن جریڈ واسطہ حکمہ کے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کی کہ قریش نے
 یہود سے کہا کہ بھلا کہ کو کوئی بات تیار کرو کہ تم اس شخص سے اسکا سوال کرو پس یہود نے کہا کہ اس سے روح کو پوچھو تو قریش نے پوچھا
 پس یہ آیت نازل ہوئی ویلکونک عن الروح قل الروح من امر ربی وادعہم من العلم الا قلیلا پھر یہود نے کہا کہ تم کو تو علم کثیر دیا گیا
 ہو تم کو تو قریش عطا ہوئی ہو اور جسکو قدرت ملی اسکو حکمت و خیر کثیر عطا ہوئی نبی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قل لو کان احدکم اولاداً
 ربی لغدا لخرجتہم لعلہم ان یتخذوا کلمات ربی الکا یہ۔ اور ابن جریڈ کی روایت میں اسی اسناد سے کہ مدبرہ سے کہ یہ تباہی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا
 ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام و البحر مدبرۃ من بعدہ بیعتہ اجمعہ لافترت کلمات اللہ الا یہ یعنی تم کو جو علم دیا اور اس سے اللہ تعالیٰ نے تم کو
 دوزخ سے نجات دی تو یہ خیر کثیر ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں قلیل ہے۔ محمد بن اسحاق نے عطاء بن یسار سے روایت کی کہ
 کہ میں اُمّی وادعہم من العلم الا قلیلا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی تو انھیں ہر دو اڑے اور کہنے لگے کہ ہم کو یہ خبر

سچوئی کہ تم بڑھتے ہو کہ انتم من العلم الاقلیل۔ تو کیا تم کو آپ نے مراد لیا یا اپنی فہم کہ مراد لیا آپ نے فرمایا کہ میں نے سب کو مراد لیا ہے وہ کہنے لگے کہ آپ بڑھتے ہیں کہ ہم کو زوریت دی گئی ہے اور ان میں ہر جبر کا بنیان پر پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بقایا علم اسی کے قلیل ہے اور تم کو اللہ تعالیٰ نے اسی قدر دیا ہے کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو یقیناً نفع ہو اور نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولان مافی الارض من شجرۃ اقلام والحریرۃ الا یہ مستمر جم کتا ہے کہ خلاصہ یہ ہوا کہ اس آیت کا نزول کہ میں ہوا اور مدینہ میں اسی کے موافق ہو کہ سوال کی وجہ کا جواب دیا گیا اور جب انھوں نے اپنے علم کو قلیل نہ مانا تو کہتے ولان مافی الارض الا یہ ساری ہے۔ اب یہ کام ہمیں کہ سوال کی بات کا اور کس چیز کا ہے تو ظاہر قول علماء تفسیر کا یہ کہ سوال کی ماہیت سے بھلا دور نہ آنا اسلئے ظاہر ہیں لیکن ابن کثیر نے روایت عثمانی سے از ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کی کہ بات یہ تھی کہ یہ وہ دے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تم کو آگاہ کر دو کہ روح کو جو جسم میں ہے عذاب کیا جائیگا اور روح تو اللہ تعالیٰ کے طرف سے ایک امر ہے جب آپ نے اس آیت لکھی ہے جو اب فرمایا تو کہنے لگے کہ یہ آپس کو نہ لایا ہے کہ آپس کو نہ لایا ہے آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس اللہ تعالیٰ سے عرض کے پاس سے لایا ہے کہنے لگے کہ آپ کے پاس ہمارا دشمن لایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قل من کان عدو جبرئیل علی فانہ نزول علی قلبک باذن اللہ الا یہ مستمر جم کتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ سوال روح واسکی کیفیت عذاب دونوں سے بھلا پھر شیخ امام نے لکھا کہ قتادہ نے کہہ کیا کہ روح سے مراد یہاں جبرئیل ہیں اور قتادہ نے کہہ کیا کہ ابن عباس اسکو چھپاتے تھے علی بن ابی ظہر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کہ روح ایک فرشتہ ہے ابن کثیر نے کہہ کیا کہ ایک قول ہے کہ مراد یہاں ایک ایسا عظیم مختلف فرشتہ ہے کہ جتنی سب مخلوقات ہے اور طہرانہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے اگر اس سے کہا جائے کہ ساتون آسمانوں و زمینوں کو ایک لکھ کر لے تو وہ کہہ جائے اسی نتیجہ ہے کہ جو جانب کثرت شیخ ابن کثیر نے کہہ کیا کہ یہ حدیث منکر ہے اور شیخ ابو جعفر ابن جریر نے نہ بن منقطع راوی ابوہول سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے اس آیت میں کہا کہ روح ایک فرشتہ ہے جسکے سر ہزار ٹھنڈے ہیں اور ہر ٹھنڈے میں سر ہزار بائین ہیں ہر زبان سے سر ہزار لغات کے ساتھ ملتا ہے کی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ وہ سر بیچ سے ایک فرشتہ ہے یا جو قیامت تک ملا لکھ کے ساتھ روا کرتا ہے شیخ ابن کثیر نے کہہ کیا کہ یہ اقوال اسناد میں غریب ہے اور عجیب ہے۔ اور یہی ہے کہ امام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جسکے ایک لاکھ سر ہیں اور ہر سر میں ایک لاکھ چہرہ ہیں اور ہر چہرہ میں ایک لاکھ ٹھنڈے ہیں اور ہر ٹھنڈے میں ایک لاکھ بائین ہیں ہر زبان سے مختلف لغات میں اللہ تعالیٰ کی شیخ کتا ہے یہی سبیل ہے کہ امام نے کہہ کیا کہ قول میں مراد اس سے ایک قسم لاکھ ہے جو آدمی کی صورت پر ہیں اور بعض کے قول میں ایک مخلوق ہے کہ وہ لاکھ کو دیکھتے ہیں اور لاکھ لاکھ کو دیکھتے ہیں پس وہ لاکھ کے حق میں ایسے ہیں جیسے آدمیوں کے حق میں لاکھ ہیں۔ سر لکھ میں لاکھ لاکھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روح وہ جبرئیل ہیں اور یہی قول جن و قتادہ رضی اللہ عنہما کا ہے۔ مجاہد نے کہہ کیا کہ مخلوق ہیں بصورت آدمی آدمی کے ہاتھ پاؤں اور سر ہیں نہ وہ فرشتہ ہیں اور نہ آدمی ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔ سعید بن جبیر نے کہہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا سے ہوش کے کوئی مخلوق روح سے بڑی نہیں پیدا کی اگر وہ چاہے کہ ساتون آسمانوں و زمینوں کو ایک لکھ کر لے تو وہ کہہ جائے اسی نتیجہ ہے کہ جو جانب کثرت شیخ ابن کثیر نے کہہ کیا کہ انہی وہ قیامت کے روز عرش کے دائیں جانب کھڑے ہونگے اور سر ہاتھوں میں سب سے زیادہ قرب اسی روح کو جو اور وہ اہل قیامت کی شفاعت کرتے ہیں اور اگر روح و لاکھ کے درمیان ہر دو فوراً ہو تو سب لاکھ اہل جاوین شیخ ابن کثیر نے کہہ کیا کہ یہ سبیل ہے کہ امام نے کہہ کیا کہ بعض لوگوں نے کہہ کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو جواب نہ دیا سوچہ سے کہ انھوں نے گفتگو کے طور پر پوچھا تھا اور بعض نے کہہ کیا کہ جواب دیا

اور سہلی روح نے اس پر اعتماد کیا کہ قتل الروح من امر ربی۔ اس سے مراد شرع پر یعنی شرع میں داخل ہو اور نیکو معلوم ہے کہ اس کے معرفت کی کوئی راہ بطور طبعیت یا فلسفہ کے نہیں ہے بلکہ اس کا علم اندازہ شرع ہو سکتا ہے تو شرع میں داخل ہو۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ سہلی روح نے جو مسلک اختیار کیا یعنی شرع میں روح کا علم ہو سکتا ہے مقام نظر و تامل پر پھر سہلی روح نے علماء کا اختلاف اس بارہ میں نقل کیا کہ روح وہی نفس ہے یا اور پھر قریرہ کی کہ وہ ایک ذات لطیفہ بلند ہوا کے ہر تمام جسم میں ساری ہر جگہ درخت کی رگوں میں پانی کی ساری ہوتا ہے اور مقرر کیا کہ فرشتہ جو روح کو جن میں پیتا ہے اس کے اندر پھونکتا ہے وہی نفس بشرط اتصال بدن ہے اور بدن سے اس کو روح باذمت حاصل ہوتی ہے پھر وہ نفس امارہ ہے یا نفس مطمئنہ ہے اور کہا کہ جیسے پانی درخت کے واسطے حیات ہے پھر اس کے اختلاط سے پانی کا ایک خاص نام ہوتا ہے مثلاً انگور میں ملا پھر پھونکا گیا تو وہ پانی نہیں ہو بلکہ ولس یا خمر ہے اور سوخت میں اس کو پانی کی صورت اختیار کر لیتا ہے یہی نفس کو روح بھی نہیں کہا جاتا مگر اس کی حیا بطور پرکشتہ بین اور بین ہی روح کو بھی نفس بطور حیا کہہ سکتے ہیں پس حاصل اس قول کا یہ ہے کہ روح تو نفس کی اصل واسکا مادہ ہے اور نفس مرکب اندر روح و اتصال روح بدن ہے پس روح نفس ہے ایک وجہ سے نہ ہر وجہ سے اور یہی عمدہ بین والہ اسطر میں کہتا ہوں کہ گوگون نے روح کی ہابیت اور اسکے احکام میں کتابین تصنیف کی ہیں اور سب سے عمدہ جس نے اس میں کلام کیا ہے وہ حافظ ابن مندہ جو مسرلج و فہرہ میں ہے کہ بعض کے نزدیک آیت میں روح سے مراد وہ روح ہے جو انسان کی خلقت میں مرکب ہوتی ہے جس سے انسان کی حیات ہوا۔ احمی اس نے معاملہ میں کہا کہ یہی صحیح ہے اور ایک قسم نے اس میں کلام کیا کہ وہ کیا چیز ہے تو بعض نے کہا کہ وہ خون ہے کیا نہیں دیکھتے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس میں سے کچھ ذائل نہیں ہوتا سو اسے خون کہے۔ اور ایک قسم نے کہا کہ وہ سانس ہے اس دلیل سے کہ سانس کے روک لینے سے حیوان مر جاتا ہے اور ایک قسم نے کہا کہ وہ جسم ہے اس میں سے ہر اور ایک قسم نے کہا کہ وہ جسم لطیف ہے اور بعض نے کہا کہ روح ایک مافی بین چیز ہے اور طیب و طم و سلو و نقار و جمع ہے تو نہیں دیکھتا کہ جب آدمی زندہ ہوتا ہے تو اس میں یہ تمام صفات موجود ہوتے ہیں اور جب مر جاتا ہے سب ان کو چھوٹ جاتے ہیں مگر جم تک کہ یہ اقوال اس قسم کے ہیں کہ ان میں سے خود ایک دوسرے کی تردید کرتا ہے مثلاً جنھوں نے دعویٰ کیا کہ روح وہ خون ہے یا غیر لازم آتا ہے کہ خون ذائل ہونے کے ساتھ طم و فہرہ بھی ذائل ہوا ہے حالانکہ دماغ موجود ہے اور یہ خیال تو صحیح ہے کہ شاید اسی روح کے ساتھ خون ذائل ہوتا ہو تو اسی پر کیوں کر یقین کر لیا جاسکے کہ وہ فقط خون ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دیوانہ و جنون کے اندر بہت زیادہ خون ہوتا ہے گو ان اوصاف سے بے ہرہ ہے اور وہی خون دوسرے جانوروں میں بھی یکسر پست ہے تو خواہ نوازہ اس جسم کی ترکیب کو دخل ہوا دلی اذاعتیاں باقی اقوال کی بھی یہی کیفیت ہے۔ احمی اس نے معاملہ میں کہا کہ اقوال میں سے ادلی قول ہے کہ روح کی ہابیت کو اسد نقائے علم پر چھوڑا جاسے اور یہی اہل اسنہ و الجماعہ کا مذہب ہے۔ عبد اللہ بن برید نے کہا کہ لہذا ہم نے روح کی ترکیب پر غور فرمایا کہ اس کے طبع میں کیا پھر واضح ہو کہ اس قسم کا خطاب فقط عوام و مبہود ہوتا ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں پس بعض نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں شامل ہیں اور بعض نے کہا کہ شامل ہیں اور وہی ہے کہ یہ ہود نے کہا کہ کبھی تو آپ کہتے ہیں من یوت الھکونہ فداؤ فی خیر الھکونہ۔ اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ ما یتیم من العلم الا قلیل اعلانہ کہ یہ کو قریب عطا ہوئی ہے۔ علامہ زرخشی نے کہا کہ یہ ہود نے جانتا ہے جو اعتراض کیا کچھ بھی وارد نہیں ہوتا سو اسے کہ قلت و کثرت معنی اضافی ہیں مثلاً لاکہ و پیہ بہت ہے لیکن بہ نسبت متواہر کے و لیکن بہ نسبت سہرا لکہ و رکے بہت قلیل ہے تو ایک ہی چیز اپنے آپ کی نسبت قلیل ہوتی ہے اور اپنے نیچے کی نسبت کثیر ہوتی ہے لہذا بقابلہ علم الہی کے ہدون کا علم بہت قلیل ہے اور ہدون میں سے جس کو علم الکتا ہے وہ خیروں سے

کثیر العلم ہو بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روح کے معنی جانتے تھے لیکن اس سے آگاہ نہ فرمایا اور یہاں آگاہ کرنا رسالت میں مضرت نہیں ہے اس واسطے کہ یہ علم نبوت ہے غفلت ہے کہ یہ پیغام کے طور پر اسکو نہ پہنچا مافروض تھا۔ امام بغوی نے یہ معاملہ میں کہا کہ صبح ہو کہ روح کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی ایک مخصوص رکھا ہے۔ اور بویدید سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گذرے اور آپ روح کا نہیں جانتے تھے۔ امام رازی نے کہا کہ قول قل الروح من امر ربی یعنی میرے رب کا فضل ہے اور یہ جواب دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے یہ سوال کیا تھا کہ روح قدیم ہے یا حادث ہے تو جواب دیا کہ نہیں بلکہ حادث ہے اور اسکا وجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا ہے اسی نے اسکو پیدا و ایجاد کیا ہے پھر امام رازی نے اس پر یہ حجت پیش کی کہ روح ابتداء سے فطرت میں علوم سے خالی ہوتی ہے اور اسکو معرفت حاصل نہیں ہوتی یہ پھر اس کے بعد اسکو معارف و علوم حاصل ہوتے ہیں پس وہ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال پر اور ایک حد عقلمانی سے بجا نبی کمال تغیر و تبدل کرتی جاتی ہے اور یہ تغیر و تبدل حدود کی علامت ہے لہذا قولہ واؤتم من العلم الاقلیلا۔ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ روح حادث ہے چنانچہ تم کو ابتداء سے فطرت سے اسوقت تک کتاب سے علوم حاصل ہوئے یہ تغیر واقع ہوا پس تمھاری روح حادث ہے اور سران میں خطیب نے کہا کہ امام رازی کی طرف سے یہ فیض لطیف ہے مگر کہتا ہے کہ میرے نزدیک مواہب ہی ہے کہ پوچھنے والوں نے اہمیت روح سے سوال کیا اور اسکو جواب ملا کہ تم کو علم قلیل دیا گیا ہے اور یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خطاب میں شامل ہیں یا نہیں تو شاید کہ نہ شامل ہوں اور مودیکو اسکی وہ روایت صحیح ہے کہ احادیث میں دو اذوا من العلم الاقلیلا آیا ہے یعنی پوچھنے والوں کو علم قلیل عطا ہوا ہے پھر یہ غفلت ہے کہ بہت سے علما یا سب ہی اہمیت روح سے واقف نہ ہوں کہ ینکد مرجع اسکا امر اللہ عز و جل ہے اور حقائق باری تعالیٰ کی کتبہ حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا ہے اور اسواسے کہ حقیقت کے اور طور پر علم الروح کو اس سے سکوت ہے اور اولی بیان وہی ہے جو امام غزالی اسنہ نے کہا کہ یہ علم جناب باری تعالیٰ کی طرف موقوف کرنا چاہیے۔ ہاں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ اقوال پریشان جنھوں نے جمانیات و محسوسات میں کلام کیا اور چاہا کہ ہم کے اجراء میں سے روح کو بھی قرین درمیں اور محسوسات کی نظر سے تجاوز نہیں کر سکے تو اس میں حق یہ ہے کہ جسم و اسکے حواس وغیرہ دوسری چیز ہیں اور روح لطیفہ الکیہ دوسری چیز ہے اور میں نے روح خوشبو و درنمایت پاکیزہ خوشبو کے ساتھ ہوتی ہے اور کافر کی روح بدبو و درنمایت گندمی بدبو کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور کابراہیل الہی نے روح کے واسطے حواس علیحدہ ثابت کیے ہیں اور وہ صحیح ہے حتیٰ کہ اگر جمالی بعضے اعضا و حواس باطل ہوں اور روحی حواس اس شخص کے ظاہر ہو گئے ہوں تو کچھ ضرور ہوگا مثلاً ممکن ہے کہ پانوں کا آدمی تیز دورے۔ اور سہیلی رہے جو روح و نفس میں نفرت و امتیاز بیان کیا ہوا ایک جمیول سے دوسرے جمیول میں امتیازی گفتگو ہے کہ اس میں نفس بھی جمیول ہے اگر نفس سے سوال کیا جائے تو روح کا جواب ہوگا کاپس نہایت عمدہ ہے کہ اسقدر جان لیوے کہ وہ جسم کے اجراء میں سے نہیں ہے پھر زیادہ اہم کلام ہے کہ اگر بدبو کے ساتھ روح کے ذرا نہ لڑی پر ثابت قدم ہو کہ پاکیزہ ہو کہ سواسے اہمیت کے اور طور پر خود ہی علم حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ موقوف فی فضل الہی ہے۔ فن فی العرائس قولہ تعالیٰ و لیسواک عن الروح الا یہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری علوم ہی میں علم روح کو بسم فرمایا مگر انبیاء و اولیاء کے واسطے علم رکاشفہ میں اسکو ظاہر کر دیا اس طرح کہ رکاشفہ میں انکو روح مع اوصاف کے دکھلا دی اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایک اسجد اسکے پاس ہوتا ہے اور دوسرے اسکو چھپاتے ہیں کہ نہ کہ انعام غفلت کے اسقدر دراک نہیں کر سکتی ہیں لیکن انبیاء و اولیاء اس روح کی اہمیت سے واقف نہیں ہوتے ہیں۔ قال المشرع ہم نے جو کچھ اور لکھا اسکے لکھنے کے بعد شیخ رحمہ اللہ کے اشارات میں اس بیان پر مطلع ہوا

اٹھ لکھ سیرت اہام مذکور شیخ رحمہ اللہ کے علم کا کشف سے موافق ہوئے ثم اٹھ لکھ علی ذلک پھر شیخ رحمہ اللہ نے ماہیت روح پر وقت نہ ہونے کی
 دلیل بیان فرمائی کہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاہو کہ قل الروح من امر ربی۔ اور اسکی ماہیت پر کوئی مطلع نہیں مواسے اسکی پرکیرتہ ہو سکے
 اور خلق اسکی ماہیت پر کیونکو مطلع ہو کیا کہ خلق بھی محدود نہ تھی اور وہ بھی محدود تھی پھر اس پر حق عزوجل نے ذات وصفات قدسیر کو بصفت
 تجلی و کشف کے عیاناً بدون حجاب عدم کے ظاہر کر کے اسکو پیدا کیا دی روح جو پس روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قدسیہ اور ارادہ
 ازلہ سے اسوقت ایجاد کیا جب کہ صفات نے ذات کو اور ذات نے صفات کو مشاہدہ کیا اور ہر صفت نے دوسری صفت کو مشاہدہ کیا اور
 صفات نے فعل کو مشاہدہ کیا اور فعل نے عدم کو مشاہدہ کیا پس موجود ہر ماثر معلوم ہوا اور قدم کے ہر ماثر عدم ہونے سے ظہور روح ہوا اور
 وجود روح ہوا جو موجود و وجود ذات وصفات و مشاہدات ہوا اور شہود روح بصفت ظہور کامل جامع متعین نصفات حق مخلوق باخلاق
 حق ہوا اور اسکی ہر مرتبہ پہنچا کر فیض فعل سے تمام جہان کو محیط یعنی تمام شرات اسی سے ہیں پس جہان کمین اسکا عکس پڑا ہوا اسکو حیات
 کاملہ نامہ حاصل ہوئی جو کہ پھر موت بنیں رہتی ہوا اور اسکے خاصہ سے یہ کہ وہ ہر طرف بصورت حق کی جانب میل کرتی ہے اور ہر طرف وادیا کسیرہ
 اور خوشیوں سے پسندیدہ کی طرف میل کرتی ہے کیونکہ اسکا جو ہر لطیف پاکیزہ ہے۔ ظاہر اسکا غیب الہی اور باطن اسکا سر الہی اور وہ مصور
 بصورت آدمی اور خلق السلام علی صورتہ کے ہے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اسی کی صورت پر پیدا کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے
 آدم کو پیدا کرنا چاہا تو اسی روح حاضر فرما کر آدم کو اسی صورت پر پیدا کیا اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا کہ خلق السلام آدم علی
 صورتہ۔ بہما کے ساتھ فرمایا البغیرہ مذکور یعنی علی صورتہ او علی صورتہ انہیں فرمایا اگرچہ روح مومنہ سماعی ہے۔ این حواس رہنے کے کہا کہ روح
 ایک مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کے مخلوق میں سے اسکو اللہ تعالیٰ نے آدم کی صورت پر پیدا کیا یعنی ہر آدمی کی روح اسی صورت پر ہوا اور جو
 آسمان سے اتارا گیا اسکے ساتھ ضرور ایک روح ہوتی ہے۔ ابو صلیح نے کہا کہ روح انہبیات انسان کے ہوا انسان نہیں ہے چھاد روح
 نے کہا کہ روح بصورت بنی آدم ہوئے اسکے ہاتھ پاؤں اور سر وہ کھاتے پیتے ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ ملائکہ ہیں۔ یہ جو ہیں نے ذکر کیا یہ علم کثیر
 نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ و انعم من علم الاولیاء یعنی تکوین علم ہر اور میرا علم عقل میں ہے بھی بہت اقل ہے بعض مشائخ نے کہا
 کہ روح شمع حقیقت ہے جو جن میں اسکے آثار مختلف ہوتے ہیں اور بعض نے کہا کہ روح ایک لطیفہ ہے جو اسعوجیل کی طرف سے معروف
 مقامات میں ساری ہوتی ہے اس کے بارے میں اسقدر حکم کہہ سکتے ہیں کہ وہ موجود بنجا دائی ہے اور زیادہ کہہ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ واسطی نے
 فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح اکابر یعنی اپنے خاص بندوں کی ارواح کو پیدا کیا تو ان پر اپنی معرفت کی چادر ڈھا دی پس خود اپنی
 معرفت اس نے اس قدر کر دی جو ہر اس معرفت کے اور اپنے علم سے انکو لباس دیدیاس سے وہ اس قدر ہو گیا جو اس نے اپنی ذاتی علم سے جانا تھا
 پس اسکی معرفت دی رہی جو حق تعالیٰ نے اسکو معرفت دی اور اسکا علم دی رہا جو حق تعالیٰ سے اسکو علم حاصل ہوا پھر اس روح کو
 اپنی محبت سے جو اسکے ساتھ ہوا اسکی محبت پر خلق عزوجل کے ساتھ مصور فرمایا کہ ہا تاہو کہ روح کا خروج ازکون و وجود زمین ہوا
 کیونکہ اگر خروج اسکا جو جسے ہوتا تو اس پر ذلت ہوتی تو کہا گیا کہ پھر اسکے جلال و جلال کے درمیان سے کس چیز سے علی احوالہ اشارہ اور
 حق عزوجل نے اسکو چادر جلال سے ڈھانپا اور حلقہ حسن سے لبوس فرمایا اور اپنے سلام سے سلامتی دی اور اپنے کلام سے نجات عطا کی پس
 وہ ذلت کس سے آزاد ہو۔ ابو سعید ادر از رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ہر روح کیا مخلوق ہے فرمایا کہ ہاں اور اگر نہ ہوتا تو وہ ربوبیت کا اقرار
 نہ کرتی جو جہاں رزل کے وقت واقع ہوا ہوا اور روح ہی سے بدن پر حیات کا نام ڈالا ہوا اور روح ہی سے عقل ثابت ہوئی ہے اور

یہیں کوئی بہت کسی شخص کے دل میں یا مصحف میں باقی نہ رہی پھر ابن مسعود نے پڑھا تو کہہ اے دل میں شتا لنتین بالذی اوحینا
 الیک ذکر محمد بعد اس لیے جانے کے لایحیٰ نہ کھایا یہ علیہ السلام کو فی لیل ہم پر اس کام کا اپنے واسطے نہا دیکھا کہ وہ تجھے اس کو
 یا امین سے ایک آیت کو بھی داپس لا دے جیسے دلیل ایسے کام کا ملتا ہوا جاتا ہے مراد فیصل ہے جو مناس ہوتا ہے اگر اذیت نہ تھی نہ ط
 حرم اللہ استثناء فیصل ہے تو دلیل سے استثناء یعنی دلیل نہا دیکھا کہ رحمت الہی کہ اگر پھر رحمت الہی ہو تو داپس دیا جاوے۔ استثناء
 منقطع ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ لکن لا نشارعہ من ربک یا امین ہم ایسا نہیں جانتے رحمت ہے تیرے رب کی تجھے یا تقدیر کہ لکن رحمت
 من ربک البتہ انی قرب الساعۃ لیکن تیرے رب کی طرف سے ہم نے اسکو قیامت کے قرب تک باقی رکھا ہے کیونکہ قیامت
 کے قریب آٹھا لیا جائیگا چنانچہ بعد بن منصوری نے اور حاکم نے اور طبرانی وغیرہم نے ابن مسعود سے روایت کی کہ یہ قرآن
 معتریب آٹھا لیا جائیگا۔ پوچھا گیا کہ کیسے اور اسکو تو اسدقہ لے لے ہمارے دونوں میں محفوظ کر دیا اور ہم نے مصاحف میں لکھ لیا ہوا تھا
 کہ ایک راستہ میں ہوا دیکھی پس نہ پھوٹا دیکھ وہ کوئی آیت دل میں نہ مصحف میں لکھا تھا اور ایک پھر تم صبح کرو گے اس حال میں کہ
 تمہارے پاس قرآن سے کچھ نہ ہوگا پھر یہی آیت پڑھی۔ قال ای کم شیخ الاسناد اور ابیہای ایک جماعت صحابہ سے موقوف و مرفوع دونوں
 طرح مروی ہے پس معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے باقی ہے اور یہ رحمت بہرکت حضرت علیہ السلام علیہ وسلم ہے۔ ان کے حکم
 کما علیک کہ یعنی فضل الہی ہمیشہ سے تجھے پڑا ہے بسبب اسکے کہ علم و قرآن تجھے باقی رکھا یا اسکا فضل تجھے پڑا ہے اس سبب سے
 کہ تجھکو سید الاولاد آدم کیا اور خاتم النبیین یا اور مقام محمود عطا کیا اور قرآن تجھے باقی رکھا۔ امام راہزی نے بیان ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کا
 احسان دو قسم کا عطا ہے پہلی اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو اپنے آسان کر دیا۔ دوم یہ کہ اپنے محفوظ باقی رکھا پس ہر ذی علم پر واجب ہے
 کہ اللہ تعالیٰ کی ان دونوں کو فراموش نہ کرے اور اسکا شکر یہ ادا کرے ہر سراج میں فیض ارتفع القرآن میں حدیث ابن مسعود در فض
 فضل کی مانند اس کے جو اوپر مذکور ہوئی اور آخرین اسقدر زیادہ ہے کہ پھر لوگ اشعار میں پڑھا دینگے۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے
 مروی ہے کہ نبوی قیامت ہاں تک کہ آٹھا لیا جاوے قرآن جس راہ سے نازل ہوا ہے وہ ان اسکی آواز مثل شہد کی گئی کہ آواز کے ہوئی
 عرش کے نیچے۔ پس رب رب عوہل فرما دیکھا کہ تیرا کیا حال ہے وہ عرض کرے گا کہ اسے رب نبی نے تلاوت کیا جاتا ہے کہ کچھ عمل نہیں کیا جاتا ہے
 ایک راہبیت ابن مسعود سے یوں ہے کہ اول جو چیز ہم اپنے دین سے کم کر کے امانت ہے اور آخرین جو کم کر کے ناز ہے اور ایک قدم ہوئی
 کہ ناز میں ہونے کی اور کچھ دین انہیں نہیں ہے اور یہ قرآن ہے کہ ایک راہبیت سے کم کر کے اس حال میں کہ امین سے کچھ تمہارے پاس نہ ہوگا
 پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی فضیلت عظیمہ بیان فرمائی جسکو رحمت سے باقی رکھا ہے کہ یہ سوائے رحمت الہی عوہل کسی کی طرح حاصل
 نہیں ہو سکتا اگرچہ تمام جان جن داپس وغیرہ جمع ہو کہ کوشش و مدد گاری کریں یہ تو حال ہے اور کفار عاجز ہو کہ اسقدر بہت دھرمی
 کرنے کہ کبھی ایک آیت و سورہ کے برابر نہ لاسکے کہ کہنے کہ ہم چاہیں تو ایسا کہہ لیں پس فرمایا مثل کہ جسے عام لوگوں سے تاکہ فضیلت
 قرآن سے متنبہ ہوں اور خدا صکر کا فرزند سے جو دروغ نہ دھرمی کہہ تے ہیں کہ لیکن اذیت نہ تھی اگر جمع ہو جاوے سب
 انسان کا لایحیٰ اور سب جن یعنی انسان سب خواہ انکو نہ جانتے ہوں یا جانتے ہوں کہ ٹپے بیخ و بیخ ہیں اور جن خواہ کاہن ہوں
 یا جوئی یا رسال یا کوئی جسکو ترغیب دان جانتے ہوں یہ سب کے سب جمع ہوں ایک جگہ علیہ السلام نے فرمایا مثل ہاں ان القرآن اس
 کام کے لئے لایا میں اس قرآن کا۔ بلاغت و حسن نظم میں اور عجائبات حکمت اسرار روحانی میں مثل ہو یا لا یؤمنون یہ منکر یہ نہیں

لاویٹے اسکے مثل یعنی نہیں قادر ہیں کہ اس کے مثل لاویں پس قرآن کا عجاظ نظم میں ہوا اور بلاغت کی تالیف میں اور اسرا رکعت وسعا فی
 واخبار غیب میں اور وہ کلام انتہا سے بلاغت پر ہو کہ کسی طرح کلام مخلوق سے مشابہ نہیں ہوا اور اگر کلام مخلوق ہوتا تو اسکے مثل لاسکے بہتر
 کہتا ہو کہ اسکی بلاغت وضاحت و محسوس ظاہر ہو اور اخبار غیب میں بھی معائنہ نہیں اور ربہ اسرا رکعت و علوم صفات و عجائب و دقائق لغز
 جو بے انتہا اور دقیق ہیں وہ البتہ غیر محسوس ہیں کہ بعد علم و عمل کے لہذا تعالیٰ نہ تکلف فرماتا ہو اور اسوقت آدمی عیاں جانتا ہو کہ کسی طرح
 اسکا مثل امکان میں نہیں ہو چھو واضح ہو کہ اسکی وضاحت و بلاغت حسی تو ابتدا سے نزول سے اسوقت تک ہر زمانہ میں کر و رون کی شہادت
 سے اسقدر فریقین و ثابت ہو کہ انہیں آپس کی کوئی وجہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہو کہ نہ کہ عمل سے ہندوستان و کابل و دجلہ و فراسان و فارس
 و شیراز و روم و شام بے انتہا روہ گذرے جنوں نے فن بلاغت میں بڑی بڑی کتابیں بنائیں اور کر و رون شعر و بلغ و فصیح گذرے
 سب نے قرآن کی بلاغت کے سامنے گردن جھکا فی نہ اسوجہ سے کہ وہ سنا تھے بلکہ ازراہ بلاغت کے جہاں ہر قاعدہ پر اشارہ ہے کلام
 کی مثالیں دین و ان قرآن پاک کی آیت سے جو مثال دی انہیں ظاہر کیا کہ جس بلاغت کی مثال ہے وہ تو اس آیت میں ظاہر و علانیہ
 اسکا اس آیت میں اتنی بلاغات اور انداز ہیں کہ اسی نظم سے اجتماع ہوا ہو کہ سب سے زیادہ دلیل عجاظ قرآن کی یہ ہو کہ تمام عرب یعنی
 زبان تھی اور وہ اس زمانہ میں بلاغت و وضاحت کے بڑے مدعی تھے اور غاندکعبہ پر ضما نہ لگاتے تھے کہ کون اسکے مثل لاتا ہو جسے
 قرآن مجید نازل ہوا اسوقت سے اسکی بلاغت و وضاحت کے سامنے سب نے اپنا دعویٰ چھوڑ دیا اور اپنی لہن زبانی بھول گئے پس
 معلوم ہو گیا کہ تمام عرب نے جس قرآن کی بلاغت و وضاحت کے گنگے سرجھکا یا تو اب انہیں کوئی تردد نہیں ہو سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا
 کہ اگر اس زمانہ میں کوئی نصرانی یا یہودی یا اور کوئی انہیں کچھ اعتراض پیدا کرے تو اس شدت سے اتفاق ہو کہ ایک غیر ملک کا آدمی
 جس نے کچھ ٹوٹی پھوٹی عربی زبان لکھی اور خود اہل زبان نہیں اور اس ملک کا نہیں ہو چھو بھی اسقدر نہیں جانتا جقدر روم و شام
 وغیرہ کے علما جنکی تصانیف سے اسے کچھ دیکھا ہو سمجھتا ہو کہ عرب اہل زبان سے بدرجاء تہذیب زبان ہو چھو سابق زمانہ کے نصحاء
 و بلغاء و سہا سے تو بے انتہا بدتر ہو وہ دعویٰ کرے کہ انہیں کچھ ہو اور اسکی اپنی حماقت پر شرم نہ آوے نہ لاجول و لا قوۃ الا باللہ پس یہی صحیح ہو کہ
 یہ قرآن بذات خود بے مثل اور لوگوں کو عاجز و کمزور لایا ہو اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے محمد بن اسحاق کی روایت کو حضرت ابن عباس سے ذکر کیا
 کہ یہود نے اگر آنحضرت علیہ السلام سے دعویٰ کیا کہ ہم اس قرآن کے مثل لاسکتے ہیں پس نازل ہوا قوۃ لایا قوۃ بلشک کہ ذکر گان
 بَعَثْنَاهُ لِبَعْضٍ مِنْ بَنِي آدَمَ یعنی اگرچہ بعضے انہیں سے بعض کی لٹینی و مدد گاری کریں شیخ نے لکھا کہ روایت ابن اسحاق میں نظر ہے
 اور یہ سورہ کہ یہ اور یہ دو آپ کے پاس مدینہ میں مجتمع ہوئے تھے یہ متحسب کہنا ہو کہ اس میں روایت یوں ہو کہ جب اہل مکہ سے
 تخری کی گئی کہ تم اس کے مثل ایک سورت لاؤ پھر سب سے چھوٹی سورت لاؤ پھر آیت لاؤ تو قریش نے یہو مدینہ سے اس بارہ میں
 استمداد چاہی کہ تم اہل کتاب ہو چھو کتاب و انھوں نے قریش سے کہا کہ تم اس کے مثل لاسکتے ہیں قرآن کریموں سے کیا ہو سکتا تھا جب
 لائے اور قریش و عرب نے خود بخود سمجھا تو عاجز ہو کر خاموش ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ قل لیمن اجتمعت الانس و الجن
 الا یہ ربس بل انہی اعزل ان کہ دیا گیا کہ تم لوگ باہم لاکھ مدد گاری کرو بلکہ جن و انسان تمام مجتمع ہو جائیں تو اسکے مثل نہیں لاسکتے ہیں
 اسی پر یہ حجت تمام ہو گئی کہ روایت ہو کہ ایک عرب نے بعض آیات سن کر چڑھنے والے کی طرف سجدہ کیا اسے کہا کہ مجھے کیا سجدہ کرنا ہے
 اس نے کہا کہ میں بلاغت ان آیات کو سجدہ کرتا ہوں۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الْاِنْسَانَ لِيَخْتَارَ بَيْنَ الْاَمْرِ الْاَيْمَنِ يَمْ لَوْ لَوْ اَنَّكَ لَمْ تَكُنْ

پہلی معنی یہ کہ تو روان کر دے یعنی مبالغہ نہیں ہو مجھ پر دوم۔ اَذْکُکُونُ لَکَ اِنِّیْ خَالِیْ تیرے واسطے ہو جتنے جتنے تجھ پر غصہ
 بڑا باغ خرا اور انگوٹھا غصہ پھل انگوڑے کے۔ حالانکہ مراد درختان انگوڑے ہیں جیسے پھل درختان خراؤ لیکن غصہ کے درخت سے زیادہ
 کام کا غصہ یعنی پھل پر فَتَحْنَا لَکَ اَنْ تَخْلُجَ لَکَ فَتَحْنَا لَکَ اِنِّیْ اس کے واسطے میں تو نہیں جاری کرے پس یہ فتح خود میری ذات کے واسطے
 مخصوص ہوگا اور ہم ان لینے اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لاک الامار کے نزدیک دنیاوی مال و متاع کا حصول ہو خواہ کسی کو ہو اور
 جسکو یہ نہ ہو خواہ مجھ پر سوم۔ اَوْ لَقَدْ فَتَلْنَا اَیْمَانَکَ کَمَا اَعَدَّکَ عَلَیْکَ اَلْمَکَافَا اُو اے تو آسمان کو جیسے نے نرم کیا ہم پر کمر بستہ
 یعنی جیسے کھنڈ شکر پر وعید و تنہد کی گئی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تم پر آسمان کے ٹکڑے کر دے سب مر جاؤ تو وہی کہ کہ اچھا یہی کر دے۔
 عجب ہے کہ اگر یہ کر دیا جائے تو کیسے ایمان لاوین حالانکہ انھوں نے کہا کہ تم اس وقت ایمان لاؤ گے کہ تو یہ کر دے یا یہ کر دے یا یہ کر دے
 اگر مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ باطل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کذب کیا کرتے تھے اور مراد ان باتوں سے یہ تھی کہ نہ چیزیں ہوتی اور نہ ماننا پڑتا مگر
 شاید یہ شخص اپنے دروغ سے باز آوے اور یزید کی تعریف و بت پرستی میں رخصت نہ ہو اور یہ عرض نہ تھی کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بات
 حتیٰ کہ اگر ہو تو بھی نہ ماننے کیونکہ وہ تو آسمان کے ٹکڑے اپنے اوپر گروا لے اور پھر ایمان لائے تھے نافع و ابن عامر و عامر کی قرأت میں
 کتب الفتح میں ہے جمع کسبہ جیسے فتح جمع قطعہ اور باقیوں کی قرأت میں سکون میں ہے اور معنی واحد میں جیسے دستہ کی جمع دس ہے اور
 لغضب اسکو بنا بر حالیت کے ہے دونوں افراد میں پر یہ مطالبہ چارم۔ اَوْ تَأْتِیْ بِاَلْهَبٍ وَّلَا تَنْتَظِرُ کَیْفَ تَقْدِرُ اے اللہ تعالیٰ و
 ملا کہ کو مقابلہ میں نظر کے یعنی آنکھوں کے سامنے ہم سب کو دکھیں اور کچھ پوشیدہ نہ ہو بدستہم کہتا ہے کہ کس قدر جہالت و دلیری جو یہی
 تھی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے خالق عز و سلطانیہ کے ساتھ اس قدر دلیری کرتے تھے لیکن سچ یہ کہ سب عوام جاہل ہوتے ہیں جن کے
 واسطے فوراً ایمان نہیں ہے وہ بے ادبی کرتے ہیں۔ اور مراد یہ کہ اپنے ساتھ اعدائے و لڑاکو جو ہماری آنکھوں کے مقابلہ میں عیناً نالاؤ کہ
 تمھاری صدق رسالت پر گواہی دین نہ چاک رہے کہ کیا کہ قبیلہ جمع قبیلہ پر تو یہ لفظ متعلق ہوا کہ ہوگا یعنی لاک کہ لوگو و ہا کروہ ہر قبیلہ علیہ
 علیہ لاؤ۔ ابن ابی کے کہ کیا کہ قبیلہ یعنی قبیل لاؤ کیونکہ قبیل بھی قبیل ہوتا ہے یعنی قبول کرنا ہے۔ مجرہ خمسہ یہ کہ دنیاوی منزلت میں
 کوئی شان ہو۔ اَذْکُکُونُ لَکَ یَدَّیْکَ جُنَّ دُحْرُوجَ یا تیرے لیے ایک گھر سونے کا ہو۔ یہ قول ابن عباس کا ہے کہ زخرف یعنی سونا اور
 ابن مسعود کی قرأت بجائے زخرف کے ذہب۔ مردی ہے اور شاید کہ بطور تفسیر پڑھ دیا ہو اور اصل میں زخرف بمعنی زینت ہے ہر لاج میں کیا
 کہ سن زخرف یعنی سونے کا مزین برہنہ ہو۔ قول یہ جمع میں بحقیقۃً و الحجاز ہے اور ہمارے نزدیک فقہ میں نہیں جائز ہے مجرہ خمسہ و زخرف
 یا تو پڑھ جادوے فی اللہ آج آسمان میں درجہ درجہ اور ہم تجھے چڑھنا دکھیں و اور اس پر بھی لَنْ تَقْوِیْہُمْ لِرُدُّوْکَ ہر گز ہم سے چڑھنے
 پر ایمان نہ لاؤ گے جَحْثُ فَاَکْرَلْ عَذِیْبُکَ لَنْکُیْبَا نَمَا کہ تو ہم پر ایک کتاب اُتارے۔ اور ہم اس کتاب کو بھی نہ مانیں گے جب تک ایسی نہ ہو
 کہ تَقْرُؤُکَ ہم اسکو پڑھ لیں اس میں لکھا ہو کہ محمد علیہ السلام کی اتباع کرو۔ اور حتیٰ یہ کہ اگر ایسا واقع بھی ہوتا تب بھی کفار نہیں
 ایمان لا سکتے تھے اور اس سے مراد انکی افتخار یہ تھی کہ ایسا نہ ہو سکتا ہے نہ ہم ایمان لا سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَوْ عَلَیْہِمْ اِمَّاں لَاسَآءَ
 فَعَلُوْا لَیْسَ بِہِمْ جَوْنٌ فَالْوَاہُ اِنَّمَا سَلَّکَ الْبَصَارَ اِنِّیْ اَنْکَرُ خِرَافَ وَّ اَسْمَانَ سے ایک دروازہ کھول دیتے پھر برابر سے اس پر جھٹے تو یہی کہ کفار
 کچھ نہیں مسدود ہوئے ہیں اپنی ہماری ڈھکھنڈی کی گئی ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر امام ابن جریر سے اسناد نقل کیا کہ ابن عباس نے
 بیان کیا کہ عذیبہ و شیبہ دونوں بیٹے ربیعہ کے اور ابو مقیان بن حرب اور ایک شخص بنو عبد الدار کا اور ابو انجر می و اسود بن المطلب و

زمرہ بنی الاسود اور ولید بن المشیور اور ابوہریرہ بن ہشام و عبد اللہ بن ابی امیہ اور امیر بن خلفت اور عاص بن وائل اور حارث کے دونوں بیٹے نبیہ و منبہ۔ یہ لوگ بد مذہب و آفتاب بشت کعبہ پر جمع ہوئے اور انہم کو انکوئی کہ مجھے کہے پاس ایک آدمی بھیج کر بلاؤ اور بحث و گفتگو کر کے اپنی طرف سے عذر پورا کرو۔ پس ایک آدمی بھیجا کہ آپ کی قوم میں سے اسراف لوگ جمع ہوئے ہیں تاکہ آپ سے گفتگو کریں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد تشریف لائے اس امیر پر کہ شاید انکو کوئی بات ظاہر ہوئی ہو اور آپ کو ان لوگوں کی ہدایت میں زیادہ حصہ تھا اور پسند کرتے تھے کہ یہ لوگ اسلام لادیں اور انکی سرکشی آپ پر شاق تھی پس آپ اگر انکے پاس بیٹھے انھوں نے شروع کیا یہ کہنا کہ اسے محمد ہم نے تمھارے پاس آدمی بھیجا اس مطلب سے کہ اپنی طرف سے عذر پورا کریں اور ہم تو واسطین جانے کہ کسی نے عیب میں سے اپنی قوم پر وہ داخل کیا جو ہم نے داخل کیا کہ تم نے اپنے باپ دادوں کو برا کہا اور دین میں عیب لگا یا اور عقول کو بوقی بنادیا اور انکی بیگونی کی اور جماعت میں پھوٹ ڈال دی کوئی قبیح بات باقی نہیں رہی جو تم نہ لائے ہو اب ہمارے تمھارے درمیان میں کچھ باتیں نہیں رہا ہے پس اگر تم اس بات سے حوالہ نہ دے چاہتے ہو کہ مال جمع کر دو تم خوشی سے اپنے اموال میں سے تمھارے لیے استفادہ کر دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب زیادہ مالدار ہو جاؤ گے اور پھر جو دوا اور اگر اس سے شرف چاہتے ہو تو ہم سب کو اپنا مسوا دانا لے لیتے ہیں اور اگر تم اس سے یاد شامت چاہتے ہو تو ہم اپنے اوپر تم کو بادشاہ کیے لیتے ہیں اور اگر یہ شخص جو تمھارے پاس بائین لانا ہو کوئی رفاہی چیز جن پر تم پر غالب ہو یا ہو اور اس کا کثرت ہو یا تو ہم اپنے اموال خرچ کر کے تمھارے لیے طیبہ اور علاج تلاش کر دیتے ہیں کہ آپ کچھ ہو جاوے یا نہ ہو یا نہ ہو یا نہ ہو دینے ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مجھے یہ کچھ نہیں ہے جو تم کہتے ہو میں جو کچھ لایا ہوں اس سے میں تمھارے اموال نہیں چاہتا ہوں اور نہ مجھے تم پر شرف کی خواہش اور نہ میں تم پر یاد شامت کا خواہشمند ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھارے پاس رسول کریم بھیجا اور مجھے یہ کتاب اتاری ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمھارے واسطے نبی و وزیر ہوں پس میں نے رسالت انھی تم کو سپرد کیا دین اور تمھاری خبر گیری کی اس کو تم اسکو قبول کرو جو میں لایا ہوں تو یہ تمھارا حصہ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے اور اگر تم اسکو رد کر دے تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کروں گا یہاں تک کہ وہی میرے اور تمھارے درمیان جو چاہے حکم کرے تو نہ کسی کے مانند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ یہ کلام یا اسی طرح کے۔ یہ تم کو دوسرا قریش برے کہ اسے محمد اگر تم ہم سے یہ بات نہیں قبول کرتے ہو جو ہم نے تم پر پیش کی جو قوم یہ بات جانتے ہو کہ دنیا کے لوگوں میں کوئی شخص ہم سے زیادہ تنگ سینے کا نہیں ہے اور نہ قلیل المال اور نہ معیشت میں زیادہ تکلیف میں جو تو اپنے رب سے سوال کر دو کہ جس نے تم کو بھیجا ہے وہ ہمارے یہاں سے یہ پہاڑ ہٹا دے جسے تم نے بھیج دیا ہے اور ہمارے ملک کو وسیع کر دے اور اس میں بہترین جاری کر دے پیچھے شام و عراق میں دریا سے تین اور ہمارے باپ داد سے جو مر چکے ہیں ان کو پھر زندہ کر کے ہمارے پاس بھیج دے اور ان میں سے فقیہ بن کر اب ضرور ہوں کہ وہ بہت سچے ہیں تم سے ہم نے بھیجے کہ جو تم کہتے ہو جو باجھوٹ ہیں اگر تم نے ہمارے سوال پورا کر دیا اور انھوں نے تمھاری تصدیق کی تو ہم تم کو چاہاں یا نہ چاہاں لیکن تمھارا رہتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اعلیٰ ہے تم کو اپنا انجی بنا کر بھیجا ہے یہ دعویٰ کرتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ میں اس واسطے نہیں بھیجا گیا ہوں کہ ایسی باتیں کرنے کی مجھے قدرت ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے پاس سے وہی لایا ہوں جو تم کو پہنچا تا ہوں وہ ہیں نے پہنچا دیا اور انکو تمھارے واسطے دنیا و آخرت میں حصہ دیا اور اگر وہ کر دے تو میں صبر کروں گا اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کروں گا کہ وہ میرے دھماکے سے درمیان حکم فرما دے۔ پھر کہنے لگے کہ اگر تم ہمارے واسطے یہ نہیں کرتے ہو تو اپنے رب سے اپنے واسطے انکو وہ ایک فرشتہ تمھارے ساتھ

بھیج دے کہ وہ تمھاری بات کی تصدیق کرے اور تمھاری طرف سے ہم سے سوال و جواب کرے اور ہم اس سے پوچھ لیں پھر وہ تمھارے لیے باغ بنادے اور نذرانہ جیسا کہ تمھارے اور گناہات کا تیار کر دے سوئے و جانہی کے کہ تم کو اس حالت سے اعتقاد میں ہم تم کو دیکھتے ہیں کیونکہ بازار میں دن کھڑے ہوئے اور معاش ڈھونڈتے ہو جیسے ہم لوگ مسکی تلاش کرتے ہیں ایسا ہو تو ہم پر جانیں کہ تم تمھارے رب کے نزدیک ہم سے زیادہ فضیلت ہے اور تم کو اُسے رسول بنا یا جو جیسے تم گمان کر بیٹھے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں یہ نہیں کروں گا اور نہ میں اپنے رب کو، جل سے یہ چیزیں مانگنے والا ہوں اور میں اس واسطے تمھارے پاس بھیجا نہیں گیا ہوں بلکہ اُس نے مجھے بشیر و نذیر فرمایا جو میں لایا ہوں اگر اسکو قبول کر دو وہ تمھارا حصہ دنیا و آخرت میں ہوا اور اگر رد کر دے تو میں حکم الہی پر صبر کروں گا یہاں تک کہ وہ میرے تمھارے دربان حکم کرے تب کہنے لگے کہ اچھا پھر آسمان کے ٹکڑے ہم پر کر دو تم کو مان کرتے ہو کہ تمھارا رب چاہے تو اسکو کر سکتا ہو کیونکہ تم پر ایمان نہ ملا دینے کا جب تم ایسا کر دکھاؤ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تمھارے ساتھ ایسا کرے تب کہنے لگے کہ اسے محمد کیا تمھارے رب کو یہ معلوم نہ تھا کہ تم تمھارے ساتھ بھیجو یہ سوالات کر چکے اور جو تم نے تم سے طلب کیے وہ طلب کر چکے تو پہلے ہی سے تم کو تیار دیا ہوا جو تم کو چاہو اب دیدیتے کہ تمھارا رب اس کو کرے گا یا نہیں کرے گا جب کہ تم اسکو قبول نہ کریں جو تم لائے ہو۔ ہم کو تو یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کو یہ باتیں ایک شخص جاسد کا سکھاتا ہے جس کو رحمن الہیامس کہتے ہیں اور ہم تو اسکو بھی رحمن پر ایمان نہ ملا دینے اور اسے ہم تو اپنی طرف سے عذر پورا کر چکے اور خبردار کہ تم کو اس بات پر نہیں بھروسہ کرنا جو تمھارے ساتھ کرنے ہو یہاں تک کہ تم کو ہمارے لائے باہم بھیجے اور اُتار لیں۔ انہیں سے ایک بولا کہ ہم تو لاکھوں کو دیتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی بیباکی بہن اور ایسا بولا کہ ہم تو بھی تمھیں ایمان نہ ملا دینے کیوں کہ تمھارے لاکھوں کو آٹھوں کے درو و جب ابھی گفتگو کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور پہلے تو آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور وہ آپ کی بیوی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا اُسے کہا کہ اسے محمد آپ پر آپ کی قوم نے جو پیش کیا وہ آپ نے سنا کہ کچھ بھی آپ کو قبول نہ ہوا پھر انھوں نے اپنے واسطے کچھ اور چاہے کہ تم ہی کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمھاری منزلت انکو معلوم ہو وہ بھی تم نے نہ کیا پھر انھوں نے مانگا کہ جس سے خوف دلانے ہو وہی ابھی لا دو کہ وہ عذاب معلوم ہو جاوے وہ بھی نہ ہوا اور انھیں تو بھی پر ایمان نہ ملا دینے کیوں کہ تم آسمان کے واسطے ایک سیڑھی بناؤ اور اس پر چڑھو اور میں دیکھتا جاؤں یہاں تک کہ آسمان پر پہنچو اور اپنے ساتھ ایک کھلا ہوا صحیفہ لاؤ جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو تمھاری گواہی دیں کہ تم ایسے ہی ہو جیسے بیان کرتے ہو اور تم خدا کی اگر تم ایسا کرو تو بھی مجھے گمان ہے کہ میں تمھاری تصدیق نہیں کروں گا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے پھر گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے گھر واپس آئے بغیر انکے و خروں تھے کیونکہ بلانے کے وقت آپ کو اب کچھ اور بھی اور اب معلوم ہوا کہ اسے لوگ اور زیادہ دوسری چاہتیں ہیں شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ یہ جلیلہ حسین یہ لوگ جمع ہوئے تھے اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی درخواست بغیر حریت و ارشاد دہنے ہی چاہتے ہیں کہ ہم ہدایت پائیں اور حق ظاہر ہو جاوے تو انکی درخواستیں قبول ہوتیں لیکن علم الہی میں یہ تھا کہ یہ لوگ کفر و عناد سے ایسا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا تھا کہ اگر تو چاہے تو جو یہ لوگ چاہتے ہیں ہم دیدیں پھر اگر انھوں نے نفی کیا تو میں اس قوم کو ابیاد عذاب کروں گا جو کبھی کسی کو نہ کیا ہوا اور اگر تو چاہے تو ان پر دروازہ رحمت دلوں گا کھول دوں

پس آپ نے عرض کیا کہ دروازہ رحمت و توبہ کا کھول دیا جاوے جس کا کہ سابقین قولہ تعالیٰ و ما عننا ان یزسل بالآیات الّاٰ کہ فی قسیر
 میں حضرت امیرین العوام و اہل عباس رضی اللہ عنہما نے مذکور ہوا ہے اور لکھا کہ انھوں نے چاہا تھا کہ زمین حجاز میں یمان و ان نہ زمین
 جاری کر دے تو یہ آیات اللہ تعالیٰ پر بالکل سہل ہو کر چاہتا ہوا جاتی جب کہ اسی نے تمام زمین پیدا کی ہو اور اگر چاہتا وہ سب باتا ہو جائیں
 جو انھوں نے مانگی تھیں و لیکن علم الہی تعالیٰ محیط ہو کر قال تعالیٰ و اذ قلنا لک ان ربک اعطایک الناس الّاٰ یہ۔ و قال یحییٰ ان اناہ بین
 حقت علیہ کلہ ربک لا یومنون و لو ہا ترحم کل آیت حتی یروا العذاب الالیم یعنی جن لوگوں پر تیرے رب کا کلمہ ٹھیک ہو چکا وہ ایمان نہیں
 لاؤنگے اگرچہ انھیں پس سب معجزات آیات آجاوین یہاں تک کہ وہ سے عذاب الیم دیکھ لیں۔ قال تعالیٰ و لو اننا نز الالیم الملائکہ و کلّم
 المونی و حشرنا علیہم کل شی قبلنا کا ذوالیونوالا کہ یہ یعنی اگر ہم ان کے آسیر لائے اور گفتگو کر دیتے اُن سے مردوں سے اور مشور کر کے اُن پر ہم
 ہر چیز کو بھیج دیتے تو بھی اس لائق نہ تھے کہ ایمان لائے۔ اور دوسرے مقام کی آیت میں وجہ فرمائی کہ لا لک لکرم یحییٰ و ان کی زبان سے
 بے فہم ہونے اور اگر بصورت بشر بھیجے تو بلبس ہو کر منکر ہوتے۔ حاصل یہ کہ جن کے حق میں ایمان مقرر نہیں فرمایا وہ اسی طرح ایمان نہیں
 لاسکتے ہیں۔ اور واضح ہو کہ قوم شیب نے بھی اسی طرح عذاب میں جلدی کی تھی تو اُن پر اللہ تعالیٰ نے عذاب الیم القلہ سے مواخذہ کیا
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی التوبہ دینی الرحمن میں آپ رحمۃ اللعالمین مبعوث ہوئے ہیں تو آپ نے فخر نہ کیا اور ان کے واسطے
 جہلت چاہی کہ اللہ تعالیٰ اُن کے لطفہ و انون میں سے ایسے پیدا کرے جو نہ کسب چھوڑیں اور توجہ اختیار کریں اور سہی واقع ہوا چنانچہ
 ان لوگوں میں سے بھی بعض مسلمان ہوئے اور اچھا اسلام لائے حتیٰ کہ عبد اللہ بن ابی امیہ جو حضرت علیہ السلام علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے
 ہو کر بھیجے ہوئے تھا اور فخر نہ کیا تھی کہ کبھی ایمان نہ لاؤنگا وہ ایسا اچھا اسلام لایا اور توبہ کی کہ تک صحا میں سے ہوا یعنی اللہ عنہ
 قولہ تعالیٰ حتیٰ تنزل علینا کتابا بقرۃ۔ فہا ہر نے کہا کہ مراد اس سے یہ کہ ایک ایک صحیفہ نام بنام ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 بنام نزلان میں نازل ہو کہ ایمان لاوے جس پر کہ شاید انھوں نے کتابا جمع کتاب پڑھا ہو یا کتابا ام جس سے یہ معنی لیے ہوں
 سراج میں لکھا کہ آیت میں اشارہ ہے کہ بنی صادی ہونے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ متواتر معجزات بت طلب کیے جاوین سب
 دیے جاوین اس واسطے کہ یہ دروازہ اگر کھولا جاوے تو لازم آوے کہ تصدیق کے واسطے کوئی حانہ ہو کیونکہ جو معجزہ دیا اس سے یقین
 نہ ہوا تو در معجزہ کی ضرورت ہوئی اُس پر کوئی قطعی یقین کا باعث ہوا جو اول کے واسطے نہ تھا تو اور معجزہ چاہیے کہ پس میں حد نہ ہو گی کہ
 اُس پر پہنچنے سے قطعی یقین ہوا اور معاندین کا عناد منقطع ہوا اور جاہلون کی جہالت سے جھجکا ہوا جو وہ دیکھ کر حضرت علیہ السلام علیہ وسلم کو
 ایسے ایسے معجزات باہرہ ظاہر و خفیہ کے دیے گئے تھے کہ بہت ہی کسی اور معجزہ کی ضرورت نہ تھی جس طرح کہتا ہے کہ اس زمانہ میں
 اکثر لوگ ایسے ہیں کہ معجزہ خفیہ الفہر سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تاریخوں میں کسی قوم کے متذکرہ نہیں پایا جاتا جو انہیں جانتا ہوں
 کہ جو قریب اس گفتگو میں یہ لوگ لائے ہیں اس کو ظاہر کہ دون اور اس بات میں تحقیق بیان کر دوں جس سے اہل عدل کو تسکین و
 اطمینان ہو۔ واضح ہو کہ قرآن مجید بالکل اسی حال پر ہے جو بطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ کے حیات میں
 بے شمار آدمیوں نے حفظ کر لیا اور لکھوئے آدمیوں کو ماند حفظ کے تھا جو اسکی تلاوت کرتے تھے اور زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی
 فوت حفظ کی پہنچی اور کرداروں کی بیکہ بشارت آدمیوں نے مصاحف سے تلاوت کی اور سب نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے شاگردی کے
 ساتھ پڑھا اور ان سے کرور دن سلسلہ تعلیم کے پڑا ہوا ہے اور برابر اب تک اسی طرح سلسلہ اسناد کا چلا آتا ہے اور امین ایک طرف کا بھی

تغیر نہیں ہوا اور قرات متعدد ہو خود حضرت علیہ السلام کے عہد مبارک میں یقین اور یقین پر اسکا نزول ہوا اور کوئی قوم دولت جو مسلمان بھی نہیں ہو اسکو بھی یہ حال نہیں ہو کہ اسکا انکار کر سکے کہ قرآن میں کوئی تغیر نہیں ہوا بلکہ بالاتفاق سب قومین اقرار کرتی ہیں کہ یہ کتاب پاک اسی حال پر جو طرح زمانہ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تغیر نہیں ہوا اب ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ اقربت الساعۃ والانشاء القریبہ نزول ہوئی قیامت اور دو کھٹے ہو جانے جب یہ مخصوص قرآن میں ہو تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ اسوقت نازل ہوئی کہ آنحضرت علیہ السلام کے مکہ معظمہ میں تھے اور آپ کی قوم قریش جو آپ کی نبوت سے بالکل منکر تھی اور اسوجہ سے کہ اسلام میں آنے والوں کی مذمت پر آپ کے بالکل جانی دشمن ہو گئے تھے اور یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ محمد علیہ السلام بہت سچے ایماندار ہیں کبھی ہم نے انکو جھوٹا یا خیانت سے متهم بھی نہیں پایا حالانکہ چالیس برس انہیں برسوں کی تھی تب نبوت ہوئی ہر اب ہم کہتے ہیں کہ جب یہ نبوت قرآن میں آئی ہے اگر جھوٹ ہوتا تو قریش کو بلکہ تمام عرب کو صریح جھوٹ معلوم ہوتا پھر کیوں کر دے لوگ سچائی کا اقرار کر لے اور کیوں کر قرآن میں اُترتا کہ انہما الذین یزعمون انہما نبوتنا واما انہما فکاذبون۔ فقذلبتہما عن امر قبلہ الا انہما یؤثران فی ما فی حبایہم فلا صبر علیہم کہ میں اس سے پہلے ایک حکم کتاب میں رہا تھا جانے ہو کہ میں نے بھی جھوٹ نہیں کہا پس معلوم ہوا کہ عرب میں سے کوئی شخص اسکا انکار نہیں کرتا تھا اور جو لوگ انوار سے لٹنے و پھٹنے کرتے ہیں دروغ نہیں کہتے تھے وہ بھی جانتے تھے کہ ان اہل ہوا اور یہ دوسری بات ہے کہ اسکو جادو بتلاتے بالظہر بند ہی کہتے تھے پھر اگر نوزاد اللہ یہ جھوٹ ہوتا تو یہ کروڑوں دشمن جو خون کے پیاسے تھے اس جھوٹ کو رد و مٹا دیتے مگر وہ اس میں سے ایک فخر بھی نہیں واقع ہوا تو معلوم ہو گیا کہ تمام عرب کے کروڑوں آدمی اس واقعہ کے قائل ہیں۔ اور اسقدر شرسا ہے کہ بعد ازل لوگوں کی شہادت جو انکی زبان پر اس واقعہ کے قطعی ثبوت و وقوع کے واسطے بالکل کافی ہے۔ اب دوسرے بعض لوگوں کا بیان کرتا ہوں کہ جو اس سے انکار کرتا ہے اور وہ اسوجہ سے انکار کرتا ہے کہ دوسری قوموں کی تاریخوں میں اسکا تذکرہ نہیں ہے تو ہم پہلے اس میں بحث کرتے ہیں کہ دوسری قومین و انکی تاریخیں اس زمانہ میں کس حال پر تھیں۔ واضح ہو کہ علم تاریخ انہیں عرب کے ذوق علم سے پھیلا ورنہ اس سے پہلے جو قومیں تھیں انکا مختصر نوٹ سننا چاہیے اول اہل فارس سابقین ہزاروں بادشاہ گذرے اور انہیں مع صحیح و قائل بہت ہوئے اب تاریخ فارس تلاش کرو تو اسکا یہ حال تھا کہ جو کوئی نادر واقعہ ہوا وہ لوگوں نے اپنی زبان میں بنا یا اور طرح طرح کے استعارات ملا کر ایسا غلط بحث کر دیا کہ اصلی مضمون ہی اس سے بھینچتا نہیں تھا اس فائدہ والے یا اور سو برس تک انتہا ہے کہ اس بات سے کچھ آشنا ہونے کی وجہ سے سمجھتے رہے اور پھر وہ ایک کامیابی ہو گئی جس میں معلوم کس قدر تبدیل و تحریف ہو گئی کہ اصل بات کا پتہ بھی نہیں چلتا جو پھر یہ سب جو تحریف کی ہوئی تھی کہیں قدم نہیں ہو بلکہ داستان کہنے والے بادشاہوں کو سونے وقت قصہ میں منانے چلے آتے ہیں اب فارس کی تاریخ دیکھو کہ جب عرب میں اسلام پھیلا اور فارس کی بادشاہت کو زوال ہونے لگا اسوقت یہ ذکر دینے کا بہت ضرورت تھی کہ انکا بیان کیا جائے دیون کی لڑائی اور انکی صورتیں اور رسم و دیوانہ کی جسکا مازندران کا دیو سفید اور ہزاروں شخص اس قسم کے ہیں کہ کوئی مائل تاریخ جانتے والا اسکی کچھ اہلیت سمجھتا ہے کہ کیا تھی حتیٰ کہ خود فردوسی نے انکا نامہ نظم کیا اور انکا کے وہاں یہ ہیں لکھتا ہے کہ دو صد زان نیز دیو یک مشت خاک یعنی نامہ خسروان و بادشاہوں کے قصے و واقعات کی جو روایات عام کی زبان پر ہیں ایسی دروغ دیوہ وہ ہیں کہ ایک ٹھٹھی خاک کی قیمت انکی دو سو داستانوں سے زیادہ ہے۔ ایسے ہی اہل ہند کی

بارخون کو دیکھو کہ وہ مندر وں کی لڑائی اور وہ بیان کہ غلام پہلوان نے اپنے تیر پر بھلا کر اسے ہزار کوس پھینکا دیا پھر بھلا کو فی
 تاریخ جانے والا ان وقائع کی اصلیت سے واقف ہو سکتا ہے۔ خیر یہ باتیں ہوں عی ہوں ہم اس سے بحث نہیں کرتے ہیں بلکہ یہی کہتے
 ہیں کہ انین تاریخ لکھنے کا دستور یہ تھا اور کتب کتنے والے نادر وقائع کو عجیب پرلہ میں جسکو اصل بات سے بہت ہی کم لگا دیا جاتا
 تھا یا نہ بھلا لکھا اور دل کی طرح گاکا کرتے تھے اور ہر زمانہ گویا صفحہ ہستی کا ایک ورق سادہ ہوتا تھا یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس پر اگر مزید وغیرہ
 سب اقرار کرتے ہیں اب بارہا حال انگریزوں کے اس خطہ کا تو اس میں ذرہ بھی شک نہیں ہے کہ اس وقت ایشیائی ملکوں میں ایک تہذیب
 تھی اور وہ خطہ یورپی تو بالکل جنگل تھا اور کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ ابھی سو برس اوپر تو انگلستان بڑا اجمالی جاؤرخانہ تھا
 اب ہم صحیح طور پر کہتے ہیں کہ جب اسے المدقاع نے عرب کو اسلام دیا اور انھوں نے تمام علوم و فنون کو ترقی دیکر دوست و دشمنوں میں
 فرق نہ کیا بلکہ تمام فنون کو سکھایا اور پڑھایا اور ہر اردن و فنون میں سے ایک فن تاریخ پر پوری توجہ کی اور نہایت محنت اسناد کے
 ساتھ جو بات بھی وہ لکھی اور اسناد میں ثقاہت کی شراکت رکھی تھیں ادنیٰ یہ ہے کہ اسکا کچھ تو بھی اسکے گھر والوں یا محلہ والوں کو ثابت نہ
 ہوا ہو اور ہر قسم کے وقائع و نادر و غیرت خواہ وہ بادشاہ و عام آدمی کے بنام کرنے والے ہوں یا نیکنام کرنے والے ہوں بلکہ وکالت
 کیا ہے یا اس فن کے لائق آدمی کا کام مختار غلات انکے اگلی فوین تو اس بات پر فکر کی تھیں کہ انکے شاہ و کتب کتنے والے نے برائی کا تو
 کبھی نام ہی نہ لیا ہر برائی کو ایسے پیرا میں بیان کیا کہ وہ بھلائی ہوئی مثلاً اگر تم نے اسفند یا کو قتل کیا تو وہ اس پر براہ میں کہ سیرغ کے
 تیر سے وہ فریب کے ساتھ مقتول ہوا اور نہ ہمارے بادشاہ کے ماتہ کسی میں طاقت نہ تھی۔ پھر انھیں عوب کو دیکھا اور انھیں سے سیکھ کر
 دوسری فوین ہوش میں آئیں اور انھوں نے بھی تاریخ کا سلسلہ نکالا اور اب کیا ہو سکتا ہے پراے افسانہ تو اس قدر قیاسی رنگ اس سے
 رنگے اور جو اصل میں معلوم ہوا اسکو قیاس کے موافق کر کے نقل کیا پھر یورپ والوں نے تو اس میں کمال ہی کر دیا کہ انھوں کی داستانوں
 میں سے جو اسلام کے بیشتر وقائع ہوئے ہیں قیاس و ذکر اور خوب تراش خواش کر لی۔ ان جو تاریخین کہ داستانوں کی دستیاب ہوئے ہیں
 البتہ بات نکالنے سے مکمل سکتی ہے اور جو تاریخین اسلام کے متعلق بڑبڑا رہے ہیں انکی تحقیق بلاشبہ پراے اعتبار پر موزوں ہے۔ جب سچے
 یہ حال جو فی معلوم ہو چکا تو مجھے اسے کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوئی ہے کہ جو تاریخ نہایت صحیح طور پر اسناد و موجود ہے اسکی بات
 اسوجہ سے انکار کیا جاتا ہے کہ بے بنیاد دفتوں کہا یوں کہ کتنے دالے لوگوں نے اسکو نہیں بیان کیا اب اسواسے یو فوئی یا حمل کر
 یا ہٹا دھر کی ہے اور کیا ہو سکتا ہے اسدال لازم ہے کہ ایسے بے انصاف جاہلون کی بات غلط ہمیشہ مردود کر دی جاوے اور بھی
 سچی بات کا انکار نہ کرنا چاہیے فہم و انتہم۔ اب میں پھر اصل تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ اس بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قطعی
 ایسے معجزات موجود تھے جتنے ہونے ہوئے صدق دعویٰ نبوت کے واسطے اور کسی معجزہ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ معجزہ صرف سچائی
 نبوت کے ظاہر ہونے کے لیے ہوتا ہے پھر باوجود اسکے جب وہ جادو اور نظر بندی وغیرہ پر محمول کیا گیا تو آئندہ کس مجرہ کی نسبت امید ہو سکتی
 ہے کہ وہ ایسی نعمات کلمات سے رد نہ کیا جائے اور واضح ہو کہ نبی بھی ان المدقاع کا فضل اور اس پر بھی کہ واسطے سچے بہرہ بنایا فضل پر فضل
 ہر وہ نہ خلق کو اپنے خالق پر عمل کی بندگی یا تفرغی لازم ہے تو اب خیال کر دیکہ معجزہ ہیں ایسی ہٹ کر انو یا ایمان لانے میں بڑا احسان کرتے
 ہیں کس قدر ہر دلی ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ معجزہ یا اعتبار نبی نہیں ہوتا بلکہ وہی حق تعالیٰ جو جل واپائی قدرت سے پیدا کرتا ہے جو جب
 ان لوگوں نے ایسی گستاخی کی اور اپنے اوپر جو فرض تھا اسکو ادا کرنا دیکر بغیر اصل علیہ وسلم کر دیا اور بھلا یا اور احسان رکھا کہ

اپنی قوم میں من وعظ کو کھڑے ہوتے اور کہا کہ اسے جو غفارت کہو کہ تم مت کھاؤ کیونکہ صادق مصدق علیہ السلام نے مجھ سے بیان فرمایا کہ لوگ خوش ہوئے میں تین فرج ہونگے ایک گروہ تو سواری پر کھائے بیٹے لباس کے ساتھ ہونگے اور ایک فرج باؤں ملتی وہ بیوں و زنی ہونگی اور ایک فرج ہوگی کہ لڑاکہ انکو اپنے چہروں کے بل بھیجینگے اور انکو ایک طرف عشرے کے لجا دیں گے پس ایک نے عرض کیا کہ دو کو تو ہم نے جانا اور تیسری فرج جو ہر پون چلیگی اور دو تہیگی کیا حال ہو تو فرمایا کہ اسد تعالیٰ سوار یوں پر آفت زلزلہ دینگا کہ کوئی سواری باقی نہ رہے گی ہر ایک کہ آدمی کا نہایت عمدہ بارگ ہو گا وہ آدمی کے واسطے دنیا منظور کرے گا مگر نہ پاوے گا نہ جسم کہتا ہے کہ قریب قیامت کے ایک انگ ہر ایک نہ کجا دیں جو لوگوں کو انکے عشرے کی طرف ہانک لجا ئیں گی اجماع دو ہر کو ٹھہرینگے انکے ساتھ ٹھہریں اور جہان رات کو پڑھینگے انکے ساتھ رہیں یہ حدیث صحیح میں وارد ہے اور امروا امین کوگوں سے کفار شرکین ہیں اور یہ حال خاصہ الہیہ اسے عشر کا ہو گا اور جب قرعہ سر کرینگے تو اسوقت قیام قیامت ہو جائیگا اور اسوقت ایسے معوث ہونگے جیسے پہلو سے تھے یعنی ننگے بے غنیمت بریدہ سراج میں اسکی ملکیت میں کھنک کھنک کر اسلام نے فرمایا کہ کافروں کی ارواح کو دنیا سے سخت تعلق ہوتا ہے اور اسکی لذت پر سخت فریفتہ ہوتے ہیں اور ان روجن کو عالم نور سے تعلق نہیں ہوتا اور باگاہ عورت سے محرف ہوتے ہیں پس چونکہ انکے قلوب و ارواح کے جسے دنیا سے دینی کی جانب متوجہ ہونے میں لازم انکا عشر بھی انکے چہروں کے بل ہو گا۔ غنیمت و فکرتا و صفا اس حال میں کہ اندھے ہونگے کچھ نہیں دیکھینگے اور گونگے ہونگے کہ کچھ نہیں بولینگے اور بہرے ہونگے کہ کچھ نہیں سنینگے اور یہ حال ایک وقت ہو گا پھر دوسرے وقت ہو گا جو بدلا ہو گا کہ جو دنیا میں محم و علی وغیرہ رہے اور نہ حق سنا اور نہ حق بولے اور نہ حق دیکھا پس مشرکین انکو وہی بدلا ہی جاتا میں دیا گیا جب نہایت مجبور و محتاج تھے کہ انکو اللہ الام ابن کشیرہ اور سراج میں لا با کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی عنہ سے سوال کیا کہ اس آیت میں نو اندھے کو گونگے و بہرے ہونا مذکور ہے اور اسد تعالیٰ نے فرمایا اور اسے الجرمون النار یعنی مشرکین انگ کو جب دیکھینگے معلوم ہوا کہ اندھے نہیں ہونگے۔ اور اسد تعالیٰ نے فرمایا معوا لما تلتھا و زفرہ سنینگے و زفرہ کے واسطے غیظ و آواز ہاے کرشتہ معلوم ہوا کہ آواز سنینگے اور اسد تعالیٰ نے فرمایا دعا ہر ایک ثورا شرکین اسوقت اپنی بلاکت کہا جلا دینگے تو گونگے نہیں ہونگے پس امین کیا معنی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اندھے ہونے سے بیان یہ مراد ہے کہ جیسے دنیا میں حق دیکھتے نہ اندھے تھے ویسے ہی ہاں میں حق جو ثواب ہے وہ کچھ نہ دیکھینگے جس سے ان کو خوشی ہو اور جیسے دنیا میں حق سننے سے کان بہرے کہ لے تھے ویسے ہی آخرت میں ایسی چیز سنینگے جس سے بشارت ہو اور جیسے دنیا میں حق سے گونگے تھے ویسے ہی آخرت میں کوئی حجت نہ ہو بل سنینگے۔ حاصل یہ کہ جیسے دنیاوی حالت میں انکو محم کہم علی فرمایا حالہ کہ غماہری جو اس سے بیگناہ ہونا نہیں مراد ہے ایسے ہی وہاں مرادی اور عطارہ کی روایت ابن عباس رضی عنہ سے یہ کہ اندھے تو ظرت ہونگے یعنی جو اسد تعالیٰ نے اپنے اولاد کے واسطے رکھا ہے اسکو ہمیں دیکھ سینگے اور ہم ہونگے اسد تعالیٰ کے قیام اور لڑاکہ کے خا طرت اسے مراد ہونگے اسد تعالیٰ کی شہادت سے جسکو ہم کہتا ہے جو ابھی ہر اور جوشا رخشیج ابن کشیرہ نے کیا وہ اس بنا پر ہے کہ غماہری جو اس سے بھی انہی گونگے بہرے ہونگے اور غلامہ جواب اسوقت یہ کہ احوال قیامت عشرے کے مختلف ہیں پس بعض اوقات و احوال میں ایسے ہونگے اور بعض اوقات میں ہونگے اور جو سراج میں مذکورہ اظہار حسن ہے اور اسکی کو امام رازی نے کہیں میں پلن کہا ہے پھر واضح ہو کہ ہر ضرر و خوبی آخرت میں جنت کے اندر تو اس سے تو یہ لوگ محروم ہونگے وہاں اندھے گونگے بہرے بیگناہ ہیں۔ اب ہر انکا کھانا تو فرمایا کہ صا و حہرہ جہنم انکا کھانا جو ہم نے ہمیں طبعات ہیں جنکو درکات کہتے ہیں ہر ایک مشرک موافق اپنے اعمال کے

خُلق کسے ان مشرکوں ہٹ کرنے والوں وغیرہ کے لئے اَنذَرْتُمْ مَنَکُمُ الْکُفْرَ اَلَمْ تَعْلَمُوْا کہ تم ہی مالک ہو جاؤ کوئی دوسرا بھلا شریک نہ رہے
 کُفْرًا اِنَّ کِبْرَیْتُمْ کَرِهَتْ اِلٰہَیْکُمْ خُذُوْا فَنُصْرَتِیْ اَلَمْ تَعْلَمُوْا کہ تم ہی مالک ہو جاؤ کوئی دوسرا بھلا شریک نہ رہے
 تم روک رکھو اور نہ خرچ کرو اپنی بعض ضروریات میں خشیت اَلَمْ تَعْلَمُوْا کہ تم ہی مالک ہو جاؤ کوئی دوسرا بھلا شریک نہ رہے
 ہو جاؤ دین حاصل کیے اگر تم نے انتہا خرچ نہ کی بھی مالک ہو جاؤ تو بھی تم اپنے بخل و دناوت پر ہو اور یہ کہ بخل پر مالہ عظیم ہو واصل ہو
 کہ قولہ تو اَنتم نہ خرچ فرمائیے کہ تم ہی مالک ہو جاؤ تو بھی تم اپنے بخل و دناوت پر ہو اور یہ کہ بخل پر مالہ عظیم ہو واصل ہو
 نے بھی اسی کی طبیعت کی اور یہ بخوان کو نہ کا مذہب ہے اور بصری بخوی اسکو منع کرتے ہیں کہ فعل مضارع ہو اور یہ تو علم الاعراب کی
 گفتگو ہے اور ہا علم البیان تو جس فعل سے اَنتم کو رفع ہو اس فعل کو حذف کرنا اور بصورت ثابت اس خبر کے کلام ظاہر کرنا دلیل اس امر کی ہے
 کہ بخلی کے ساتھ بھی لوگ مخصوص ہیں۔ وَکَانَ اَلَمْ تَعْلَمُوْا کہ تم ہی مالک ہو جاؤ کوئی دوسرا بھلا شریک نہ رہے
 نفس سے منکر رہنا ہے اسی واسطے ہر بات کو بھیک نہیں جانتا۔ اگر کہا جاوے کہ انسان میں بعض فعلی و کرمی ہوتے ہیں جواب کئی وجہ سے
 دیا گیا اول یہ کہ اصل انسان میں بخل پر کیا نہ وہ محتاج پیدا کیا گیا اور محتاج کے واسطے ضرور ہوتا ہے کہ کچھ ترک چھوڑے جس سے اپنی
 حاجات کو دفع کرے اور اپنی اوقات پر لحاظ رکھے لیکن کبھی وہ خارجی اسباب کے لحاظ سے جو ادرکیم ہو جاتا ہے۔ دوم یہ کہ آدمی خیرات
 کرنے میں بخل نہیں کرتا اور یہ کہ فرائض و واجبات پورے کر دے تو اُن سے جو خرچ کیا وہ اسی واسطے خرچ کیا کہ اسکا عوض
 حاصل کرے تو درحقیقت وہ بخل ہے۔ وجہ سوم یہ کہ مراد انسان سے یہاں وہ جن جو باطن سابق سے محمود ہیں اپنی جنگو خطاب کیا گیا ہے
 کسب و وسع اور بعض نے لکھا کہ یہاں وہ قول ہیں ایک یہ کہ نزول اسکا مخصوص مشرکوں کے حق میں ہے اور یہی حسن بصری کا قول ہے
 اور دوم یہ کہ امت عام ہے اور یہی جمہور کا قول ہے جبکہ ما دردی نے حکایت کیا ہے بقیہ الامم ابن کثیر نے یہ کہ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ
 فتاویٰ رہے کہ انہیں بخل روک رکھنے والا جیسے المدقلے نے فرمایا کہ ان الانسان خلق بلوغاذا امس الشرجوعاذا امس الاخیر منوعا الا
 المصلین اسکے نفاذ قرآن میں بہت ہیں پس المدقلے انسان کا من حیث انسان ہونے کے یہ وصف فرماتا ہے کہ وہ بخل ہے استثنایا اسکے
 جبکہ المدقلے نے تو فیض ہدایت دی۔ یحییٰ میں موجود ہے کہ یہ المدقلے یعنی دست کرم المدقلے کا بھلا ہوا ہے اسکو شب و روز کی بخشش
 عام کو کم نہیں کرتی ہے جیسے تلاؤکہ عیال کیا خرچ ہو جیسا سے آسمان و زمین پیدا کیے ہیں دیکھو اس خرچ نے اسکے دائیں دست قدرت سے
 کچھ کم نہیں کیا۔ وَنَفِی الْعُرْسِ قولہ تالے فل و اَنتم تملکون خیرا من الایہ المدقلے کے اس کلام میں اس بات پر تاکید عطا ہوئی کہ
 نفس مارہ انسان کی جیسے کیونکر واقع ہوئی تو باطن فرمایا کہ وہ نفس بخل پیدا ہوئی کہ جبکہ یہ حیرت ہے کہ دنیا جمع کرے اور دنیا پر ہر طرح
 متوجہ ہو اور پھر اسکو اپنے پاس رکھ کر دے کیونکہ وہ آخرت سے اندھا ہے اور اس کے پیش و ادائی بقاء سے اندھا ہے اور ادھر بھی دنیا کی
 اصلیت و اسکے فنا ہونے کو نہیں سمجھتا ہے اور فیض حب الہی روح سے نزدیک کجائی ہے جو صاف و عاشق ہے اور ایسی عقل سے جو
 قدی نور ہے اور اپنے قلب سے جو ملکوتی ہے اور ایسے سرطین سے جو جبروتی ہے تو یہ نفس اپنی جبلت و فطرت سے بخل کرنا مل ہو جاتے
 یعنی بخل وغیرہ صفات ذمہ اسکے مضاعف ہو جاتے ہیں اور حرص سے سائل ہو کر خیرات کے ساتھ بھی ہو جاتے ہیں اور یہ نفس اولیاء و انبیاء
 کو حاصل ہوتا ہے اور نفس انبیاء کو کسی حال میں مارہ نہ تھا جو یہ عصمت الہی کے اور جبروتی ہے اور جو حرص نہ تھا اور نفس عام ہر حال میں اپنی
 فطرت پر جو اسے نادر نفس کے کہ کبھی المدقلے بعض کا فر کوئی کر دیتا ہے اور بھی بعضے میں کو بخل کر دیتا ہے شیخ محمد و ن رہے کہ

زمین سے منقطع کر دے خواہ اس طرح کہ سب کو ہلاک کرے اور دس زمین سے غارت کرے یا کمال باہر کرے اور زمین مصر سے برباد کرے چپے
 کفار فریشتہ نے حضرت علیہ السلام کے ساتھ چاہا کہ انکو واردہ کریں یا قتل کریں۔ فَانْكَرُوا فَنَزَّلْنَا مُطَرِّدًا مِنْ سَمَاءٍ مُتَارِقًا لِيُظْهِرَهُ لِبَنِي إِسْرَءِیْلَ
 اور انکو چوائے کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا یعنی دریا سے قلم مرہن۔ اور ظاہر یہ کہ فرعون نے بنو اسرائیل کو گرفتار کر کے برباد کرنا چاہا تھا
 کہ زمین مصر سے بے کشتے ہو جائے اور اسدقائے نے اس مکان کو مع ساتھیوں کے ہلاک کر کے بنو اسرائیل کو ملک مصر پر چھٹکے دیدیا
 اسی طرح کفار فریشتہ کو خوف چاہیے کہ بعد رسول اللہ علیہ السلام کے عذاب سے بچنے کے لیے ایسی آیات میں آنحضرت علیہ السلام
 وسلم کے واسطے بشارت ہے کہ اسدقائے آپ کے ساتھ وہی طریقہ برتاؤ فرماوے گا جو آپ کے سابق باداران نبوت کے ساتھ ہوا کہ نبوت و
 فتح وہی اور سرکشوں کو ہلاک کیا۔ فَانْكَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اور ہم نے حکم دیا بعد غرق کرنے فرعون و قوم کے۔ لِيُظْهِرَهُ لِبَنِي إِسْرَءِیْلَ بنو اسرائیل کو
 جو فرعونین کے تحت قدرت میں ذلیل و خوار تھے بعض اُنکے صبر و تقویٰ کے کہ اس کے کھانا کھا کھنہ کیوں نہ بنیں یہی جہاں اس نے
 تم کو کھانا دیا اور بنا چاہا تھا خِذَا اجْبَاؤْهُمْ جِبْرَآءُ یعنی خواہ مخواہ آویگا۔ وَغَدَّ لَا يُخَذِّعُ وَعْدَهُ آخرت کا یقین قیامت کی جگہ
 دیکھو تو ہم اپنی عظمت قدرت سے تم کو لا دیکھنے یعنی دونوں فریق کو۔ فَانْكَرُوا فَنَزَّلْنَا مُطَرِّدًا یعنی فرعونین کو اور ہم کو بشارت قیامت میں زندہ
 کر کے قتل دلا دیکھنے کہ اس وقت کسی کا حکم دوسرے پر نہ ہوگا اور نہ کوئی کسی کو دفع کر سکیگا یہ حالت نہ ہوگی جو دنیا میں تھی پھر بعد اسکے
 تم اختلاف سے جدا جدا مٹا دیے جاؤ گے۔ ابن عباس و جابر و قتادہ و خفاک نے کہا کہ لُغِيْغَا سے جمعا اس آیت میں حضرت علیہ السلام
 علیہ وسلم کے واسطے فتح کی بشارت ہے اور سورہ کہ زبل جبر کے نازل ہوئی اور یہی ہوا کہ اہل مکہ نے حضرت علیہ السلام وسلم کے
 کمال دینے کا ارادہ کیا لیکن بولہ قلعے وان کا دوا لہم و تک من الارض الایہ امد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ علیہ السلام وسلم پر کہہ کر
 قمر فتح کیا اور یہی دو قول میں سے زیادہ مشہور ہے اور صلح سے فتح ہونے کا قول غیر مشہور و لیکن آپ نے علم و کرم سے دہان کے لوگوں کو
 محلوک امنین کیا بلکہ آزاد رکھا جس قسم کہتا ہے کہ آیت میں دلالت ہے کہ بعد ہلاک فرعون کے بنو اسرائیل کو ایسی زمین مصر میں رہنے کی
 اجازت ہوئی تھی اور علماء کے یہاں دو قول ہیں ایک یہ کہ بعد غرق فرعون کے بنو اسرائیل پھر مصر کو نہیں گئے اور دوسرا قول یہ کہ پھر مصر
 گئے تھے۔ پس بنا بر قول اول کے آیت میں قولہ اسکو الا ارض کی تاویل یہ ہوتی ہے کہ حکومت میں الا ارض زمین کو۔ اور ظاہر یہ کہ بنو اسرائیل
 کی بشارت تھی جس جہاں تک قابل جہاد و لگ تھے انکو لیکر حضرت موسیٰ و ہارون کو روانہ ہونے تاکہ شام کو کفار سے خالی کریں اور باقی لوگ
 مصر میں رہے پس یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے شام فتح کر دیا اور اسدقائے علم۔ فت فی العرائس و قد اکتبنا موسیٰ تسع آیات حقائق اشارات
 میں یہ آیات جو ظاہر میں یقین انکے آثار باطنی بھی تھے پس ملاحظہ نظر و حسن چہرہ و کشادگی عقدہ زبان و شرح صدر کا قابل رہا شجری
 صدری۔ اور ہمیت و اجازت حق و جلال جو آپ جی میں ہوئی تھی بقول تعالیٰ و انتما موسیٰ سلطنا ما یندنا جی کہ انھوں نے بنو اسرائیل کو
 حکم دیا کہ اپنے آپ کو قتل کرو و انھوں نے گردن جھکا کر ان کو انبساط بقولہ تعالیٰ ان ہی الافتنک انقضل پس منشا الایہ اور بعد اور
 قبولیت دعا بقولہ تعالیٰ ربنا اطس علی اموالہم اور شریعت مجموعہ آیات ابن ادریس و خلق النجر و حصا کا قلب ما بیت ہو کر سنا ہوا بناو
 بدیعنا و مقام تجلی و سماع کلام پاک۔ و تلبیہ ثوب و سن و سوسی اور پھر سے پانی جاری ہونا اور صورت سونے کو جلا کر خاک کر دینا۔
 شیخ جعفر نے کہا کہ مجھے آیات کے سننے موسیٰ کو مخصوص فرمایا تھا اصطفا یعنی قولہ و اصطفتک لکنفی۔ اور القار محبت بقولہ
 و انما احببت علیک محبتی۔ اور کلام بقولہ کلم اللہ موسیٰ تکلم۔ اور مقام خطاب میں ثابت قدم رکھنا اور حسن زمین محفوظ رکھنا اور بیعتنا

یہ یقیناً دینا اور الواح عطا کرنا۔ شیخ ابن عطار رحمہ نے کہا کہ نجد آیات کے مشابہہ میں برداشت قوت خطاب ۱۰ اور دہرا کے لیے درجہ استبراجت اور یہ دونوں بڑی آیات میں سے ہیں۔ ف مترجم کہتا ہے کہ یہاں ایک مقام الطیفان اور باری رہا وہ ہے جو کہ عرصے موسیٰ علیہ السلام اثر دیا ہوا جاتا تھا۔ یہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا جس سے حسین دھات کو ترکیب سے شریف دھات بنایا۔ یزین۔ صحیح ہے یا نہیں صحیح ہے جو اس مسئلہ کی کوئی روایت معتدین سے نہیں ملتی ہے اور علامہ ابن عابدین نے مقدمہ رد اختیار میں یزین کلام کیا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن حجر نے اسکو ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا اور بنا رہا کسی ہے کہ کیا یا قلب بامیت ممکن ہے یا نہیں پس شیخ ابو یسنا وانطانی وغیرہ سے نقل کیا کہ محال ہے ممکن نہیں ہے اور بعض فقہا بھی اسی طرف ہیں اور بعض فلسفین کے نزدیک ممکن ہے اور امام رازی اور ایک جماعت نے اسی طرف سبیل کیا ہے کیونکہ اگر ممکن نہ ہو جو ہر باطل ہو جائیگا پس اس قول کے موافق کھانے کو شخص صناعت کہیا جاتا ہوا اور سرخا دیا ہوا جو دھات بنا دے وہ اصل میں بدل گئی ہو کہ کبھی توبہ سے واپس ظاہر نہ ہو تو جائز ہے درنہ بدون اس کے حرام ہے اور مستحکم کہتا ہے کہ صواب میرے نزدیک ہے کہ یہ مسئلہ میں اسطرخ فضیل ہے کہ انقلاب بامیت سے اگر مراد ہے کہ آدمی کی ترکیب سے ممکن ہے تو باطل ہے اور اگر مراد ہے کہ خالق عزوجل کی طرف سے ممکن ہے تو باطل صحیح ہے۔ لہذا کیا کیا کا حکم ہے کہ وہ ممنوع و حرام ہے اور رہا یہ اعتراض امام رازی کہ وہ مجھے باطل ہوگا اس قول پر نہیں وارد ہوتا ہے کیونکہ مجھے باطل باری تعالیٰ ہے اور رسول صرف واسطہ ہوتا ہے بلکہ مجرہ اس قول پر قطعی دلیل ثبوت ہے کہ چونکہ جب عصا موسیٰ بمثل اثر دیا ہو گیا اور حقیقت میں ہو گیا تو قطعی معلوم ہوگا کہ یہ انقلاب بامیت بفعول باری تعالیٰ ہے پس صحیح ہے کہ چونکہ بشر کے امکان سے خارج ہے بخلاف اسکے اگر ناجائز سے کہ بشر سے بھی انقلاب بامیت تشریک کیا وغیرہ ممکن ہے تو یہاں ہو سکتا ہے کہ کسی ترکیب سے الیا کر لیا ہو۔ اسی واسطے ساحران موسیٰ علیہ السلام نے جب لعین کر لیا کہ یہ عصا واقعی اثر دیا ہو گیا تھا تو انھوں نے قطعی لعین کر لیا کہ ہمیں انسا فی فعل کو باطل فعل نہیں ہے اور یہ فعل باری تعالیٰ ہے یا نعم والحمد والعلو صواب

[illegible]

تھوڑا کر کے طریقہ سے اور تپے کو آہستہ تزیل سے تھوڑا تھوڑا

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید سے خبر دیتا ہے۔ و یا بخیرتی انزلنا فیہ یعنی اور قرآن کو ہم نے منقش کجی پر اتارا۔ جامع حق اسکو اتارا انہ
 قولہ تعالیٰ لکن اللہ شہید انزل الیک انزلنا لعلہ یعنی مع علم فی حق جو علم ہی جبرئیل کو اطلاع دینا چاہی ان صفات توہید وادامہ وادھائی
 وغیرہ ابوعلی فارسی نے کہ کما بارد دون جگہ معنی ہے اور دفعہ دیم واسطے تخصیص کے ہے یعنی حق کے ساتھ مقصود اتارا ہوا بہین باطل کا
 کچھ نکالنا نہیں ہے۔ و یا بخیرتی ذکر الہی کے ساتھ نازل ہوا یعنی جیسا اتارا ویسا ہی نازل ہوا۔ بعض نے کہا کہ معنی ہے بین حق ہی
 کے ساتھ ہم نے اسکا نزول مقدر کیا اور جیسا مقدر کیا ہی طرح نازل ہوا۔ یا معنی ہے بین کہ ہم نے اسکو آسمان سے حق ہی کے ساتھ اتارا اطح
 کر ملائکہ کی رصد کے ساتھ محفوظ رہا اور یوں ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر ملائکہ شیطانی کی تخلیق کچھ نہیں مگر ہوتی بعض نے کہا کہ حق
 اول یعنی امور حقہ اور حق دوم سے مراد حق صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے اسکو اور حق ہی کے ساتھ اتارا اور وہ حق ہی پر اتارا جو محمد صلی اللہ

نہیں ہے بلکہ عینی بین کہ دل سے اس تعظیم کے بجالانے میں جلدی کرتے ہیں مگر جہد کرتے ہوئے غلامیہ ہو کہ علم سابق سے یہ لوگ قرآن کی تعظیم و تحکیم کر چکے جو اب وہ پڑھا جاتا ہے تو اسد تعالے کے لیے جہد میں کر جاتے ہیں۔ **وَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ يَتْلُو آيَاتِ اللَّهِ لعلَّ تَعْقِلُونَ** اور کہتے ہیں یعنی جہد کی حالت میں کہ پاکی پر ہمارے رب کی اس کا وعدہ جو سابق کتابوں میں بھی درج نہیں ہو سکتا۔ **إِنِ اتَّخَذَ اللَّهُ مِثْلَ نَفْتَالِ بْنِ يَسَّىٰ** اور کہتے ہیں یعنی جہد کی حالت میں کہ خدا کا وعدہ مفعول ہے۔ مفعول کے متنی کر دیا گیا یعنی ایسا وعدہ کہ گویا وہ ہو گیا پس جو وعدہ اگلی کتابوں میں فرمایا تھا کہ قرآن مجید نازل کیا جائیگا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہونگے اور وحیات اور وکالات و ثواب و عقاب سب ٹھیک ہے اس میں قریش کے جاہلون پر تشبیہ ہے کہ یہ حالت سے اسکو ٹھیک نہیں سمجھتے ہیں۔ **بِأَجَلٍ جَوْشَمِ** جو لوگ علم سابق سے وعدہ پاتے تھے وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اور قرآن کے نزول سے جب وعدہ پورا دیکھتے جاتے ہیں تو اسد تعالے کی تسبیح کرتے ہیں بحسب مواہب قرآن انہیں انکار کرتے ہیں تو روتے ہوئے دوسرا جہد کرتے ہیں کہ قال **وَلَا تَجِدُ أُمَّةَ دُونَكَ لَمْ تُؤْتِ الْكِتَابَ** اور کہتے ہیں جہد میں بینکون کرتے جاتے ہیں یعنی نبی قلب سے جو مواہب قرآن سے پاتے ہیں۔ **وَيَذَرُونَ مَا فِي لَدُنِ اللَّهِ وَأُمَلِّحُوا** اور زیادہ کہتا ہے سماع قرآن انکے لیے خوشگوار کہانی تو اشع و صابری سے اسد تعالے کی طرف رجوع کرنا پھر قرآن کا اثر ہوتا ہے۔ **وَأَدَّبَ الْقُرْآنُ** اس کی قطع مجرم میں بالحد کہے اور رونا حسب ہے اور اگر رولا فی ذلک سے اور رولا فی ذلک سے اور مزعم کہتا ہے کہ اس سے میرا وہ نہیں کہ ظاہری صورت بناوے بلکہ یہ معنی ہیں کہ جب انوار عظمت و معرفت قلب میں ہوتے ہیں تو سنتے ہی جذب شوق سے آتسو بھنے لگتے ہیں اور وہ بے اختیار ہی ہے اور اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو غور سے اپنے دھیان کو لگا دے اور خوف و عذاب و ثواب کے سمجھے سے دل کو لگا دے کہ وہ خوفناک ہو کر رو گیا اور میل دھو گیا۔ **بِإِذْنِ رَبِّهِ** سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسد تعالے کے خوف سے روبا وہ داخل جہنم نہ ہو گا جب تک کہ وہ دودھ دوہا ہوا پھر تھنوں میں دالیں نہ جاوے اور کسی شخص پر براہ جاد کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو گا رواہ الترمذی والسنائی۔ **خَلَا صَاحِبُهُ يَهَيِّجُهُ** دوا ہوا دودھ پھر تھنوں میں نہیں دال سکتا ایسے ہی خدا سے تعالے کے خوف سے رونے والا جہنم میں نہ جائیگا اور اسد تعالے کی راہ میں چلنے سے جو غبار پڑا اسے ساتھ پھر جہنم کا دھواں جمع نہ ہو گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ دو آنھیں ہیں جنکو آگ نہیں چھوگی ایک وہ آنھ جو اسلام کی خوف سے رونے اور ایک وہ آنھ جو رات کو جہاد میں نکلی کہانی کرتی رہے رواہ الترمذی یعنی جہاد میں جہان لشکر اور اس لشکر کے خوف و تشویش سے تنگی کی کرنے والے پر جو جہاد میں گرفت فی العرائس قولہ قالے **إِنَّ الدِّينَ أَوْ لَوْ أَنَّكُمْ لَأَيَّدْتُمُ النَّبِيَّ** اشارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کا اثر ان بندوں پر زیادہ ہوتا ہے کہ جو مکمل فتن کے ابتداء میں معرفت دی گئی اور برادر اوج عارف بخت اور عالم بصفت حق تھیں اور شرائع و عبادت ظاہر ہونے سے پہلے وہ حق تعالے سے حق کو لا واسطہ و حجاب کے سماعت کرتی تھیں جب عالم وجود میں آئے کے بعد بواسطہ بدن کے انہر کلام کسی پڑھا جاتا ہے تو یہ ان کے جوش کو ابھار دیتا ہے کہ محبت ابھو کر جاتی ہے اور شوق اسی جہنم میں کرتی ہیں اور لذت خطاب اسی سے راحت پاتی ہیں اور اس کی مراد کو سمجھتی ہیں پس ان کے حکم کماطے خضوع و خشوع کرتی ہیں جب کلام حق انھوں نے سنا تو ان کے قلوب میں بھان محبت ہوتا ہے پس اس وجود سے قرآن کرنے پر جوش کرتے ہیں اور اس کی عظمت و جبروت کے سامنے گر پڑتے ہیں اور کوئی حاکم نہیں پاتے کہ کسی کو خاک پر سر رکھ کر اسکی عظمت و سلطنت کے سامنے خضوع کرتے ہیں اور شرک و شرکس و مخالفت و سامہم سب سے اسکی پاکی بیان کرتے ہیں کہ قال تعالے **وَيَذَرُونَ** بجان رہنا۔ اور اس کے شوق میں جو جگر ناسی کے

سب سے پہلے خدا کی راہ میں جہاد میں نکلی کہانی کرتی رہے رواہ الترمذی

یاد و لون بہترین خدائے نامیہ کیونکہ اسکے بہت نام اچھے ہیں ابن عباس کو کول سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جہدین کتے تھے کہ یا اسیا الرحمن اسکو ایک مشرک نے سنا تو کہا کہ محمد زعم کرتے ہیں کہ میں نے ایک ہی کو پکارا تاہن حالانکہ وہ دو کو پکار رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ رواہ ابن جریر کہ لسانی تفسیر ابن شہیر سراج و غیرہ میں اس مشرک کا نام ابو جہل لکھا ہے اور حضرت عائشہ رضی عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آواز سے دعا کرتے اور کہتے یا اسیا الرحمن تو اہل مکہ نے سنا کہ کہا کہ دو پکارنے ہوا اور فوجید کا دعویٰ کرتے ہو پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تفسیر کہتا ہے کہ اس قول پر یہ آیت کی جو اور جن کو کون نے کہا کہ تمام سورہ کہ یہ ہر ایک واسطے مؤید ہے لیکن اس سے پہلے کی آیت سجدہ میں قولہ اذ ابلیس طعن عرجون الا ان قال انک یہ ہیں نازل ہوا اسلئے کہ اہل کتاب پر قرآن کی تلاوت مدینہ میں واقع ہوئی جو اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ در قرآن میں کوئی بھی لکھا گیا کہ اہل مکہ میں سے بعض نے مدینہ میں جا کر ان آیات قرآنہ میں سے کچھ سنا یا ہو اور اللہ تعالیٰ اعلم اور ابن عباس رضی عنہما سے روایت ہے کہ اول جب قرآن اترا جو امین الرحمن کا نام قبیل تھا اور اہل کتاب میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے انہیں عبداللہ بن سلام و ابن یاسین وغیرہ علماء کے انکو ایک کرائی تھی کیونکہ قرآن میں یہ نام بہت ہو پس انھوں نے الرحمن کے نام سے دعا کرنے کو دیرانت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی چاہو اللہ کے نام سے دعا مانگو یا الرحمن کے نام سے دو لون اچھے ہیں پس قرآن نے کہا کہ یہ کیا حال ہے کہ تمہارا ایک کو پکارتے تھے اب دو کو پکارتے ہیں اور تم تو رحمن اسی بامہ والے کو جانتے ہیں یعنی میلہ کذاب کو رحمن الیامہ کہتے تھے پس نازل ہوا قولہ ہم ذکر الہم ہم کا فرقہ۔ اور بھی نازل ہوا قالوا والرحمن مشرکین کہنے لگے کہ الرحمن کون ہے پس یونین اہل کتاب تو خوش ہوئے اور کفار قریش بکے قولہ و زائد تم فوراً انکو فطرت پرستی اور یہی قولہ تعالیٰ الذین اتینا ہم الكتاب بغر حوان بالانزل الیک وزن الاتراہا میں نہ کر بعضہ یعنی جن کو کون کو ہم نے کتاب دی دے خوش ہوئے ہیں اس سے جو کھرا تارا گیا اور احزاب میں سے وہ بھی جو امین سے بعض کا انکار کرتا ہے۔ ذکرہ فی السراج وغیرہ۔ و علی ہذا آیت مدنیہ لیکن اس روایت کا ثبوت حضرت ابن عباس سے چاہیے ہے اور شاید کہ بیان میں تقدیم و تاخیر ہو پس مشرکین کہہ بولم اسوا الرحمن الرحیم میں الرحمن سے منکر تھے اور کہتے کہ رحمن ہم نہیں جانتے ہم تو اللہ والے رحمن الہامہ کے سوا کسی رحمن نہیں جانتے ہیں اور اللہ ہم کبھی اسکے نام پر نہیں پکارتے اور نہ اپنے پھر انکو بتائی کہ نبی کی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی ہیں جن میں سے اللہ الرحمن بھی ہے جس سے چاہو پکارو بہتر یہ کہ وہ اللہ الذی لا الہ الا اللہ الرحمن الرحیم الایہ وغیرہ سے جب مدینہ میں تشریف لائے تو اہل کتاب خوش ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم سراج میں لکھا کہ اگر کہا جادے کہ ادوا زید ادا دعو اعم و اؤظام ہوتا ہو کہ مدید و دو لون الہک ابن ہر ابو جہل کا شبہ تو ہو سکتا تھا جواب یہ کہ ادوا بیان پکارنے کے معنی میں نہیں ہے بلکہ یعنی عباد پر یعنی نام اللہ کا یہ نام اور رحمن کا یہ مراد بیان کی نہیں ہے بلکہ اکہم جو اور حرفت اور یعنی اختیار ہے چاہو یہ نام لیا دہ نام لیا اور واضح ہو کہ حسی عیدہ موشن اعم تفصیل ہے جو جمع ہونے لفظ سار کے جو موصوف واقع ہوا ہے اور جمع علم غنیف کے ہوتا ہے صفت کو بھی موشن لایا گیا اور وہ اصل موشن نہیں ہے۔ اور اللہ یا الرحمن وغیرہ کے اس الہام ہونے کے یہ معنی ہیں کہ انہیں توحید و تقدیس و تعظیم کے مستقل معانی موجود ہیں۔ اور اسماء حسنی میں سے منافقے کا بیان قولہ و اللہ الاسما حسنی کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ کلا جھڑ جھڑ کلا لکھا اور حمرت کرائی ناز کے ساتھ۔ کلا جھڑ جھڑ دھکا۔ اور مخالف مست کہ اسکے ساتھ۔ یعنی نہ ہرگز نہ مخالفت کر۔ کلا جھڑ جھڑ کلا لکھا اور اسکے درمیان میں راہ تلاش کر یعنی ہر مخالفت کے درمیان چڑھنا چاہیے اور ظاہر کلام میں نماز کا ذکر ہو چکا ہے لیکن سلف سے یہاں متقدم

اقوال مروی ہیں ان کے بارے میں اس کا نواز کے بارے میں جو یہاں کہہ سکا کہ اس کا نام اور ان کے بارے میں کہ نازل اس کا دعا یا تشدد کے بارے میں یا ان کے بارے میں کہ اس کتاب کے طریقے سے جو پہلے تھا اس کے بارے میں کہ شیخ ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے طریق میں عبد بن جریج رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نزل اس آیت کا کہ ولا تجر بصلواتک الا بعد وقت جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں مجاہد ہی تھے اور کہا کہ یہ بات یہ بھی کہ جب آپ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن کے ساتھ پڑھتے تھے پس جب مشرک لوگ کہتے تو قرآن کی بدگوئی کرتے اور جس نے انہیں اس کی برائی کہنے اور جولا یا اسکے ساتھ بدزبان کر کے کہتے تھے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کہ میں نے نازل فرمایا ولا تجر بصلواتک یعنی مت جہر کہ اپنی قرأت کے ساتھ کہ مشرکین سے قرآن کے ساتھ بدزبان کر کے ولا تخافت بہا اور اس کی قرأت میں خفت کبھی استراحت اپنے اصحاب سے کہ ان کو نہ سادے کہ جو سے یکہ نہ سکین و انتی بین ذلک سبیل یعنی دنیا کی طرف اختیار کر۔ روایت میں بھی ہے موجود جو دریاہی ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور انہیں پڑھا دیا کہ پھر جب آپ نے قرآن کو پڑھ کر فراموش ہو گیا تھا تو پھر چاہتے دہرتے تھے۔ اور محمد بن اسحق نے طریق میں کہ ملا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں قرآن پڑھتے تھے تو مشرکین مفرق ہو جاتے اس سے انکار تھا کہ قرآن سنیں اور کوئی آدمی جب یہ قصد کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی کچھ تلاوت سے جب آپ نماز میں ہوں تو مشرکوں کے خوف سے انکی چوری سے کان لگا کر سنتا اور اگر ان میں سے کسی کو دیکھتا تو اس کی ایذا کے خوف سے چلا جاتا اور نہ سنتا سو اگر حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے تو جو لوگ چوری سے سنتا چاہتے تھے وہ سے کہ نہیں سن سکتے تھے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نازل فرمایا ولا تجر بصلواتک یعنی تاکہ مشرکین مفرق نہ ہو جائیں ولا تخافت بہا۔ یعنی پھر وہ شخص نہ سن سکے جو چوری سے سنتا چاہتا تھا شاید کہ وہ بعضی بھی ہوئی بات سمجھے اور رفع تھا وہ و انتی بین ذلک سبیل یعنی درمیان کا طریقہ اختیار کر وہی قول معلوم حسن بصری و قتادہ کا ہے کہ نزل اس آیت کا نواز قرأت کے بارے میں جو اور عبد بن جریج رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جس نے اپنے کانوں کو سنایا اس نے خفت نہیں کی۔ اقول اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خفا منہ معبود ہے کہ اپنے کانوں کو بھی نہ سادے اور ظاہر مذہب خفیہ یہی ہے کہ اگر ایک شخص نے اس طرح پڑھا کہ خود بھی نہ سنا تو قرأت نہیں جائز ہے اور بعض روایت میں ہے کہ اونی درہ خفا کا یہ ہے کہ حروف کی تصحیح ہو اور مترجم کے نزدیک اسکی تاویل یہی ہے کہ خود سننے کی حروف کی تصحیح و بے تصحیح بغیر اسکے معلوم نہیں ہو سکتی ہے۔ اور شیخ ابن جریر نے اپنی اسناد سے روایت کی کہ عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یہی خبر دی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں قرأت پڑھتے تو اپنی آواز خفیف کیا کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ بھی کہتے تھے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حاجات کرنا ہوں اور وہ میری حاجت جانتا ہو گیا کہ اچھا کرتے ہو اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوبکر کہتے ہو کہ میں مطر و درنا ہوں شیطان کو اور کچھ جانتا ہوں اور اچھتے ہو کہ کو تو کہا کہ اچھا کرتے ہو پھر جب آپ آیت اتری ولا تجر بصلواتک ولا تخافت بہا الا یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آواز کچھ بلند کر دو اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آواز کچھ پست کر دو کہلاؤ کہ شیخ ابن کثیر اور عالم وغیرہ میں سے روایت اسی قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اپنے اصحاب بارگاہ گھر وں کا دور کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں اپنی قرأت آواز خفیف پڑھتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ نماز میں آواز بلند پڑھتے تھے پھر شیخ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنی آواز کیون پست کرتے ہو انھوں نے کہا کہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور وہ میری حاجت جانتا ہو اور عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیون بلند کرتے ہو عرض کیا کہ شیطان کو بالکل جانتا ہوں اور دونوں کو جانتا ہوں پس آپ نے ابو بکر کو کہا کہ

اپنی آواز کچھ بلند کر دیا اور عرض فرمایا کہ ابھی آواز کچھ بڑھاتا کروں جس سے کہتا ہوں کہ یہ روایت بعض صحاح میں بھی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قصہ
 بدینہ کا ہے اور کہیں تو قرآن فی بھی متقرر نہ ہوئے تھے گو بہر حال اس سال پہلے حجاج بن یوسف نے کہا کہ ابھی ابھی بدینہ رضی اللہ عنہم اس وقت بن
 تہجد دار کرتے ہوں جیسے سورہ مزمل سے ظاہر ہوتا ہے واسد نقالہ اعلم ابن کثیر نے لکھا کہ مکرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ
 نزول اس آیت کا وجہ یہ ہے کہ ابھی ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی کہ انہی کے پاس ابھی حجاج بن یوسف اور
 ابو حنیفہ و کچھ لوگ تھے اور وہ بن البربرج سے کہتے ہیں کہ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی تمیم سے ایک ایرانی مسلمان ہوا جس کا نام حضرت علی
 السلام ہے کہ نے وہ بنی کہ وہ اس سے کہتا کہ اے اللہ کے رسول! وہ لہذا کہی مجھے اوش و اولاد و زنی کہ جس نے آیت نازل ہوئی۔ اقول اس سے
 معلوم ہو کہ دعائیں جو کہ بنی ہجر بنا رہے اور وسط جہان سے لیکن لازم ہو گا کہ پست کرنا جائز نہ ہو اور جواب ہے کہ پست کرنے سے مراد یہ کہ خود بھی نہ سنے
 تو وہ نہیں جانتے کہ وہ بنی ہجر بنا رہے اور وسط جہان سے لیکن لازم ہو گا کہ پست کرنا جائز نہ ہو اور جواب ہے کہ پست کرنے سے مراد یہ کہ خود بھی نہ سنے
 اور امام رازی نے لکھا کہ یہ قول بعد از تحسیم کہتا ہے کہ جب مخالفت ممنوعہ وہ ہوئی کہ خود بھی نہ سنے تو آیت میں خفیہ سے اس قدر لے لیا جاتا ہے
 کہ خود سننے سے پس نسخ کی حاجت نہ رہی البتہ یہاں معلوم ہوئی کہ قول میں ذلک میں مرتب بن لینے اس قدر پست کہ خود نہ سننے سے
 اور اس قدر پست کہ ایک درجہ بہ خود سے فقط اور دوم یہ کہ پاس والا بھی سنے اور تیسرا یہ کہ اول صفت اور اسے سن لین چوتھا ہے کہ دوسری صفت والے
 بھی سنیں۔ بالکل امام کی فرات اس قدر کہ تمام صفت والے سنیں ممنوع ہو گئی بشرطیکہ بعض اس قدر کہ اول صفت والے سن لین چوتھا ہے کہ دوسری صفت والے
 پھر اس سے ذکر ہر کر وہ ہو گا۔ اور پہلے معلوم ہو چکا کہ خفاک نے ابن عباس سے جو حدیث کی کہ آیت مبارکہ بارہ فرات سے کہ اور کہ ایک اس کا
 حکم اور پھر مدینہ میں آپ کو اختیار ہوا کہ طرح چاہیں جو ہیں یہ دلیل ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوا۔ واسد نقالہ اعلم قول دیگر یہ کہ آیت مبارکہ شہد
 چنانچہ ابن جریر نے اپنے اسناد کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ قول لا تجر بصلواتک الا یہ کا نزول شہد کہ بارہ ہی ہو۔ اور دوسری حدیث
 بن مسرور سے مروی ہے کہ اقول اس صورت میں صلوة کا اطلاق شہد ہو گا۔ قول دیگر کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی
 کہ قول لا تجر بصلواتک اپنی کو گون کے لیے آئینہ کرنے کو مست پر وہ وقولہ ولا تخافت بہا لینی کو گون کے خوف سے ترک مست کر اور بنی ہجر
 سے مروی ہے کہ قول لا تجر بصلواتک الا یہ کہ معنی ہیں کہ ظاہر میں نماز کو خوب بنا کر مست پر وہ اور باطن میں اس کو خراب نہ کر۔ ایسا ہی
 عبداللہ والی نے واسطہ پھر کہ حسن بصری سے روایت کی ہے اور بنی ہجر خوف از وقتادہ نے حسن سے روایت کیا۔ قول دیگر کہ عبدالرحمن
 بن زید بن اسلم نے کہا کہ اہل کتاب مخالفت کرتے تھے پھر ان سے ایک باوری ایک کلمہ کو آواز سے پڑھتا پس اس کے ساتھ اسکے چھپے
 اور لوگ بھی اسی کلمہ پر چھپنے پس اسد نقالہ نے اس آیت میں ایسے ہر سے منع کر دیا جیسے وہ شخص پادری کو تا اور ایسی مخالفت سے منع کر دیا
 جیسے قوم والے کرتے پھر مدینا میں راہ وہ بھی جو تھیں بل علیہ السلام نے نماز میں حضرت علی علیہ السلام کے واسطہ پھر کہ مدنی بنی ہجر
 کہتا ہے کہ ان اہل تفسیر موجود ہیں سے کسی نے اس مقام پر کوئی قول واقعی نہیں لکھا اور نیز کہ جو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کہ سبب اولی
 دہی فرات نماز پر اور تا بنیاس میں دعا و عجلہ ارکان نماز میں ہر مخالفت داخل ہے اور ہر مخالفت میں دنیا کا کسی کو تا منسوخ یا ر یا
 کے خوف سے بالکل ترک بھی ممنوع ہے اور غلاصہ یہ کہ واسطہ اہل اعمال میں براہ فعل و نیت ہوا کہ واسد نقالہ اعلم بالصلوات جب
 اسد نقالہ نے اہل شرک کے حالات پر ذکر دئے اور اہل مال قدرت و عظمت و توحید ثابت فرمادی تو اب غلامہ اپنی کوید کا حد کہے
 ساتھ فرمایا بقرۃ۔ فی الحقیقۃ اور کہ سے کہ سبب الترفیع اسد نقالہ کے واسطہ ہے کہ بنی ہجر اس ذات پاک خالق و معز کے لیے

جو سب کمالات والا ہے اور کوئی عیب جو شرک لگتا نہیں اسی درگاہ عدت کے لائق نہیں اور وہ پاک ہوا از تجلہ شرکون کے رد کرنے کے تین صفات سلی بیان فرمائے اول۔ اللہ تعالیٰ کے کھنڈن و کڈنا وہ پاک جس نے زمین بنالیا فرزند اس میں اشارت ہے کہ خالق وہی ہے تو جو کوئی ہوتا اس کا خلقی ہو پاپس اسے فرزند نہیں لیا جیسے نصرانی کا فرغیرہ کہتے ہیں کہ میں رازی رح نے لکھا کہ اللہ یعنی تمام کامل حمد ایسی ذات کے لیے بتلائی جس نے فرزند نہیں لیا یعنی وہ بیٹا جو وہ سے پاک ہے تو اس کے کئی وجوہ ہیں اول یہ کہ کسی کا فرزند وہ جو تا جو اس کے اجزا میں سے کسی جزو سے پیدا ہوا ہو پس جس کی کا فرزند ہو وہ ضرور اجزا سے مرکب ہو گا اور جو چیز کہ مرکب ہوتی ہے وہ اجزا اور جو مرکب ہوگا اس میں اس کی جو قسم کو احتیاج ہے اجزا کی طرف کیونکہ اگر اجزا نہ ہوتیں تو یہ مرکب بھی نہ ہو گا پس یہ مرکب نہیں ہو سکتا اور قدیم وہ ہے کہ وہ بالکل کسی چیز کی طرف محتاج نہ ہو کیونکہ جو محتاج ہو وہ جس کی طرف محتاج ہو اسی سے حادث ہے اور حادث خلقی کو کمال کہاں سے ہو تو وہ کمال حمد کا حق نہ ہو تو ولد والے کے لیے حمد نہیں ہے پس ہمارے کسی کے واسطے ہے جس کے فرزند نہیں ہے۔ وجہ دوم یہ کہ جس کی کا فرزند ہو وہ سب نعمتیں اپنے فرزند کے لیے رکھتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا اس کو طاقت و قدرت سب کچھ پھر اس کے غلام اس کے فرزند کو قتل کر دالین جیسے نصرانی دعویٰ کرتے ہیں یا اس کا فرزند ہوتا ہے وہ ہر طرح کی آسائش اسی کے واسطے افضل دیتا ہے پھر جب فرزند نہیں ہوتا تو نعمتیں اپنے غلاموں کو دیتا ہے مگر اس کے اگلے اپنے بندوں کو بڑی بڑی نعمتیں دیتا ہے چنانچہ بادشاہ بنانا ہے تو ثابت ہوا کہ اس نے فرزند نہیں لیا جیسے کفار نصرانی انتہا سے نادانی کی وجہ سے افسوس باندھتے ہیں پس ہمارے کسی کے لیے جس نے بندوں پر کمال انعام کیا اور فرزند نہیں اس کے لائق ہے۔ وجہ سوم یہ کہ جس کے فرزند ہوتا ہے وہ بعد ہوا کے قائم مقام ہوتا ہے تو اب اس کو گناہ گنہگار انعام و اکرام بندوں پر نہیں کر سکتا تو کمال حمد کا حق نہ ہو گا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بے انتہا زمانہ تک اپنے بندوں پر انعام و اکرام کرنے والا ہے اور کوئی اس کے قائم مقام ہونے کے لائق نہیں ہے کیونکہ وہ تو سب سے اعلیٰ اور سب سے قدرت والا اور سب سے فضیلت مند است میں جن پر تو ظاہر ہے کہ نادان نصرانی کے قول پر ہٹاؤں سب باتوں سے خالی ہو گا کہ وہ اسی وقت سب سے اعلیٰ نہ ہوا اور اگر کہا جائے کہ کسی کے دوسرے وقت ہوتا ہو جائیگا تو معلوم ہوا کہ اس میں تخیل جو تار رہتا ہے تو وہ ضرور حادث ہے کیونکہ زمین تبدیل و تغیر ہو وہ حادث ہے پھر کہاں سے وہ قدیم ہو سکتا گا اور وہ قدرت والا بھی نہیں ہے اور اس کے بقصد میں سب چیز بھی نہیں بلکہ وہ خود مقرر و مقرر ہے تو وہ کہاں سے قائم مقام فرزند ہو سکتا ہے اور یہ بالکل غلط موضوعات ہیں جو ان کو نہ سمجھ پڑا حتیٰ ہے کہ وہ دو صفات ثلثہ سلیمہ میں سے ہے۔ وہ کہہ چکے کہ کائنات پر خدا تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور نہ تھا اس کا کوئی سا جی یا بادشاہت میں۔ کیونکہ وہ تو سب سے اعلیٰ و سب کمال والا ہے پھر اس کا سا جی کس طرح کا ہو سکتا ہے اگر برابر کا ہو تو سب سے اعلیٰ نہ ہوا اور اس کے بقصد میں معذور و معذور ہوا اور سا جی سے اختیار کامل نہیں رہتا مگر وہ سب صفات میں کامل ہے تو سا جی مجبور ہو پھر اس کا جی کیونکہ ہو سکتا ہے پس سلطان و الاملا والاکرام وہی وعدہ لائے ہو کہ اس کا کوئی سا جی یا بادشاہت میں نہیں ہو سکتا پس ہر انعام و اکرام جو ہے بہتہ طریقہ سے اسے بندوں پر برسا دیا ہے وہ اسی کا انعام ہے وہی حمد کے واسطے مستحق ہے۔ قسم سوم صفات سلیمہ سے قولہ کہہ چکے کہ کائنات پر خدا تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور نہ تھا اس کا کوئی و لی اس راہ سے کہ اس میں کوئی سا جی یا بادشاہت تھی جبکہ اس کے و لی نے وجہ دوستی و موالات کے اس سے دفع کی کیونکہ وہی قادر قوی کامل حاکم ہے جو چاہے نہ کرے کچھ اس کے سوا ہے سب اس کی مخلوق اور اس کے بقصد قدرت میں ضرور مجبور ہے پس اس کلام میں تمام اوہام و شیطانی کی نفی کر دی کہ اس کا کوئی شرک نہیں ہو سکتا نہ تو اس کے جنس کا کیونکہ وہ جنس سے پاک ہے چنانچہ وہ کچھ نہ ہوا اور نہ اس کے غیر جس کا اور نہ اختیار سے اور نہ مجبوری سے

اسی طرح شریک نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا معاون ہو سکتا ہے جب یہ نشان ہے تو کمال حمد و ثناء اسی کے شایان ہے وہی کامل مقدر انسان
 و احسان ہے اس کی عظمت و کبریائی کے تصور میں وہ کم دکان پچا سرے عاجز و حقیر حیران ہے لہذا فرمایا - ذکرِ بزرگوار کیجئے اور انہی
 کبریائی کی بیان کرنا ہے درجہ کبریائی کی عظمت کا وہ اپنی ذات میں متوحد و صفات میں متفرد و کامل ہے وہی تمام حاکم کا مقتضی ہے تمام
 لیے انتہا مخلوقات اس کے ارادہ کن سے موجود ہیں تو یہ سب مخلوقات اس کے ادنیٰ اشارہ میں معدوم ہے پھر چہاڑوں و آسمانوں وغیرہ کی
 بڑائی میں حیران ہو رہا ہو اس کی عظمت کی کچھ جسکی قدرت کے سامنے یہ سب معدوم ذرہ کے برابر ہے اور جو انہیں سے موجود ہے وہ اسی کی
 شان عالی متعالی ہے اسی واسطے اس کے حبیب کو نمونہ قدرت متوحد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیت العزیز ہے یہ الحی بعد الذی
 لم یخذ ولدا ولم یکن له شرک فی الملک اتو بحریف الامام احمد نے سند میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ابن عباس رضی
 اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جو لوگ پہلے جنت میں بلائے جائیں گے وہ لوگ ہونگے جو آسانی و
 سہولت و ذوق حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے رہیں جبکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 کہ اگھر میں سے شکر کا جس بندہ نے اللہ کی حمد کی ہے اسے اس کا شکر نہ کیا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 کہ افضل الدعاء اھم ہے اور افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے سمر بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب
 باتیں چار ہیں لا الہ الا اللہ اور اللہ اور جان اللہ اور اللہ مردان چاروں میں سے جس سے چاہے شروع کرے کہ میں نے اللہ کو سب سے پہلے
 فی صبح سراج میں پڑھا کہ ان عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یہ قول کسی عورت کی قیل ادعوا اللہ و ادعوا الرحمن
 الا یہ - تو فرمایا کہ یہ چوری سے امان ہے کہ کہا کہ جابر بن یمن سے ایک شخص نے مومنوں کے وقت اس آیت کو پڑھ کر کہا تھا کہ میں ان کا فزون میں سے
 ایک چور اس کے مکان میں آیا اور سب اسباب گھر کا جمع کیا اور لا کر لے چلا - ایک مکان کا جان تھا کہ سوتا تھا لیکن خاموش تھا کہ بات کا
 کہ چور دروازہ کھک پوچھا دیکھا کہ دروازہ بند ہے پھر اسے اندر رفت تین بار کی اور یہ بار دروازہ بند پائیں ایک مکان میں پڑا اور کہا کہ
 میں اپنے مکان کو محفوظ کر لیتا ہوں۔ روایت ہے کہ بندہ کا اللہ کی کتنا دنیا و دنیا سے بہتر شے ہے ابن شہیرہ کی تفسیر میں کہ امام ابن جریر
 نے فتاویٰ رح سے روایت کی کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے اھم بعد الذی لم یخذ
 ولدا الا یہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو تا سب کو سکھاتے تھے۔ رواہ ابن جریر۔ عبد اللہ بن ابی امیہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم میں سے جو لوگ کھانا
 بولنے لگتا تو اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات بار ذکر لے لے اھم بعد الذی لم یخذ ولدا آخر تک سکھاتے تھے۔ رواہ عبد الرزاق فی مصنف
 ابن جریر رحمہ اللہ یعنی استاد کے ساتھ چھ مہینے تک ابی القحطانی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ یہود و نصاریٰ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیا علیا - اور عباس کہتے کہ
 لبیک لا شریک الا انت ربنا لبیک لا شریک الا انت ربنا یعنی اسے رب ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں کوئی تیرا شریک نہیں سوا اے ایسے
 شریک کے جو تیرا ہے تو اس کا مالک ہے اور حاکم ہے اس کا بھی تو اس کا ہے اور فرقہ صابیہ اور فرقہ ثورس کہتے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مددگار
 نہ ہوتے تو وہ عاجز ہو جاتا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اھم بعد الذی لم یخذ ولدا لیکن لا شریک فی الملک و لم یکن له ولی من
 الذل و کبر و کبریا اس شیخ ابن شہیرہ نے کہا کہ لبیک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کا نام یہ العزہ رکھا ہے
 اور بعض آثار میں وارد ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جی جاوے اس میں چوری آفت نہ پہنچے والد اعظم اور حافظ ابو یعلیٰ نے سند
 میں ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس طرح نکلا کہ میرا ہاتھ آپ کے دست مبارک میں تھا یا آپ کا

جنت باوے اور اسکے یعنی زمین بہن کے کسے صرف اسی قدر نام بہن بلکہ اسکے نام داخل حصہ زمین ہو سکتے ہیں اور اسکی ذات کی طرف اشارہ نہیں ممکن ہے اور نہ وہ حقیقت میں کسی صفت سے موصوف ہو سکتا ہے سوائے صفت مدح کے یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کے واسطے اوصاف حقیقی بہن لیکن بندہ کا وصف کرنا اسکے لیے حقیقت و صفت زمین ہو سکتا اور مدح کا مدح وہی ہے تو مدح اسکے لیے ہے خواہ کسی ہی مدح ہو اور حق و جلیل وہ اوہام و انام سے خارج ہے کوئی دہم اس تک پہنچ سکتا ہے اور نہ فخر کو اس تک رسائی ہے پس جو کہ دہم نے ہو چا اور جو کہ فخر نے سمجھا وہ سب دہم و فخر کے اندر مخلوق چیز ہے اور حق تعالیٰ خالق عزوجل ہی اس دونوں میں برتری ہے تو اسکے لغوت و صفات اسکے حیطہ امکان میں نہ کہان ہیں شیخ استاد درجہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اس کے پاک ناموں سے اسکے اسرار روشن کیے تو انکے ذکر میں ایک باغ سے دوسرے باغ میں سرگرنے ہیں اور ہر مقام پر نئے طور سے اس حاصل کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ تو اگر دون کی خدمت خاطر اپنے باغوں میں چہاں دیا زمین کے درخت انکے تین حاصل ہوتی ہے اور وفراہ کی زہبت خاطر حق تعالیٰ کی تسبیح میں ہے کہ اس سے جو افروز الال و جمال شرف ہونے ہیں انکے اسرار رحمت عجب پائے ہیں کہ انکے سامنے تمام دنیا ایک خارستان ہے پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اسکی حرکت کرے کیونکہ درحقیقت انکے حرکت کرنے کے لائق وہی حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کوئی اس لائق نہیں ہے اپنے کچھ کا حکم دیا اس طرح کہ کہا کہ گاہ قدم جل شانہ ہر جہت سے کسی ابتداء سے پاک ہے کیونکہ انکے قدم کی ابتداء خود قدم ہو اور وہ نہانہ سے باہر ہے تو ابتداء کا دخل نہیں ہو سکتا اور قدم القدم اپنی پاکیزگی میں محل خود امت نہیں ہو سکتا لہذا فرمایا تم تہذیب اتمام چہو اسکے سوائے ہے اسکے حسنات سے موجود ہے تو کاف و نون اس سے پاک ہے کہ جس خود امت ہو پس ظہور کو میں اگر کاف و نون ہے کہ قدم کی قدرت سے عدم سے ظاہر ہوئے اور جب کمال الال و الال کا انقطاع ہو گیا کہ اولیت کو اور انکے زمین کے سیکنے تو اسرار و حیزین کو قدرت و سرور زمین کو و یا بیان کر کے کہ تو دل میں لڑشہرک فی الملک الخ وہاں کوئی مخالفت نہیں زمین ہو سکتا تو نقص و خنار سے نکلا کہ اسکے سایہ بقا زمین داخل ہونا اسکے لیے میں سرور ہو پس اسکی ذات پاک ہر طرح کے نقص و علت سے پاک ہے اور مقدر وافر ذات حقیقی ہے اور سرور از اوہام ہے جو عدد و دم و خیال سے اسکی اڑنا اشارہ لادین تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اسکی تعظیم کو اس سے تکیہ کرے کہ لغو و کبر و تکبر ایس میں ان نشیمن زمین اور تعظیم ہے بلکہ تکیہ قلب میں ظہور کبریا کی کے ساتھ ہیں اسکی درگاہ عالی مقامی اس امر سے بالکل پاک ہے کہ وہاں کوئی منکر و کفر نہ ہو شیخ اس عطا ارجمہ کے کہ کب بڑی منت و کامل احسان و تجویز ہے کہ تیرے دل کو گاہ کہ دیا کہ تو اسکے شکر میں قصور وار ہو اور بعض نے کہا کہ جب تو اسکی تعظیم کرنے سے عاجز ہو تو اسی سے فریاد کر کہ مجھے موافقت تعظیم کی رہنمائی فرما دے تو محمد امجد المجد اللہ تعالیٰ

سُورَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ

مسرح میں لکھا کہ یہ سورہہ مکہ ہے باشتنار قول خدائے واصلہ فرنگ الایہ اور انہیں ایک سوداگر آیتابین میں اول میں ایکہ راہ پانچ سو ستتر
 کلہ میں حکم کے وقت چھ ہزار تین سو ساٹھ میں شیخ علال علی رہے کچھ اشتنار انہیں کیا اور قریبی رہے کہ کیا کہ یہ سورہہ تمام مفسرین کے قول
 میں مکہ ہے اور یہی قول ابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہما کہے اور جندبہ علی اسے مروی ہے کہ اول سورہہ یعنی اولیٰ صید لاجزائیکہ درینہ میں
 نازل ہوا لیکن اول قول صحیح ہوا اور یہی شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مکہ ہے اور اس کے فضائل میں جو احادیث وارد ہیں انکو اسناد کے

ساتھ ذکر فرمایا لیکن مترجم کجف اسانید ترجیح کتابہ کہ امام احمد نے ابو اسحق سے روایت کی کہ من نے براہین عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ صحابہ میں سے ایک شخص نے سورہ کہف کے تلاوت کی اپنی رات میں اور مکان میں گھوڑا بندھا تھا اس نے بھڑکنا شروع کیا اس نے انکھار کی تو ایک پارہ ابر نے اسکو ڈھانکنا ہیہ صبح کو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے قتل پڑھا کر کہ یہ سکینت بھی جو قرآن کے وقت نازل ہوتی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور یحییٰ جس نے سورہ کہف پڑھی تھی وہ حضرت انس بن مسدد بن جعفر بن عیسا کہ بطبرانی نے بیان کیا ہے اور یہ انس بن مسدد بن جعفر بن عیسا کے سرداروں میں سے ہیں اور امام احمد نے معاذ بن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اول سورہ کہف سے دس آیتیں حفظ کیں وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔ روایہ مسلم فی صحیحہ ابو داؤد و الدارقانی اور ترمذی کی روایت میں ہیں آیات اول کہف حفظ کرنے کا لفظ ہے اور ترمذی نے بعد روایت کے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور واضح ہو کہ دس آیات اول کہف کی ایک رکوع معروف ہے اور توفیق دونوں میں یہ ہے کہ اصل حفظ میں آیات میں سے دو لیکن ہم نے اس رکوع میں دس آیات کے اندر ہیں والدفع الیہ اور امام احمد نے معاذ سے اسے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یوں بھی روایت کی کہ حضرت عطاء اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورہ کہف کے آخر کی دس آیات پڑھیں وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔ اس حدیث کو بھی امام مسلم دسائی نے روایت کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ فتنہ دجال سے محفوظ ہونے کے لیے اول دس آیات بھی کافی ہیں اور آخر دس آیات بھی کافی ہیں اور شاید یہ بات ہو کہ اول دس آیات کے حفظ کرنے سے فتنہ دجال سے محفوظ ہوا ہے اگرچہ مثلاً فتنہ کے روز اسے انکی تلاوت نہ کی ہو اور دس آیات اخیر میں حفاظ پڑھنے پر اور واضح ہو کہ دجال اصلی کے وجود ظہور سے پہلے ایسے فتنہ واقع ہونے کو وہ دجال کے قتل میں شامل ہیں اور اہل بے ہوشی کے عقیدہ آدمی بھی جو کہ ان فتنوں کو عام پرستے کو نہ کر دے کر جیسے ہمارے زمانہ میں حالت ہو کہ دنیاوی سامان و اسباب سے طریقے اہل کفر و باطل کو گونہ گونہ کو دیا گیا کہ لوگ خیرین حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ عقل جس نورانی جوہر کا نام ہے اس سے یہ دنیا کے اندھے ہر سب سے بے نصیب ہیں کہ عام جاہل نادان لوگ نہیں سمجھتے ہیں تو اہل عقل بھی حیران ہو جاتے ہیں اور یہ اسوقت سے کہ اہل عقل خود اس کو دیکھتے ہیں تعرض نہ کیا دین پس اسوقت لائق و ضروری ہے کہ دس آیات اول کہف سے حفظ کو آدمی جاوید فائز شیخ نے لکھا کہ انس کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے دس آیات سورہ کہف سے پڑھیں تو وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔ اس روایت میں مطلق دس آیتیں مذکور ہیں اول یا آخر کی تصریح نہیں ہے اور انسائی نے الیوم واللیلہ میں تو بان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دس آیتیں آخر سورہ کہف سے پڑھیں تو یہ اسکے لیے دجال سے عصمت میں شیخ نے لکھا کہ سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ نے اول روایت کو بواسطہ معاذ بن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور الیوم واللیلہ کی روایت کو خود سالم بن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا تو احتمال ہے کہ سالم رضی اللہ عنہ نے اول کو ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بواسطہ معاذ بن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے خود دسنا ہو پس دونوں صحیح ہیں اور راوی سب ائمہ میں۔ اور امام احمد نے ابن ابی نعیم کی جست سے معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اول سورہ کہف کو اور آخر سورہ کہف کو پڑھا تو اس کے لیے ایک نور اسکے قدم سے سر تک ہوگا اور جس نے سورہ کہف کو سب پوری سورہ کو پڑھا تو اسکے واسطے نور ہوگا جو آسمان و زمین کے بیچ میں ہے۔ اس حدیث کی تخریج میں امام احمد زعفر دین دوم سے ایک حدیث نے تخریج نہیں کی کی اور لکھا کہ امام حافظ ابو یوسف مرویہ نے اپنی اسناد سے جو غریب ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اس کے واسطے اس کے نزدیک سے عین الہام ایک ڈھکیگا کہ قیامت کے روز اس کے لیے روشنی کر دیگا اور دونوں جمعہ کے درمیان کی اس کے واسطے معنوت کجیا مکی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں تاہل یومینی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں معلوم ہوتا اور حسن احوال اس کا یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اس کے واسطے چمکیگا اور اس کے اوریت العتق کے درمیان میں۔ یونہی سفیان ثوری نے بھی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب وہ روایت کیا ہے تو لیکن حاکم ابوعبد اللہ نے اپنی اسناد سے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اس کے واسطے ایک نور چمکیگا جو کہ اس کے دونوں جمعہ کے درمیان ہے پھر حاکم نے کتاب مستدرک میں بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسکو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے۔ پھر اگر ایمان و ہم ہو کہ امام حاکم رح نہاں کر کے انکشاف کیا کہ صحیح کہ دیتے ہیں تو ان کے شاگرد امام بیہقی کی جانب سے تعویذ و تائید ہو جو دیتے اس طرح کہ حافظ امام بیہقی ابوسعید رحمہ اللہ نے بھی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسکو دوسرے نفع داریوں نے بھی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورہ کہف جہی نازل ہوئی ہے پڑھی تو قیامت کے روز اس کے لیے نور ہوگا۔ مختصر کہ کتاب ہے کہ ان دونوں روایتوں کے معنی ایک ہیں اور بات یہ ہے کہ جو کوئی اس وقت تلاوت کرے گا تو اس کو یہ نور حاصل ہوگا لیکن ابھی اس کا ظہور نہیں ہوگا بلکہ قیامت کی تاریکی میں جب لوگ اندھے ہونگے اس پر ہندو والے کو یہ نور بجایا دے گا اور اللہ رب العالمین۔ حافظ ضیاء مرقی نے مختار میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوع روایت کی کہ جس نے سورہ کہف پڑھی جمعہ کے روز تو وہ آٹھ روز تک ہر روز سے محفوظ رہے اور اگر اس آٹھ روز میں دجال نکلا تو وہ اس سے محفوظ رہیگا۔ کہ اذکر الخیالاً امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مردویہ سے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو آگاہ نہ کروں ایسی سورت سے جسکی غفلت نے درمیان آسمان وزمین کو پھیر لیا ہے اور اس کے کھنڈے والے کو اس کے برابر ثواب ہے اور جو اس کو جمعہ کے روز پڑھے تو بخشنا جائے گا وہ زمانہ جو اس کے اور آئندہ جمعہ کے درمیان ہے مع ذیاتی تین روز کے اور جس نے اس میں سے آخری پانچ آیات پڑھیں اپنے سونے وقت تو اللہ تعالیٰ اس کو اٹھا دے گا رات میں جس وقت چاہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذکر کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ہم کو ضرور آگاہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ وہ سورہ کہف ہے۔ عبد اللہ بن مغفل سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پھر جس میں سورہ کہف پڑھی جاوے اس رات انھیں شیطان نہیں داخل ہوگا۔ رواہ ابن مردویہ۔ یا بھائی اس سورہ شریف کے فضائل میں احادیث و آثار و روایات اور جہد و ذکر کے لیے کئی نکتے اور اسکی بعض آیات کی تفسیر میں

سبب نزول کا ذکر اور انکشاف اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یعنی شروع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے چکا کوئی ہمس اور ہر ایک زمین والہ الرحمن جو جس نے کمال رحمت سے یہ قرآن ہمارا کر لیا رحمت حاصل ہونے کے راستہ پر لگا یا وہ الرحمہ پر کیا کہ بندوں پر اسکی رحمت خاصہ نہا و رحمت میں مبتدل ہو گا فی السراج

أَحْمَدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ عِوَجًا ۖ فَيَمَّا يَلِيهِ زَكَرِيَّا إِذْ نَبَا
 سب اعراف اللہ ہی کو جو اپنے بند پر کتاب فرما کر اس کے واسطے کچھ بھی نہ تفریق نہ کرے اور نہ اسے عذاب سخت
 مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُؤْتِي الْمُؤْمِنِينَ مِمَّا يُنْهَوْنَ أَنْ يَحْمِلُوا فِيهِمَا ۖ إِنَّ كَثِيرِينَ فِيهِ أَوْدَادٌ
 اللہ کی طرف سے اور جو غیر دوسو مؤمن کو جو لوگ لیا کرتے ہیں ان کے واسطے تو اب ان کے ہر جنت میں ہیں اور ان کے دالے ہونگے ہمیشہ
 وَيُؤْتِيهِم مِّنْ ذُرِّيَّتِهِم مَّا يَكْفِيهِمْ مِّنْ عِلْمِهِ وَوَعْدُهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا مُتَكَبِّرِينَ
 اور دوسو انکو جو کہتے ہیں کہ لیا کر اللہ نے فرزند نہیں انکو اس کا کچھ بھی علم اور ان کے باپ دادوں کو بہت قبول ہو چکا ہے

تُخْرِجُهُم مِّنْ أَقْوَامِهِمْ يُؤْفَكُونَ ۚ أَفَلَا كَذِبًا ۝

اُنکے مخرجوں سے نہیں دلتے ہیں اگر ان کے جنت ایت

شروع میں حق عزوجل نے اپنی حمد بیان فرمائی اس میں کثیر رہنے کا کہ ابتدا سے فقیر میں گذر چکا کہ المدخلات شروع سورت میں اور آخر میں اپنی
 حمد فرماتا ہے کہ وہ ہر حال میں حمد ہے کہ اللہ کی الادی والآخرۃ - اول و آخر ہی کے لیے حمد ہے لہذا فرمایا - الْحَمْدُ لِلَّهِ اسکی پوری فقیر سورہ
 فاتحہ میں گذر چکی لیکن بیان اول میں کچھ مختصر نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس طرح کہیں بخلان سورہ فاتحہ کے کہ وہ ان
 قولہ ایک فقیر اس بات کی دلیل ہے کہ ہر حمد رب العالمین الرحمن الرحیم الملک یوم الدین بندوں کی زبان سے ہے جس میں نہایت کمال ہوگیا کہ وہ
 اللہ کے حمد کے بعد اور بیان خود اپنی حمد فرمائی ہے لہذا شیخ جلال علی رحمہ اللہ نے فائدہ خطاب میں بیان حق امتحال بیان فرمایا کہ یہ مقصود
 اس سے آگاہ کرنا اس بات کہ تمام حمد مخصوص المدخلات ہی کے لیے ہے اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ نہ جسے چاہے حمد عزوجل پر یا ان کے حمد میں اس بات سے
 آگاہ ہو کر یا ان حمد میں کہ حمد ہی کے واسطے ہیں - اور اس صورت میں یہ جملہ لفظ معنی خبر ہوگا - دوم یہ کہ مراد اس سے انشاء ہے یعنی
 المدخلات کے واسطے تمام حمد کرنا وہ حمد انشاء ہو لفظ میں بھی اور معنی میں بھی - سوم یہ کہ گاہ کہ اور حمد لفظ کا انشاء و دونوں مقصود ہیں لیکن
 یہ جمع میں تحقیق والہماز ہے اور اس کا معنی انشاء فقیر کے نزدیک ایسی جمع نہیں جائز ہے - فائزہ - اور ظاہر احتمال دوم ہے کہ وہ خبر سے مقول ہو کر حمد
 میں انشاء کے معنی دیتا ہے کہ سب اعراف اللہ ہی کو ہے - الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِكَ الْكِتَابَ جس نے اپنے بند سے پر کتاب نازل کی - الکتاب
 معروف لام سے مراد قرآن مجید ہے سرائح میں لکھا کہ بیان احتقان حمد اس امر پر لکھا کہ اپنے بند سے پر کتاب نازل فرمائی تو وہ حق حمد و شکر ہے
 پس اس میں تنبیہ ہے کہ کتاب نازل کرنا بہت ہی بڑا شکر انعام ہے جو کمال واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص فرمایا اسوجہ سے کہ
 قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص نعمت ہے اور باقی تمام لوگوں پر عموماً نعمت ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً نعمت اعلیٰ
 کہ انعام اللہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کتاب سے بہت سے علوم پر مطلع کر دیا - جیسے اس علم پر توحید و تفریق حق تعالیٰ و صفات جلال و
 اکرام و اسرار احوال و الامور و انبیا علیہم السلام و احوال قضاء و قدر و غیرہ و اور عالم زیرین کا مطلق عالم بالا سے اس طرح ہے اور عالم دنیا کو عالم
 آخرت سے کہ کونکے خلق ہو اور زوال فقیر از افعال غیب کس کیفیت سے ہوتا ہے اور عالم حقیقی کو عالم روحانی سے کس طرح ربط ہے اور خدا اسکے
 علوم پر مطلع فرمادیا اور ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی نعمت ہے اور یہاں کہ کتاب کا نازل فرمانا ہم لوگوں پر بھی نعمت ہے تو ایک تو اسوجہ سے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نعمت بڑا واسطہ ہے کہ ہم لوگوں پر نعمت ہو اور وہ یہ کہ ہمارے اعمال و اعتقادات نفس و شیطان کے دوسو سے شہوات میں
 مختلط تھے انکا تیسر کرنا اور بخل پر اچھا نا ملنے نہ تھا ہم نے کتاب سے انشاء کر لیا اور وعدہ و وعید سے نیک و بد نفس کو راہ راست پر آدہ کیا اور

عذاب سے بچے اور ثواب حاصل کرنے میں کوشش کی پس اہل علم جانتے ہیں کہ اس کتاب میں انتہا سے درجہ کمال ہے ہر ایک اس کی مقدار فرمے سے اس سے نفع پاتا ہے تو لازم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حد و فکر و ذکر میں واپس کی تعجیب میں سب امت والے شکار و اگر کینہ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو کہ مقام مرح میں جیسے رسولہ ماہیہ وغیرہ کے عہدہ فرمایا تو بعد ہونا کمال اور اعلیٰ درجہ کی صفت ہے اور علمائے اولیاء سے اعلیٰ صفتین متفق ہیں کہ عبودیت کمال اعلیٰ ذوال ہوا اور بعض علماء اہل ہونے عبودیت کے ہے اور عہدہ میں اپنی طرف امتیازات کرنا پوری بزرگی عطا کرنے کی راہ ہے اشرف ہونا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پس اہل ہونے عبودیت کے ہے اور عہدہ میں اپنی طرف امتیازات کرنا پوری بزرگی عطا کرنے کی راہ ہے یعنی ایسے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی جو سب مخلوق سے اشرف و اعلیٰ ہے گویا وہی عہدہ ہے بانی کو اس کمال پر نہیں ہونچا گیا پھر امداد کے لئے کتاب کے دو صفت بیان فرمائے یعنی اسی کتاب آسمانی پر کمال و صفت یہ کہ وہ کچھ چھٹکن لکھے اسے فیہ عجب اور زمین کی اس کے اندر کچھ اپنی زمین کوئی اختلاف نہیں اور نہ تناقض کیونکہ وہ حق تعالیٰ سے واصل کی طرف سے حق ہے و قال تعالیٰ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلاف فاشیر لعلیٰ اگر وہ کتاب سوا سے امداد کے لئے غیر کے پاس سے ہوتی تو زمین بہت اختلاف پاتے۔ اگر کیا واسطے کہ وہ صفت کیونکہ ہوا حالانکہ ہوا ہے۔ تو جواب یہ کہ مراد صفت اصطلاح دوسری زمین بلکہ نئی انوی معقودہ زمین اور جو کی ترکیب زمین تو پہلے کتاب کا حال ہوا اور و عالم ہوا و صفت دوم قولہ قیما یعنی کتاب کو اس حال سے اٹھا کر اس میں کچھ اختلاف یا نیا نہیں ہے اور اس حال سے کہ وہ فہم ہے اور فہم ایسے مستقیم کو کہتے ہیں جن میں کچھ جھگڑا ہو اور انفرط و فطر ہو سرسبز میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے کہ فہم کے مراد یہ کہ مستقیم مسئلے سے زمین انفرط و فطر ہو جیسا کہ اسی کو ان شیر رہنے کے اعتبار کر کے اسی پر لکھا گیا ہے۔ امام رازی نے کہ زمین کو کہہ کر یہ مذکور اس معنی میں اشکال ہے کہ چونکہ جب اس عو جاج نہیں تو وہ ہی استقامت سے ہے پس جب کہ عو ج نہیں کیا تو معنی یہ کہ مستقیم کیا پھر فہم کی بھی مستقیم کے ساتھ بلکہ انوی ہو گئی اور جواب دیا گیا ہے کہ ان زمین ہے اس واسطے کہ انہیں اس بات کے ظاہر ہیں ایک چیز مستقیم ہوتی ہے کہ زمین کچھ جھگڑا ہوتا ہے تو جانتے سے کہ اندر کی کہ یہاں حقیقی اعدال مراد ہے اور بعض نے فہم کے ارجمندی کے لئے مثالیہ کہ ان کتابوں کے واسطے کہ ان میں ہے پس جو قرآن میں ہے وہی اگلی کتاب میں بھی ہے اور جو کوئی تشریف کرے قرآن بجا کہ یہ عرفان سے کتاب آسمانی میں اس طرح قرآن میں ہے۔ باجگہ فہم کے وہ معنی ہے جسے اہل وقت پر ایک فہم ہوتا ہے یا فہم جو فہم ہوتا ہے کہ ان کی اصلاح و درستی پڑھیک قائم رہتا ہے ایسے ہی قرآن مجید اگلی کتابوں پر حفاظہ اور بارگاہی کے لئے کہ اس کے تیسرے نزدیک کہ فہم کے مراد یہ کہ وہ مخلوق کے لیے سبب ہدایت ہے اور وہ قائم مقام اس شخص کے ہے جو یتیموں کے مال پر حفاظت ہوتا ہے یعنی مخلوق کے لیے دنیا و دین کی بھلائی کا مکن ہے پس ارواح انسانی مانند اطفال کے ہیں بلکہ نفوس بشری مانند اطفال کے ہیں جو بچی برسی میں انہاں نہ کرنے سے اپنی خواہش میں سرسبز کرنے والے بد معنی کو اپنے نزدیک دل سے مرغوب و محبوب سمجھتے ہیں اگر اسی پر چھوٹے جاوین تو سب برابر و لیکن فہم کی نگہداشت کر کے ان کو ان کی دلی رفیقوں سے روکتا ہے جس سے ان میں کویش تمام عمر کا موت کے ساتھ پاتے ہیں اس طرح قرآن بمنزلہ فہم کے ہے جو شفقت سے نفوس انسانی کی اصلاح پر قائم رہتا ہے اور واضح ہو کہ جو چہرہ کہ دوسرے کو کمال بنانے والی ہو وہ چاہیے کہ اپنی ذات میں خود کمال جو تہا دوسرے کو کمال کہہ سکتی ہے اور خود اپنی ذات میں تمام ہو تو ناقص کے فہم ہو سکتی ہے پس قولہ رحیم لعلیٰ جو جاسے اشارہ ہے کہ قرآن بذات خود کمال ہے زمین ہے۔ اور قولہ فہم اشارہ ہے کہ وہ دوسروں کو کمال کرنے والا ہے اور کہنا کہ نظیر اسکی قولہ تعالیٰ لا یب فیہ دوسری لختین الا یہ پس لا یب فیہ۔ سے اشارہ ہے کہ کتاب بذات خود انتہا سے صحت پر ہے جس میں ذرہ بھی شک نہ ہو گنجائش نہیں کہ حق کے مائل ہو جب اس کے امین کچھ شک کرے پھر دوسری لختین۔ سے اشارہ ہے کہ وہ سب ہر ہدایت خلق کی اور

زیادہ قیج ہے کہ خالق جل شانہ کے لیے فرزند کا بہتان لگا یا جو سے۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحق نے کہا کہ یہ عرب کے مشرک لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ لاکھ اندھالے کی نیلیاں ہیں سرسراج وغیرہ ہیں ہے کہ جن لوگوں نے اندھالے کے واسطے فرزند کا بہتان باندھا وہ تین فرزند ہیں اول تو افکار عرب جو لاکھ کو بیٹیاں بناتے تھے دوم اضاری جو سچ کو بیٹا بناتے اور سوم وہ یہود جو عرب کو بیٹا بناتے تھے اور محسوم کہ یہ کہ یہ سب بہت قیج ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے انہیں سے نصرانی سب سے زیادہ قیج ہیں کہ لاکھ وہ فرزند جو دردوں کو ثابت کرتے ہیں بلکہ اندھالے کو تین میں سے ایک کہتے ہیں پھر اندھالے نے انکو رد کر دیا اور دوطور پر شدید فرمایا ایک تو کہ اندھالے مالا کھڑے ہیں جن سے کچھ انکو اسکا کچھ علم نہیں ہے کیونکہ کچھ وجودی بات کا ہو تو اس سے علم کا خلق ہوا اور یہاں کچھ نہیں ہے پھر بدو ن علم کے اندھالے کے جناب میں افکار باندھتے ہیں لیکن کہتے کہ ہم اپنے باپ دادوں کی تقلید کرتے ہیں تو اسکو رد کر دیا کہ لا با تا کھڑے رہنا ان کے باپ دادوں کو اسکا علم تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقلید ایسے اعتقادات میں نہیں ہے جو کہ علم عام ہے بلکہ جسکی تقلید کی اسکو اسکا علم ہو۔ اسی واسطے اہل ایمان کے نزدیک عقائد میں تقلید نہیں ہو سکتی ہے یعنی یوں کہنا کہ فلاں شخص کا جو عقیدہ ہے وہی ہمارا ہے بلکہ خود اسکے دل میں یقین ہونا چاہیے۔ اور عقائد میں حقائق علی پر مدار ہے اسی واسطے جناب باری تعالیٰ کی طرف کوئی صفت نسبت کرنے میں قطعی دلیل چاہیے جہاں احتمال نہ ہو اور جب ہم جانتے ہیں کہ مثلاً اندھالے کسی مقام پر ممکن ہونے یا غلو فات کے مانند ہونے سے پاک ہے تو قولہ تعالیٰ الرحمن علی العرش اسوی۔ میں یہ تو قطعی ہے کہ اندھالے کسی چیز پر خواہ عرش ہو یا کوئی ہو ممکن نہیں ہے اور ظاہر آیت سے اگرچہ علم آتا ہے لیکن تاویل کو محل ہے تو قطعی نہیں ہاں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ اندھالے تمام مشابہت و فغانس سے پاک ہے اور ظاہر میں جو کچھ ہم آتا ہے کوش پر ممکن ہے یہ بھی نہیں ہے بلکہ وہ سب پر قادر ہے اور عرش ایک جسم ہے جو تمام عالم کو محیط ہے تو اس آیت سے ظاہر ہوا کہ عرش مع اپنی جمادات کے اسکے بقدر قدرت میں منحصر ہے پس اس عقیدہ سے کوئی شک نہیں ہے لہذا اس زمانہ میں جو استوار عرش کا سلسلہ عوام میں پھیل چلا ہے اس میں بالضرورت گفتگو ہے اور بقائدہ اوہام میں ڈالنا جو کچھ کچھ خطا ہے۔ فافہم و اندھالے علم۔ امام رازی رحمہ اللہ لکھا کہ اندھالے کے واسطے فرزند تو ممکن ہی نہیں محض خیال ہے پھر یہ کہ فرمایا کہ امام ہم میں علم لا لیا کہ کیونکہ انکو یا اسکے باپ دادوں کو اسکا علم کمان سے ہونا چاہیے ایک سچیر کا وجود ہی نہیں ہے جواب دیا کہ کسی چیز کا علم نہ ہونا دوطرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ وجود اس چیز کا ہے مگر علم کے اسباب حاصل نہ ہونے سے بعض تو اسکا علم نہ ہوا اور دوسری طرح یہ ہے کہ اس چیز کا وجود ہی نہیں ہے تو علم وغیرہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور یہاں بھی دوسری صورت ہے اور پہلی صورت نہیں ہے کہ اس طور سے بیان میں یہ فائدہ ہے کہ یہ لوگ اپنی حالت سے اس بات کے کہنے میں کچھ جاننے کے پائے نہیں تھے بلکہ جو چاہا وہ کہتا تو تنبیہ کی کہ اسکے واسطے علم تلاش کر میں اور ہرگز نہ پانچے تو مجبور دینگے اور ایسا بحث کل پھر اندھالے کی جناب میں نہ کیستے تھے کی نسبت فرمایا کہ کثرت بڑی بات ہے کہ کثرت بول کی راہ سے جیسا کہ سب بڑا بول قیج ہے جو خورہ میں آخو اھہ ڈرانے مٹھوں سے نکلتا ہے۔ مگر وہ ہمیشہ مٹھ سے ہی نکلتا ہے کہ تنبیہ کی کہ یہ بات جب انکے دل میں آئی تھی تنبیہ اس سے خوفناک ہو کر دل سے دفع کر دیتے اور اندھالے سے پناہ مانگتے کہ یہ نہیں کیا بلکہ یہاں جاہل اسکو نہ سمجھے یہی نکالے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ خیر یعنی نکالے رہتے ہیں یہ بھی نہیں کہ زبان سے نکل گیا تھا تو اس سے تو یہ ہ استغفار کرتے۔ پھر اندھالے نے تنبیہ کر دی کہ اس کلمہ کا علم انکو کمان سے ہونا تو خیال باطل ہے تو لکھ۔ ان لکھوں کہ نہیں کہتے ہیں انکا گنہگار مگر محض دروغ یعنی جو کچھ اس بارہ میں کہتے ہیں وہ محض دروغ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے پس کسی وجہ و طریقہ سے اس میں کچھ سچائی نہیں

ہو سکتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ آدم کی اولاد نے مجھے برگزینی سے یاد کیا حالانکہ اسکو یہ نہیں پہنچتا تھا اُسے کہا کہ میرے واسطے فرزند و
 جو رہے حالانکہ میں احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ مکہ جناب باری تعالیٰ نے میں ایسا تخت
 ہے جیسے کوئی کوئی کو گالی دے بلکہ میں کو کتابوں کا ایک آدمی دوسرے کو جو گالی دیتا ہے کسی ہی ہری گالی ہوا مگر جس تکلیف سے مثلاً بدھو نے
 اپنی ماں سے بدکاری کی تو ایک نامزد بھی دوسرے اپنی عورت سے بدکاری کرتا ہے بلکہ ان کے ساتھ بیچ وشت فعل کا وقوع ہوا ہے چنانچہ
 حدیث میں قرب قیامت والوں کے نسبت ہے کہ اگلی استون ہو دو نصاری وغیرہ میں سے جس نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری
 کی ہے تو اس امت کے قیامت کے قریب وہ ان میں سے ایسا شخص ملے گا جو اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ
 گالی تکلیف کا ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے بخلاف اس کلمہ بیچ کے جو کفار جناب باری تعالیٰ کی شان میں کہتے ہیں کہ وہ ممکن ہی نہیں سراسر محال ہے
 یہاں سے اس کلمہ کی بیچ ہونے کو قیاس کرنا چاہیے ہے شیخ ابن کثیرؒ نے بعد اسکے لکھا کہ محمد بن اسحاقؒ نے اس سورہ کہیمہ کے سبب
 نزول میں لکھا کہ مجھ سے اہل مصر کے ایک شیخ نے جو ہمارے یہاں چائیں برس سے آتا ہے حدیث بیان کی مگر مرستہ سے اُسے بن عباسؒ رحمہ
 سے کہ قریش نے نصیر بن الحارث و عتبہ بن ابی معیط کو مدینہ میں اجبار سہرہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ اجار سے تمھارا حال پوچھنا اور سب حال
 بیان کر دینا اور صفت پوچھنا کیونکہ وہ لوگ اگلی کتاب والے ہیں اور انبیاء کا جو علم اُنکے پاس ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے پس یہ دونوں
 روانہ ہو کر مدینہ میں آئے اور اجار یہود سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کر کے پوچھا کہ تم کہا جانتے ہو اور کہا کہ تم اہل قریش ہو
 ہم تمھارے پاس اس شخص سے آئے ہیں کہ تم کو ہمارے اس شخص کی حالت سے آگاہ کر دے یہود نے اُسے کہا کہ تم مکتومین باتین بتلاتے
 ہیں تم کو اس سے دریافت کرنا کہ وہ اگر وہ تم کو آگاہ کر دے تو جان لو کہ وہ غیر رسول ہے اور اگر نہ بتلا دے تو جان لو کہ اسے بھٹوٹا دھوی کیا
 ہے پھر تم اسکے بارہ میں اپنی رائے جو برکرا جو تمھارے خیال میں آوے ایک تاویہ پوچھو کہ اگلے زمانہ میں کچھ جو ان کافروں کے حضر سے علیحدہ
 جلد ملے گی اور انکی ایک شان عجیب واقع ہوئی وہ کیا قصہ ہے اور ایک پوچھو کہ ایک مرد شارق و مغارب زمین نمک پہنچا اگلی
 خبر کو نہ کرے اور ایک اُس سے روح کو پوچھو کہ وہاں ہے پس اگر تم کو اس سے آگاہ کر دے تو نبی مرسل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ
 مرادی بھی کہ روح کا یہ جواب دے کہ وہ علم بھی میں ہے تم کو اس قدر علم نہیں ہے اور باتیں دو دن کا قصہ بیان فرما دے اجماع کہ
 تم کو جواب دیدے تو غیر رسول ہے اسکی ابتاع کرو اور اگر نہ بتلا دے تو وہ غیری ہے پھر جو بخاری سے اسے آوے اسکے حق میں کرنا پس
 عتبہ و نضر و دونوں واپس آئے اور قریش سے کہا کہ اسے کہ وہ قریش تم تمھارے دھجے کہ دریاں ایک قول فصل لہ ہے انھوں کو اجار یہود نے
 چند امور بتلا دیے ہیں پھر وہ قریش سے بیان کیے انھوں نے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان امور کا سوال کیا آپ کی زبان ہمارا
 سے مکمل گیا کہ کل کے روز میں تمھارے سوالات کا جواب دوں گا اور آپ نے انشاء اللہ تعالیٰ میں کہا پس قریش واپس گئے اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر چنبرہ روز تک وحی نہ آئی اور نہ جبریلؑ آئے یہاں تک کہ اس کہ میں اہل جبریلؑ کی طرف سے تھا کہ ہم کل کے روز
 تم کو آگاہ کریں گے اور آپ تمھارے سوالات کا کچھ جواب نہیں دیتے ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے دیکر آنے سے
 غمگین ہو گئے اور اہل مکہ کی گفتگو آپ کو بہت اُگرا کر گذرنے لگی پھر جبریلؑ علیہ السلام سورہ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 لائے بحسب اللہ تعالیٰ نے اُنکے سوالات کا جواب فرمایا ہے۔ انھم فقیہ انھو ابرہم الی آخرہ اور قولہ لیلو لک عن ذی القرنین الی آخرہ
 اور قولہ لیلو لک عن الروح الیہ اور امین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حکم دیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کے کارکن اور کافروں پر عہدوں ہونے سے

منع فرمایا ہے فتی العرائس میں حقائق قولہ تعالیٰ اھجھ لمد الذی انزل علی عبدہ الكتاب الآیہ۔۔۔ السد تعالیٰ نے اول میں اپنے ذات پاک کا وصف فرمایا اور وہ سچا نہ تعالیٰ موصوف بجز انبی ہے جس وقت حرکت والوں میں سے کسی کا وجود بھی نہ تھا اسکی حرکت کا ذریعہ جو کچھ کتاب اپنے بندہ علیہ السلام کی طرف نازل فرمائی ہو اور کتاب نازل فرمانے کے واسطے اپنی حرکت کو اپنے بندے کی طرف متوکل فرماتا تو اسی محمد تمام جہان کو لیجا فی اور کوئی اسکی حرکت برداشت نہ کر سکتا تھا پس احسان فرما کر اپنے بندے کی طرف سے خود اپنی حرکت فرمائی اور وہی کتاب ہمارے کا شکر یہ ہو گیا تاکہ اپنے بندے پر راہ عبودیت آسان فرما دے کیونکہ قدیم کی حرکت کو قدیم کے سوا کسی نہیں اٹھا سکتا ہے پس اس سے اپنے بندے کو تمام مخلوق پر شرف فرمایا۔۔۔ اقول حاصل یہ ہے کہ اھجھ لمد کلام قدیم اور وصف قدیم ہے کیونکہ صفات باری تعالیٰ قدیم ہیں پس محمد اسی قدیم ہے جس حال میں کہ حادث کا وجود ہی نہ تھا اور کتاب انسانی پر مرتب کیا پس نظام ہوا کہ کتاب انارٹے کا شکر یہ جو سید پر واجب تھا اسکو خود ہی قدیم میں ادا فرمایا کیونکہ اگر خود ادا نہ فرماوے تو کوئی بندہ اس حرکت کو ادا نہیں کر سکتا ہے کیونکہ قدیم کی لائق وہی محمد ہے جو قدیم سے ہو پس اس سے اپنے بندے پر شرف و کرامت و دہندہ کر دی کہ ایلہ۔۔۔ لکتاب دی اور شکر یہ اسکا خود ادا فرمایا اور اگر بندہ ہر مہو کو ل فرماتا تو تمام مخلوق اسکی عظمت کو اٹھانے سے عاجز ہوتی اور سب فنا ہو جاتی فی نفہم۔ اور بندے کے کرنا بندہ فرمایا این تشریف و تکویم مذہب ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی برتری ہوگی کسی کے حق میں وصف بندے ہوئے کہ کتابت فرما دے کیونکہ کتابت مخلوقات اسکی عبودیت کے لائق نہیں اور کوئی مخلوق دیت اٹھا سکتے ہیں کہ اول مطوعات عظمت میں تمام جہان فنا رہے اس میں کوئی بندہ دن کو تعمیر ہے کہ محمد و السد تعالیٰ کی جس نے کلام انبی سے اپنے بندہ اکرم علیہ السلام کو معرفت دی اس طرح کہ پہلے اسکو وہ طاقبت دیدی کہ اسے کلام کو سنتے اور وحی کی استعداد پادے اور دہراری قوت ہو۔ تاکہ اسکو اپنی زبان سے ادا کرے کہ جس میں کچھ نہ ہو اور غیب اسکی سمجھ سے قاصر ہوں اور اپنے نزدیک سمجھ جائیں اور اگر اسکو زبان الہی اتارا جاتا تو عرض سے فرش ناک اسکو نہ سمجھتا مگر وہی جو اسکی صفات سے مصطف ہو تا پس محمد سب لوگوں پر واجب اس جہت سے کہ اُس نے اپنے بندہ پر اپنا الہام کلام اتارا کہ اس میں صفات ازل کا مشابہہ ہے اور بندہ مصطفیٰ علیہ السلام نے اسکی کتاب سے اسکی مراد کو بیان کیا۔ شیخ ابن عطار نے کہا قولہ علی عبدہ۔۔۔ میں پوری عبودیت کو اپنی طرف نسبت فرمایا یعنی محمد خالص اور بعد حقیقت میں وہ بتے سبکی کچھ مالک خود نہ ہو۔ اقول اس سے ظاہر ہوا کہ اس میں کچھ خودی ہو وہ عبودیت میں کامل نہیں ہے اور یہ بھی شیخ نے کہا کہ کتاب ایک فرمان ظاہر ہے جس میں اسرار باطنی مغرور ہوتے ہیں۔ قولہ الذین یعلمون الصالحات ان لهم اجر احسن اھجھت میں کل صاحب یہ ہے کہ وجود حق و تعالیٰ کے سامنے اپنے وجود سے سیرا ہوتا ہے جبرین یہ کہ مشابہہ بلا حجاب حاصل ہو اور پیشہ کے واسطے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ عمل صالح دہ ہے جس سے خالص رضائے الہی مقصود ہو کچھ اور غرض نہ ہو اور جو حق یہ ہے کہ بندہ کو قصوری مالک سے مجبوسا نہ کیا جاوے قولہ کہ یرت طیہ تخرج من افواہہم جس نے رب راہ و کل مقام مشاہدہ نہیں پایا اولین اسکی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے واسطے احوال اسکی معرفت کے بیان کرنا ہے حالانکہ ذات و صفات سے جائیں نہ اسکو دیدار مشاہدہ ہو اور نہ سماعت خطاب ہے اور کہ معرفت سے اسکی طرف اشارہ کرتا ہے تو السد تعالیٰ کے نزدیک اس کی طرف سے یہ بڑا بول ہے کیونکہ اُسے السد تعالیٰ پر چھوڑا باندھا اور جو معرفت بیان کی وہ بے علم و بلا دلیل ہے اور بات تو یہ ہے کہ جس نے مشاہدہ کیا اور اُس سے خبر دی وہ بھی غیر کی خبر ہے اور وہ بھی بجائے اس کلمہ بے ادبی کے شمار ہے اسی واسطے فرمایا۔۔۔ ان یقولون الا انکبار واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اُسے السد تعالیٰ پر اتر فرمایا نہ ہا شیخ ابن عطار نے کہا کہ سب سے بڑا بول اسکا دعویٰ ہے جس نے السد تعالیٰ کی

[illegible]

کے فانی ہیں اور جب فنا ہو گئے تو زمین ایک صعب جزیرہ بن گئی کچھ چاہے زمین تبدیل کیا دے اور فنا کیا دے۔ اور اس توجہ سے ظاہر ہوا کہ صعب جزیرہ زمین میں زمین ہے اور ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ پر پس بعض نے مایل کی کہ صعب جزیرہ یعنی بالائے اعدوم ہے یعنی جو کچھ دوسرے زمین پر ہے وہ نیست و برباد کیا جائیگا اور ظاہر یہ ہے کہ اعلیٰ کو صعب جزیرہ کا اس طرح کہ اعلیٰ کو نیست کرنے سے زمین صعب جزیرہ بن جائیگی اور بعض نے ذکر کیا کہ ابلہ صعبہ نہ لے کہ ابلہ صعبہ وہ زمین جو موسیٰ ہو۔ نہ زجاج نہ لے کہ ابلہ سبزہ آگ لے والا قطع ہونے کے بعد جو راستہ ہو کہ بالکل بے نبات ہو گیا۔ اور جزر کو فرار نہ لے کہ ابلہ جس زمین میں نباتات نہ ہو جزیرہ صفت صعبہ کی جزیرہ کے ساتھ عجز و جہ علاقہ تھا ورت ہے۔ واصل حاصل مجھ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کافروں کی تکذیب و مخالفت کی وجہ سے غم و اندوہ کرنے سے منع فرمایا اس جہت سے کہ دوسرے زمین ان چیزوں سے جو آپس میں جو زمین زینت اسی واسطے کی ہے کہ اس سے صعبہ شقی امتحان کیے جاتے ہیں اور یہ ایک وقت تک کے واسطے ہے جب دنیا کی عمر پوری ہوگی اسوقت ہم اس سب کو فنا کر کے ان لوگوں میں سے ہر ایک کو اسکا بدلہ دینگے شقی ہوا تو شقاوت و عذاب پا گیا اور صعبہ سے تو خدا دست و پا بیا گیا اور یہ ہر ایک کے واسطے لازم ہے عاف میں نشانہ زمین سے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ فلنکالک باضع نسک علی آثارہم اس میں اظہار ہے کہ صعبہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب باری تعالیٰ میں محبت کمال ہے کہ نظام طریق محبت و عبودیت عباد کو محبوب رکھا اور مخلوق انہی پر شدت سے اہتمام و حرص فرمائی۔ اور اسی کے غلبہ سے آپ نے دیا سے اولیت و سابق عنایت میں عظمیٰ را کہ قدر و قدر میں در خواست نسخ ہونہ نہات خود کو نہ کہ آپ کو توحید و تشریہ جلال انہی کا علم تھا کہ جو چاہے وہ ہو جس کی جہد و قدرات میں چاہے سب اسبل دے اور تمام کافروں کے لیے چاہے تو مغفرت کر دے اور اس کے برعکس ان سلطان میں کچھ نفس نہ دے پس حق تعالیٰ جل شانہ نے اسکا گہرا ایک یہ رسم اسرار پر نبوت ہے اور اس پر وہ کو شکست تو نہیں کر سکتا کہ محط ہو کہ نہ حق تعالیٰ اپنے اسرار خوب پر عبور ہے بعض مشائخ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اسے پسر باطن کو ان کافروں کی طرف مشغول مت کر بلکہ ظاہر ہی ابلاغ رسالت کر دے اور مایہ دنیا ہمارے اقتدار میں جھکے ہو چاہتے ہیں دین ہے۔ قولہ اما جملنا اعلیٰ الارض زینتہا۔ اسد تعالیٰ نے زمین میں تو آیات سفلیہ ظاہر فرمائیں ہر ایک چیز سے جواز تم دیا و بعد درخت پہاڑ و زمین و نباتات و جمادات و دریا صحن زمین پیدا فرمائیں اور ہر چیز پر قدرت الہی کا لباس ہے اور اسکو امتزاج عارفین بنا دیا تاکہ زمین نظر کرین اور اسکے انوار جمال و جلال کو تمہیں دکھیں اور اس سے بڑھ کر اس چیز میں زینت انہیں کہ نور ہمارا و صنعت الہیہ اس میں سے نظر آویں۔۔۔۔۔ عاشق صنم خدا پروردہ پھر امتحان میں اس صنعت کے دکھنے والے ایک گروہ مختار میں اور دوسرے لوگ اس نور سے انہیں نہیں صرف محل زینت کو دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔ عاشق مصنوعہ اوکا فرمودہ یہ لوگ انہیں مصنوعات پر دلدادہ ہیں چنانچہ فرمایا ان قولہ تعالیٰ بلوہم اہم جن عملا۔۔۔۔۔ نیک عمل یہاں ہے کہ زینت کو اور جس چیز میں زینت ہے اسکو دونوں کو چھوڑے اور زینت دینے والے میں مشغول ہوا کے آثار جمال ہر ذرہ میں ظاہر ہیں تو جس نے اس طرح نظر کی اسنے قواشیا کو بنظر حقیقت دیکھا اسی واسطے مروی ہے کہ اللهم اننا ایشا کما ہی۔ اسی جملہ ایشا اس حال پر دکھلا دے جسہ حقیقت میں ہیں یہ بھی اشارہ ہے کہ زمین کی زینت اولیاء ربانہ ہیں اور مخلوق کا انکے وجود سے امتحان ہے کہ انکے حقوق کو نہ بچا تا پس جس نے انکو نظر حرم سے دیکھا وہ نیک عمل کرنے والا ہے شیخ ابن عطاء رحمہ نے نابار نصیر اول کے کہ زینت سے ایشا مخلوق نہ نباتات و حیوانات وغیرہ کی زینت یہاں فرمایا کہ نیک عمل اسکا جس نے دینا سے فانی کی چیزوں سے عرض کر کے ترک کیا۔۔۔۔۔ سہل رحمہ اللہ حسن اہل وہ چیز کہ دنیا میں اسنے صرف اسد تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ اور یہ بھی کہ اس اہل وہ ہے کہ

اہمیت طریقت کے موافق متفق رہا۔ فاسمہ نے کہا کہ زیتہ الارض انبار اولیا، وعلیٰ ربانی واولادہن ابوبصل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بند سے جملہ اہل معرفت و محبت و توحید والے میں کی زینت ہیں کہ تار سے چاند و سورج ہیں شیخ جنید رحمہ اللہ کہ جن بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فہم دی کی ہے ان میں سے کسی کا جوہر سے زمین پر کسی زینت پر اس سے وہ عہد حاصل کرتے ہیں اور اسی عہد کی نگاہ سے وہ کسی زینت کی چیز سے مغفل نہیں ہوتے ہیں اور زینت کے واسطے کوئی کام نہیں کرتے بلکہ اپنے کام اس پاک خالق عزوجل کے واسطے ہیں جس نے ان زینت کی چیزوں کو پیدا کیا ہے اور قولہ تعالیٰ بلوہم اجمعین عملا یعنی کون اعلیٰ بہت والا ہے کہ بہت بلند سے خوشی خاطر ان فانی چیزوں سے غفلت و غور کیا کیے ساتھ مغفل ہو۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ امتحان میں دیکھا جاتا ہے کہ کس نے اپنے قلب کو خوب فانی کیا اور نیت اور اچھی طرح صاف کیا کہ اسکو اسوئے زینت پیدا کرنے والے کے کسی چیز سے قطع یا قصد نہیں ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ مخلوق بندوں سے تو زینت روسے ترین کی ہے اور جنت کی زینت اہل معرفت سے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمین کی زینت اولیا رحمہ اللہ سے ہے جو زمین کے واسطے ان ہیں۔ اقول حدیث میں بھی آیا ہے کہ آسمان کے واسطے ان ستارے ہیں جب جابون پر آسمان پر اسکا وقت موعود آوے گا اور میرے اصحاب اس زمین کے واسطے ان ہیں جب جابون تو زمین پر اسکا وعدہ موعود آوے گا و آخرت فی الصالح۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ کس لہر و جبین میں جب انوار توحید کے روشن ہونے میں تو اس کے نور سے تمام زمین ہلکا جاتی ہے شیخ اساتذہ نے کہا کہ جن اہل وہ ہے کہ کئی نیت صادقی اور طوبیت خالص ہو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو اپنی درگاہ قدیم میں جگہ دیکھا تو زمین اپنی زینت سے صعب جزو یعنی زمین خشک بن جاتا ایک جلیل میدان رجا بلی۔ حادثہ فانی ہیں اور بقا فقط و جد ربک ذوالجلال والا لام کو سے فعال تعالیٰ والا باجلالون اعلیٰ اصعبا جبراز۔ اشارہ ہے کہ انوار صفات کے آفتاب مغارب افعال میں غروب ہو جائیگی پس آئینہ میں من کوئی اثر و صفت کا نہ ہوگا کیونکہ نور صفت اپنے معدن نور الذات کی طرف رجوع کر جائیگا اور اسکا ظہور اس بہت سے ہوگا کہ اولیا صدفین کے قلوب کو اپنے مقامات محمودی طرف ملب کر لیا جائیگا جب وہ اپنے مکانے پہنچ جائیگی تو ان کے ساتھ انوار صفات بھی چلے جائیں گے شیخ واسطی رحمہ اللہ نے اس آیت میں کہا کہ دیکھو یہ تمام مخلوقات عظم و عجم دو موع ہے ایک اشارہ ہیں اسکو صمد جزو دیا تو تمام عالم کو درون اجسام فعالہ قدرت حق عزوجل کے وہ فہم بھی نہیں جو ہوا میں پایہ بول کر اڑا پھر تا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے سوالات قریش سے اصحاب کعبہ کا ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ أَتُخَلِّقُوا الرِّقَابَ ۚ أَمْ لَكُمْ أَلْسُنُ نَجَبٍ ۚ إِذَا دُعِيَ إِلَيْنَا أَتَيْنَا لَكُنْهُنَّ

کیا تو خیال کرتا ہے کہ میں تو خلق کر دوں گا ۚ یا تم کو لسان نجس ہے ۚ اگر کوہدہ والے ہمارے قدر تو میں اپنی تھے جب جا رہے تھے وہ جان کھوہین

فَقَالُوا رَبَّنَا مَنْ لَدُنْكَ رَحْمَةٌ شَوْهَتُنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشِدًا ۚ فَصَبْرٌ بِنَا عَلٰۤیٰ أَدۡلُفِہِمۡ فِی

پھر بولے اسے رب سے کہو اپنے پاس سے ہر اور بنا ہمارے کام کا بناؤ پھر جب دیکھنے لگے کہ ان اس

لَکُنْہُمۡ رِسَالَتُنَا عَدَاۤءُ لَہُمۡ لَیۡسَ لَہُمۡ لِنۡحَکُمَاۤیۡ اَلۡحِجۡرَ فِیۡنِیۡنِ اَحۡصٰی لَیۡسَ لَکُمۡ اَمۡدًا ۚ

کہوہین کہنا برس گئی تھی پھر غصہ کیا تھا کہ معلوم کریں دو طرفہ میں کسے باد کچھ ہے جتنی مدت وہ رہے

برہان سے اللہ تعالیٰ نے اصحاب کعبہ کے دافتر سے آگاہ فرمایا ہے پس پہلے تو یہی ذکر فرمایا پھر ضروری تفسیر فرمائی ہے فقال اَمْ حَسِبْتُمْ

بل حسبتم۔ یہاں حرف بل واسطے اس میں ہے کہ کہ ایک بیان سے دوسرے بیان میں منتقل کیا اور اضراب کے لیے زمین سے ابوبصل نے

استقامت کو نقصان لیا اور خطاب الہیہ حضرت علیہ السلام کو ہے لیکن یہ تعریف ہے کا فرق پر کہ نامت عجیب و قدرت و شان الہیہ

ایک یہ قول ذکر کیا کہ اصحاب قمر ایک دوسری قوم پر علاوہ اصحاب کعبہ کے اور انکے حال کو موافق ایک حدیث کے بیان کیا جو صحاح میں ہے
 مگر حدیث میں کچھ تغیر ہے میں اسکو موافق حدیث صحاح کے ترجمہ کرنا ہوں کہ یہ تین آدمی تھے سراج میں لکھا کہ گھاس وغیرہ کی تلاش میں
 نکلے تھے اور حدیث میں ہے کہ راء نے کرتے تھے اتفاق سے آندھی بانی نے لیا تو ایک نارین انھوں نے بناہ لی پس بہال سے ایک پتھر
 جھاپو کر اور اس غار کے منہ پر ڈھنگ کیا یعنی دانہ بانی کی اور نکلنے کی کوئی راہ نہ رہی آپس میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم لوگ
 اپنا اپنا سب سے زیادہ امید کا کام یاد کرو اور اس کے وسیلہ سے دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے راحم کرے پس انہیں سے ایک نے کہا
 کہ میں نے ایک روز مزدور کیسے تھے جب دہر کا وقت ہوا تو اور ایک مزدور آیا اسکو میں نے مزدوری پر رکھا اور بانی دن اُسے بھی
 باقیوں کے ساتھ کام کیا شام کو میں نے سب کو مزدوری دی اور اُس مزدور کو بھی پورے دن کی مزدوری لے کر برادری میں انہیں سے
 ایک مزدور غصہ ہو گیا اور اُسے مزدوری نہ دی چھوڑ کر چلا گیا میں نے اسکی مزدوری کو ایک کو تنہا رکھا یا ایک روز میری طرف سے
 گاؤں کو لگا کر لائے ان سے کہہ دئے ایک بھیا خربیدی پھر اُس بھیا کی اولاد پڑھی یہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اتفاق سے وہی مزدور
 ایک وقت میرے پاس آیا اور اُٹھا ضعیف ہو گیا تھا اسنے مجھے اپنی شناخت بتلائی اور اپنی مزدوری یاد دلائی میں نے اسکو یہ سب کلمہ
 دیا اور کہا کہ یہ تیری مزدوری کا ہے اسی اکین نے یہ کام خالص تیری رضامندی کے لیے کیا ہو تو تم سے یہ پتھر کٹا دے کہ دے پس وہ پتھر
 اسقدر سہرا کہ انکو روشنی نظر آنے لگی۔ دوسرے نے کہا کہ ایک وقت میرے شہر میں غوطہ پڑا اور مجھے اسود کی بھی اور میں اپنے چالی بیٹی پر
 عاشق تھا اس غوطہ میں اُسے مجھ سے طلب کیا میں نے انکار کیا کہ کسی شرط سے کہ وہ مجھ سے ملے اُسے نہانا اور بیچ لینی کبھی کہ تیسری مرتبہ
 اُسے فرار کیا اور میں نے اسکو دو سواتین سو دنار جو پھر سے مجھے دیے جب میں نے اُسکو پھر دیکھا اور اسنے ساتھ کام چاہا تو وہ پتھر لائی
 اور اسکو بھیر لائی میں نے اُس سے کہا کہ کہا ہوا اُسے کہا کہ خوف کہ اللہ تعالیٰ کا اور انکو بھی کا نگ بغیر حق کے مست توڑ میں نے دیکھا کہ یہ عورت
 اس سختی و مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے شرفی ہے اور میں اس راحت میں نہ درون پس میں نے اسکو چھڑا اور اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ اسرفغان
 بھی واپس نہ لیں اسی اگر میں نے تیرے خوف سے یہ کام کیا ہو تو تم سے اس پہار کو کھول دے پس پتھر سرک گیا یہاں تک کہ آپس میں ایک
 دوسرے کو کچھ طرح پہچاننے لگے تیسرے نے کہا کہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میرے پاس کو بیان نہیں میں انکو چراتا اور بانی بلاتا پھر
 گھر میں لاتا اور دو دو ہونے والے والدین کو پلا کر میرا کر دیتا ایک روز مجھے مرافت پیدا پڑی اور بارش نے روک لیا تو رات ہو گئی جب گھر
 والدین پہونچا اور دو دہائی لیکر میں نے دو دو دو ہا اور والدین کے پاس لایا تو لکھا کہ وہ دونوں سو گئے ہیں۔ مجھے کراں معلوم ہوا کہ میں
 انکو جگا کر نے جین کروں پس میں دو دو کا برتن لیے اُنکے سر جانے حاضر ہا کہ جا لیں تو پہلے انکو پلاؤں پھر بانی خورج میں لاؤں اور بالآخر
 بھوک سے روئے چلائے تھے کہ میں نے والدین پر کسی کو توجہ نہ دی اُنکے جاننے کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ تمام رات گزری صبح کو وہ
 دونوں جا گئے تب میں نے انکو بلایا اسی اگر میں نے تیری رضامندی کے واسطے یہ کام کیا ہو تو یہ پتھر تم سے ہے اُس سے کہم کہ راہ یار میں پس اللہ تعالیٰ
 نے کٹا دے کہ دیا۔ سراج میں معالم وغیرہ سے نقل کیا کہ ایسا ہی واقعہ نعمان بن بشیر رضادری رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقع ہوا ہے اور مترجم
 کہنا ہے کہ روایت کیا جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے اصحاب کعبہ کو دیکھا اور جب اوروں کو دیکھا لے لے تو وہ مقام
 مخفی کر دیا گیا وہاں انھوں نے کہہ نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ اعلم۔ ذکر آخری القسبۃ فی بیان کہ رجب جبکہ دھو دھو دھو قتیہ نے
 جمع نخی فوجان۔ مراد وہی ہیں جنکے حال سے سوال کیا گیا تھا وہ لوگ اپنی قوم و عرب و اقارب ان باب کو چھوڑ کر اپنا دین لے کر کھائے کہ

کافرون کی طرف سے فتنہ میں نہ پڑیں اور انھوں نے پناہ ڈھونڈ لی۔ انکی انکھیں کھلتی ہیں وسیع غار میں یعنی غار میں گئے اور وہیں رہے اور اس کو اپنا چلادوسی بنا یا اور فوجان اسکی حلف ہے کہ کوئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ان صلاح زیادہ قبول ہوتا ہے بہت ایسے پورے کے جو ملنے کے قریب رجوع لایا۔ اور بھاگنے کی وجہ یہ بھی کہ انکے عہد و اقارب سب کافر تھے اور بادشاہ دقیاؤس بٹ پرست ظالم تھا ان سے منع قوم کے ان فوجیوں کو بھی بٹ پرستی پر مجبور کرنا چاہا اور یہ لوگ شہر انھوں کے رہنے والے تھے اور وہیں کی زبان میں انھوں نام سے اور سب اسکو طرس کہتے ہیں جب انھوں نے بادشاہ د قوم کی طرف سے جبر و سختی دیکھی کہ اللہ تعالیٰ کے اسوے غیری عبادت پر مجبور کرتے ہیں تو سہراک اپنے اپنے گھر گیا اور دروازہ ایک سب معنی ہو کر بھاگے اور شہر کے قریب ایک غار میں پہاڑ پر آئے اور زمین چھپ چھپ رہی وہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور کھاتے پیتے تھے اور غریب ایک شخص انھیں سے طعام لانا کر دے لوگ خوفناک رہتے تھے اور جب غار پر آئے تو یہ دعا کی تھی۔ **فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رِزْقًا حَسَنًا** اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت دے۔ اس رحمت میں دنیا میں امن کے ساتھ رزق و ضروریات چن اور آخرت میں مغفرت ہے وہی بھی لکنا **مِنْ آفَاتِ رَبِّكَ** اور جیسا فرما دے ہمارے لیے ہمارے اس امن میں رات۔ یعنی جو تو جبر و جبر نے پائی ہے اس میں اصلاح و عبادت پر ہلکنا ثابت فرما دے اور جو بات اس میں ہم کو کوئی سچے کے کو افی درکار ہے مہیا کر دے۔ ابن کثیر نے لکھا کہ اپنی ہمارا انجام نیک و نیری رضامندی ہو جبکہ حدیث میں ہے اقصیت لنا من قضا راجع عافیتہ رشدنا یعنی جو حکم تو ہم پر جاری فرما دے تو اس کا انجام ہمارے واسطے نیک کر دے۔ اور منہ نام احمد بن بشر بن ارطاة رضی اللہ عنہ کی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ دعا فرماتے کہ **اللهم احسن عاقبتنا فی الامور** کما و اجرا بنی خزی الذی و اعذاب الاخرة یعنی اسی نیک کر دے ہمارا انجام سب کاموں میں اور چھوڑ دے ہم کو خدای دنیا سے اور عذاب آخرت سے۔ بالکل یہ کہ وہ امین اللہ تعالیٰ کی توحید پر عبادت کرتا تھا کہ اپنی قوم و کافرون سے خوفناک تھے ایک روز قبل مغرب کے ایک دھڑب کے اس بارہ میں بائیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک غالب کر دی لکھا قال تعالیٰ۔ **فَقَرَّبْنَا نَحْنُ اِلَیْكَ اَذْیَہُہُ فِی الْاَنْکُہُ** یعنی ہم نے انکو ملا دیا کھٹ میں۔ گویا انکے کاؤن کو آواز میں سننے سے بند کر دیا جو گمیری نیند میں ہوتا ہے تو یہ کہنا ہے کہ انکو گمیری نیند سے سلا دیا۔ میں نے بھی سن دیا سالما سے معدود ہا کے نزدیک قلیل تو کتنی میں آتے ہیں اور چنان زیادہ ہونے کو کثیر غیر معدود ہوا جاتے ہیں۔ اور اسباب کھٹ اول نیند میں تین سو سے اور نو برس سوئے تو یہاں دوطرح توجہ کی گئی اول یہ کہ ایک ایوم اللہ تعالیٰ کے یہاں جیسے یہاں کے ہزار برس پس یہ قلیل وقت ہے جہاں لوگ کثیر خمال کرتے ہیں اور دوم یہ کہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ وقت معدود ہے اگرچہ لوگ واقف نہ تھے بالکل یہ نیند بھی انکی دعا قبول ہونے کے آثار میں سے تھی کہ تمام رحمت سے انکو خوف آرام سے سلا دیا یعنی امام ابن کثیر نے اسکی تفسیر میں لکھا یعنی جس وقت کھٹ میں داخل ہونے تو ہم نے اپنے نیک غالب کر دی پس بہت برسوں تک سوا کہے۔ **لَمْ يَكُنْ لَكَ حِجَابٌ** پھر ہم نے ان کو اٹھا یا یعنی اس نیند سے اٹھا یا جیسے موت کے بعد لوگوں کو قیامت میں اٹھا دینکے۔ **لَمْ يَكُنْ لَكَ اَنْجِي اَلْحَيَاتِیْنَ اَحْصٰی لِمَا لَكَ اَنْجَا** تاکہ ہم جائیں یعنی ہمارے علم میں جو مدت ہے وہ ظاہر ہو کہ اختلاف کرنے والوں میں سے کس نے شمار رکھا ہے انکے دہان ٹھہرنے کی انتہا سے مدت کا۔ اور بات یہ ہوتی ہے کہ جب جاگے تو انھوں نے آپس میں گفتگو کی کہ کس قدر سوئے بعض نے بوران یا اس سے کم بیان کیا بعض نے کچھ زائد کیا پھر ایک اور وہاں ایک بار از اس خفیہ خبر یہ طعام کو بھیجا وہاں ایک زمانہ دراز کے بعد اس زمانہ کا وہ پیر دیکھ کر لوگوں میں

چرا ہوا اور جب رکھلا اور اسوقت وہاں کچھ لوگ کافر تھے اور کچھ مومن تھے پس احتمال ہے کہ جو بن دو گروہ سے مراد خود اصحاب کھٹ میں سے
 اختلاف فی دو گروہ ہوں کہ جو علم کسی میں ہے اپنا ظاہر ہو جاوے تاکہ جان جاوین کہ وعدہ الہی بعت قیامت کا برحق ہے اور احتمال ہے کہ
 اس زمانہ کے مومن کا فرد و گروہ مراد ہوں جنھوں نے انکی مدت قیام میں اختلاف کیا تھا۔ عجی اس نے معاملہ میں کیا کہ جس زمانہ میں
 اصحاب کھٹ جگہ گئے انوقت کے مومنوں میں باہم انکی مقدار بابت میں اختلاف فی دو گروہ مراد ہیں۔ ابن جریر کہے کہ انکے انھوں نے
 اصحاب کھٹ کے شہر سے نکلنے کا دن اور تاریخ و مہینہ و سال لکھا تھا۔ شیخ ابن کثیر نے عمل کر دیا کہ اصحاب کھٹ کے بارہ بن جو دو فریق
 مختلف ہوئے تھے انہیں سے شمار کرنے والا ظاہر ہو جاوے۔ متحسب یہ کہنا ہے کہ انکے بیعت کرنے سے ایک فریق کا احصاء ظاہر ہوا تو یہ
 دو فریق فریق پہلے سے مختلف ہونا چاہیے کہ ہر ایک فریق نے اختلاف فی شمار کیا تھا وہ انکے بیعت ہونے سے قبل ہو گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے
 کہ اصحاب کھٹ خود مختلف ہوئے کہ کس قدر مدت سوئے پھر ازادین جانے سے وہ اختلاف برقع ہوا۔ یہاں تک اس حال کو عمل طور
 پر اندیشہ لے لے بیان فرمایا اور اس کے تفصیل ہے۔ فت فی العرائس قولہ تعالہ ام حبیب ان اصحاب الکھف والفرقہ کا نواں آیا تا عجیب۔
 حق تعالے نے آگاہ کیا کہ اسکی عظم قدرت و عجاب شان اس سے کہیں بلند ہے کہ کوئی شخص اصحاب کھٹ و فریق کے بن سو برس کچھ اوپر
 کھٹ میں ایک میند سوئے سے تعجب کرے اور دوسرے لوگ مقام انس و نبات قدس میں غائب تھے بغیر ان سے اور یہاں سے حضور
 بن حاضر تھے اور وسعت قدرت الہی بن سے ادنیٰ نونہ یہ ہے کہ اگر ایک پھول کھول دیا جاوے تو تمام عالم جنگل کی پیدلین بن سرگزار بن اور
 جو بات سمجھتے ہیں اسے عجیب معلوم ظاہر فرمائی بن دس اہل نظر کے لیے اصحاب الکھف سے کہیں زیادہ عجیب بن اور قدرت قدیم میں کسی
 موبوم و معدوم پیدا کرنے سے عجیب بن شیخ حسین رحمہ نے فرمایا کہ اصحاب کھٹ سایہ معرفت اصلہ کے تھے بن وہی حال بن اُسے داخل
 نہیں ہوتا ہوا ایسا اسے خلوق سے انکے آثار پوشیدہ ہو گئے بن۔ شیخ ابن عطار نے کہا کہ میند یہ کہ انکو انکے سلب کر لیا اور انکو انکی خودی سے
 لے لیا اور انکے اختیار کے دربان پردہ فرمایا اور انوس ہونے غایب بن کے لیے وحشت کا مقام ہوا اور رحمت ادی اور بان اس سے رہے
 پھر انکو اپنی خودی سے فنا کر دیا اور ارادہ انسی سے غائب کر کے سایہ رحمت معرفت میں لیا پس حضرت قدیم عزوجل بن عیش کے ساتھ مقیم بن
 قولہ عجیب۔ شیخ جنید رحمہ نے کہا بھی کچھ تعجب است کہ کہ تیری شان تو انکی شان سے بہت بڑھ کر عجیب ہے کہ کچھ بات صحاح ام سے مسجد الاقصیٰ کو
 معراج عطا فرمائی اور سدۃ العنسی کو پوچھا یا اور آیات کبریٰ کو دکھلایا اور رات گزرنے سے پہلے بستر پر واپس کر دیا بعض نے کہا کہ اصحاب کھٹ
 مثل سوئے ہوئے آدمی کے بن نہ انکو وقت و زمانہ کا علم ہوا اور نہ محل و مکان کو چاہتے بن نہ رہے بن نہ صورت بن افادین بن نہ
 بظاہر پیش بن پوشیا بن نہ گناہ بن سوئے بن نہ کسی کو انکی جانب راہ ہوا اور نہ انکو کسی غیر کی جانب پرواہ ہوا انکو ہیبت الہی کا شامیا پہچایا
 ہوا اور پردہ تعلیم و عجاب غفلت نے انکو کھیر لیا ہوا اور نور عرش سے نورانی چور بن۔ قولہ تعالے اذ اذی الغنۃ فی الکھف۔ اول نمرہ اصحاب
 سات آدمی تھے اور دوسرا نمرہ آدمی اصحاب قدیم تھے اور ان دو فریق گروہ کو اللہ تعالے نے معرفت عطا فرمائی تھی اور اصلی غفلت میں اندیشہ
 نے انکو فوت دری تھی جس سے نئی و فتنہ ہوئے اور وہ فوت انکی یہ تھی کہ سوا سے اللہ کے سب سے انھوں نے اعراض کیا اور کھٹ رحمت کی طرف
 متوجہ ہوئے اور وہاں سایہ جمال اور ہوا و افوا میں جگہ پکڑی اور انوس ہوا کو اپنی جانوں کو اللہ تعالے کے واسطے قربان کیا یہ مقام ہر جہان
 انکی نفس کے واسطے زراعت و تجارت وغیرہ کا کچھ حصہ نہیں تھا پھر جب منزل انس و شہر قدس میں مقیم ہوئے اور انکے قلوب اپنے رب عزوجل
 کی رحمت سے منور ہوئے تو انھوں نے ہدایت و رعایت کی دعا مانگی کہ قال تعالے۔ فقالوا ربنا اتنا من لدنک رحمۃ الایہ یعنی معرفت کاملہ و

تو خود عطا فرما دیا اور ایسی برایت عنایت فرما کر تیری محبت میں بغیر زوال و امتحان کے مقام قرب و وصال میں پہنچن شیخ استاد درجہ نے کہا کہ
 ظاہر میں انکو کھٹکے جمال میں نگہ دی اور باطن میں وہ مقام انکے واسطے جدا تھا کہ سایہ عنایت و وصال میں سو رہے اور جب انھوں نے
 قلب میں کشف و رضوان آئی معائنہ کیا اور صفائے وقت کو دیکھا اور انکے جانے رہنے سے خوف کیا تو اچانک کر کے دعا کی پس اس وقت کے
 انکو انکی خودی سے غائب کر دیا اور انکو خواب میں سلام داداؤ لہ تعالیٰ نصرت علی آذ انہم لا یمنون کوگون کے وجود سے فقط ایک کسوچہ اس میں
 سے ذکر کیا وہ کان میں پس جگہ وجود و حواس کو اور اجال میں مستغرق کر دیا اور غیبت الکی نے انھار سے انکو پوشیدہ و مخدہ کر لیا اور ایسا
 کان کا حاسبہ بافی رہا تھا اس پر وہ غیبت ڈال دیا کہ پھر اخبار کی آواز میں نہیں سنتے تھے اور انکو بصمت میں محفوظ فرمایا اور اپنے مشاہدہ
 میں انکو انس عظیم دیا اور انکی خودی سے خارج کر لیا اور سویم بشریت انکے ذلیل ہو گئی پس انھار نے ان حق کے ساتھ ہی کہ حق کو کچھ دیکھتی رہے
 یہاں ایک نکتہ لطیف ہے کہ جب انھوں نے انوار قدیم کو دیکھا تو اسکی عظمت سے بہوت ہو گئے کہ سارے خطاب کی طاقت نہ رہی اور اگر سنتے
 تو مقام فنا میں محکم ہوتے کیونکہ مقام خطاب میں استاد زاد اس و انبساط و تقارب پس کمال وجود کے واسطے انکو ایسے استاد زاد ہی فنا
 کر دیا تاکہ تمام طبایات انکو توحید کی طرف سے ہوں اور یہ بھی اشارہ ہے کہ انکے ظاہری کان بھی باطنی کانوں کی طرف رجوع کر گئے تو دل کے
 کانوں سے اور ارواح و اسرار کے کانوں سے انھوں نے انکے خطاب حق کو چل کر سنا اور ظاہری آذان میں خبروں کی انکو نہیں پہنچتی تھیں بعض نے
 کہا کہ ظاہری سماعت انکے لیے تھی مگر اس واسطے خطاب حق کے اور کچھ نہ سنیں اور ظاہری انکھیں بھی محض کر دین کہ اس واسطے حق کے دوسری طرف
 نظر نہ کریں پس انکو غیروں کی طرف التفات نہ رہا اور غیروں کو انکے بھی سروکار نہ رہا۔ شیخ ابن عطار درجہ نے کہا کہ خالصہ اشارات یہ ہے
 کہ ہم نے انکو صفات بشری سے باہر کر دیا اور صفات قدسی میں انکو فنا کر دیا ہم نے انکے ظاہر و باطن کو مقدر کر دیا اور انکو قضا قدرت میں
 عین راحت کے ساتھ مشغول یا پھر انکار قدرت کے واسطے انکے پہلی شکل و ہیئت پر پھر بقول تعالیٰ تم بغیر انما ہما آدمی و آدمی بھی شیخ ابن عطار درجہ
 نے فرمایا کہ خواب میں کانوں کو دخل نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ضرر نا علی آذ انہم لا یمنون فرمایا ہے اسکا فائدہ یہ ہے کہ مختلف آوازیں نہ سنیں کہ
 بیدار ہو جائیں بلکہ تمام خلق سے راست میں ہیں۔ شیخ استاد درجہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو فنا فی حواس سے باہر کر لیا اور کچھ مشاہدہ
 کرتے تھے اس سے ناخوذا کیا اور یہ سب فانی چیزیں تھیں پس انکو عالم حقیقت کی طرف پھیرا تو انکھوں و کانوں سے انھوں نے حقائق
 غیب کو دیکھا اور شہود احدیت اور صفات صمدیت میں مستغرق ہوئے پس جب شہود غیب سے مقام سکریں میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے
 چاہا کہ اس مقام پر مشیاری میں تنگیں و استقامت کے ساتھ قائم ہوں تو انکو بعوض فرمایا بقول تعالیٰ تم بغیر انما ہما آدمی و آدمی بھی شیخ ابن عطار درجہ
 انھیں اھمی لا لبثوا ارا۔ حالت سکریں اور حالت بیداری میں انکی تفاوت ظاہر ہوئی انکو مقام استقامت میں لایا کہ منازل
 قرب کو بیداری کے ساتھ جائیں کیونکہ حالت سکریں بوجہ وجد و حالت کے انھوں نے با بیدار نہ در دام و سرمد کو دیکھا اور معرفت
 سے نہیں دیکھا تھا پس انکی اس حال تکامل کر دیا جیسے اس حیات میں آدمی بوجہ اتباع طریق سنت کے کال ہوتا ہے ان کو گون یا اس
 طریقہ سے کال فرمایا تاکہ اہل ارادت کی طرح مسائل حقیقت سے آگاہ و کال ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گون کا قصہ بعض

توضیحی سے ارشاد فرمایا

لَحْنُ نَفْسٍ عَلَيْكَ أَهْ حَرْبُ الْحَقِّ طَاهِرٌ مَعْرِفَتِي ۖ مَا تَوَابَدَ بَرِّي ۖ وَ زِدْ نَفْسَ هُدًى ۖ وَ رَظَا عَلًى

ہم سزاؤ میں تمکو انکا احوال تحقیق دے گی چون کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیار پر اور زیادہ دی ہے انکو سوچہ اور گروہ دی انکے

تعارف ہوا ہے وہ محبت سے ملتا ہے بہن اور جن میں تنگ کر لیا ہے وہ مختلف رہتے ہیں یعنی جنھوں نے اپنے رب عزوجل کو پہچانا ہے وہ باہم الفت رکھتے ہیں اور جنھوں نے نہیں پہچانا ان میں اختلاف رہتا ہے اور اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ابویہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے بالکل ہر ایک دوسرے سے اس عقیدے کو چھپاتا تھا جو اسکے دل میں تھا ابویہ خوف کے جو اسکو دوسرے کی طرف سے اس بارہ میں تھا یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ تم میرے اسے یاد کرو کہ تم میں سے ہر ایک اپنے کنبہ سے کسی وجہ سے علیحدہ ہو گیا ہے تم کو چاہیے کہ اپنا اپنا بھید ظاہر کرو پس ایک نے کہا کہ میں نے تو اپنی قوم کے ترکات و اعمال دیکھے تو مجھے بالکل باطل معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ پیغمبروں و مخلوق کے آگے سر رکھتے ہیں اور عبادت کے لائق تو وہی ہے جس نے یہ سب آسمان و زمین پیدا کیا ہے اب میں نے تو ظاہر کر دیا ہے بھی بتلاؤ تو نہ ہوا بلکہ والد میرے دل میں بھی یہی ہے اور میرے نے بھی یہی کہا ہے مگر خدا نے سب نے یہی کہا حتیٰ کہ سب کے سب ایک ہی کلمہ ایمان پر متفق ہو گئے اور سب باہم محبت سے بھائی ہو گئے اور سب نے اپنے واسطے ایک عبادت خانہ بنایا جن میں سب فقط اللہ تعالیٰ کے دعوہ لائے ہوگی کی عبادت کیا کرتے تھے اور کافر کو جو تعظیم بتوں کی کرتے اس سے زیادہ اپنے دل سے یہ لوگ حق عزوجل کی عبادت کرتے تھے اس میں کچھ روز گذرے آخر ان کی قوم اس سے آگاہ ہوئی اور یہ خبر اپنے بادشاہ کافر کو پہونچائی ان سے ان لوگوں کو اپنے سامنے بلوایا اور حال دریافت کیا انھوں نے اسکو حق جواب دیا اور توحید اسی عزوجل کی جانب اسکو بلایا یہی فرمایا کہ اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموات والارض یعنی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ خوف نہ کیا اور انکو تزلزل نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے ہدایت زیادہ کر دی تھی اور انکے دلوں کو ربط دیدیا تھا پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان پر موطر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اھو کھڑے ہوئے انھوں نے ڈرتے ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں نے اپنے جہاد کی قوم نے بنائے ہیں رب عزوجل کے سوا سے بہت معبود یعنی شرک سے انکی عبادت کرتے اور انکے نام پر فریاد کرتے ہیں۔ اھو کھڑے ہوئے انھوں نے کہہ دیا کہ میں نے اپنے جہاد کی قوم کے ساتھ نہیں کیوں نہیں لائے کوئی کلمہ دلیل ان جنوں وغیرہ کی الوہیت و عبادت پر یعنی انکے پاس شرک کی اور سوا سے حق تعالیٰ کے بغیر ان کی عبادت والوہیت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہتے ہیں اظہر من الشمس انڈیگری علی اللہ کی انکے پاس جب انکے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں تو ایسے شخص سے کون بڑھا کلام جو کا جو اللہ تعالیٰ پر ہتان باندھے۔ دشمنی نے کہا کہ آیت میں دلیل ہے کہ دین میں تقلید باطل ہے جب تک کہ حجت ظاہر نہ ہو اقول اعتقاد وہی برحق ہیں جس پر الٰہی منت والجماعۃ قائم ہیں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم جماعت اسی پر جمعی اسی پر الٰہی منت والجماعہ ہیں پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ جب ان لوگوں نے وقفاؤں کو یہ جواب دیا تو اس نے توحید سے انکار کیا اور ان لوگوں کو دھمکا یا اور ڈرایا اور جو لباس اپنی قوم کی زینت سے پہنتے تھے انکے اتروالے کا حکم دیا اور ان کو ایک وقت تک اجالت دی تاکہ اس عرصہ میں اپنی ذلت و خواری کو دیکھ کر جس راہ پر ہیں اس سے پھر دین اور قوم کا فزول کے ساتھ شرک ہوں۔ یہ بات اہل سنت کی آنکھ میں قین اللہ تعالیٰ کا ایک لطف تھا کہ اس میں موقع باکرہ دے لوگ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنی قوم کے کہو سے بھاگ گئے اور رفتہ واقع ہونے کے وقت بھی امر شروع ہوا کہ دین کو لیکر رفتہ سے فرار ہوجاؤ جسے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ فریب زمانہ ہے کہ تم میں سے آدمی کا بہتر مال بکریاں ہوں کہ انکو ہانک کر کسی سپاہ کے درہ میں لٹکاس کی جگہ چلا جاوے فتنوں کی وجہ سے بھاگ کر اپنا دین بچاؤ۔ پس ایسی حالت میں لوگوں سے مولت اختیار کرنا شروع ہوا اور اسکے سوا سے اور حالت میں مولت نہیں کیونکہ اس سے ترک جمعہ و جماعات لازم آتی ہے پس جب انھوں نے اپنی قوم سے سوا سے بھاگ جانے کے مضمین دیکھا تو اپنے دلوں کو اس بات پر مضبوط کیا کہ راحت و آرام و اہل و عیال و مال و دامن و باپ سب کو چھوڑ دین اور باہم مشورہ مضبوط کر لیا جیسا کہ

الہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا۔ **وَإِذْ أَعْرَضْنَا عَنْ قَوْمِكَافِرِينَ** اور جب تم نے اس قوم کافروں کو اور جب کو سے
 پوچھے ہیں سو اسے الہ تعالیٰ کے سب کو چھوڑا تو۔ **فَأَنذَرْنَا أَيْكُمُ الْكَهْفِ** غار میں اپنا ٹھکانا پناہ کا ڈھونڈھو یعنی چلو غار کی طرف
 جا کر اس میں اپنے واسطہ پناہ کی جگہ بناؤ۔ **وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْكُفْرَ الْكَلْبَ** چھ کلب گائے یعنی کتا شایہ وسعت دیدہ گھارے
 لیے تمہارا رب اپنی رحمت سے۔ پس تمہارے رزق میں وسعت دیدہ کیا اور تم کو تمہاری قوم سے چھپا دے گا۔ **وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْكُفْرَ الْكَلْبَ**
أَهْرَ كُفْرًا اور آسان کر دیکھا سامان تمہارے لیے تمہارے اس کام میں ایسی چیز سے کہ نفع پاؤ اگر کہا جاسے کہ یہ قول
 انھوں نے کیے کہما تو جواب دیا کہ خلوس نیت سے اور الہ تعالیٰ پر بالکل بھروسہ کر کے کہنا کہ الہ تعالیٰ رحمت فرما کر تمہارے کام کو
 درست کر دیکھا جب یہ لوگ نکل کر غار میں چلے گئے اور قوم و کنبہ والوں نے نہ پایا تو بادشاہ کو اطلاع کی اور جنھوں نے انکو تلاش کیا
 پس کہا گیا ہے کہ تلاش کرنے والوں نے پہاڑ وغاڑ سب تلاش کیے مگر انکو نہ دیکھا اور الہ تعالیٰ نے انکو اندھا کر دیا جیسے آنحضرت
 صلی علیہ وسلم مع صدیق رضی اللہ عنہ کے جب غار میں تھے ہوئے اور قریش والوں نے کہہ دو کاش سے تلاش کیا یہاں تک کہ غار پر
 آئے اور حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدم کی طرف توجہ کرے تو ہم کو دیکھ لیا تو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا گمان ایسے دو ہندوں کے ساتھ کیا ہے جو کافر الہ تعالیٰ ہے یعنی الہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں سب ہیں
 کوئی زمین دیکھ سکتا ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غار کا قصہ صحابہ کعب سے زیادہ عظیم الشان ہے بالجلہ کافروں نے انکو
 نہ دیکھا اور نہ پایا اور پیچھے کہتے ہیں کہ لوگوں نے تلاش کر کے پایا کہ غار میں تھے ہیں تو بادشاہ نے کہا کہ تم نے جو سراپا ہی تمہیں اس سے
 نریا وہ سراپا انھوں نے خود کو اور کوئی پس حکم دیا کہ غار کا ٹھنڈہ بند کر دو کہ ان میں مرجاویں و لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ
 وہ غار وسیع تھا اور ہر ایک اس میں داخل ہو سکتا تھا اور الہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ آفتاب دونوں وقت اس میں جاتا تھا اور
 قوس لوط علیہ السلام سے ظاہر ہے کہ آدمی انکو دیکھ سکتا ہے۔ سراج و معالم سے یہ قصہ اس طرح معلوم ہوا کہ محمد بن ابی بن سراج نے ذکر کیا
 کہ اہل خیبر نے میانہ کی اختیار کی اور ان میں گناہوں کی کثرت ہو گئی اور بادشاہوں نے یہاں تک بیہودگی کی کہ بتوں کو پوجنا شروع کیا
 اور بتوں کے نام پر قربانیاں کرنے لگے اور ان میں کچھ لوگ دین مسیح علیہ السلام پر پائی تھے اور الہ تعالیٰ وعدہ لافرشیک کی عبادت
 کرتے تھے اور جس بادشاہ نے ان میں یہ فساد برپا کیا تھا وہ روم کے بادشاہوں میں سے ایک شخص دنیاؤس تھا جس نے بت پرستی کی
 اور بتوں پر بھینٹ پڑھائی اور جس نے اسکی مخالفت کی اسکو قتل کیا اور وہ روم کے شہروں و قببات میں اترا پھر وہاں کسی کو نہ چھوڑتا
 جو بتوں کی پرستش نہ کرے ورنہ اسکو قتل کر دیتا پس سب کو انکے دین سے فتنہ کفر میں ڈال دیا۔ اسی طرح وہ شہر فوس پر آکر اور وہاں کعبہ کا
 یہی شہر تھا جس اہل ایمان پر یہ امر گراں گذرا اور لوگ اس سے بچنے و بھاگنے لگے جدوجس نے راہ کی بھاگاپس ایسے فوج میں سے ایک
 دستہ متعین کیا انھوں نے لوگوں کو تلاش کیا اور کھنڈ و تہہ خانوں وغیرہ سے نکال کر اس کے سامنے بیکولا آئے لوگوں کو اختیار دیا کہ چاہو
 قتل ہو یا منظور کرو یا کہ انعام کے ساتھ بتوں کی پرستش کرنا بادل منظور کرو پس بعض نے دنیاوی زندگی کو اختیار کیا اور کفر میں بڑے دلائل ایمان
 نے نہ مانا پس انھوں نے اپنی جائیں قتل و عذاب کے لیے پیر و کافر شروع میں اور اس ظالم کافر نے انکو قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور انکے
 ٹکڑے شہر نہا کے ہر دروازہ پر رکھے اور یہ فتنہ دراز ہو گیا جب ان فقیر یعنی اصحاب کعبہ نے یہ حال دیکھا تو سخت غمناک ہوئے اور سب
 لوگ دعا و نماز و توبہ و استغفار میں مشغول ہوئے اور یہ سب روم کے اشراف میں سے سات یا آٹھ تھے ان سب نے روم کو الہ تعالیٰ کی طرف

تضرع و زاری کی کہ کاشی اپنے ایمان والے زندہ و نپسے یہ فتنہ دور کر دے اور سب جمع ہو کر اپنے عبادت خانہ میں گئے وہاں بادشاہی دست
 فرج نے ان کو باکر گرفتار کیا حال میں کہ یہ لوگ سجدہ میں زور سے تھے اور فوج والوں نے اُنکے کمر کو بھونکنا بادشاہ سے مخالفت ہوئے تم
 اسکی خدمت میں حاضر ہو اور فوج والے وہاں سے چلے گئے اور جا کر بادشاہ سے کہا کہ ہم لوگوں کو تیرے آئینہ کے لیے قربانی کرنے پر مجب کر کے
 بن مگر تیرے خاندان کے یہ بوجوان لوگ تیرے حکم کو مضحکہ بناتے ہیں اور تیرا حکم نہیں مانتے ہیں جب اُس نے سنا تو ان سب کو بلوایا یہ لوگ اس
 حال سے اُٹھے کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہر سے خاک آلودہ چہرے تھے اُنکے کمر کو بھونکنا کہ تم ہمارے آئینہ کے فوج قربانی میں
 حاضر نہ ہو آدھریون تم نے اس شہر کے سرداروں کی طرح عبادت نہ کی البتہ تم کو اختیار دیتا ہوں کہ چاہو سرداروں کے مانند رہو اور
 آئینہ کی عبادت کرو اور اپنے قربانی چڑھاؤ اور چاہو تو خدای کے ساتھ قتل ہو یا منظور کرو زمین تم کو ضرر و فتنہ نہ کرے گا پس انہیں سے جو بڑا تھا
 اسکا نام سلیمان تھا اُس نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جسکی عظمت نے آسمان و زمین کو بھر دیا ہے تم بھی اُسکے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں ہمد
 و تکبر کیونسی کسی کے واسطے خالص ہے تم کسی کی عبادت کرتے ہیں اور ہم اُنسی سے نجات و بچا لی چاہتے ہیں اور ہم سے بہت تو تم بھی انکی عبادت
 نہیں کرتے کیونکہ جو اچھی جاہ ہے تم سے ہو سکتا کہ اساتھیوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس جواب کو سنا بادشاہ نے اُنکے لباس و زیور اتارنے کا
 حکم دیا جو اُنکے بدن پر از قم غلت و جو اہم و غرہ تھا اور کہا کہ غریب میں تم پر عذاب کو دنگا جو میں نے تم سے کہا ہے اور جلدی کرنے میں
 مجھے کوئی چیز مانع نہیں ہے سوا اُسکے کہ تم کو کون کو ابھی فوجان دیکھتا ہوں تمھاری غریب تو خدای ہیں لہذا تم کو جلدی ہلاک کرنا مجھے
 پس زمین کیونکہ تمھاری راہ سے مضبوط نہیں ہے میں تمھارے لیے ایک معاد مقرر کرتا ہوں اس مضبوط میں تم اپنے بارہ میں خود کو اور اپنی
 عقل کی طرف رجوع کرو شاید تمھاری سمجھ درست ہو جاوے اور اپنے پاس سے بھگوا اور بچو وہ وہاں سے قریب کے ایک دوسرے شہر میں
 اپنی عرض سے گیا جب ان فوجانوں نے دیکھا کہ دوسرے شہر کو گیا ہے تو اسکی آمد سے خوفناک ہوئے کہ جب اسکی آمد تو ہم کو بارے کا اور
 ہمارے حق میں راہ قائم کر گیا لہذا اُنکے آنے سے پہلے ہم خود اپنے حق میں مناسب راہ سے جو کرکین اور موقع فرصت کو غنیمت جانتے ہیں باہم
 مشورہ کو بھیجے آخر انکی راہ سے اس امر پر قائم ہوئی کہ نہ ایک اپنے اپنے ملک میں جاوے اور جو خیر میسر آوے اُسکو لاوے اور اس میں سے زاد راہ
 خریدے اور سب کے سب چلو اس شہر سے قریب ایک غار ہے اس میں پوشیدہ ہو کر اندر والے کی عبادت کریں پھر جب دیکھا تو اس آوے گا تو
 اسوقت کوئی راہ نہ ہوگی جب باہم یہ راہ سے قرار پائی تو ہر ایک نے اپنے گھر کی راہ لی اور اوافقی قرار داد کے وہاں سے تھر چلے گئے اور متفق ہو کر
 زاد راہ لیکر غار کی طرف روانہ ہوئے اور اُنکا ایک ساتھ تھا وہ بھی اُنکے پیچھے ہو گیا جب اس غار میں پہونچے تو وہیں ٹھہر رہے اور کعبہ اجارنے
 کہا کہ یہ لوگ راہ میں ایک کشتی کی طرف سے گذرے وہ اُنکے ساتھ ہو گیا اُسکو انھوں نے مانگ دیا پھر وہ ساتھ ہو گیا پھر اُسکا ہاتھ پھر وہ
 ساتھ ہو گیا پھر وہ انھوں نے اسکو مارا اور بار بار پیچھے ہولیتا تھا آخر اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم مجھ سے کہا جاتے ہو میرے کسی
 ہمد سے مست و درو اور میں تو اندر والے کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں تم غم و غمناور میں تمھاری کلبا لی کرونگا اور ابن عباس رحمہ
 نے کہا کہ رات کو دنیاؤس کے خوف سے بھاگے اور سات آدمی تھے راہ میں ایک چرواہے کی طرف سے گذرے وہ بھی اُنکے دین پر ان کا
 ساتھی ہو گیا اور اُنکا کٹا بھی اُسکے پیچھے ہو گیا اور شہر سے نکل کر غار میں آئے اور غار قریب شہر کے تھا۔ ان اُتھنے نے کہا کہ جب غار میں
 آئے اور دن ٹھہرے تو اُنکا کچھ کام نہ تھا سوا اُسکے کہ رہنا ہے کسی کے لیے نماز پڑھتے روزہ رکھتے دن رات تسبیح و تکریم کرتے تھے اور بیٹے
 اپنا زاد راہ ملا کر زمین سے ایک جوان کو دیدیا تھا جس کا نام علی تھا وہ ان سب کے واسطے شہر سے پوشیدہ کھانا خرید لانا تھا اور وہ

ان سب میں دلیر و خوبصورت عیسیٰ تھا اور جب شہر میں جاتا تو بسنے اچھے کپڑے اتار ڈالتا اور فقروں کے سے کپڑے پہن کر جاتا جو دروازوں پر کڑے اٹھتے تھے اور شہر سے طعام دہانی و ضروریات خرید کر شہر کی چوکوں تک میرے ساتھیوں کا کچھ منہ پر چھاپا ہے یا نہیں پھر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاتا اسی حال پر جب تک اس وقت سے چاہا یہ لوگ اس غار میں بے پھر دنیاؤں کا یا اور شہر کے بڑے لوگوں کو علم دیا کہ تون کے واسطے قربانی کرین اس حکم سے اہل ایمان کو گھبراہٹ ہوئی اور تلخا اپنے لوگوں کے واسطے اس وقت طعام خریدنا تھا و اپنے ساتھیوں کے پاس روٹا ہوا آٹا اور اس کے ساتھ خوراک طعام تھا اور اسے ساتھیوں کو آگاہ کیا کہ وہ ظالم آج شہر میں داخل ہوا اور ہم لوگ بھی یاد کیے گئے ہیں اور شہر کے بڑے لوگ ہلکے بھی تلاش کرتے ہیں پس سب لوگ گھبرا گئے اور سید بن کر پڑے دعائیں اٹھتے تھے و عاویہ کرتے تھے کہ اسی ہلکے فتنے سے محفوظ فرماوے پھر تلخا نے کہا کہ بھائیو سجدہ سے سر اٹھاؤ اور رکھا نا کھاؤ اور اپنے رب پر توکل پر بھروسہ کرو پس انھوں نے سجدہ سے سر اٹھائے اسی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اس وقت پر بھر دس رکعت کا قناب غروب ہونے پر کچھ طعام کھا یا پھر بچھڑکے تھے اور اس وقت کے کی رحمت و قدرت کا باہم ذکر کرنے لگے انہیں میں اس وقت کے لئے انہیں ان خواب کی نیند ڈالی اور ان کا کتاب اپنے پاؤں پھیلائے غار کے دروازہ پر بڑا تھا جو حالت آنکھوں پر دھری رہا اس لئے کو بھی ہو چکی اور یہ لوگ اس وقت بچھے ایمان و یقین کیساتھ تھے اور انکا نفعہ آنکھوں سے سرون کے پاس رکھا تھا پھر جب دوسرا دروازہ دیکھا تو دیکھا تو اس نے ان کو لوگوں کو تلاش کیا گونا گونا پائے لئے پس سرداروں میں سے اور شہر کے رہیوں میں سے بعض سے کہا کہ تجھے ان جوانوں کی حرکت سے جو بھاگ گئے صدمہ ہو چکا جو کہ میرے حال سے خوب واقف نہ تھے تو اپنی جوابت سے گمان کیا کہ میں ان پر غضبناک ہوں اور مجھے یہ نہ تھا کہ میں ان کے ساتھ حالت کبریا کو کرنا کر دے رہو ج کہ میرے آسمانی قہر کو کہہ تے ہیں ان کو بہت کچھ سرفرازی دینا شہر کے رہیوں نے کہا کہ حضور کی سرفرازی بہت بڑی ہے اور یہ لوگ تو ایک بڑا کرنا فرماں تو تم کی اور آپ نے تو ان کو ایک وقت حالت کا دیا تھا اگر انکو عقل ہوئی اور کچھ تہذیب نہ کہہ تے تو اس مدت میں جو ع کرتے لیکن ان لوگوں نے تو زمین کی ہے یہ سنکر انکو سخت غصہ آیا اور ان کے والدین کے پاس آدی بھیجا جس پر ایک کا باپ حاضر ہوا تو پوچھا کہ سچ بتلاؤ تمہاری اولاد کہاں ہے جنہوں نے میری نافرمانی کی ہے انھوں نے کہا کہ ہم نے تو حضور کی کچھ نافرمانی نہیں کی اور ہم کو حضور کے عدل سے امید ہے کہ ایسے سرکشوں کے عوس میں ہم قتل نہ کیے جاویں گے جنہوں نے حضور کی نافرمانی کی اور ہمارا مال لے کیے اور ہمارا بدن میں آؤا اور باور جا کر ایک سال پر پڑھے جسکو جیلوس کہتے ہیں۔ جب انھوں نے یہ کہا تو اسے نکور ہار دیا اور سوتیلہ بھانجیوں کو ان کے حق میں کیا کہہ پس اس وقت نے اس کے دل میں یہ ڈال کہ غار کا منہ نہ کر دے اور اس وقت لے انے ان جوانوں کے حق میں چاہا کہ انکو پرہیز کرے اور انکو کھچلی تو قین جو انوائی ہیں ان کے واسطے نشان قدرت الہی بناوے اور ظاہر کر دے کہ قیامت ضرور آئے والی ہے اور اس وقت قہر کے مردوں کو ضرور اٹھاوے گا پس دیکھا کہ غار کا دروازہ نہ بند کر دیا جاوے اور کہا کہ جیسے اس غار میں تھے ہیں وہی ہے ہی انکو سرد و سرد و کھجور کے پیاسے مر جائیں اور یہ غار کھلی انھوں نے پسند کیا تھا ان کے واسطے قبر ہو جاوے اور وہ گمان کرتا تھا کہ یہ لوگ جائتے ہیں جو ان کے ساتھ کیا جاتا ہے انکو جانے ہیں حالانکہ اس وقت لے انے انکو خواب کی طرح قبض فرمایا تھا پس خوب مٹندے تھے۔ پھر دیکھا تو اس کے گھر انہیں سے دو سلطان تھے جو اپنا ایمان چھپاتے تھے باہم مشورہ کیا کہ ان جوانوں کا حال رانگ کی دو فتنوں میں لٹکا رہا ہے کہ منہ و قیامت میں دفن کر دیں شاید قیامت سے پہلے کوئی قوم زمین ان کے حال پر واقف ہو اور منہ و قیامت سے انکا حال کھلے پس یہی کیا۔ پھر صبح دیکھا تو اس کی زندگی تھی وہ نہ رہا اس کے بعد مر گیا اور اس کی قوم ہلاک

ہوئی اور بعد اسکے بہت سی پشیمانی ہوا کہ جس پر کہتا ہے کہ ظاہر اس قصہ وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے اور جو
 اس مقام پر محمد بن اسحق رحمہ اللہ کی روایت سے مذکور ہوا اس میں غلط ہو گیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا قصہ دلوح اصاص جس پر حال
 کنندہ کیا اور عاتر تین میں دشمن کیا یا اس وقت واقع ہوا ہے جس زمانہ میں یہ لوگ خواب سے بیدار کئے گئے ہیں اور ان کے حال پر اس وقت کے
 مسلمانوں نے وقت پایا ہے اور وہ ان پتھر و عمارت بنا کر گئی ہے ورنہ ان کے گئی آفات شعر میں کہ غار مذکور کھلا ہوا رہا اور آفتاب ران
 رہتا تھا۔ واضح ہو کہ اصل مطلب قرآن پاک سے ظاہر ہے اور زیادہ تفصیل کی ہر کوئی معافی و حقائق معلوم کے واسطے حاجت نہیں ہے
 اور اصل قصہ کی تحقیق پر تمام گروہ یہود و نصاریٰ کا جو اس وقت موجود تھا متفق تھے پس اگر اس وقت کوئی ان میں سے باغیرون میں سے
 منکر ہو تو وہ جاہل ہے اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے ایک اصل کلی میں جا بجا بیان کر دیا کہ قرآن مجید امر کے واسطے اصل ہے
 کہ اس کے نزول کے وقت اہل کتاب یہود و نصاریٰ جو بے شمار تھے کسی نے اس سے انکار نہ کیا تو یہ خبر متواتر ہے اور متواتر انکار کرا رہا تھا
 و عداوت کمر لا تا ہے۔ قولہ اھوی البشو۔ اھوی یہاں فعل ماضی ہے اسے اھم مضطلاوقات لہ نعم اور بعض نے اس کو ہم تفصیل کا صیغہ
 خیال کیا۔ کشف ابن زحشری نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس واسطے کہ اگر ہو تو اھوی باب انفعال سے آسم تفصیل ہو لیکن ثلثی مجر د
 کے سوا اس باب سے آسم تفصیل انفل کا لا نا قیاسی نہیں ہے اور انرا عددی و فلس وغیرہ کے شاذ ہیں اور شاذ پر قیاس نہیں ہو سکتا
 ہے اور واضح ہو کہ سراج وغیرہ میں اصحاب کتب قصہ حضرت عبد بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کیا کہ اصحاب کتب ہنوز نوجوان لڑکے
 طوق لنگن وغیرہ پہنے بسو دھرتے اور ان کے ساتھ لڑکے شکار کھیلنے کا لٹا تھا اور یہ لوگ اپنی اپنی قوم کے ساتھ اپنی اپنی مدینہ سکے تھے جہاں
 قوم کے لوگ بتوں کو پوجتے اور اچھڑتے چڑھتے تھے اور ان میں سے ایک شخص بادشاہ کا وزیر تھا پھر المدینے لے آئے دن ابن ایمان
 ڈالا اور انھوں نے المدینے سے خوف کیا اور زمانہ اپنی قوم سے علیحدہ ہو گئے اور آخر تک انڈا اسکے نقل کیا جیسا کہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ
 ذکر فرمایا ہے فت فی العرب قولہ نعالے عن بعض علیک بنا ہم بالحق الا یہ قصہ تو ظاہر تفسیر میں مذکور ہوا اور یہاں کچھ تلویحات و اشارات
 ہیں اور انھوں نے کہ اول اس قصہ کو مجلس فرمایا پھر مضمل شروع کیا تو تلووح ہے کہ حبیب کا تذکرہ حبیب سے خوشگوار ہوتا ہے المدینے لے
 ان جوانوں کا تذکرہ جنھوں نے محبت میں اپنی جانیں قربان کر دیں کے واسطے قربان کیں اپنے حبیب کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 مکر را جمل تفصیل سے بیان فرمایا تاکہ حبیب کا صلہ المدینے و طر کی راہ میں اہل محبت مسائل عین و عارفین کو پہچانیں کہ کیسے میدان
 شوق و راہ عشق میں گھر بار ان باب یا راغیاں پھوڑ کر نوجوانان محبت نے قدم رکھا تاکہ رحمت و شوق زادہ ہو و قولہ عن بعض علیک یعنی
 ہم ان کی خبر اسرار کی تحقیق پھر ظاہر فرماتے ہیں تاکہ تو جان لے کہ میدان بے پایاں قیمت میں کس طرح سرگردان ہو کر مجلس قرب و بارگاہ
 ان میں من فائز ہوے اور دریا سے دوام میں غوطہ مار کر معارف کے جواہر حاصل کیے واضح ہو کہ یہ جو انان محبت تھے جو اغیار سے منفرد ہو کر
 میرے واسطے خاص ہو گئے ان کے ہر سے خواہ صورت اور ان کے دل انوار آفتاب جمال قدم سے روشن تھے اور ان کے اسرار انوار قدس سے
 مقدس تھے اور ان کے اجسام دایران میری مجلس اس میں غائب ہو گئے انھوں نے مجھے میرے فضل سے پہچانا اور مجھی سے مانوس ہو کر اغیار
 سے متوش ہوے اور غار میں قیام کیا کس قدر پاکیزہ انکا حال و مقال میرے ساتھ تھا کہ میں نے ان کو زیارت نور حال سے شوق و استقامت
 بڑھا دی جس سے انھوں نے راہ ہما سے معارف ذات و صفات کو پہچانا اور یہ نور ان کے واسطے ایک روز و زہر تھا تا جاہ اس واسطے
 کہ میرے نور کے لیے نہایت نہیں ہو اور یہ بھی اشارت ہے کہ ان کے واسطے مشاہدہ و قرب و وصال و معرفت و کمال محبت کو زیارہ در کردار اور

یہ فقیہ اصحاب فوت تھے کہ انھوں نے حق پر عمل کے واسطے اپنی جانوں کو قربان کیا اور انکی طلب درحقیقت معدن محبت تھی اور تمام
 ایمان سے ٹھوکر مارا۔ یہ معرفت میں آتے تھے اور جو کچھ خود حق پر عمل کے واسطے قربان کرتے تھے۔ شیخ ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ قولہ نہا ہم بدی یعنی
 نور عطا دیا اور زیادت اسکی کی مقدار کون انداز کر سکتا ہے اسی واسطے آفتاب انکے غار سے پہلو پھا کر جاتا تھا بخفت انکے نور کے کہ ایسا
 نہ ہو کہ انکے نور سے آفتاب کو نور مطسوم ہو جاوے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ قولہ نحن نقص عليك نبأهم بالحق یعنی تبسبوا بانہم انما انکو
 لکم خبر مشاہدہ دیکھ لیوے شیخ سہیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو فقیہ کے نام سے یاد فرمایا کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر بلا واسطہ
 ایمان لائے اور قیام انکا اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح ہوا کہ انھوں نے جو فردی سے علانی کو قطع کر دیا۔ شیخ فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ
 فوت جس سے فقیہ کا نام نہ ہوتا ہے یہ ہے کہ بھائیوں کی بغض منوں سے چشم پوشی کرے۔ شیخ ابو عثمان رحمہ نے فرمایا کہ فوت یہ ہے کہ شریعت کی
 اتباع کرے اور منہ کی راہ اختیار کرے اور منہ کشا دہ رکھے یعنی کسی واقعہ سے متکدل نہ ہو اور لوگوں کے ساتھ تنگدلی نہ کرے اور نیک خلق
 پر ناؤ رکھے۔ شیخ حنیف رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ نہا ہم بدی یعنی ہم نے انکو پیشا بنا دیا کہ اس راہ پر انکی ہدایت اختیار کیجاں ہے اور خود انکو
 ہدایت کی راہ لینے والا کر دیا بعض نے اسکے معنی میں کہا کہ اپنی راہ فریب وصال کو آسان کر دیا۔ اقول یہ سب معانی متلازم ہیں۔ مگر ناظم
 بعض نے کہا کہ نحن نقص عليك میں تلویح ہو کہ احباب کا ذکر زبان حبیب سے محبوب ہے اور زیادت اس میں کمال مرغوب ہے۔ اور
 بعض کا قول ہے کہ فقیہ اس واسطے ہوسے کہ دوسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوسے اور کمین بنین تھہرے یہاں تک کہ انکو وصول الی اللہ
 حاصل ہوا۔ شیخ استاد رحمہ نے کہا کہ اول انکو اللہ تعالیٰ سے حاضر کیا پھر قولہ نہا ہم بدی سے انکو کشف انوار ہوا جسے پس اول ان کو کما گہی
 ویدی پھر اس کا گہی کو سہا تک بڑھا کہ یقین ہو گیا پھر انکے یقین و معرفت و ایمان و ثبات قلبی کو سہا تک بڑھا کہ فرمایا اور علیا علی قلوبہم
 اذ قال علی یعنی جب مقام محبت میں بشرط وفا سے عبودیت قائم ہوسے اور مشاہدہ میں انکے اہتمام و اسرار نے خود کیا اور برائین عقلیہ سے
 مطمئن ہوسے۔ پھر انکے ارتباط ظہری کو اپنی طرف مضاعف فرمایا یعنی یونکہ انکے قلوب امر متطہر کر دیے گئے کیونکہ ذات پاک کی معرفت
 خود ہی بلا واسطہ انکو ویدی پھر جب دوسے لوگ عالم ملکوت میں داخل ہوسے اور بجات و عظمت و جبروت کو دیکھا تو فریب ہوتا ہے کہ ایسی کشت
 میں قلوب اول ہی دفعہ طور انوار عزت و سمیت میں فانی ہو جاوے۔ میں اس سرزمین پر کوہ استقامت ڈالا اور سار جنت سے ان پر شیخ
 کھڑی کہ معرفت میں مرتبہ استقامت حاصل ہو جب کہ دوسے بازو سے شوق سے مقام وصلت کی طرف جنبش کرتے تھے اور یہ حالت
 امواج غفلت کے انوار کی جے کہ جبر کہ قدم کے پیر سے جہان برداشت کرنا مشکل ہے اسی واسطے انکو ہم سے مشاہدہ انوار صفت فعل میں ڈالا
 کہ عدم سے وجود میں کس نے ان جہز کو کچلا ہے فعال ہو۔ جبل فقاوہا رب السموات والارض ساکر انکو خوف زوال جو قدم میں نہ ہوتا
 تو وہاں سے غائب ہو کر رسوم عدم کی جانب توجہ نہ کرنے لیکن پھر بھی انکے قلوب کو ربط اپنے معدن سے تھا اگرچہ عدم کے مشاہدہ میں
 تھے اس واسطے فرمایا لن ندعوا من دونہ اکبر۔ در بیان میں سب کو عدم دیکھتے تھے اور انکی کو وجود پاتے تھے اگر ہم سادہ کو نظر و اساطہ دیکھیں
 تو انکو قنا از اسطاطہ ہم حسب ہی ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم کو راہ سجے اور حادث سے قدم کو افراد کرنے میں خطا کریں۔ شیخ ابن عطا رحمہ نے فرمایا
 کہ انکے اسرار کو حق تعالیٰ نے نشان حق سے سو سو فرمایا بقولہ اذ قالوا لیس قیام انکا حق کے واسطے حق کے ساتھ ہوا۔ فقاوہا اظہار ارادت
 و دعوت ہے۔ در بارہا السموات والارض۔ یہ اپنے صفات سے انکے رجوع بجانب صفات حق پر عمل ہے اور اپنے علم سے رجوع بحقیقت
 حکم حق تعالیٰ ہے یعنی انھوں نے معرفت میں عمل ایسا پر جو علی کہ رب اوہ ہے جو رب آسمان و زمین کا ہے اور انکے جاننے کو ہمارا

علم میں ملکہ خود اسی کا علم ہے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت خود داد و تحالے میں شانہ کو بہ ہم اسی کے علم کی طرف رجوع لائے ہیں۔ لیکن دعویٰ
 میں دونوں ایک کسی بات میں ہم اُن کے سوا سے غیر پر اعتقاد نہیں کرتے ہیں پس صفات میں اسی کی صفات پر اعتقاد ہے اور معرفت میں اسی
 کے علم پر اعتقاد ہے۔ لہذا قلنا اذنا شطط یعنی اگر اس کے سوا سے ہم اور کچھ کہیں تو ہمارا قول شطط ہوگا یعنی حق سے بعید ہوگا پس قول وہ ہے
 جو حق ہو تو ہم اُسی پر اعتقاد کریں ورنہ اس کے سوا سے جو قول ہو وہ بے اعتقاد ہے اور حق سے بعید ہے۔ شیخ جعفر رحمہ فرمایا کہ قیام ان کا
 حق کی جانب حق ہوا اور یہ قیام ادب ہے اور اللہ تعالیٰ کا پکارنا دعا سے صدق ہے اور انھوں نے ادب کے ساتھ دعا کی ہے اپنی خواہی
 ظاہر کی اور نہایت حاجت سے اُن کی طرف پناہ ڈھونڈی۔ اور اول مرحلہ میں انھوں نے کہا کہ ربنا رب السموات والارض۔ یہ انخار
 و تعظیم کے طور پر ہے کہ وہ رب ہمارا رب ہے جس نے ان کو بڑی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور ہمیں کافروں کی نظر بھی دروٹی ہے کیونکہ
 ان کو سوا سے محسوسات کے کچھ نظر نہیں آتا ہاں انھوں نے کمالِ عظیم سے یہ بیان کیا پھر حق تعالیٰ سے وصل نے اسے اس ادب و تعظیم کا
 عوض کافی عطا فرمایا کہ ان کو عمدہ جواب حسن خطاب سے اس طرح دیا کہ اپنی آیات عظیمہ سے وہ کچھ ظاہر فرمایا کہ اس سے رسولوں کو جواب
 ہے چنانچہ فرمایا دو اول مدت علم ولایت میں ہزار اول مدت میں تم میرا یعنی اسے رسول کریم اپنے نبی عظمت کا سایہ اس قدر ڈال دیا اور بعد
 ہیئت الہی اپنے چھائی ہوئی ہے کہ اگر آپ چھانکے تو اُنے پاؤں بھاگے اور عجب سے بھجوا دے۔ شیخ نے یہاں ایک مسئلہ لکھا کہ بعض
 مشائخ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وقتِ سماع اور ذکر کے جو لوگ وجد میں آکر تحریک ہونے میں دن و جاؤ ہے۔ یہ منہ پر کھینچ کر آتا ہے
 کہ توضیح ہے کہ امر امیر و باجا وغیرہ فوائذ فقہاء و مشائخ صوفیہ کی تصریح سے ناجائز ہے اور کافر مرتد بنیاد پر زیادہ ہوتا ہے اور چہرہ شام
 پر اسکا ٹوک ہو لیکن باوجود اسکا ظاہر سہرا لگا نا تو ظاہر فقہ میں فقہاء نے تصریح کی کہ دینی جہاں میں جائز ہے جبکہ اُنیس کے معتزلت کتب فقہ
 میں مصرح ہے اور بعض نے تفصیل کی کہ جو طہر رنگ کے تال و سرگت وغیرہ پر موجود حرام ہے اور جو خوش آواز ہے وہ موجود اور ہی طرف
 اگر شرفنا اُنیس و شافعیہ و مشائخ نے یہاں بعض مشائخ سے اسکا جواب اس آیت سے نقل کیا اور دلیل اسکی یہ بیان کی کہ
 جب قلوب کا ارتباط عالم ملکوت و مقام قدس سے ہوگا تو اسکو ہر طرح کے اذکار اور طرح طرح کے سماع جو اُس پر وارد ہوں تحریک کرینگے اور
 شیخ نے خود تحقیق کیا کہ اصل اکہین قولہ تعالیٰ اور بلطنا علی قلوبہم اذ قاموا ہے یعنی ہمت ربط قلبی کے قیام ہوا۔ تو جو بعض مشائخ نے
 بیان کیے ہیں خوب ہیں بشرطیکہ قیام یہاں قیام بصورت ہو یعنی بصورت ظاہری قائم ہوئے اسبب جذب کے۔ اور اگر قیام یہاں
 ازراہ حفظ و رعایت ہو یعنی اس بات پر محکم ہوئے اور تکریم ہو گئے اور ربط یہاں اس راہ سے ہوگا کہ جو مقام تلوین سے نقل کر کے مقام تکلیف
 میں پہنچا دیا تو ایسی حالت میں اس آیت سے استدلال کرنا اس امر پر کہ حالت وجد میں سکون چاہیے ہے اور اولیٰ و احسن ہے جب کہ
 ربط یعنی تکلیف ہو اور قیام یعنی استقامت ہو۔ انتہی مترجم اور مترجم کتاب ہے کہ حاصل یہاں استدلال کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا اور بلطنا علی قلوبہم اذ قاموا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ربط قلبی کی صورت میں جذب دل سے آدمی کھڑا ہو جاتا ہے جیسے اصحاب کعبہ
 کو ربط قلبی عالم ملکوت کے ساتھ ہوا تو جذب شوق میں کھڑے ہو گئے نقال اور بنابر السموات والارض الاکا۔ تو ثابت ہوا کہ سماع کے
 وقت جب ربط عالم ملکوت سے ہو تو وجد میں کھڑے ہو جاتا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے اس استدلال میں یہ کلام کیا کہ یہاں قیام کا
 معنی کیا ہیں اگر یہ معنی نہیں کہ کھڑے ہوئے یعنی جیسے آدمیوں میں کھڑا ہونا پاؤں کے بل ہو کر آتا ہے اور ربط سے قلب کو تعلق عالم ملکوت
 سے دیا اور ہے تو یہ استدلال ہو سکتا ہے اور چاہے اور اگر یہاں قیام سے مراد یہ کہ اس بات پر قائم ہوئے تو یہ ظاہری صورت کا

قیام نہیں ہے بلکہ جیسے استقامت ہے یعنی اس بات پر مستقیم ہو گئے اور چمکے اور ربط سے مراد تنگیں درمی و اطمینان قلبی ہے جو کہ مرتبہ
استقامت میں تنگیوں میں حاصل ہوتا ہے تو مٹنے پہنچنے کے لئے لوگ غل ملوین و اضطراب سے بلند ہو کر تمام تنگیوں و اطمینان پہنچنے کے
پس آیت سے استدلال ہو گا کہ حالت و جدیں سکون کے ساتھ رہے۔ خصوصاً کہ آیت کی یہی دوسرے مٹنے والی ہیں اس واسطے کہ مقام
ملوین کو زمین اور مقام تھا جو ان کے واسطے اول میان فرمایا تھا پھر قولہ زدنا ہم ہوئی۔ کہ بعد قولہ ربطنا علی قلوبہم۔ میان فرمایا ہے تو یہ
مرتبہ تنگیوں و استقامت ہے اور اللہ تعالیٰ اعظم بالصواب۔ اور شیخ رحمہ نے اس پر بعض مشائخ کے قول سے شاہد پیش کیا کہ بعض نے اس کی
تہنیتیں میں کہا کہ قولہ ربطنا علی قلوبہم نے ان کے دلوں پر ربط کیا یعنی اس خیر سے کہ جس سے ہم نے ان کے دلوں کو یقین کامل دیا تو پھر
دلوں میں فیض کے وسوسہ و گمان کو اور ربطنا فی خطرات و اہام کو گنجائش نہ رہی۔ قولہ تعالیٰ و اذا امنتمو ہم و ابعدوا الایمان
فاودا الی الکف۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کف کے صدق و اخلاص سے آگاہ فرمایا کہ وہ لوگ نہایت سچائی کے ساتھ خلوص دل سے
ایمان لائے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے اور نجات حاصل ہونے سے کہ کفر و ضلالت سے چھوٹنے نہایت خوش ہوئے تھے
اور بہت فرحت انکو اس بات سے تھی کہ مقام خلوت میں مجتمع ہوئے پس ان کے حقائق اشارات میں سے ہے کہ جب ہم نے مقامات
نفوس و خواہش کو اور ان کے قرب و گنج گشت کو چھوڑا اور سچے یقین کے ساتھ منفرد ہوئے تو ہم کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سایہ
کرم و جوار قدیم میں پناہ لاؤ۔ قولہ فیشرک ربکم من رحمۃ یعنی لطافت علم غیبی ہم کو عطا فرماوے اور نعمت مشاہدہ ہم کو بخشے اور اولاد
قرب و محبت سے سرفراز کرے۔ قولہ ذہبی کہ ہم اس امر کو فرما۔ یہی کام ایمان کا جسکے وسیلے سے ہم اپنی مراد چاہتے ہو کہ منزل قرب و دیدار
سے فائز ہو اس میں تم کو معرفت و آسانی عطا فرماوے اور وہ دولت انس و محبت قدسی ہے قول اس میں اسرار ہے کہ باوجود بیت
برداشت فرہ محبت سے آسانی اٹھ سکتا ہے۔ یہ شیخ اُستاد درم نے فرمایا کہ جب غیر سے علت اختیار کی جاوے تو یہ اللہ تعالیٰ کے
قرب کا وسیلہ ہوتی ہے بلکہ قرب الہی نہیں حاصل ہوتا جب تک خیر دل سے علت و انقطاع نہ ہو۔ خصوصاً کہ آیت کے حکم سے لکھا ہے
کہ انقطاع اخبار کے دو طریقہ ہیں بعض تو لوگوں کی جماعت میں ان کے حقوق ادا کرنے کے باوجود دہراہیک سے منقطع رہتے ہیں اور یہ اعلیٰ مرتبہ
کے مروجین اور دوسرے کہ خوف فتنہ و لوگوں سے علت اختیار کر کے اور بدلیل ہے کہ سبب ضعف کے بوجھ نہیں اٹھ سکتا ہے
شیخ نے لکھا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مرید لطف سے جو اصحاب کف پر تھا آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سے تاثیر عناصر کو
دفع کیا جس کی اصل گویا طبیعت آفتاب و تاب و سیارات سے ہے اور ابھر سے حرارت آفتاب و اس کی شعاع کو دور کیا تاکہ
ان کے اجسام کو کام روحانی سے تیز نہ ہو گویا ان کو عالم قدس کے مجملہ انس میں داخل کر دیا اور یہ عالم قدس اسی خار میں بنادیا
اور جن تعالیٰ قادر ہے کہ ایک چوٹی کی آنکھ میں ہزار جنت پیدا کر دے پس جب آنکھ چلے رائے میں جبکہ دی تو وحدت کے نشان کو
ان سے دور رکھا اور غیرت قدم سے کسی خلقت کو اپنے مطلع نہیں فرمایا اور اسی غیرت سے ہے کہ آفتاب کو اپنے طلوع سے محجوب کر دیا حالانکہ
آفتاب فلک چہار پر ہے پس جب آفتاب کو کہ سبب نور عالم ہے ان سے محجوب کر دیا تو دوسری مخلوقات کو اپنے کیسے اطلاع ہو سکتی ہو لہذا

خاص کر اہل ان کو عطا فرمایا کیا

وَدَرَسَى الشَّمْسُ إِذَا طَلَعَتْ تَنَزَّوَتْ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقَرَّبُ مِنْهُمْ ذَاتَ

اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے چمک جاتی ہے انکے کھوہ سے داہنے کو اور جب آدھی پہنچتی ہے آگے

السَّمَاءِ وَهُمْ فِي قُوَّةٍ مَّتَّى ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّ الْفَهْمَ وَفَهُوَ الْقَهْدُ وَمَنْ يُضِلُّ

بانو کے کو اور وہ میدان بن بن اس کے یہ ہر قدر تون سے اس کی جس کو راہ دیوے اسد وہی آدے راہ پر اور جس کو وہ چلا دے

فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ۝

پھر تو نہ پاوے اُسکا کوئی رفیق راہ پر لانے والا

نکڑے اور دیکھتا ہے تو خطاب ہے حضرت صلے علیہ وسلم ہاں ایک ہی عقل کو سراج میں کہا کہ مراد اس خطاب سے یہ نہیں
منہ طلب ہے وہ اس کیفیت کو دیکھتا ہے لیکن بول بال ایسی حاملہ ہو جاتا ہے۔ اقول اور بعض نے کہا کہ خطاب حضرت صلے اللہ
کم کو ہے اور جب یہ ردہ دور کہ میت المقدس وغیرہ آپ کے ردہ و معائنہ کرانے کے لئے ایسی طرح یہ بھی آپ کو معائنہ کر دیا گیا اس
ن خطاب مجاز زمین بلکہ حقیقت ہے کہ اس کیفیت کو اس ردائے کے دکھانے سے دیکھتا ہے کہ الشَّمْسُ إِذَا حَلَكَتْ
و وقت طلوع کرتا ہے یعنی اول وقت۔ فَذَوُّ الْاَلَمِ رَدَّ زَبْرِنِ اَلْمِ سے روایت کی اور ابن عباس و سعید بن جبیر
نے کہا یعنی میل کرنا دیکھتا ہے عَنِ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْاَلْبَيْنِ دَاخِرًا فِي طَرْفِ اِلٰہِیْ اَنْتَابِ اپنے دائرین
اُمت کے سامنے سے جھکتا ہے۔ وَ اَزْكَرَتْ اَوْرُجِبَا اَنْتَابِ اور جب اُتار خطاب ہو جاتا ہے یعنی زرب اُتار کے تقدیر صُفْہُ
ان کرنا جاتا ہے اُنے بائیں جانب یعنی اُتار خطاب کو دیکھتا ہے کہ جب اول وقت طلوع کرنا تو ہونے لگے اُمت سے دائرین
ناکہ انکو حرارت دیتی رہی نہ پونچھے اسی طرح اُتار خطاب ہوتا ہے اور زرب کے واسطے جب اُٹھتا ہے تو اُنکے غار سے بائیں
دایان و بایان طلوع کے وقت سے لحاظ کیا گیا کہ پوس طلوع کے وقت دائرین جھکتا ہے اور بائیں چڑھتا ہے اور زرب کے
تا ہے۔ وَ کَهْفُہُمْ فِیْ جَوْفِہُمْ اَوْرُجِبَا سے لوگ اُمت کے بیچ میں کٹا دی گئی ہیں کہ انکو ہوسے خوشگوار پہنچتی رہی ہے
کہ کہ مراد یہ کہ اُتار خطاب اپنے زمین پہنچا لیا کہ اگر وہ جب پہنچتی تو اُنکے بدن دیکر سے جلنے لگے پھر واضح ہو کہ زمین کے
دل وہ جو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ اس غار کا دروازہ جانب شمال کو ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس گاہ فرمایا کہ اُتار
اُتار داخل ہوتا ہے تو وہ زرب دائرین جانب گھومتی جاتی ہے اور اسکی وجہ یہ کہ غنا اُتار باؤں جانب اُتار ہی وہ زرب
بن جانب چھلکتی جاتی ہے اُتار کہ وہ زرب تک ایسے مقام پر پہنچتی جاتی ہے اور وقت غروب کے زمانہ کہ زرب
ہوتا ہے اُنکے غار میں شمال دروازہ سے چال کرنے سے جو ہم نے کہا اسکی حجت ظاہر ہو جاتی ہے اور ابن عباس
کہا کہ تصریح یعنی تشریح انکو چھوڑ دیتا ہے تشریح کہتا ہے کہ ہماری زبان میں اسکا ترجمہ کہ اُتار جاتا ہے نہایت نفیس ہے۔
کی کیفیت میں کوئی امر عجیب نہیں ہے لیکن یہ ردہ دور کہ اگر گہرا اس غار کے جنوب سے تو بلع طلوع کے امن جھوٹی دیوار بعد
دی ہوگی اور اعلیٰ دروازہ زرب کے وقت بھی اُتار اگر دوسری جانب ہے تو ایسے طور پر ہونا ضرور ہے کہ اُنکی پانی سے بچا ہو
عام چیزوں کو اپنے بقعہ قدرت میں رکھا ہے ہر ایک چیز جب ہی اُتار کسکتی ہے کہ ردہ و تاثیر سے ناختم۔ دوم وہ بعض
چودہ دیکر لوگ کھلے مقام میں ایک غار کے اندر میں اور وہ وسیع مقام ہے کہ اپنے ہر وقت تمام دن وہ زرب کہتی ہے
انی اور اُتار سبز کے بل ظاہر دان وہ زرب ہو لیکن اُتار کی تاثیر چھ زمین ہے کہ وقت طلوع کے زمانہ جانب
میل کرنا ہوتا ہے اور انکو وسیع فضاء غار میں پھیرنا تا ہی بدل کر لے۔ ذَاتَ الْاَلَمِ اَبْتِ اللہ علیہ السلام کہ اُتار

باوجود ان کے مکان وسیع کشادہ ہونے کے جہاں اندازہ عادت کے آفتاب پہنچتا چاہیے نہیں پہنچتا تو یہ بات کسی سے ہر اور اس کی قدرت
 دانستار کے واسطے ہے۔ ہر جان جس نے کہا کہ آفتاب کا یہ فعل بدوں اسکے کہ دروازہ کھٹ کا الٹی جانب ہو کہ جس سے یہ لازم آتا ہو کہ اللہ
 کے افعال قدرت میں سے آیت اور یہ ہو سکتا ہو کہ ان ابرو وغیرہ کی جست سے ایسے اسباب بھی ہوں جس سے انکو متبدل و متحول ہو اور
 پہنچتی ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ہم کو اس غار کا مقام نہیں بتلایا کہ وہ کس ملک کی کس زمین پر ہے نہ کہ یہ ملک اس سے
 کچھ فائدہ نہیں ہے علاوہ اسکے لوگ شکر و فخر میں مبتلا ہوئے اور وہاں مجاورت و آبادی بیدار کر کے بڑا روئے اور امتحان میں بھی نقص
 ہوتا اور اس سے کوئی شرعی فائدہ غفلت نہ تھا بلکہ اسکے اختصار میں مصلحت ظاہر ہو لیکن بعض مفسرین نے کھٹ کیا ہے اور اقول ذکر کیے
 ہیں اندازہ کہ ابن عباس سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ الیہ کے قریب ہوا اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ غنوی کے قریب ہوا اور بعض نے کہا کہ
 روم کے شہر من میں سے ایک جگہ ہے اور بعض نے کہا کہ لغار کے شہر من میں سے کسی جگہ ہے۔ سراج بن یزید کہ عید بن جبر سے روایت ہے
 کہ ابن عباس رہنے کے لیے معاویہ بن زید کے ساتھ روم کی جانب ہجرت کیا اور سراج بن یزید کہ عید بن جبر سے روایت ہے کہ ابن عباس کھٹ میں تو
 معاویہ بن زید کے لیے کہا کہ کاش ہم ان کے لشکر لے کر نہ لے لو انکو دیکھتے تو ابن عباس نے کہا کہ اس سے تو کھٹ حضرت علیہ السلام کو منہ لیا گیا جو تھو سے
 بہتر تھے بقولہ تعالیٰ لا اطلع علیہم علیہم ولایت منہم فرما۔ پھر معاویہ بن زید کے کچھ لوگوں کو غنویہ کے اندر روانہ کیا کہ جا کر دیکھو وہ لوگ دل مضبوط
 کیسے پھر دور سے اور جگہ کر بیان کیا کہ ادھر سے ایک جھوٹا آگیا جس نے مکواہب عید بنک دیا جسے ہم کہتا ہیں کہ اس روایت کی اسناد دیکھنی
 چاہیے لیکن مترجم کہتا ہے کہ دوسری ایک روایت صحیح ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے بعض پر اصحاب کھٹ کشت کر دیے گئے تھے اس نے
 رضی اللہ عنہ چاہا کہ اپنے ساتھیوں کو بھی دکھاؤں فوراً واپس ہو کر بعض کو ساتھ لیکر گیا تو پھر کسی طرح راہ کا نشان نہ پایا اور اللہ تعالیٰ اعلم اہل
 یہ امور رضی ہیں اور یہ بھی جانب قدرت الہی میں سے اس دوسرے زمین پر بھی زمین اہل عقل حلو کو نصیرت حاصل ہے حیران رہ جاتے
 ہیں اور اہل غفلت اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ مَن يَكْفُرْ بِاللّٰهِ فَهَؤُلَاءِ اَعْدَاؤُكُمْ فَانْصَرِحُوا لِلّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ
 وَمَن يَصْحَبْكُمْ فَلْيَاوِزْهُمْ بِهِ وَلَا يَمْلِكْ لَكُمْ دُونُ اللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَفِيزُ لَكُمْ فِي الْغَيْبِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَفِيزُ لَكُمْ فِي الْغَيْبِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَفِيزُ لَكُمْ فِي الْغَيْبِ شَيْئًا
 اُسکو راہ ہر اوسے۔ فَنَ فِي الْعَرَاكِ قَوْلُهُ تَعَالٰی تَمَرِي اَنْتُمْ اِذَا طَلَعْتَ تَرَاهُ دُرْعًا مَغْمَرًا لَّيْ - اہمیں حقائق کا اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 انکو کھٹ امر زمین مٹی کیا اور وسیع مقام انوار میں انکو جگہ دی اور شاہدہ جمال میں حاضر کیا اور آفتاب عظمت و عورت کبریا سے جو مطلع
 قدم سے طلوع کرتا ہے اور مغرب ابد میں پھر جو رخ کرتا ہے اور وہی ایک شان قدیم ہے اور حد و کثرت کو اسکی تاب نہیں ہے اس آفتاب سے
 انکو ایسے حال میں رکھا کہ خوشگوار رفتار و رام سے نہ درہن اور فنا نہ ہو جو ان کو یا انکو شاہدہ نور جمال میں تربیت فرمایا اور قمر سے جمال
 سے محفوظ رکھا کہ مثالی وفانی نہ ہو جو دین اور جو شریعتی اور کائنات کے ساتھ باقی رہیں اور اگر ایسا فضل نعمت و اوقات اور وحدت میں باقی نہ رہتے
 پس خود دائمی نگہداشت اپنی ذات سے فرمایا اور اس دوسرے پھر اہتمام وصال میں ہیں کہ آفتاب کبریا کی آنکھ کھٹ قدرت سے دین
 جانب ازل و باین جانب ابد میں اہل ہر اور سے لوگ وسط شاہدہ جمال و جمال میں قمر سلطان ذات سے محروس و محفوظ ہیں و رفیع
 اول ظہور میں فنا ہو جاتے اور اس سے بڑھ کر کوئی آیت کہ میں ظہور میں فنا نہیں ہوتے اور بقا رہا الحق میں الحق ہے اور اہل الحق میں ہے
 اس طرح کہ شاہدہ باطنی العین اور اپنے حواس سے باہر ہیں یہاں غیرت قدر کہ انکو انکی خودی سے مجبور کر دیا اور احساس اُسے دور
 کر دیا اور جو اوست کو لے کر رفیع کیا تاکہ کشف نہایت صافی اور قریب بہت واضح و عید بہت صاف و مشاہدہ نہایت لطیف اور روح نہایت

جب قادر ہے کہ ان کو تین سو برس سے زیادہ سوئے میں زندہ رکھے تو وہ زیادہ قادر ہے کہ زمین ان کے اجسام کو نہ کھائے پاؤں بغیر اسکے کہ ان کی کرٹیں بدلی جادین اتنی دگر بخ و خلیب نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کچھ شک نہیں لیکن غالباً ہر چہ کا ایک سبب کر دیا ہے اور یہ موافق عادت کے ہے اور ارواح کو رکھنا خلاف عادت ہے تو سہ قیاس نہیں ہو سکتا ہے جو محسوس کرتا ہے کہ یہ بھی خلاف عادت ہے کہ کوئی عجم صد سال زمین پر نہ اٹھے اگرچہ وہ کرٹیں بدلتا رہے اور نہ کھادے نہ پیوے پس امام رازی رحمہ کا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُن کے عجیب احوال میں ذکر فرمایا اس کے سبب کو مختصر نہ کرنا چاہیے ہاں اگر اس طرح کہا جائے کہ تغلیب میں یہ بھی فائدہ نظر آتا ہے اور اصل حقیقت اس کی اللہ تعالیٰ سے جو حل کے علم میں ہے تو یہ درست ہے۔ لیکن شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ ابن عباس نے کہا کہ اگر کرٹیں نہ لوائی جادین تو زمین ان کو کھا جادے۔ اور لکھا کہ بعض سلف سے روایت ہے کہ سال میں دو مرتبہ کرٹ بدلوئی جاتی ہیں۔ سراج و معالم وغیرہ میں ہے کہ یہ ابوسریرہ رحمہ سے مروی ہے کہ دو یا تغلیب سال میں ہوتی ہے اور مجاہد رحمہ سے مروی ہے کہ نو برس ایک کرٹ اور نو برس دوسری کرٹ رہتے ہیں بعض نے کہا کہ سال میں عاشورا کے روز ایک دفعہ کرٹ بدلی جاتی ہے جو سراج نے کہا کہ کثرت سے کرٹیں بدلی جانے کی وجہ سے آدمی ان کو جانتا خیال کرتا ہے۔ امام رازی رحمہ نے کہا کہ ان تقدیرات میں عقل کو کچھ دخل نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلام ہونے سے معلوم ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کچھ نہیں فرمایا اور نہ کسی صحیح حدیث میں بیان آیا تو کیونکہ یہ بات معلوم ہو کہ کب کرٹ بدلی جاتی ہے۔ تفسیریم کرتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور ظاہر یہ تقدیرات ہود و نصاریٰ کی روایت سے مسلمانوں نے بیان کی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم پھر کرٹیں ہوا قدرت اسی سے ہوتا رہتا ہے اور قہری نے کہا کہ شاید لا کلمہ اسی ہوا تو قہر ہونے لگا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت فرمایا ہو لیکن اول اقویٰ والظہر ہے۔ ذکر کچھ کچھ دیکھا ہے یا لکھا ہے اور اسکا تپھلا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ دروازہ کے صحن پر ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر و قتادہ نے کہا کہ صید دروازہ کا کنارہ اور یہ لفظ صید و صید دونوں ہے اور ان کے کتے نے خار کے دروازے پر اپنی عادت کے موافق ہاتھ پھیلائے اور ابن جریر نے کہا کہ ان کے دروازہ کی نگہبانی کرتا ہے اور یہ اس کی طبیعت کی بات ہے کہ کتے دروازے پر نگہبانی کرتے رہتے ہیں اور وہ دروازہ خار کے باہر تھا کیونکہ ان کے ایسے گھوڑے نہیں جاتے حمین کتا ہو جیساکہ حدیث صحیح میں ہے اور نہ ایسے گھوڑے حمین تصور پرورت ہوا اور نہ حمینی ہوا اور نہ اس حمین کا فر ہو جیساکہ محدث حمین میں آیا ہے بعض نے لکھا اللہ تعالیٰ نے ان کے کتے کو ان کے ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ کتے نے مردان خدا کو محبوب رکھا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ان کے ساتھ ذکر کیا پھر مسلمانوں کی کیا حالت اندازہ کیجائی ہے کہ ان میں تو عقد ایمان ہے وگھر اسلام ہے اور رسول کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور آپ کے آل و اصحاب سے محبت کرتے ہیں پس ہمیں ان مسلمانوں کے واسطے کسی خوشی ہو جو تصور وار گنہگار ہیں مگر دل سے صالحین زندگان اسی عہد و حل کو دوست رکھتے ہیں و اولیاء اللہ سے محبت کرتے ہیں اور یہ محبت دل سے فقط آخرت اور ضائع اسی ہو و حل کے واسطے جو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ان اصحاب کا ہمت کی برکت اس کے گوہر ہو چکی اور اس حالت میں نہ دل رحمت جو خواب کی صورت میں انہیں ہوتی انکا ساتھی یہ جاوہر بھی اس برکت میں شامل ہو گیا اور نہ ان کی محبت کا یہ فائدہ ہر کس کے کا ذکر و نام و کام مشہور ہوا حتیٰ کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ تفسیریم کرتا ہے کہ حدیث میں اہل الذکر کے پاس آجائے والے کو جو اس طرف سے آتا تھا صرف دیکھنے کھانا ہو گیا اس کی نسبت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ساتھ میں غرض یا تو لا کر کہ عرض کیا کہ اب یہ زیادہ تو زمین سے نہ تھا صرف اس طرف آیا اور کھانا ہو گیا کھا فرمایا۔ ہم القوم اللہ تعالیٰ علیہم۔ یہ ایسی قوم ہیں کہ جو ان کے پاس بیٹھ جاوے وہ غنی و غم نہ ہوگا۔ دیکھو

ہیں اعلیٰ منازل کا سردار چاہیے کیونکہ مشارب متفاوت ہیں پس آیت میں واسع العلم آنحضرت صلیا علیہ وسلم کے کمال عالمیت حضرت کمال
بیان ہے کہ قرب کے تمام منازل آپ کے واسطے مفتوح ہیں تو آپ بہر حال اُنکے اس رفوہ دین دوسری جانب عالم غیب کی بیلدری
میں جانتے ہیں فافہم واسع القالے اعلم بالصواب۔ قولہ القالے قلبہم ذات الہین وذات النمل اللہ تعالیٰ نے قلبیہ اُن کی اپنی طرف
خاص فرمائی کہ ہم انکو قلبیہ دیتے ہیں تو اسوجہ سے کہ اُنکو نورازل وابد میں خود مستغرق فرمایا اور خود ہی وہاں منازل ہیں
منقلب فرماتا ہو چنانچہ دیدار افعال سے انوار اسماء میں اور انوار اسماء سے انوار نفوت میں اور انوار نفوت سے انوار صفات میں اور
وہاں سے انوار ذات میں قلب فرمایا غنک ہم انکو ایک عالم سے دوسرے عالم میں ایک صفت سے دوسری صفت میں انقلب
دی اور وسے دونوں صفت کے درمیان سائیں پس ارواح کو انوار ازل میں اور ازل لا ازل میں کہ جسکے واسطے پان میں نہیں ہے
اور اُنکے قلوب کو ابدین اور ابدال میں جسکے واسطے انتہا نہیں ہر اور عقول کو آسمان سے اخلاقی میں اور اسرار کو باغنا سے علوم میں
سیر دی اور ہر دم لطافت سے منزلت رافع فرمائی اور وصول بہ اذین توفی دی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وسے قلب مقامات وسیع حالات میں
پیشے رہتو لیکن اپنے لطافت و رحمت سے اُنکو قلب سے عالم صفات میں لایا اور اگر اُنکو انکے نفوس کے ساتھ چھوڑتا تو ازل سے بد تک ایک
صفت سے دوسری صفت کو نہ پہنچتے بلکہ خود کرم سے اُنکو عالم صفات میں لایا اور دیر سے وحدت میں ڈال کے وہاں بحر ذات میں
مستغرق ہوئے اور قلب سے اُنکو موج طوفان کبریا و غفلت نے دریائے ناپید کنار بقا میں پہنچایا اور نہ ممکن کہ قرب سراسر اسرار
کے یعنی توحید میں کی حرکت کو اور کبھی بقا کی معرفت کو دیکھا۔ شیخ ابن عطاء رحمہ نے فرمایا کہ قلب انکاد دونوں حالت قبض و بسط میں
اور جمع و تفرق میں ہوتا رہا پس جہان تفرق تھا وہاں اُنکو جمع کیا پس مقام میں الجمع میں جمع ہوئے اور بعض نے کہا کہ ہر دو حالت
فنا و بقا میں اور کشف و احجاب میں وہی راستہ میں انقلب دیتے ہیں یعنی بھی مقام فنا میں رکھتے ہیں اور کبھی حالت بقا میں
اور کبھی حالت احجاب میں رکھتے ہیں اور کبھی حالت کشف میں غنک ان حالات میں انقلب دیتے ہیں شیخ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ
وہ جسمہ اذناؤا و ہم رفوہ یعنی کمال عیش کے ساتھ ہر گاہ جمال و جلال میں شہد ہیں اور انکو وقت و زمان و مکان کا کچھ علم نہیں ہے زندہ ہیں
اور لوگ انکو مردہ خیال کرتے ہیں سوئے ہیں مگر جانتے ہیں نہ انکی طرف کسی کو راہ ہے نہ انکو کسی سے تعلق ہے اور حضوری و مشاہدہ کا
مقام وہی ہے کہ سائر صفات میں سکون عیش ہو شیخ ابوسعید الخدری رحمہ نے کہا کہ یہ مقام فنا و بقا کا ہے فانی یعنی ادباً یا حق ہیں نہ
دے سوئے ہیں جیسے لوگ سوئے ہیں اور نہ جانتے ہیں جیسے لوگ غفلت کے اسے ہیں اُنکے بشری اوصاف اُن نے ازل ہوئے اور اب
اوصاف حق انہر ظاہر ہیں حیات قدیم سے زندہ جاوید ہیں اور یہ بھی کہا کہ یہ لوگ اہل وجد میں سے واصل حق ہیں جب انہوں نے
ایمان پر استقامت کی تو حق تعالیٰ نے انہر جلال قدرت کو کشف فرمایا کہ وہ حق تعالیٰ کی حفاظت میں ہمیشہ ہیں اور شیخ استاد
نے کہا کہ یہ لوگ اپنی خودی سے فانی کر کے وجوہ حق عزوجل سے باقی کیے گئے پس اپنی خودی سے سوئے ہیں اور وجود حق سے جانتے ہیں اور
فرمایا کہ توحید و توحید ظہم یہ بیان ہے کہ رب عزوجل جس نے پیدا کیا تھا اُسے اس مرتبہ ہر انکو نہایت اچھی پرورش میں لیا کہ اُن کے ظاہر
و باطن کا وہی فیصل ہے اور وسے عین راحت میں مسرور ہیں بعضوں نے فرمایا کہ اہل حق کی ہیجان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کائنات
کے واسطے اشارہ فرمایا کہ تسمیہ اذناؤا و ہم رفوہ ظاہر میں باطن سے فرق ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ مقام عین الجمع میں ہیں تو احوال ایک
وقت تک جاری رہتے ہیں مگر وسے لوگ غفلت آگئی ہیں نہ شیخ نے کہا کہ قلوبہم میں ایک امر است ثباتات کے ہے کہ ذات یمن و

ذات مثال کی تقلید جناب باری ہو، جل میں اسی شان سے ہو جو آدم علیہ السلام کے حق میں ہوا پس ان لوگوں میں وہ صفت حضرت
 آدم کی غفلت سے ملی کہ فرمایا خلقت بیدی پس انکو انوار دست قدرت بقا و قدم کی حاصل ہونے اور قلب بذاکین ربوبیت
 محض صفت سے حاصل ہوئی وہاں تشبیہ و طول کا امکان نہیں ہوا اور جناب مثال عبودیت واقع ہوئی اور اگر یہ نہ ہوتا تو سلطان
 کبریا کی عظمت سے فانی ہو جاتے پس صفات سے جناب حدوث منقلب فرمایا کہ بقا بحق مع الحق ہو ورنہ قدم کے ساتھ حدوث
 کی بقا نہیں ہو سکتی ہر لیکن محلی حدوث سے انکو دیا سے وفان میں آیا کہ تمام فنا و بقا میں اور فیض و بطین و جمع و فقر قریب میں سرکین
 اور عارفوں کے مقامات میں سے یہ لطیف ہیں اور اہل توحید کا قلب عالم ملکوت و جبروت کے درمیان دائر ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ
 نے انہی رحمت عظیم کا مہر جو بندگان عارفین اور الیا پر رکھتا ہے اس طرح ظاہر فرمایا کہ انکی برکت سے ایک کے کو مثال کر لیا جتنا حق ذکر فرمایا
 بقولہ و کلمہ ہاں اسطرز اربعہ بالوصید بعض نے اشارہ کیا کہ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے مخالف قلب لکھا کیونکہ کافروں کو
 اولیاد اسی سے نفرت ہوتی ہے اور اس میں ایک قلب روحانی رکھا جس نے اُنکے ساتھ میں معارف کا نور پایا اور جناب حق جو جل
 جذب ہوا پس رب عز وجل خالق نے اُسکو شان ربوبیت و طریق عبودیت بلو اسطہ ان اصحاب کے ظاہر کیا پس اسکی روح بھی روحانی
 بھی اور حق تعالیٰ نے اصحاب کو جو لباس کرامت پہنایا اُنکے سایہ میں یہ کلمہ بھی اُنکا ہو کر داخل ہو گیا اسی واسطے اُنے حدوث کے
 مقامات سے ہر فکر کے اُس وحشت کے غار پر قیام کیا اور وہاں اُنسے برخلاف ظاہر کے میں موانست و وصلت کو پایا اسے مائل جھکو
 کلمہ کی صورت نہ دیکھنا چاہیے کیونکہ صفات کو برداشت کرنے والے اُنکے حقائق فعل ہیں اور فعل میں کلمہ ہوا اور موسب راہ ہیں
 کہ سب اسی کے فعل سے ہو جو ہیں اور افعال و صفات اپنے اپنے معاون میں تفصیل سے آگ ہیں اور فعل جس سے کلمہ کو پیدا کیا وہ سچ
 کہ زمین اور جس نے بغیر کو بنایا وہ افضل ہیں بلکہ فعل ایک شان پر ہے اور یہ اختیار ہے کہ ایک کو دوسرے پر فضل دیا پس بعض کو بعض پر
 فضیلت براہ علم و حکمت اور جب اللہ تعالیٰ سجادہ نبی مخلوق میں سے کسی کو اپنی محبت و معرفت و حسن عنایت کے واسطے اختیار فرمایا
 تو لازمی ہے پس اُنکے واسطے سبب نہیں ہوتا اور نہ اُنکا نسب و صورت دیکھی جاتی ہے اور نہ اُنکا رتبہ دیکھا جاتا ہے بلکہ اُنکے ارادہ قدیم
 کے خلاف اُنمیرانی عنایت کے احکام جاری ہوتے ہیں اور وہ جوہر فانی و تریاق لائق ہو جاتا ہے اسی اختیار و قدرت قدیم سے
 اُس کے کو نمونہ بنایا کہ ہزاروں انسان صورت کافروں سے افضل کیا اور ان کافروں کے حق میں کہا کہ اولئک کا الانعام میں ہم مثل
 پھر اس کلمہ کو وصید پر رکھا تو اس میں فضل کا فائدہ ہے جو فضل کہ اصحاب کعبہ کا انسانوں پر تھا وہ فوجہ کعبہ میں تھے و کلمہ ادب
 سے وصید پر تھانجہ ابوجہر اور فانی فرمایا کہ ماضی کے ساتھ پیچھے اور اُنکے جوار میں رہنے سے مخلوق کو فانی حاصل ہوتا ہے اگر یہ اُنکے
 ہر جس نمونہ تو نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کعبہ کو ذکر فرمایا تو اُنکے ساتھ کئے کو بھی ذکر فرمایا یہ نام میں رفت ستاروی
 بر لب جانان بسویہ اہل دل را بوی جان فی کیا ز نام نمونہ یعنی تھے ہیں کہ کلمہ اسی ادب سے مذکور ہوا کہ اُنے ادب کے ساتھ اپنا
 مقام وصید پر دیکھا اور وہاں سے مجاوزہ کیا پھر حق تعالیٰ نے اُنکے بیان میں زیادہ کیا کہ انکو لباس عبودیت پہنایا تھا اور انو احوال و
 غفلت سے اپنے سایہ کر دیا بقولہ اطلعت علیہم الا یہ سیمان شیخ رحمہ نے طول کلام سے خطاب کی اس صورت میں توجیہ کی کہ خطاب
 آنحضرت علیہ السلام کو ہے لیکن شیخ علی بن ابی حمزہ نے اس خطبہ کو عام کی طرف لیا اور کہا کہ ہم نے اپنے انوار غفلت سے لباس
 دیدیا تھا اور تو نے نفوس ہر زمین دیکھے تھے تو ہمیں سے تو فرما ہوتا اور عیب سے بچ جاتا اور شیخ خراسانی نے خطاب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہونے میں یہ توجہ کی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء خلق سے روح عقل و قلب و دماغ و ہر
 نفس سے ہر طرح حسن مشاہدہ و نور جمال سے تربیت فرمایا اور انتہائے قرب وصال میں تکہ دی اور وہ داود و سلیمان و انبساط و سبط و غیرہ
 جہات رحمت سے تربیت فرمایا لہذا آپ عین رحمت تھے اور قربات بھی آپ پر لباس لطافت کے ساتھ ظاہر ہوئے پس جیسے موسیٰ علیہ السلام
 نبی مریمین بلکہ نبی مراد کیا تھا اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب محبوب موصول وصال کمال و معرفت و جمال فرمایا بلکہ موسیٰ
 علیہ السلام سے اکمل و افضل تھے تو جبکہ اس طرح تربیت فرمایا ہے انھوں نے قربات کو لباس قرینین دیکھا اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام
 نے جب عصا کو اڑھا لوٹتے دیکھا تو خوف سے ہٹے اور یہ خوف اس قدر تھا جس کا لباس اللہ تعالیٰ نے انکو پہنا دیا تھا اسی طرح
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے اپنی عظمت و عہدیت کا لباس انکو پہنا دیا ہے تاکہ غیرت حق سے ان کو گون پر اخفا رہے اور کوئی غیر حق پر
 واقف نہ ہو پس اس قدر عہدیت و عظمت کا لباس پہنایا ہے کہ کوئی انکو بھانکے نہیں سکتا جو دوسرے واسطے عین بصیرت ہے لیکن
 مراد اسی ہر جیسے ہر طرح معقودہ بلا مخالفت ظاہر ہوئی پس جبکہ اور زیادہ بصیرت کے ساتھ ظاہر ہوئی کہ اگر کوئی مطلع ہو تو کمال
 بصیرت سے قربات کو دیکھ کر فرہوا دور عجب اسی سے بھر جاوے حالانکہ اس لباس کے تحت حق میں وہ لوگ عین رحمت کے ساتھ آرام
 میں ہیں اور اسکا اجر و بھروسہ واسطے ہو کہ تو نے ہم تن رحمت میں تربیت پائی ہے بھی قربات کو لباس قرینین دیکھا اور اسی وجہ سے
 یہ ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا فزون کے واسطے ایمان کی تہنکارت تھے جو سرسرمغور ملیوس بغیر ظاہری و باطنی تھے کیونکہ قربات
 آپ کو لباس رحمت ظاہر ہونے تھے اور لکھا کہ اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پچھنیں جو کیونکہ آپ اگرچہ دیدار حسن و
 جمال سے تربیت دیے گئے اور دونوں صفات اسی قدر رحمت میں سے عین رحمت کا طور ہے جیسے شیطان مخالف عین فرکا طور ہے تاہم
 جمیع صفات عظمت اسی و نفوت کبرا عالم میں الجمع و جمع الجمع وحدت میں آپ پر لباس حسن و جمال تنگفت تھے۔ شیخ ابو جعفر رزقہ کہہ لے کہ اگر
 تو از خود اطلاع فرما دے تو مرعوب ہو کر ڈر کر سادہ اگر اطلاع فرماتا ہے کہ حق و عدل ہو تو ان بات وحدت ربانی مشاہدہ کے قابل التجربہ
 اس مقام سے ایک دو در ہو گیا وہ یہ کہ اول میں ہم نے بیان کیا ہے کہ قولہ حق اسی اس اذ اطلعت میں خطاب بروجہ حقیقت ہے
 کہ آپ کو دکھلادیا گیا اور مجاز نہیں جو اور بیان فرمایا کہ اطلاع سے تو مرعوب ہو کر بھاگے تو جواب یہ ہے کہ یہ اطلاع اسی سے اور فرقہ
 حکم خود کسی کے اطلاع سے ہے علاوہ ہرین ظہور قربات لباس رحمت کا مشاہدہ ممکن ہے اور اس معنی کا جان لینا بھی ممکن ہے کہ اگر
 بدون منہج اسی عدل کے نظر کرے تو خوفناک ہو کر بھاگے پس اس سے یہ اندازہ صریح معلوم ہو گیا کہ اسی وجہ سے یہ مقام مخفی اور
 محبت کسی شخص کو انبہر اطلاع کی مجال نہیں ہے اور واضح ہو کہ ہر دو نصاریٰ و غیرہ اس واقعہ کی تاریخ و کتابوں سے خارج تھے
 اور ان کے سوال میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی وارد ہوئی اور اسی وحی میں یہ اطلاع دی گئی کہ کمال ہیبت سے کسی کا انبہر اطلاع
 کی مجال نہیں جو یعنی اللہ تعالیٰ نے قدرت سے انکو مخفی و محجب رکھا پس اس زمانہ میں جو بعض جاہل لوگ بیعت نقل کرنا جن کے علوم
 عقلی میں نادانی مشہور عام اور محسوس ریاضی میں دستکاری ہر نازان ہیں عجب جاہلانہ طور سے کہتے ہیں کہ وہ غار کمان ہے اور یہ
 تعجب ہے کہ انھوں نے یہ پس پھر کہا کہ لوگوں نے یہ سناؤں اور ان کے غاروں میں سے سب کو معائنہ کر لیا اور یہ ہم نہ کیا کہ قدرت الہی سے
 وہ محجب ہیں حالانکہ کسی غافل کے نزدیک سب بلکہ کوئی ریاضی جاننے والا بھی جسکو علم حریفہ میں مراغت ہے کسی اسکو علم نہیں کر سکتا کہ
 روسے زمین کے غار و پہاڑان کو گون لے یا کسی نے مطالعہ کر لیے ہیں ان اگر سوفت یہ کیا کیا ہوتا کہ وہ غار خان مقام پر ہوا اور جاہلون کے

واسطے زیادت کا مقام ہے کہ اسپرئز بن چوہا دین اور تین مائین کو بعد وہاں جانے اور نہالے کے الوم ہوتا اور جو مقام مخفی کیا گیا ہے اُس سے متراض جالالت ہے بان یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آیا قدرت کسی میں ممکن ہے کہ وہ تمام مخلوق میں سے کسی مقام پر جا ہے کہ مخلوق سے مخفی رہے تو ہو سکتا ہے یا نہیں اور انہذا جس کے چیز پر بنا ہے کار ہو پھلا ممکن کلام کیا جاوے تو ثابت ہو کہ باقی امور فروعی سب خود طے ہو سکے ہیں اور پریشان گفتگو محض دوسرے شیطانی اور بے فائدہ جالالت ہے والد تعالیٰ ہمدی میں اشارہ و فتوہ فرمادے من الضلال شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ قرار اسو جہ سے کہ اپنے والد تعالیٰ کے انوار کا درود دعا اور شامیانہ تنظیم اپنا پتا نہا ہوا تھا اور اسپر جا رہی تھی اور شیخ حسین رح سے نقل کیا کہ فراتر سے نزدیک ہے قدری سے ہے اور قول بہت بعید ہے اور شاید کہ خطاب عام ہوا اور پھر بھی حضرت معلم داخل جنوں اور پھر شیخ جعفر رح سے انند اول کے نقل کیا اور ظاہر اشارت حقیقت وہ وہ جوادوں بیان فرمایا والد تعالیٰ اعلم

وَكُنَّا لَكُمْ بَعْثُهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِئْتُمْ ؕ قَالُوا لَيْسَ بِشَيْءٍ مَّا أَوتُوا

[illegible]

یہ اس سے کچھ کم ہے۔ بخدا رو بہ خوب جانا جو تم شہر سے سوچو اپنے من سے ایک کو اس رو بہ کے ساتھ جانب شہر کے سو غور کی دیکھو

اَيُّهَا الَّذِي طَعَمَ مَا فَاَتَاكَ مِزْزَقِي مَمْنَهُ وَلَيْتَ كُطِفَ بِكَ رَحْمَةً ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّ

کہ کون ہے بکیرہ، طعام بن سولادے ہو کہ جو زنی اُس سے اور تطفن کرے اور نہ لگا ہونے دے سے کسی کو دے لوگا اگر

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا بَدَا لَكُمْ اِلْكُ اَعْلٰمُهَا

[illegible]

اُنہر تاکہ جان جاوین کہ ادغہ اسکا سجڑ ادریکہ کلمات ضروری اسن کچھ شک نہیں ہر مسابوت کچھ گئے آہس من
اَمْ هُمْ فَقَالُوا اَمْ نُوْا عَلٰیكُمْ مِّنْ اَنْطَرٍ ثُمَّ اَعْلٰیكُمْ طِفْلًا الَّذِیْ نُرٰی عٰلٰی اَنْتُمْ اَمْ هُمْ

اپنے کام میں بس اُنھوں نے کہا کہ تاؤ
مُجر عمارت اکسبا بخوب جانتا ہے اُنکو بولے وہ جو غالب آئے اپنے امر پر
لَسْتُ اَبَا عِلْمِكَ وَفَسْتُ اَبَا

کیم تواناویگی انبر ایک مسجد

ایمان پر ثبات قدم رکھئے اور اس قدر طول مدت تک غار میں سلائیے کی کوئٹینیں فراہم یوں ہی ہم نے انگو خراب سے جگا جس سے

دوسے دنیا میں، قدرت الہی کی ابت جو جودین اور پادشاهِ عالم سے گاہ بون اور خود قیامت پر عین لڑکین اور دوسرے انکی ذات سے عین لاوین پس ہم نے انکو اٹھایا۔ یکتا آواز کو اب نہ مٹنا کہ انکے اظہار حال سے شروع ہو کر انجام کو اللہ تعالیٰ کے عجیب

اور قیاس سے سوسو پر محمول کر لیا ہے پس حاصل یہ کہ ان منکلبین نے کہا کہ یونین بن سے ایک کھیر ویر ویکر بھیجے شکر کو یعنی جہان اچھا نکاحا
اُس سے قریب کے شکر کو بتلا یا کہ وہاں بھیجے۔ فَکَلِمَةً نَّظَرْنَا اُفَّا اَزْکٰی طَعَامًا پس وہ شخص جاکر نظر کر کے کہ ایسا یعنی اسے اہلما اذ کی عطا کیا
کون شخص ان شہر والوں میں سے خوب پاکیزہ و طہا میں۔ ابن عباس نے کہا کہ ذہبیر بن کون خوب حلال ہے کیونکہ اہل شہر
بجوس تھے اور زمین کچھ ایسے تھے جو انہما ایمان چھپاتے تھے۔ مجاہد رحمہ سے مروی ہے کہ اُکٹا بادشاہ ظالم تھا اور لوگ زبردستی غریبوں کے
اموال غصب کرتے تھے تو غضب وغیرہ سے پاک دیکھنے کو کہا تھا اور بعض نے کہا کہ ان کی بھی اکثر زمین زیادہ ان سے مل سکتا ہے جو ستمنا دیوے
اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ صبح قول اول کیونکہ مقصود اسکا حلال طیب تھا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ پھر حسین کہتا ہے کہ اول تو قصہ میں
بادشاہ و قباؤس بہت پرست کا ذکر ہے اور یہاں روایت کی کہ عائد اہل شہر بجوس تھے۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان جو انان کف نے
اپنے شہر کے سوائے بھاگ کر کہیں اپنی شہر میں کوئی غار یا پادشاں چھپ رہے تھے دیکھ کر وہی کا زربان بھی تھے جسے بھاگے تھے علاوہ
ازین اگر اپنا شہر بڑا تو واقف ہوئے کہ کون انکی الطعام چڑہ رہا ہے کچھ ہو گیا نہ لیکن ہے کہ اپنے ہی شہر میں سے انکی الطعام کو اسوجہ سے
سنبھالتے ہوں کہ یہ لوگ سردار و شرفاء قوم تھے اور بجوس ہونا بھی سنا فی سنین اس معنی میں کہ مراد یہ ہے کہ بازاری لوگ اس شہر کے
اکثر بجوس تھے بابت پرست گردن مارنے بن جیبے بجوس میں معنی بجوس کا ہو مقصود یہ ظاہر ہے کہ انھوں نے یونین بن ایک شخص کی روایت کی
مشورہ دیا کہ جا کر حلال پاکیزہ دیکھا خریدے۔ فَکَلِمَةً نَّظَرْنَا اُفَّا اَزْکٰی طَعَامًا سے خرید کر بھارے پاس رزق لاوے۔ چونکہ
ایسی کیفیت سن میں وہ لوگ جہان لیکے کہ کسی دوسری ملت پر ہو اور وہ اسلام ہے کہ حلال کی جستجو کرتے ہو تو ان کی کہ بہت لطیف طریقہ سے
یہ کام کرے بقولہ۔ وَکَلِمَةً نَّظَرْنَا اُفَّا اَزْکٰی طَعَامًا سے سب کام کرے کہ نے میں جانے میں اور وہاں حلال کی تلاش میں
اور خرید میں ہوشیاری و لطافت ہو۔ اور اسکا فائدہ مصرح بتلا دیا کہ وَلَا یُتَعَذَّرُ بِکَلِمَةٍ اَحَدٍ اور نہ شعور دلاوے بھارے ساتھ
کسی کو مبرا جن میں کامیابی خبر نہ دے تمھاری۔ اور صحیح یہ ہے کہ مراد انکی یہ بھی کہ ایسا برتاؤ نہ کرے نادانی سے کہ جس سے لوگ چرچ جائیں
اور آگاہ ہو جائیں کیونکہ یہ شخص اصحاب میں سے تھا خود خبر نہ دیتا اور سپرد کیا فی جائز یعنی پس ہوشیار کر دیا کہ ایسا برتاؤ نہ کرے جس سے
لوگ ہو شیار ہو جائیں پھر اسکا ضرر بتلا دیا کہ لَا یُتَعَذَّرُ بِکَلِمَةٍ اَحَدٍ کہ گروے لوگ لغو قوم ظاہر ہونے لگے۔ ابن کثیر رحمہ نے
کہا یعنی تمھارا ٹھکانا جہان لینے مبرا جن میں انکا تم پر مطلع ہونے لگے جا کر معترض کہتا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ دوسرے لوگ ان پر یہ قیاد دینے لیسے
آگاہ ہو کر غلبہ کہ تم کو گرفتار کر کے اپنے قیاد میں لا دینے تو جو جہاد کہ تم کو ہماری پھر وں سے مار کر ہلاک کر دینے۔ تاؤس قوم کا منور ہو گا
کہ اس طرح مارتے ہوں یا مراد یہ کہ بری طرح تم کو ہلاک کر دینے کہ جب کہ تم کہنے دین لغز میں جہان منظور نہ کرو۔ اَذْ یُجِیْدُ ذَکْرَکَ فِی مَلٰئِکَہِمْ
یا منظور کہ تو دوبارہ ایمان سے نکال کر کو اپنی ملت میں لا دینگے۔ یعنی ہر ملت سے پہلے جس سے حال ضلالت پر تم تھے اسی میں ہر گاہ
لیجاو دینگے جو تمکد تھا لاجال ان دوبارہ تو میں بن خضر ہو گا یا تو قتل ہو جاوے یا انکے ساتھ قتل و کفر و کفر میں جہاد اور جب تم نے کراہی اختیار
کی تو انجام ہر گاہ۔ وَکَلِمَةً نَّظَرْنَا اُفَّا اَزْکٰی طَعَامًا اور ایسی صورت میں تم کو بھی قتل نہ ہوا گے مبرا جن میں لکھا کہ انھوں نے کیونکہ یہ کہ کبھی
فلاح نہ پاؤ گے حالانکہ اگر جان چائے کہ کسی کی زبردستی سے نہاں ہو کر کفر جاری کر دے اور دل میں ایمان ہو تو کچھ ضرر نہیں ہوتا ہو جواب
دیا کہ انھوں نے خوف کیا کہ اگر ظاہر میں کفر ہو رہے اور وہی اقوال و اعمال کہتے رہے تو آخر زیادہ احتمال ہے کہ کش حقیقت میں کفر ہو رہے
چم جائیگا پس یہ خیال کر کے ڈرتے تھے۔ اور تحریر کہتا ہے کہ شاید یہ مطلب ہو کہ اگر ایسی دفعہ دوسرے لوگ تم پر قیاد دینگے تو دو حال سے

کہ نکل کر شہر میں جا کر وہ یہ سے اپنے ساتھیوں کے لیے طعام خرید لاوے ڈاکٹر راستہ چھوڑ کر کپڑی اختیار کی اور قحب میں چلتے چلتے شہر تک پہنچا اور سلف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس شہر کا نام نفوس تھا اور یہ شخص جو کیا تھا اپنے دل میں گمان کرتا تھا کہ یہی شہر ہے جس سے ہمارے عقرب ہم لوگ غامین کے ہیں حالانکہ وہاں بالکل لوگ بدل گئے اور شہر گندھارین اور خاندان پرانے تباہ ہو گئے اور دیوانہ بیان میں کہتے تباہ ہوئے اور یہ کہ اور اب نے خاندان اور نئے لوگ ہیں وہ برائے خاندانوں سے واقف بھی نہیں رہے ملک بدل گیا سلطنت بدل گئی لوگ بدل گئے اب اُسے جو دیکھا تو اس شہر کی کوئی علامت نہیں جہاں اُس کو گمان تھا اور کسی کو خواہش و عوام کے یہ نہیں پہچانتا نہ صورت میں نہ لباس میں نہ چال چلن میں۔ یہ دیکھا اُس کو تیسرے ہو کہ یہ کیا ساتھ ہے کیا میں خواب دیکھتا ہوں یا مجھے جنون ہو گیا ہے مجھے تو کچھ نہیں ہوا لیکن میں ابھی کل کے روز اس شہر سے گذرا ہوں تب اُسکی یہ صورت نہیں تھی پھر اپنے دل میں گمان کہ یہاں زیادہ ٹھہرنا اچھا نہیں ہے پس ایک طعام فروش کی دکان پر پہنچا اور اپنا روپیہ دیکر اس سے طعام خریدی اٹھا۔ اُسے جب اس شخص کو دیکھا تو کچھ نہ پہچان سکا کیونکہ اس کا بھتیجہ اور روپیہ دیکھا تو اور بھی قحب کیا اور اپنے بڑوس کے دوکاندار کو دیا اُسے بھی قحب کیا اور تیسرے کو دیا اس طرح ہاتھوں ہاتھ لوگوں نے دیکھنا شروع کیا اور وہاں جاؤ ہو گیا اور آخر کھنے لگے کہ شاید اسے کوئی خزانہ لگا ہوا ہو یا یہ ہے تب اس سے پوچھا کہ سچ بتاؤ یہ کیا ہے اور تم کون ہو اس مرد خدا نے بتلایا کہ میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں اور کل تک تو میں یہاں تھا اور بادشاہ و قیافوس ہے ان لوگوں نے یہی باتوں سے اُس کو بخون تصور کیا یا کوئی جاسوس فریبی ہے اُس کو گرفتار کر کے حاکم کے پاس لے گئے اُسے دربارت کار بنو کر کیا اُسے سب حال بیان کیا اور یہ خبر تھا کہ یہ کیا ہوا اور میں کس حال میں ہوں پس جب اُسے حاکم کو بادشاہ کا اس سے آگاہ کیا تو ان لوگوں نے اُسکی نظیر کی اور اُسکے ساتھ فارسی طرف روانہ ہوئے اور مشورہ والے بھی لے کر یہاں تک کہ غار پر پہنچے اُسے کہا کہ مجھے چھوڑ دے پھر پہلے جا کر اپنے لوگوں کو مطلع کروں۔ پھر یہاں روایت کی جاتی ہے کہ بادشاہ و لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کوئی غار میں گیا اور اسے قتل کرنے لگی نظروں سے غار پوشیدہ کر دیا اور یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ نہیں بلکہ بادشاہ وغیرہ وہاں داخل ہوئے اور انکو دیکھا اور اہم معافہ و سلام کیا اور بادشاہ مسلمان تھا اُسکا نام تندوس تھا اس سے اصحاب کعبہ خوش ہوئے اور باتیں کیں اور پھر اُس کو سلام کے رخصت کیا اور اپنے مقام پر جا کر لیٹے اور اسے قتل کرنے لگو دفات دیدی تب سب سے کہتا ہے کہ شاید وہ لوگوں و لوگوں میں نونین اس طرح ہو کر اول میں بادشاہ و ارکان شہر نے اُنکو پایا اور ملاقات ہوئی پھر بعد اُسکے جب دوبارہ ان لوگوں نے چاہا تو اسے قتل کرنے لگی کر دیا اور مذہب چھوڑ گئی۔ قولہ ولکن اُسکا اعتراف یہ ہے کہ اُنکو قتل کیا تھا اُسی ہی بات و شان سے جن میں کچھ تیسرے نہیں ہوا تھا اُنکو اُٹھا دیا اور اس زمانہ وادوں کو اپنے مطلع کیا اعلیٰ ان وعدہ الحق کہ اُسے معلوم کرنے کو وعدہ الہی برحق ہے۔ و ان لسا علیہ تیرا رب نہا اور قیامت ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔ اذ کنت اذ عوٰن بیدہم اذ عوٰن جب کہ وہ لوگ اپنے درمیان اپنے اہل میں جھگڑتے تھے یعنی اپنے اس عقیدہ میں کہ قیامت ہوگی یا نہ ہوگی جھگڑتے تھے بعض اُسکو ثابت کرتے تھے اور بعض منکر ہوتے تھے کہ اعادہ معدوم کا کیونکہ ہوا کہ پس اسے قتل کرنے لگو قیامت کے آثار میں نہا سنا کر دیا اور ثابت کرنے والوں کے پاس ایک آکھن دیکھی جوت جوتی حاصل ہے کہ ہم نے اُنکو خواب سے بیدار کر کے اپنے لوگوں کو اس وقت مطلع کیا کہ جب اسے قیامت میں جھگڑتے تھے بعض نے کہا کہ لڑتے تھے بعض کا تعلق اذکر فعل محذوف ہے یہ کیونکہ مطلع ہونے کے بعد تاسع ہوا ہے اور تیسرے کہتا ہے اس شخص نے تاسع دوبارہ قیامت نہیں کیا بلکہ تاسع اصحاب کعبہ کی تعداد و دست وغیرہ میں کیا اور مروی ہے کہ اصحاب کعبہ اُسے قتل کرنے لگوں نے پھر تیسرے مسلمان تھے

لکھ کر مار کے دروازہ پر دفن کر دیا تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں تین سو سال سے قیامت مراد ہے فقاً اور باطل ایک جگہ ہو گیا نہ کہنے لگے کہ انکو اور عمارت بناؤ۔ کچھ عرصہ تک غمگین رہے۔ حال اس کے خوب آگاہ ہے شاید جب لوگوں نے راہ بنائی اور سببت سے عاجز ہوئے تو وہاں ایک نشان چابکا یا گرا کر رہے۔ اور شاید اس وجہ سے کہ لوگ وہاں راہ نہ ڈھونڈ سکتے تھے جیسے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار شریف ایک خطہ و سہ محفوظ اور بات میں یہ کہ جب بادشاہ واسکے لوگ واقف ہوئے اس وقت دسے زندہ تھے پھر ران کو لوگوں کے سامنے استدعا لئے وفات دی تو پھر ان لوگوں نے تجویز کیا کہ عمارت بنادیں شیخ ابن کثیر نے لکھا جسکی اپنی غبار کا دروازہ بند کر دو اور اپنے حال پر اکتا چھوڑ دو۔ قال الذین علکہوا علی امیرہم لکنہن ذاک علیکم فیکونن اکمان لوگوں نے جو غالب تھے انکے امر پر کہ تم کو ہونا ویٹا پیغمبر شیخ ابن جریر نے نہیں دو قول نقل کیے ایک یہ کہ انہیں کے مسلمان تھے۔ دوم یہ کہ مشرک تھے اور ظاہر یہ ہے جنھوں نے یہ کہا دوسے حکام تھے جب حکم نافذ تھا لیکن رہا یہ کہ لوگ اچھے تھے جو شرع میں محمود ہوتے ہیں یا نہیں تو غور نظر سے معلوم ہوتا ہے محمود نہ تھے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہود و نصاریٰ پر نزل کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو ماساجد بنالیا آپ اسنے فعل سے اہل اسلام کو ڈرتے تھے کہ ایسا نہ کریں۔ مسجد بنانے سے نفرض یہ نہیں بھی کہ انکی قبروں کی طرف نماز پڑھتے تھے بلکہ یہ عرض بھی کہ وہاں مسجد بنانا زمین نماز ٹپھتے تھے۔ اور روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب عراق میں دنیا وال بیغیر ملکہ السلام کی قبر باقی رہی تو حکم دیدیا کہ وہ لوگوں کی نظر سے مخفی کر دجا دوسے اور حوالہ بیان پایے گئے جنہیں کچھ ظالم وغیرہ سمجھتے تھے وہ دن کر دے جاؤں کہذا فی تفسیر الامام رحمہ۔ اور خازن نے لکھا کہ۔ الذین علیہما علی امر ہم سے مراد بادشاہ متذویس واسکا کارکن دولت ہیں کیونکہ انھیں کا حکم نافذ تھا اور دوسے مسلمان تھے۔ اور مسجد بنانے سے یہ نفرض بھی کہ وہاں نمازیں پڑھیں اور برکت حاصل کریں اور یہ اپنی رائے سے اختراع کیا تھا۔ اور زجاج رحمہ نے لکھا کہ ہمیں اشعار ہے کہ غلط ظاہر ہوتے ہیں زمینیں غالب ہوئے جو قیامت میں بحث و دشواری کے قابل تھے کیونکہ ماسجد تو مومنوں کے واسطے ہوا کرتی ہیں۔ واضح ہو کہ مولیٰ علیہ السلام وغیرہ میں یہ قصہ کسی قدر تفصیل سے مذکور ہے اور توضیح کہ مجھ میں الحق بن برابر ہے یہ ذکر کیا کہ اصحاب کعبہ جس زمانہ میں جنگائے مکہ میں تھے اس ملک کا بادشاہ مرد صالح مسلمان تھا اسکوتندوبیس کہتے تھے اور مختصر کتاب کہ حیات النحوان میں تا دور سیوس مذکور ہے والد علم جب اسکی بادشاہت کو ایک ست گندی تو اسکی بادشاہت میں لوگوں نے جتنے جتنے شروع کیے اور لوگوں میں فلسفی اتحاد پیدا ہیضے تو دین اسلام پر سے کہ قیامت وبحث کے قابل تھے اور بعضے جھٹلانے لگے اور بعضے کہنے لگے کہ درج پر قبل وغیرہ کی تکلیف ہوگی اور جسم نہیں اٹھایا جاسکتا ہے اور بادشاہ اس بات سے بہت غمگین ہوا اور اسنے جناب باری تعالیٰ میں گریہ و زاری کی کیونکہ اسنے دیکھا کہ دروز و طہرین کی جماعت بڑھی جاتی ہے اور مومنین مغلوب ہونے جانے میں اور لوگ اسطرف رجوع ہیں کہ سواسے دنیا کی زندگی کے پھر حیات نہ ہوگی اور بادشاہ نے سرداروں کے پاس آدمی بھیجے جنکی بیروی حوام لوگ کرتے تھے اور فلظہ وغیرہ انہیں جوش تھا اور اسنے اعتقاد قیامت وغیرہ عقائد اسلام کے بارہ میں نمایاں کی گرائیں کچھ افزہ ہوا اور تریب پہونچا کہ تمام لوگ دین اسلام سے خارج ہو جا دیں جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو اپنے گھر میں عبادت خانہ میں داخل ہوا اور وسوح پناہ اور اپنے بدن پر سے آرایش اُتاردی اور خاک پر پڑیا اور جناب باری تعالیٰ میں شب و روز عاجزی و گریہ و زاری کرنا کہ اسے رب عزوجل قرآن لوگوں کا اختلاف در بارہ قیامت کے دکھاتا ہے اسے رب عزوجل جوابی کوئی آیت محمد کے لائق تھا اسنے فلسفی خیالات مغلوب ہون اور

لوگ اس حالت سے نجات پاویں پس السرقا لے نے جو اپنے بندوں کی ہلاکت میں چاہتا ہے دعا کو قبول فرما یا اور فیہ اصحاب کعبہ
کو غافل فرمایا تاکہ لوگوں پر انکی شان ظاہر ہو اور لوگوں پر حجت قائم ہو اور اہل حق جانیں کہ قیامت پر حق ہے امین کچھ شک نہیں ہے
اور زندہ صالح تندرست کی دعا قبول ہو اور دوسو من میں سے جو لوگ جابلون کے اہام و خیالات کے دلائل سے اسلام سے متشرع ہو گئے
تھے جمع ہو جائیں اور اس غایہ پر ایک عمارت بنی تھی السرقا لے نے اس شہر والوں میں سے ایک شخص کے دل میں ڈالا کہ یہ عمارت
تو ذکر اُنکے مصالح و مینوع سے اپنی بکریوں کا حظیرہ بناوے اسنے اس کام کے لیے دو مرد مقرر کیے انھوں نے اس عمارت سے
پتھر علیحدہ کرنا شروع کیے اور اُننے یہ حظیرہ بنانے لگے تھے مہانتک کہ جب غار کے ٹھہر ہوئے تو وہاں سے پتھر ہٹائے اسوقت حضرت
یاری اُٹھالے نے جو قدرت عظیمہ دالام دون کو زندہ کرنے والا ہے فقیہ کو مکہ دیا کہ دے اُٹھ بیٹھے اور غار کے ٹھہر خوش و خرم چہرہ لہلہاتے
ہوئے بیٹھ کر آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا گویا دوسے اسی وقت جاگے ہیں جو وقت روز جاگتے تھے اور اُنکے نماز پڑھنے میں دخول
ہوئے جیسے روز پڑھتے تھے اُنکے چہرہ دن باز رنگ و لباس وہاں میں کسی طرح کا تیر نہیں محسوس ہوتا تھا جس سے ایک دوسرے کے
بارہ میں کچھ برائی دیکھتا بلکہ وہی ہی بات تھی جیسے سوئے تھے اور انکو یہی معلوم ہوتا تھا کہ اُنکا بادشاہ دقیا لوس ہے اور وہ انکی
تلاش میں ہے پھر جب نماز پڑھ چکے تو ملینا سے جو اُنکے کھانے پینے کا منتظر تھا کہنے لگے کہ جا کر ضرور لاکھ لکھ کے روز ظالم بادشاہ سے لوگوں نے
ہمارے معاملہ میں کیا کام ہے اور اُن کے خیال میں ہی تھا کہ جیسے ہم سو یا کرتے تھے وہی کچھ سوئے ہیں لیکن انھوں نے کچھ احساس کیا
کہ زیادہ دیر تک سوئے رہے ہیں تو بعض بولا کہ تم کتنا سوئے ہو دوسروں نے جواب دیا کہ ایک روز کی مقدار پھر اور دن نے جواب دیا
کہ کچھ کم ہو تب سب بولے کہ السرقا لے جانے کو کتنا سوئے ہو یہ سب اُنکے نزدیک آسمان سی بات تھی پھر ملینا نے اُنے کہا کہ کل تو شہر
میں تمھاری تلاش تھی کہ ظالم بادشاہ چاہتا تھا کہ تم کو سامنے بلاوے اور تم اُنکے جنوں کے واسطے عبادت و قربانی کرو پھر السرقا لے
جو چاہے وہ ہو گا یہ سن کر اُن کے سر دار ملینا نے اُنے کہا کہ اسے بھائیو تم خوب جانو کہ السرقا لے سے ملنے والے ہو سو جب تم کو یہ
کافر بیت پرستی وغیرہ کے واسطے بلاوے تو تم ایمان کے بعد کفر سے اختیار کرو اور موت پر حق ہے پھر انھوں نے ملینا سے کہا کہ تو شہر کو جا اور
خبر لاکھ دو ان ہمارے بارے میں کیا گفتگو ہوئی ہے اور لوگ آپس میں کیا باتیں کرتے ہیں اور اُنسی لطافت و ہوشیاری سے کام لےو کہ
ہمارے حال سے کوئی آگاہ نہ ہو اور ہمارے واسطے طعام خریدلا جو ادویہ کام ملینا ہی کے سپرد تھا اُنے اپنے پسرے تار دیے اور ظاہر
کپڑے فقیروں کے سے پسینے اور رب کے شکر خرچہ میں سے ایک روپیہ لیا جو دقیا لوس کا سکھ تھا اور ملینا وہاں سے روانہ ہوا
جب غار کے دروازے پر پہنچا تو پتھر پائے لگے مگر کچھ خیال نہ کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر پیرا چلتے چلتے شہر کے دروازہ پر پہنچا تو غیب
راہ پر نگاہ رکھتا تھا اور کناہہ رہتا تھا اس خوف سے کہ شہر کی جان بچان لوگوں میں سے کوئی اسکو دیکھ کر بچان نہ لے کر دقیا لوس کے
سیان گرفتار ہو جاوے اور یہ نہیں جانتا تھا کہ دقیا لوس بہ سخت مع اپنے ساتھیوں کے قریب تین سو برس پہلے مر چکا ہے پھر جب
شہر نگاہ کے دروازہ پر آیا تو سپر اہل ایمان کا نشان دیکھا کہ وہ اسوقت امرا ہمان ظاہر تھا تو عجب سے اُسکو دیکھا تار اور خنجر دین باہین
نظر کی پھر یہ دروازہ چھوڑ کر دوسرے دروازہ پر آیا وہاں بھی ایسی ہی علامتیں دیکھیں اور عجب سے خیال کرنے لگا کہ کیا یہ وہ شہر نہیں ہے
جسکو سچا جانتا تھا اور وہاں بہت لوگ سنے طرز و انداز کے دیکھے جنکو کبھی پہلے نہیں دیکھا تھا انکو دیکھتا چلا جانا اور عجب میں تھا اور بھی
خیال کرتا کہ وہ حیران ہے پھر اسی دروازہ پر روتا آجا ہمان سے گیا تھا اور خود بخود متعجب تھا کہ اُنسی یہ کیا بات ہے ابھی کل تو سلمان لوگ

ان علامتوں کو چھپانے لگے اور آج ظاہر میں شاید میں خواب دکھتا ہوں پھر چادر سر پر ڈال کر شہر کے اندر گیا اور وہاں کی بازار بڑی دھکی اور لوگوں سے شگاکہ دے اسلام کی علامت ظاہر کرنے میں تو ایک دیوار سے نیا کمر سوچنے لگا کہ کبھی بھی نوح کوئی اس طرح کرنا فاش کیا جاتا آج کیا بات ہے کہ اس طرح علامت اسلام ظاہر ہوں اور عمارت سے قریب تو سو اسے اس شہر کے کوئی شہر نہیں ہے پھر ایک جوان سے لکر پوچھا کہ بھائی یہ کون شہر ہے اُسے لگا کہ انوس اکانام مشور ہے تو اور زیادہ شجب ہوا کہ لکھے جنوں ہو گیا ہوں کس حال میں ہوں آخر میرا شہر ان کی کہ فرما لیں کہ باہر جا نا چاہیے کہ مجھے کوئی آفت نہ پہنچے پس جلدی سے طعام فروش سے قریب ہوا اور پلہ و پلہ نکلا لکر ایک کو دیا کہ مجھے اس کا طعام دیدے اُسے پواس روپیہ کو دیا تو اُسے نقش و شکل سے شجب کیا اور اپنے ساتھی کو دیا کہ شخص مجھے یہ روپیہ ویتا ہے اُسے بھی غریب دیکھا اور تیسرے کو دیدیا اسی طرح وہ ہاتھوں ہاتھ پورے لگا اور ٹوٹا پسینے لگے کہ شاید اس شخص نے کمین سے کوئی خفیہ خزانہ جو زمانہ دراز سے زمین میں دفن تھا باپ سے یہ روپیہ اس زمین کا ہے تلخا نے جو دیکھا کہ لوگ آپس میں مشورہ کر رہے ہیں تو اسے شک نہ ہا کہ انھوں نے مجھے پہچان لیا ہے اور میرے ہی بارے میں یہ مشورہ ہے تو خوف سے کانپنے لگا اور گانا بولے لوگ گرفتار کر کے و قیا نوس کے پاس لیجا نا چاہتے ہیں اور بازار کے در و گ جمع ہونے جانے اور تلخا کی صورت کو غور سے دیکھتے اور نہ پہچانتے تو تلخا نے کہا کہ مجھے ضروری کر کے چھوڑ دو تم میرے روپیہ لے لیا وہ دیکھو اور مجھے طعام کی حاجت نہیں ہے لوگ کھنے لگے کہ اسے جوان اختیار کر لیا گیا ہے اور کون ہوا اور کمان سے آئے ہو تم کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ تم نے کوئی خزانہ پایا ہے جو کسی رات کے کا زمین میں مدفون تھا اور تم چاہتے ہو کہ اسکو اکیلے اکیلے کھیں مگر کھانے کو اگر تم کو بھی اس میں شریک کرو تو اولتہ تم پوشیدہ زمین و زمین مجھے سلطان کے سپرد کر دینے جب تلخا نے یہ سنا تو کہا کہ واسمین نے تو کوئی خزانہ مدفون نہیں پایا اور میں نے تو ہر چیز جس سے خوف کیا دور کر دی انھوں نے کہا کہ میں نہ بناؤ اور یہ روپیہ تو خود شاہد ہے کہ بھلا چاہتے ہو تو ہم کو ساتھ لے چلو اور اس خزانہ میں ہماری بھی شریک کرو و تلخا نے سکر حیران ہوا اور کچھ جواب نہ دے سکا انھوں نے اُسکی چادر سے اُسکی گردن باندھ کر حاکم کے مکان کا راستہ لیا اور شہر کے راستہ پر جرحر سے گزرتے تھے جو سنا تھا کہ اس جوان نے مدفون خزانہ پایا ہے ساتھ بولتا تھا کہ اسکو دیکھا کہ کتنے یہ شخص تو اس شہر کا نہیں ہے اور تم نے تو اسکو بھی نہیں دیکھا ہے جب لوگ بہت سے جمع ہو گئے اور زمین پوچھنے لگے تو تلخا نے خاموشی اختیار کی اور اسکو یہ یقین تھا کہ اُسے اب بھائی شہر میں ہیں جب سینکے تو ضرور آویٹے اور وہ تو اس شہر کے بڑے زمینوں میں سے ہے اور آخراں میں سے کوئی شخص اگر مجھے انکی قید سے چھڑا دے گا اتنے میں لوگ اسکو سر اور شہر کے پاس جٹکے اچھا اس کا انتقام تھا نے گئے اور وہ دو شخص تھے ایک کانام اریوس اور دوسرے کانام اسطیوس تھا جب انکی جانب چلے تو تلخا تو گمان ہو گیا کہ ضرور مجھے و قیا نوس کے پاس لیے جانے میں اور اتنے دایں بائیں دیکھنا شروع کیا اور لوگ سحرہ بنا کر بیٹھے اور وہ رونا تھا اور کبھی آسمان کو سر اٹھاتا تھا اور کہتا کہ اسی تو آسمان کا رب اور زمین کا رب ہے آج مجھے صبر جیل عطا کر دے اور مجھے اس ظالم کے سامنے قوت دے اور اپنے دل میں کہتا کہ میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جدائی ہو گئی ہوگی کاشش وے لوگ جانتے کہ میں کس حال میں گرفتار ہو گیا ہوں تو آئے اور ہم سب کے سب اس ظالم کے سامنے کھڑے ہوئے جسے ہم سب نے ایمان پر اتفاق کیا تھا کہ اسد قتلے کے ساتھ شریک نہ کیے اور زندگی و موت میں جدا نہ ہوئے پھر جب اسکو و دونوں حاکموں کے پاس لے گئے تو اُسے شجب کیا اور و قیا نوس کو نہ پایا تو رونا و قوت کر لیا اور سکو نہ سکر اچھا اور اس واسطیوس نے روپیہ ہاتھ میں لیا اور پوچھا کہ اسے جوان تو نے یہ خزانہ کس زمین میں پایا ہے تلخا نے کہا کہ میں نے کوئی خزانہ نہیں پایا اور میں یہ روپیہ میرے باپ کا ہے اور اسی شہر کا ہے لیکن مجھے

حیرانی ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ایک نے کہا کہ تو کہاں کا ہے تعلقا نے کہا کہ میں اپنی دانست میں اسی شہر کا ہوں اور پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے اور
 تجھے کون بچانا ہے تعلقا نے اپنے باپ بھائیوں وغیرہ کو بیان کیا تو گون میں سے کسی نے اسکے باپ بھائیوں و دشناموں میں کسی کو نہ بچانا
 اور حاکم نے کہا کہ تو مرد لاذب معلوم ہوتا ہے بات نہیں کہتا ہے تعلقا سخت متعجب و تخریب ہوا اور اپنا سر جھکا لیا اتنے میں بعض نے کہا کہ
 یہ مجنون معلوم ہوتا ہے ایک بولا کہ جنوں نہیں مگر عداوت ہے کہ راکر دیا جائے تب ایک حاکم نے کہا کہ اسے شخص تو جانتا ہے کہ ہم تجھ کو
 چھوڑ دینے اور تیری تصدیق کر لینے کی تیرے باپ کا مال ہے حالانکہ اس روپیہ برتن سو برس سے پہلے کا مسک ہے اور تو جو ان آدمی
 ہے تو جانتا ہے کہ ہم کو فریب دیکھ کر ہناؤسے حالانکہ ہمارے بال سفید ہو گئے اور یہ ترسے کہ اس شہر کے غفلت و موجودین اور یہاں کا خزانہ
 ہمارے ہاتھ میں ہے اس خزانہ میں اس ضرب کا کوئی روپیہ انہیں نہیں ہے سہی اسے کہ میں حکم دون کہ تجھے جھوٹ بولنے پر سزا دیا جائے
 تاکہ تو بچ نکل دے کہ یہ خزانہ کس زمین پر تو ہے یا ہے جب اس نے یہ کہا تو تعلقا نے فرمایا کہ تو مجھے ایک بات بتلاؤ جو میں تم سے پوچھوں اگر تم
 بتلاؤ گے تو میری خبر سچ محکم کو ظاہر ہو جائیگی۔ بولے کہ پوچھو تم نہ چھاؤ گے تعلقا نے کہا کہ بادشاہ دقناؤس کا کیا حال ہے کتنے لگے کہ
 اسوقت تو یہاں کیا بلکہ روسے پر جہاننگ ہم جانتے ہیں ہم کو کوئی دقناؤس بادشاہ نہیں معلوم ہے ان ایک زمانہ دراز گذرا کہ
 اسوقت یہاں ایک بادشاہ دقناؤس تھا وہ مدت ہوئی مر گیا اور اسکے بعد لوگوں کی ہمت سی پھین گئی اور زمانہ کا انقلاب ہو گیا
 تب تعلقا نے کہا کہ میں اسوقت سخت تخریب ہوں اور کوئی شخص میرے قول کی تصدیق نہ کرے گا کہ ہم چند جوان تھے اور امی بادشاہ دقناؤس
 نے دروہی چاہا کہ ہم بہت بوجہیں اور اہم پختہ چڑھا دیں ہم اس کے خوف سے کل ہی راتوں رات یہاں سے بھاگے اور وہ چلوںس کے غار
 میں چھپے وہاں سو گئے آج اسوقت ہم جاگے اور یہ روپیہ دیکر میں اپنے ساتھیوں کو وہاں چھوڑ کر گئے واسطے طعام خریدنے آیا ہوں اور یہ
 دریافت دیکھنا کہ بادشاہ نے کیا کیا ہے جب یہاں ہو چکا تو اس حالت میں گرفتار ہوں جو کم دیکھتے ہو اور میرے اصحاب وہاں میرے
 انتظار میں ہونگے۔ تب تعلقا نے یہ بیان کیا تو گون نے کہا کہ ان ہم نے یہ تذکرہ سنا ہے کہ سات آدمی جو ان کم ہوئے تھے اور اربوس
 واسطیوس نے کہا کہ اسے قوم شاید یہ امدت ملے ہے ہمارے واسطے ایک آیت عجیبی ہے تو اس جوان کے ساتھ چلوںس ودون مع تمام شہر
 کے صیغہ و سر کے اصحاب امدت کی طرف روانہ ہوں تاکہ انکو دیکھیں اور یہاں یہ حال تھا کہ جب ساتھیوں نے دیکھا کہ تعلقا کو دروہی اور وہ
 مقدار موجود ہیں کھانا پانی نہ لایا تو کہاں کیا کہ وہ گرفتار ہو گیا اور بادشاہ کے پاس اسکو لے گئے اسی درمیان میں کہ وہ اسے خائف و غناک تھے
 کہ انہوں نے پہاڑ کی طرف گھوڑوں کی آواز اور لوگوں کا شور سنا پس انکو یقین ہوا کہ لوگ ہماری گرفتاری کو دقناؤس کی طرف سے
 آتے ہیں پس انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو سلام کر کے وصیت کی اور وداغ کیا اور نواز کو کھڑے ہوئے اور بعد نماز کے آپس میں
 کہ چلو اپنے تعلقا کے ساتھ ہوں کہ وہ اسوقت بادشاہ ظالم کے رو رو ہو گا وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ اسنے میں اربوس واسطیوس مع
 لوگوں کے دروازہ کھٹ پر پہنچے اور تعلقا نے جیندھی کی اور اندر گیا تو رونا تھا اسکو دیکھا اصحاب بھی رونے لگے اور پوچھا کہ کیا خبر ہو آئے
 سب حال یہاں کیا پس سب نے جانا کہ یہ ایک قدرت الہیہ ہے کہ اسے حکم سے وہ لوگ اتنے زار و مل نہک سوئے تھے اور اب
 اسواسطے جگمگے گئے ہیں کہ لوگوں کے واسطے ایک نشان قدرت ہوں اور بحث پر حجت ہوں اور لوگ یقین کریں کہ قیامت آنے والی ہے
 اس میں کچھ شک نہیں ہے پھر تعلقا کے نشان قدم پر اربوس مع لوگوں کے داخل ہوا تو غار کے دروازے پر ایک صندوق تھانے کا دیکھا
 جس پر چاندی کی مہر تھی پس اسنے رؤسا شہر کو بلا لیا اور انکے سامنے اس صندوق کو کھولا تو اس میں راکسائی دو دو صین لونی تختیان پائین جنین

کھدا ہوا تھا کہ کلینا و غلینا و مطروش و کشلوش و میروش و مبروش۔ نو جوان تھے جو ایمان لیکر دنیاؤں بادشاہ عالم سے بھاگے اس خوف سے کہ انکو دین سے فتنہ میں نہ ڈالے اور اس غار میں تھے جب اُسکو خبر ہوئی تو اُسے غار کا دروازہ بند کر دیا اور پتھروں سے بندھادیا اور دوسرے ان دونوں تختیوں میں اُنکا حال کھدا ہے کہ پچھلے لوگ اُنکی مضبوطی دین کے بار میں جا میں جب کبھی اُسکو پاؤں۔ جب انھوں نے پڑھا تو اسدے خالے کی حمد و ثناء کی اور سبچ پڑھی جس نے اُنکو بدشت کی آیت دکھائی پھر بن کر واز سے بیچ و کبیر کی اور صاحب کسف کے پاس گئے تو دیکھا کہ دسے خوش بیٹھے ہیں اُنکے چہرے چمک رہے ہیں اور اُنکے لباس اُسی طرح ہیں کچھ بیٹے یا خراب نہیں ہوئے ہیں پس اریوس اُنکے لوگ سب اسدے خالے کے واسطے بندہ ہیں گئے اور سبچ و کبیر کی پھر صاحب کسف سے ملے اور اُنے قصہ سنا اور اریوس واسطیوں نے یہ خبر فوراً بادشاہ کو پہنچائی کہ جس نے غناک ہو کر گوشہ اختیار کیا تھا اور وہ بادشاہ صالح تہذیبیں خدا کے آپ جلدی نشتر لائے خدا آپ بھی اسدے خالے کی آیات میں یہ آیت دیکھیں جو آپ کی سلطنت میں اسدے خالے نے ظاہر فرمائی ہے اور تمام عالم کے لیے یہ آیت کر دی کہ لوگ بعثت و نشر یعنی ان لوگوں میں آپ جلدی نشر لینا لائے کہ اسدے خالے نے اُنکو قرب میں سوسر سے زیادہ سے وفات دی تھی اور اب جگایا ہے جب بادشاہ کے پاس خبر پہنچی تو وہ دھکا ہوا اور غم جانا رہا اور اسکی عقل ٹھیک ہوئی پھر اُسے اسدے خالے کی حمد و ثناء کی کہ اُسے وہ نور میں بھجایا جو اُسے میرے باپ دادوں کو اور بندہ صالح فطنتیوں بادشاہ کو دیا ہے اور روانہ ہوا اور اسکے ساتھ اہل شریعتی روانہ ہوئے جب پہاڑ پر پہنچے اور غار میں آئے تو صاحب کسف نے تہذیبوں کو دکھایا اور خوش ہو کر جسے میں گئے اور تہذیبوں نے اُنکو لنگوٹے لگا دیا اور دیا اور دسے اُنکے سامنے بیٹھے بیچ و کبیر کہتے تھے پھر انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ اب ہم آپ کو مع لوگوں کے دواغ کرتے ہیں اور اسدے خالے کے حکم کے دوسرے لوگوں کو اس وجہ سے شکر سے محفوظ رکھے یہاں بادشاہ کھدا پھوڑ کر دے لوگ اپنے اپنے بستر پر گئے اور دسے اور اسدے خالے نے اُنکو قبض کر لیا اور بادشاہ تہذیبیں اُنکے پاس آیا اور اپنا لباس اُنکا رکھ دیا اور علم دیا کہ ہر ایک کو ایک صندوق زری میں رکھ دین پھر حسب رات کو بادشاہ اپنے مقام پر سویا تو اُسے خواب میں دیکھا کہ دسے کہتے ہیں کہ اسے بادشاہ ہم لوگ سورسے نہیں پیدا ہوئے اور نہ چاندی سے لیکن ہم خاک سے پیدا ہیں تو ہم کو دین اُسی حال پر پھوڑ دے کہ ہمارا انجام خاک ہی کی طرف ہے یہاں تک کہ اسدے خالے ہم کو مبعوث فرما دے پس بادشاہ نے اُنکو اُسی حال پر پھوڑا اور جب اُنکے تو اسدے خالے نے اُنکو پوشیدہ کر دیا اور وہاں ایک رعب عظیم جمایا کہ پھر کبھی کو یہ قدرت نہ تھی کہ وہاں جا دے بعض کا بیان ہے کہ تعلقا کو ادل کر نثار کر کے بادشاہ تہذیبیں کے پاس لے گئے اُسے پوچھا کہ تو کون ہے اُسے کہا کہ میں اُسی شہر کا ہوں اور میں کل کے روز رات میں بھاگا ہوں اور اپنے ساتھیوں کا نام لیا اور اپنے باپ دادوں کو بتلایا لیکن کسی نے اُنکو اور اُنکے بھکانے دکھوں کو کچھ نہیں سنا پھر بادشاہ نے کہا کہ میرے فراموشین ایک لوح ہے اُس پر مجھے ہے کہ چند جان لگا دے ان میں کم کم دسے میں پس لوح منکوار جو لایا تو اس میں غلطی کا نام نکلا اور تعلقا نے کہا کہ باقی میرے ساتھی ہیں جس جب بادشاہ نے سنا تو مع ارکان دولت و عوام ریاست کے سوار ہوا اور تعلقا کے ساتھ غار کے دروازہ پر آپس میں تعلقا نے کہا کہ پھر بستر جانے دو کہ میں اپنے ساتھیوں کو بخار سے آنے کی بشارت دوں کیونکہ اگر دسے لوگ تم کو اچانک دیکھیں گے تو انکو خوف ہو گا پس اُسے جا کر بشارت دی لیکن اُسکی روح مع ساتھیوں کے قبض کی گئی اور بادشاہ اس کے ساتھی بیہوش ہو گئے جب ہوش ہوا تو انھوں نے خوف و رعب سے راہ نہیں پائی۔ لہذا اگر وہ اعلیٰ بار اور تحقیق روایت سابقین مع وجہ مذکور ہوئی ہے اسدے خالے نے اعلیٰ اور شاہی تہذیبیں ہوا کہ ایک تہذیب انھوں نے عام طور پر اُنکا نام رکھ دیا پھر ہر تہذیب بانی اور خوف سے بیہوش ہو گئے اسدے خالے نے اعلیٰ پھر خلیفہ رح نے لکھا کہ بعد

اسکے اہل شہر میں تازع ہوا کہ قال تھا لے اذینا زعون منہم رحم۔ دربارہ علامت عمارت بنانے کے فتنالو یعنی کافروں نے کہا کہ ابنو اعلم بنیانا اسکے گرد عمارت بنا دو۔ قال الذین غلبوا الکفر یعنی مومنوں نے مسجد کے واسطے کہا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ بعض نے کہا کہ ابنو عمارت بنا دو کہ وہ ان کوئی جانے نہ پائے اور کوئی اُسے واقف نہ ہو اور بعض نے کہا کہ مسجد بنا دو کہ یہاں نماز پڑھیں اور اُس میں ولایت ہے کہ یہ سب لوگ مسلمان تھے والدہ نقالے اعلم۔ فن فی العرائس قولہ تھا لے کہ ایک ایسا ہم لیتا ہوں انہم چونکہ باہمی سوال میں انتشار ہے اور کسی بات پر قرار نہیں ہے اس واسطے شیخ نے اس سے اشارہ لیا کہ یہ لوگ مقام تکلم میں نہیں ہو سکتے تھے بلکہ دل ہی و واقع غیب میں تھے اور اہل ابتدا میں سے ہیں کہ مقام انکا دیابت معرفت دجہم ہوا مجید ہے اسی واسطے اس جو ہم غیب میں انکو ایمان ہوا کہ مجاہد نہیں ٹھہری اور مقام قرب میں تزلزل ہو سے اور اگر وہ لوگ محل تکلم میں ہوتے اور لوگ میں بیارار ہو و ہوشیار ہوتے تو احساس و رسوم معاملہ سے غائب ہوجاتے بلکہ انکا حال اس سے مشابہ ہوتا جو ہمارے سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری فندی فندی نکال نکال قاب تو سین اوادی یعنی قرب کامل میں ثابت ہو سے اور منزل اعلیٰ میں مستقیم ہو سے اور انوار قدیم و بقایا میں مستقیم ہو سے مگر ہر طرح حیداری و صفائی کے ساتھ حسین کمال تکمیل بھی جناح کاداب وجودیت کے ساتھ فرمایا کہ لا احمی شتا علیک مجھے محفوظ نہیں کوئی شتا جو تیری شان کے واسطے کافی ہو۔ انت کما انشیت علی نیک۔ اس کو اس شتا کے لائق ہے جیسا تو نے خود اپنی شتا فرمائی ہے۔ اور حال یہ ہے کہ جو احکام ربوبیت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئے اور مشاہدات عطا ہو سے اگر فرض کر کے کہ تمام اولین و آخرین اس لائق کر کے اپنے وار دیکھے جائے تو سب کے سب بیجان و جبر ان ہوجاتے عقلین پر اگر کدہ ہوتیں اور روحین اگر جانیں اور قلوب فنا ہو جاتے اور جانیں ہلاک ہوجاتیں لیکن مردوں و مجسمین و عاقلین کے واسطے نہ کہ سب کا کیا خوب ہوتا جو کہ سر وصال انکو قبول و قال و انت غالی سے لیتا ہے اور انوار جمال و جلال میں غائب کر دیتا ہے حتیٰ کہ ذوق وصال میں تمام جہان سے کسی چیز کا احساس نہیں کرتے ہیں اور یہ کیسے اچھے اوقات ہوتے ہیں کہ مرد و زنان سے انکو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے۔ اور عاشقان جمال کے لیے زمانہ وصال بہت تلیل ہوجاتا ہے کہ تمام دیر و زمانہ انکے حق میں ایک ساعت مشابہ ہے اور تمام اہل عالم کی عمریں جمع کر کو ان کی منزل اُٹس میں ایک لمحہ ہے پس زمانہ قرب و فانیل ہے اور زمانہ فراق طویل ہے اور یہ غیرت عاشق ہے کہ زمانہ جہان دہین ہے دسے دن کو رات سے اتنا زمین کرتے اور خواب کی گری و چاند کی سردی کچھ نہیں پہچانتے ہیں قولہ قال قائل تکلم کہ لیتا تم الایہ۔ مقام وصال میں ٹھہرے اور لذت جمال حاصل کی اور گفتگو میں یہ لغزش ہوتی تو نشہ حال سے یہ سکر ہے مقام فراق میں انھوں نے زمانہ وصال یاد کیا اور منزل وخت میں اُس خلوت یاد کیا اور مقام ہجر میں مشابہ و قرب یاد کیا۔ شیخ ابن عطا درجہ نے کہا کہ حبیب کے ساتھ حب کا قیام اگر چہ طویل ہو مگر انکے نزدیک قلیل ہے اور وہ اسکو بچ نظر کرتا ہے اگرچہ تمام زمانہ گزرا ہو اسے کیونکہ اُسکی انتہا رشتہ کی حال جیسے بت را کا پس جب مقام جذب سے مقام سلوک میں رجوع کیا اور مقام روحانیہ سے مقام بشریت میں رجوع کیا اور بہان ضرورت اسکی ہوتی جس سے انسان کی زندگی ہے تو حقائق طریقت کو کام میں لانے کا قال تھا لے فاعثوا احدکم بورقکم ذہابی الی رتہ اللہ یہ چونکہ مقام خلوت کی لذت انکو حاصل ہو چکی تھی تو سب نہ تنگہ اور آخر ایک کے نام پر مقرر کیا کہ جاکر رزق حاصل کرے اور سوال نہ کیا بلکہ کسب معاش کو اختیار کیا جناح ہم کہا فاعثوا احدکم بورقکم ذہ۔ پھر اسکو تاکید کی کہ درجہ پر مہر نگاری و تقویٰ اختیار کرے کہ یہ شرط طریقت میں پرہیزگاری ضرور ہے اور یہ حقیقت کے حقوق میں سے ہے اور میری اماموں کا دستور یہاں ہے اسی واسطے شیخ ذوالنون رحمہ نے کہا کہ کوئی تقویٰ کو نور معرفت سے برابری نہیں اور

نور معرفت کو نور تقویٰ سے کمال ہے اور اس کو مرقمہ یعنی گنداشت کا حکم دیا تاکہ کوئی انہر مطلع نہ ہو۔ اس میں بیان بھی ہے کہ سب عیشت میں
 کسی کرنا بھی توکل میں سے ہے کیونکہ اصحاب کف جیسے کچھ مقام توکل سے خالی نہ تھے پھر بھی انھوں نے کتاب اختیار کیا تو یہ توکل سے
 منافی نہیں بلکہ یہ بھی توکل میں سے ہے اور ایک امین یہ بیان بھی ہے کہ جو لوگ وجد و حال و کاشغہ و مقال میں سے ہیں انکے واسطے غذار
 محمود و لطیف طعام سے چاہیے کیونکہ انکی ارواح عالم قدس سے ہیں اور انکو وہی لائق ہے جو اہل انس کو لائق ہے کہ کھانا پاکیزہ ہو جسکی طرف
 رغبت ہو اور لباس خوبصورت ہو۔ شیخ جعفر بن احمد رازی رحمہ نے کہا کہ دوست بن کہیں رہے اپنے بعض اصحاب کو نصیحت کی کہ جب تو
 اہل معرفت کے واسطے کوئی چیز لیا دے تو لطیف اچھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فقہ اصحاب کف میں خریدار طعام کو فرما تاکہ وہ لطیف تر بہیم
 کتاب ہے کہ معنی یہ ہے کہ رزق میں لطیف و پاکیزہ کو تکلف سے حاصل کرے یا فخر اور وصیت کی کہ جب تو زاہر و باطن و عابدوں کے واسطے
 کوئی چیز لیا دے تو عیسیٰ کے دلیبی اچھا کیونکہ وہ لوگ ہنوز اپنے نفس کو ذلیل و خوار کرنے میں مصروف ہیں اور انکو خواہش کی چیز دونوں سے
 روکتے ہیں۔ شیخ ابو عبد الرحمن رحمہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو عثمان مغربی سے سنا کہ کپ کرنے سے تنگے کہ مریدین کا کارفاق بعینت ہے
 یعنی کہ عین کوئی لطافت نہیں بلکہ تنگ ہے اور عارفین کا کارفاق بلطف ہے یعنی تنگے واسطے لطیف چاہیے ہے شیخ اُستاد رحمہ نے
 ولینا طلع کو طلع خلق کہ معنی میں لیا یعنی جس سے کوئی چیز خریدنا اسکے ساتھ حسن خلق و طلع کا ہر ترازو کھانا پس وصیت حسن خلق کی ہے
 اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص اہل معرفت سے ہوا اسکو موٹا لباس اور موٹا کھانا کھانا مانوا فرما نہیں ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو لوگ کھانا اور پانی
 میں ہوں انکے لائق موٹا لباس و موٹا مین کھانا ہے اور جو شخص معرفت کے مرتبہ پر پہنچ گیا اسکو حسین و طاقی ہر عمر دیکھا، لطیف اور
 خوبصورت کپڑا کیونکہ اسکیل سے رغبت ہے۔ قولہ تعالیٰ بہیم، علم بہیم، امین بیان ہے کہ یہ قوم یعنی اصحاب کف مشاہدہ حلال ازل
 میں ایسے مرتبہ کو پہنچے تھے کہ درساے توحید میں غرق ہو کر انھوں نے خواہر توحید و اسرار رغبت و قرب وصال میں سے وہ کچھ حاصل
 کیا تھا کہ اختیار کو انہر اطلاع نہیں ہو سکتی ہے لہذا غیر سے انکے حال کا وقوف نہ کیا گیا اور ظاہر فرمایا کہ سطوات عزت و قدر و بوسیت نے ستولی
 ہو کر انکو فنا کر دیا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جو دین فانی ہونے کے اس مقام پر وہ پہنچے ہیں کہ نظر اعتبار انے بالکل محجوب ہے اور مشاہدہ قدم
 سے جس منزل کو انھوں نے پایا ہے غیر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ ابن عطار رحمہ نے کہا کہ ہم علم بہیم یعنی انکار ہر ایسے آگاہ ہے کہ کیسے عجائب
 قدرت و لطائف صنعت انہر ظاہر فرمائے ہیں اور انکو آیات میں بتا دیا پس اغیار پر مطلع نہیں ہو سکتے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے
 اقوال جو اسکل سے کہتے تھے دوبارہ شمار اصحاب کف کے مع اشارت تحقیق بیان فرمایا۔

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّآئِ الْاِثْمِ كُلُّهُمْ وَكَفُّوْا نَحْمُسَةٌ سَادِسَةٌ كُلُّهُمْ رَجُلًا يَّا اَلْغَيْبُ
 پھر کوئی کہے کہ تین تھے چوتھا امکانہ اور کچھ کہ پانچ ہیں چھنا امکانہ کہتا ہے غیب کی گفتگو
 وَكَفُّوْا نَحْمُسَةٌ وَرَاٰهُمْ كُلُّهُمْ فَاَقْلَّ رَئِیْ اَعْمُرُ بَعْدَ رَیِّهِمْ مَا لِعَمَلِهِمْ اِلَّا قَلِيلٌ فَاَقْلَا
 اور کچھ کہ سات ہیں اور کچھ کہ آٹھ کہتا ہے و کہدے کہ یہ سب خوب جانتا ہوا کاشا نہیں انکو جانتا کوئی کہ قلیل و کثیر پس
 تَسْمَارُ فِيْهِمْ اِلَّا مَرَا عَظَاهُمْ وَاَلَا تَسْكُنُ فِيْهِمْ مِنْهُمْ اَحَدًا

وگفتگو انکے بارہن مگر سرسری ظاہر طور پر اور نہ تو یہ جانتا کہ بارہن ان گونہ میں سے کبھی سے بھی
 فقہ اصحاب کف خرم ہونے اور سوال کا جواب ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قدر مزید کہہ دی کہ لوگ انکی تعداد میں مختلف ہیں پس

کہ میرا رب اُنکے شمار سے خوب آگاہ ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ عَنْ عَدَالَتِ اللَّهِ** کہ جو لوگوں کے سوا اسے کوئی
منہین جانتا ہے۔ یہ کلام دلائل کتاب کے اُنکی تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اس سے یہ
مراہد ہے کہ ایسی باتوں میں زیادہ خوض و اختلاص کرنا نہیں چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے کیونکہ اس سے کوئی امر شرعی متعلق
نہیں اور نہ کوئی کمال فتنہ ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی منہین جانتا کیونکہ خود ہی قلیل کو مستثنیٰ فرمایا ہے تو معلوم ہوا
کہ قلیل اُسکو جانتے ہیں۔ تو اُنکے واسطے دلیل و برہان ہوگی۔ قتادہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رحمہ اللہ سے روایت کی کہ میں بھی ان قلیل میں سے ہوں
جنکو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے وہ سات تھے۔ ایسا ہی خطا رجز سانی نے ابن عباس سے روایت کیا۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیثنا
محمد بن بشر قال حدثنا عبد الرحمن بن مہدی حدثنا اسیر بن عمار بن عمار بن عبد الرحمن بن عباس قال اناس لبقائل کاؤا سبعة۔ لیسنے
ابن عباس نے کہا کہ میں بھی قلیل میں سے ہوں وہ سات آدمی تھے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ روایت ابن عباس سے صحیح اسانید
کے ساتھ ہیں۔ اور محمد بن ابی نعیم رحمہ اللہ ابن ابی نعیم سے اُسے حماد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ ان میں بعض
ایکے کم سن تھے کہ بنو اس کی گردن میں چاندی کی ہنسی بڑی تھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب کعبہ کے بارہ میں جدال سے
منع فرمایا بقولہ۔ **خَلَّاهُ تَارِفٌ فَجَعَلَهُ لَهَا دِرْهَمًا وَخَلَّاهُ رَجُلًا** اور ست جلال کعبہ صاحب کعبہ کے بارہ میں۔ اگر مراد غلام بھی سرسری کلام
سے تنبیہ کر دینا کافی ہے۔ رازی رحمہ اللہ نے لکھا یعنی اُنکی تعداد میں اہل کتاب کی خواہ خواہ تہذیب کرنا کچھ حاصل نہیں یعنی جیسے رسول پر
واجب ہے کہ شرکوں و برکاردوں کے شرک و بدکاری کو رد کرے ویسے یہاں اصحاب کعبہ کی تعداد میں بجز انبیا والوں پر رد کرنا
الزام نہیں کیونکہ یہ کوئی امر شرعی نہیں ہے پس اگر وہ جھوٹ بگے ہیں تو کیا کہیں رازی نے کہا کہ مراد غلام ہے کہ اُسے صرف اس قدر کعبہ
کا ہینے کہ پھر اسے اس حدومعین کرنے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ **وَمَا كُنْتُمْ تَدْعُوهُ مِنْكُمْ لِحَدِّ انْ مِنْ سَيِّئِهِمْ كَقِصَفِ**
کہ بارہ میں کچھ مت پوچھو۔ ابن عباس رحمہ اللہ نے کہا یعنی جو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا وہ کافی واضح ہے اس سے زیادہ کچھ ضرور نہیں ہے اور
مقصود اس سے اہل امت کو تنبیہ ہے کہ اہل کتاب سے اصحاب کعبہ کے حالات نہ پوچھیں کیونکہ وہ مباح ہیں شاید جھوٹ باتیں
بتا دیں تو اُن کی تصدیق کر لیں اور شاید بعض باتیں سچ کہیں اور اس کی تہذیب کچھ اسے اور اس کا کوئی حاصل نہیں ہے تو پوچھنا
بیکار ہے بلکہ متعین خطرات ہے۔ واضح ہو کہ اہل فتنہ نے یہاں اصحاب کعبہ کے نام بھی بیان کیے ہیں جتنا پھر اہل میں بھی خطیب سے
اُنکے نام نفل ہو چکے ہیں اور اس مقام پر خطیب نے لکھا کہ ابن عباس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اُنکے نام ہیں سکینا و تلخا و مرطوس و بولس
و دونوس و کفطوس۔ و سکینا۔ اور امام رازی نے کہ یہ ہیں کہ سکینا و تلخا و عطلینا۔ اور یہ تین آدمی بادشاہ کے
دائیں جانب والے ہیں اور مرطوس و دونوس و کفطوس۔ اور یہ بادشاہ کی بائیں جانب والے ہیں ان لوگوں سے بادشاہ ہمتا ملک سے
میں مشورہ لیتا تھا اور ساتواں کفطوس اور یہ تیرہ باتھا جو اُسے موافق ہو گیا تھا جبا بجا گئے ہیں اور تھر تھر کہتا ہے کہ شاید بائیں جانب
والوں کے نام بطور تعجب کے بیان کیے ہوں۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے محمد بن اسحق کی روایت میں لکھا کہ اُنکے نام ہیں سکینا اور وہ سب میں
بزرگ تھا اور اُس کی سب کی طرف سے بادشاہ سے گفتگو کی تھی اور تلخا و تلخا و مرطوس و کفطوس و دونوس و بولس و تلخا و مرطوس
شیخ نے لکھا کہ سبطرح اس روایت میں واقع ہولہ یعنی یہ تیرہ دونوں اور شاید کہ ابن عباس کا یہ کلام نہ ہو گا کیونکہ اُسے صحیح روایات میں
سات ہیں پس محمل ہے کہ محمد بن اسحق نے اپنی طرف سے بیان کیا ہو یا کسی راوی نے زیادہ لکھا ہو واللہ اعلم اور لکھا کہ اصحاب کعبہ کے نام ان

ہامون سے رکھنا اور کہنے کا نام حمران وغیرہ رکھنا اسکے معنی ہونے میں تامل ہے اور غالباً یہ نام وغیرہ اہل کتاب سے لیے گئے ہیں حالانکہ اس کے معنی
 نے منع فرما دیا ہے اشارہ سے کہ اہل کتاب سے اس بلو میں کچھ مت پوچھو کیونکہ معنی معلوم ہو جاوے تو کچھ فائدہ تر تبت نہیں ہے فہم علمائے
 امین کلام کیا کہ قولہ تعالیٰ ولینزلنا من السماء غماما یسقيهم غمیم۔ میں واو عطف ہے اور پہلے دو فون بلکہ واو عطف نہیں ہے تو یہ واو کیا ہے اور اول
 میں ہم نے واحدی سے نقل کیا کہ ابو علی الفارسی رح نے بدون واو کے توجیہ میں کہا کہ جملہ اول متعین واو ہے حالانکہ تیسرے قول میں بھی توجیہ ہی
 ترک ہے پھر یہاں واو کا اظہار ہے۔ پھر اگر جواب دیا جاوے کہ ضم کرنا اور اظہار کر دینا دونوں جائز ہے تو اس میں کچھ شک نہیں لیکن سوال
 یہ ہو گا کہ یہاں اظہار میں فائدہ کیا ہے۔ اسکے جواب کے لیے انتقال کرنا چاہیے۔ اور یہاں دوسرے علمائے اہل نقل کے جانتے ہیں غمیم غم
 کو فون کی رائے میں یہ واو زائد ہے کیونکہ اصل معنی کے فائدہ دینے میں واو کے ہونے یا نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں ہے۔ یہ کہ مخفی نے نقل کیا ہے
 اور ترقی کرنا ہے کہ امین یہ امر ذہین ہو سکتی کہ اصل معنی کے سوا اسے اس واو کو کسی مزید معنی کے فائدہ میں دخل نہیں ہے کیونکہ اس صورت
 میں لازم آوے گا کہ ایک شخص بیفائدہ حرف داخل ہے اور یہ قرآن مجید میں محال ہے تو قول وہ کہنا چاہیے جو بیفادہ ہی رہی تفسیر میں ہے کہ
 یہ واو زائد اسی فائدہ کے واسطے ہے کہ صفت کا لفظ موصوف کے ساتھ ہوا اور دلالت پائی جاوے کہ موصوف کا اس صفت سے
 مصطف ہونا امر ثابت ہے اور اسی طرف زعفرانی نے نقل کیا اور اسی کو ابن ہشام نے معنی میں اختیار کیا ہے یہ تصحیح کرتا ہے کہ یہاں معنوی
 فائدہ اس سے خواہ واو عطف ہو یا زائد ہو ایک نکتہ ظاہر ہے کہ یہ کلمہ ہر قول پر لگے ساتھ ہے اور ہر نکتہ انصاف بصفت کے ہے لیکن
 دونوں قول سابق میں واو مقدم ہے اور تیسرا قول جو مختار ہے امین اظہار ہے کہ یہ لٹاؤنے علیہ مگر شول رحمت ہیں انکے ساتھ ہے اور
 ان سات کے ساتھ یہ آٹھواں شمار ہے لیکن ان سب کا درجہ کیا ان بڑھا ہوا ہے اور یہ اس درجہ پر نہیں ہو سکتا ہے اور اول دونوں
 قول میں یہ معنی ظاہر نہیں ہے فافہم والہ تعالیٰ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ بعض کے نزدیک واو عطف ہے گویا فرق ثالث کا قول یہ ہے کہ ہم سبتہ
 اور اس وقتا لیے نے مزید فرمایا وناستم غمیم۔ اور بعض نے کہا کہ واو حال ہے۔ ابن ہشام رح نے کہا کہ ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ واو کا تہیہ
 یعنی سات کی گنتی کے بعد آٹھ پر دوا لایا جا تا ہر اکوڑ ونا تہ نام یہ کھا ہے چنانچہ ادبا میں سے اسند حریری وغیرہ کے اسکے قائل ہیں اور بخوبی میں
 سے انہما بن خالوہ وغیرہ کے اور ضرر ترین میں سے انہما تہی میں رح کے اسکے قائل ہیں لیکن اسکو کوئی نجی نہیں پسند کر سکتا اس لیے کہ اس سے
 نہ کوئی حکم امرائی متعلق ہے اور نہ کوئی معنوی بھید مہمین موجود ہے کہ سات کے بعد آٹھ پر دوا لایا گیا۔ کا تہیہ رح نے اسکی توجیہ میں کہا کہ یہ واو
 کوئی جدید نہیں بلکہ وحقیقت واو عطف ہے لیکن چونکہ اسکا استعمال ایک محل خاص کے ساتھ ہوتا ہے یعنی شمار میں سات کے بعد آٹھ پر
 ہوا ہوتا ہے تو متعین امر عربیاد اعتبار لطیف ہے اسوجہ سے اسکا نام بھی خاص کر دیا اور دوامانہ کر دیا ہوتا ہے نسبت سبتہ کے کیونکہ سبتہ
 نکتہ زویک عقد کامل ہو گیا تہ کر تبت اعداد میں اکثر حصول کو شامل ہے جیسے ہمارے شمار میں دس ہے تو آٹھ سے دسے لوگ جدید عقد
 شروع کرتے ہیں تو ان دونوں میں ایک وجہ سے انفصال واو کا وجہ سے انفصال ہے اور یہی متعنی عطف ہے برحسب کہتا ہے کہ کبھی نہیں
 سے نقطہ وجہ انفصال کا محال ہے کہ نہیں جہاں سات کے بعد ایک ہی نسبت سے ارتباطا مقصود ہوتا ہے تو واو عطف نہیں لائے میں اس توجیہ مذکور
 اس بیان کے واسطے ہے کہ واو نا اس امر سے ہے اور یہ غرض نہیں کہ وہ ضروری ہے پس فقال رح نے جو اعتراض کیا کہ واو تہیہ کچھ ہے نہیں
 ہے یہ دلیل قولہ تعالیٰ ہوا الذی لا الہ الا وہ الملک القدوس السلام المؤمن المہین العزیز الجبار المتکبر حالہ کہ سات صفات کے بعد آٹھویں
 واو نہیں ذکر کیا۔ توجیہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ واو مذکور ضروری نہیں ہے اور یہاں صفات کو ایک نسبت میں شمار کرنا مقصود ہے چنانچہ

کوئی بہت فہم کی مراد نہیں ہے اور نظریہ و افکار کی تین آفات ہیں موجود ہے اور انھوں نے قلعے والے ہون عن اللہ کے ساتھ ساتھ کہ لے لیا ہوں
کو واسطے بیان کیا۔ اور قول قلعے جاؤا و فحمت ابوابہا یہ جنت کے بارہ میں ہوا ہے اور میں نے ان کے بارہ میں بدوں و اوسے کو کہہ دیا ابواب جہنم
ساتھ ہیں اور ابواب جنت آٹھ ہیں اور قول قلعے ثبات و ابکار کو کہہ دیا کہ صفات بدوں و اوسے کو کہہ دیا کہ آٹھوں میں ہوا و بیان فرمایا ہے۔ فافتم
والمد اعلم۔ سابقین گذر کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ اصحاب کعبہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا پس وحی
میں پندرہ روز تاخیر ہو گئی اور آپ حضورؐ نے فرمایا کہ میں ہوں اور نازل ہوا اور قلعے

وَلَا تَقْوُ كُنْ لِي شَاخِي لِي فَاَعْلَ ذَلِكَ عَدَا اِلَّا اَنْ يَنْشَاءَ اللّٰهُ زَوَادًا كَرِيْكًَا كَلَّا اِنْ يَشِئْكَ اِذْ اَسْأَلُكَ وَقُلْ عَسَى
اور مست کہو کسی چیز کو کہیں نہ سکونے والا ہوں کل کے روز اگر یہ کہ اللہ قلعے چاہے اور ادا کرے کہ جب کو جب قبول جادے اور کہ کہ خبر یا یہ ہے
اَنْ يَّهْبِيْنَ يَنْ رَقِيْ كَا قُرْبَ مِنْ هٰذَا اَرْشَدَ ۝۱

کہ ہدایت دے میرا پاس سے بھی زیادہ نزدیک کے ازراہ رشد کے

اصحاب اللہ قلعے کی طرف سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے ایک ادب کا جب کہ کسی چیز کے کرنے کا عزم ہو تب بندہ زمانہ میں تو فرمایا
وَلَا تَقْوُ كُنْ لِي شَاخِي لِي فَاَعْلَ ذَلِكَ عَدَا اِلَّا اَنْ يَنْشَاءَ اللّٰهُ زَوَادًا كَرِيْكًَا كَلَّا اِنْ يَشِئْكَ اِذْ اَسْأَلُكَ وَقُلْ عَسَى
روزی یعنی یوں است کہ کو کہہ کل کے روز اس بات کو کو تو نگاہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے زمانہ مستقبل مراد ہے تو کسی آئندہ وقت کے
حق میں کسی بات کے کرنے کا دعویٰ نہ کرے۔ اِلَّا اَنْ يَنْشَاءَ اللّٰهُ کہ اس شرط کے ساتھ کہ کو تو نگاہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اور یہ اشتہار علم
احوال سے ہے یعنی کسی حال میں یہ است کہ ابوالجمال شہید اسی عزوجل۔ رازی و روضہ نے لکھی کہ انھیں سبب یہ ہے کہ جب آدمی نے کہا کہ
میں یہ کام کروں گا فلاں وقت کو پھر میں نہیں کہ اس وقت سے پہلے مر جاوے اور یہ بھی نہیں نہیں کہ اگر زندہ رہے تو ایسے مواقع مجبور کی
پیش آئیں کہ اسکو نہ کر سکے تو اس حالت میں اسکی بات لغو ہو گئی اور نبی علیہم السلام سے یہ زیادہ بعید ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
واجب کر دیا کیونکہ جب شہید اسی پر موقوف رکھا ہو تو پورا نہ ہونے سے کچھ لازم نہیں ہے ولیکن واضح رہے کہ وقت وعدہ کے اسکے دل میں
قصہ اسکے پورا کرنے کا ہوا اور اگر اسوقت قصہ نہ ہو تو آدمی باطن میں جھوٹا ہو گا۔ بالکل لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر اسکو چھوڑ سے جو
ہونے والا ہے کیونکہ عیب کا علم کسی کو ہے کہ ہو گا یا نہیں اور اگر ہو گا تو کس کیفیت سے ہو گا چنانچہ محققین میں ابوسرہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے قسم کے ساتھ کہا کہ میں اس رات اپنی شہ عورتوں اور ایک
ر وایت میں اپنی نو سے عورتوں اور ایک ر وایت میں اپنی شہ عورتوں کے پاس جاؤں گا یعنی اپنی بیویوں و باندیوں کے پاس رہو گا تو
ہر عورت انہیں سے ایک ایک کو بھیجی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے پس فرشتہ نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہ سلیمان نے نہ کہا
یعنی یہ توفیق نہ پائی پھر ان عورتوں کے پاس گئے مگر انہیں سے کوئی عورت نہ تھی سو اسے ایک عورت کے جو تداہ چھوڑ ڈال گئی پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم کسی جگہ قضا نہ میری جان ہے کہ اگر سلیمان انشاء اللہ تعالیٰ کہتا تو قسم میں حاشہ نہ ہوتا اور اپنی مراد پاتا
اور ایک ر وایت میں ہے کہ تو دس سبب لکھے جوتے جو سورہ مکر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے بعض نے کہا کہ قولہ الا ان یثارتکے یہ معنی
میں کہ الا ان یا ذن اللہ یعنی اگر جب کہ تجھے اللہ تعالیٰ سے اجازت دے۔ پس حاصل یہ ہو گا کہ کسی چیز کے کرنے کو اپنی طرف سے است کہ ادا اور
اسوقت کہا کہ اگر کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہو اس صورت میں اس کلام سے یہ بیان ہو گا کہ اللہ تعالیٰ قادر غفار ہے کہ کسی کا نہیں

حکم نہیں ہے تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کرینگے پھر بعد ازاں اسکو کر دے کیونکہ اسکو اختیار ہے کہ پورا کرے یا نہ کرے۔ یہ منہجیم کتاب ہے کہ
 اہل دونوں کا قریب قریب ایک ہی ہے لیکن دوسرے معنی میں یہ حکم مخصوص نشان نبوت ہو گا کہ کسی چیز کے کرنے کو نہ کہے جب تک اجازت
 از جانب حق تعالیٰ منوجا دے اور اول معنی میں ہر ایک کہہ سکتا ہے لیکن اسی شرط کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور اسی وجہ سے اختیار
 کیا ہے۔ سراج میں لایا کہ بہت سے فقہارے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی جو دوسرے کہا کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ طلاق ہے تو عورت پر طلاق
 نہیں واقع ہوگی کیونکہ جب اسنے اللہ تعالیٰ کی شہادت پر خلق کیا تو جب ہی واقع ہوگی کہ مکوشیت الہی اس عورت پر وقوع طلاق کی
 معلوم ہو اور وہ ہم سے پوشیدہ ہے ہم اسکو جان نہیں سکتے مگر اس طور پر کہ اس عورت پر طلاق کسی طرح واقع ہو جاوے تو شہادت ہونا
 جب ہی معلوم ہو کہ طلاق پڑچا دے اور طلاق پڑنا جب ہی معلوم ہو کہ شہادت ہو تو یہ دور ہے کہ ہر ایک کا جاننا دوسرے کے جاننے پر
 موقوف ہے پس طلاق واقع نہ ہوگی۔ اول یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ طلاق یا فسخ عہدہ وغیرہ جس عقد کے ساتھ ملا کر انشاء اللہ
 تعالیٰ کیا جاوے وہ عہد نہیں رہتا حتیٰ کہ اگر فسخ کھائی کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا پھر کیا تو کچھ فائدہ وغیرہ نہیں ہے اور طلاق میں بھی
 جیسا کہ مذکور ہو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر عہدہ وغیرہ کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھا تو عہد لازم نہیں رہا۔ اذکر ذلک انکذا
 شہادت اور یاد کرنا ہے کہ جب تو بھول جاوے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یعنی جب انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھول جاوے وہاں الطہرانی
 اور دوسری روایت میں ہے کہ یعنی جب انشاء اللہ بھول جاوے تو جس وقت یا د آوے استننا کر کہ لے اور کہنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور ہم میں سے کوئی اس طرح کیجئے استننا نہیں کر سکتا لیکن فسخ وغیرہ میں ملا کر استننا کرے۔ ابو العباس
 حسن بھری نے کہا کہ جب استننا بوجہ لے تو وقت یا د ہوئے کے انشاء اللہ تعالیٰ کہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے فسخ
 کھائی یا اسکو چاہئے کہ جب انشاء اللہ تعالیٰ یا د آوے کہ لے کہ چھ سال بھر ہو جاوے کہ ان فی تفسیر الامام الحافظ اور سراج وغیرہ میں ہے
 کہ کلام کو بغیر انشاء اللہ تعالیٰ کہنے بے پھر انشاء اللہ تعالیٰ ملانے میں اختلاف ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ اگر مدت دراز کے بعد استننا
 یا د آوے اور نہ استننا رکے تو فسخ کا حنث دور ہونے کو کافی ہے۔ طاؤس سے روایت ہے کہ اسی مجلس میں میں غلطی سے عارفہ اس کے
 نزدیک جب تک کلام میں ملا کر نہ کہے گا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور لکھا کہ ابن عباس نے اس طرح استدلال کیا کہ قولہ تعالیٰ واذا ذکر ربک اذا
 نسبت کسی وقت میں کہ واسطے مخصوص نہیں ہے بلکہ اوقات کو شامل ہے تو اس سے لازم آتا کہ جس وقت یا د کرے استننا صحیح
 ہو گا عارفہ غصہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس طرح استننا مرا د ہو تو لازم آوے کہ کوئی عقد کو کوئی عہد یا زمین درست نہ ہو چنانچہ نقل ہے
 کہ خلیفہ منصور بغدادی نے سنا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے استننا مفصل میں ہمارے وا وحضرت ابن عباس سے مخالفت کی ہے اس طرح کہ
 ابن عباس کے نزدیک علیحدہ کلام سے مدت کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کہنا کافی ہوتا ہے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نہیں مفید ہے تو ابوحنیفہ
 طلب کیا اور اسنے اسے خلاف میں انکار کیا تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اسکا دبا تیری ہی طرف رجوع کر گیا کیونکہ تو لوگوں سے اپنی خلافت
 کی بیعت فسخ سے لیتا ہے تو کیا قراضی ہے کہ بیان تیرے پاس بیعت پر عقد فسخ سے دیا وین اور باہر نکل کر انشاء اللہ کہ لینا تو اہل تیری بیعت
 پوری کرنا لازم نہ ہوگی۔ یہ سنکر ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے راضی ہو گیا اور انکی دلیل کی بہت تعریف کی۔ یہ منہجیم کتاب ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو
 کلام خطیبہ رحمہ اللہ نے نقل کیا اور جز استدلال ذکر کیا درحقیقت وہ کلام ابن عباس کا نہیں ہے اور نہ انکی استدلال ہے بلکہ یہ کلام اصلی
 سے یہ کلام باخو ذکیا اور کلام کے موافق یہ استدلال بنا دیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ چاہدہ نے لے روایت کی کہ جس آدمی نے فسخ کھائی ہو اور

ربوبیت کے نزدیک امر عودیت غایب ہوا۔ اور بیان یہ بھی اشارت ہے کہ یاد کر اپنے رب تعالیٰ کو جب کہ تو اُسکے شاہدین غائب ہو جاوے جسکو ذکر کرتا ہے تاکہ وحدانیت میں فنا سے چھوٹ جاوے اور بقائے حق عزوجل کے ساتھ باقی رہے اور دیدار الہی حاصل ہو کہ نہ کہ اگر ب عزوجل کا ذکر نہ ہو اور ذات مذکور سے اُسکے ذکر کی طرف رجوع نہ ہو تو اس میں فنا ہو جاوے اور حقائق وجود کو نہ پاوے کیونکہ مجزوب غافی کو وہ نہیں لیتا ہے جو سالک ممکن کو حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یاد کر اپنے رب کو جبکہ اُسکے شاہد سے اپنا حفظ فراموش ہو جاوے اور اُسکے شہود سے اپنے اور غائب ہو جاوے پس یاد کر تاکہ ذکر سے دیدار کو بر فائز ہو اور یہ بھی اشارہ ہے کیا ذکر کہ جب کہ اُسکا ذکر باجماع کچھ فراموش ہو کیونکہ مذکور کے دیدار میں ذکر کو دیکھنا در حقیقت مذکور کا نسیان ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب حدوث اپنا فراموش ہو جاوے تو رب عزوجل کو یاد کرے کیونکہ اُسکا ذکر در حقیقت ذکر نہیں ہو گا جب تک کہ اسوے اُسکے سب فنا نہ ہو جاوے اور جب حدوث قدم میں فنا ہو جاتی ہے تو ذکر صافی ہو جا تا ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب نسیان ہو تو جسہ خیال اس چیز کے جوئے اُس سے یا پھر تو رب عزوجل کو یاد کر اسیلے کہ ذکر کے مقامات میں وقت کا ذکر کے واسطے حقیقت میں حجاب ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب نسیان تیرے نفس کا در بیان میں ہو تو رب عزوجل کو یاد کر کیونکہ اپنے وجود کو باقی دیکھنے سے ذکر در حقیقت انفرادی کے ساتھ نہ ہوا اور قدم کو حدوث سے منفرد نہ دیکھا۔ پھر حق تعالیٰ نے خطاب میں اشارہ کیا کہ اہل معرفت کو اسید وار فرماوے کہ اعلیٰ اور قرب مراتب کے اسید الاولین بقولہ وقل عسی ان یمدین ربی الا قرب من ہذا شر ان اتخضرت علیہ علیہ وسلم کو تمام خلق سے السدۃ علیٰ وجہ کی جناب میں نفس معرفت واصل طغیبت ازنی کے ساتھ قرب حاصل تھا ولیکن معرفت ازنی نابہر لکن رہا ہے اور جو اس کامل شرافت کے آپ کی معرفت اُسکے مقابلہ میں گویا ایک فقیر تجھی پس حق عزوجل نے حکم دیا کہ حقائق معرفت ازنی میں سے زیادہ انگین اور قرب جو وصول الاولیاء میں زائد قرب ہو کیونکہ حق تمام وجوہ سے غیر متناہی ہے شیخ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ جب تو اپنی نفس کو اور خلق کو بھول جاوے اس وقت رب عزوجل کو یاد کر کیونکہ اور ان کے اذکار سے سیرا ذکر معجز نہیں ہوتا ہے اور شیخ جنید رحمہ نے کہا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ ذکر نہیں فنا ہو جاوے اور شاہد مذکور میں ذکر ہو۔ شیخ شبلی رحمہ نے کہا کہ خطاب اہل حقیقت کو حقیقی نہیں ہے کیونکہ حق کب حق کو فراموش کرتا ہے۔ قال المستحضر اس من تامل ہے کیونکہ حقیقت ذکر موافق مذکور ہے اور مذکور جب وجہ سے غیر متناہی ہے تو ذکر بھی غیر متناہی ہے اور مخلوق اس غیر متناہی کو تحمل نہیں ہو سکتا پس غایت یہ ہے کہ اہل الحق کو حق سے فراموشی نہیں ہوتی بدین معنی کہ اہل غفلت کو فراموشی ہوتی ہے یہ فراموشی اہل حق کو نہیں ہو لیکن یہ کہ اہل حق کو جمع وجوہ سے یا دینے یا مشکل ہے فاضلہ والہ تعالیٰ العلم۔ شیخ جنید رحمہ سے یہ بھی مدعی ہے کہ حقیقت ذکر یہ ہے کہ مذکور کے ساتھ ذکر سے بھی فراموش ہو پس قولہ واذکر ابک اذکرت میں اشارت ہے کہ جب ذکر کو بھی بھول جاوے تو مذکور تیری صفت ہوگی۔ شیخ رحمہ نے کہا کہ جیسے یہاں ایک نکتہ ظاہر ہو کہ حق جمیع صفات و ذات سے غیر متناہی ہے اور سب کا ذکر مخلوق پر واجب حق ہے اور صفات قایمہ ذات پاک کا ذکر خدا سے غیر ممکن ہے گو گویا آنحضرت صلی علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ جمیع الذکر مخلوقات کا اسی صفات پاک ذات کے ایک ذرہ برابر نہیں ہو چکا پس تمام مخلوق کے تمام اوقات جو ذکر میں صرف ہوں وہ در حقیقت مرتبہ نسیان میں ہیں کیونکہ اس ذکر کام مرتبہ نہ کہ نسیان ہو چکا ہے تو گویا اشارہ ہے کہ ہر ذکر کے ہی ذکر چاہیے اور در میان میں کچھ فوری نہ ہو کیونکہ یاد تو ہمیشہ برابر رہا ہے کیونکہ بعد ہر ذکر کے باقی سے نسیان ہے تو ذکر بھی منقطع نہ ہو گا۔ لہذا ارشاد ہوا کہ قل عسی ان یمدین ربی الا قرب من ہذا شر ان اتخضرت۔ یعنی

مجھے ایسی معرفت عطا فرما دے کہ معرفت مذکور بصفت مشاہدہ و دیدار ذات و صفات عطا جو اس طرح کہ میں اور میرا ذکر اس میں فنا ہو۔ شیخ
جیندہ نے کہا کہ ذکر کے اور ایک مرتبہ ہے کہ وہ رشد میں اترتا ہے اس کے ذکر سے اور وہ تجدید نعت ہے کہ مجھے اسکے یاد کرنے سے تجدید ہوتی ہے
قبل اسکے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبق ہوتا ہے اور مجھے بیان ایک اور نکتہ قلم ہوا کہ ذکر وقت نسیان کے بدین معنی
کہ جب اس کو بزبان عدوت ذکر کیا تو یہ نسیان ہے اور اگر حقیقت ذکر چاہیے تو ضعف بصفت حق ہو کر مجھے میری معرفت سے ذکر کرنے
اُس زبان سے جو مجھ سے مجھے عطا ہوئی ہے بعد اوصاف مذکور کے تاکہ اس صورت میں حقیقی ذکر فرماؤں جو پھر اللہ تعالیٰ نے ہتھ اٹھا لیا ہے
میں آخر آیت بیان فرمائی بقولہ

وَلْيَتْلُو فِي كَهْفِهِمْ فَلْيَسْمَعِ يَسْمَعِينَ (۱) رَاٰ دُوْا اَنْتُمْ مِمَّا لَمْ يَلْمِزْكُمْ اَلِهَةٌ كَلَّا

اور مدت گذری انہیں کو بھی تین سو برس اور اور ہے نو کہ اللہ خوب جانتا ہے معنی مدت اور ہے ایسی اس
عَنْبُتِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ طَافُوا فِيهَا وَاسْمِعُوا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مَن يُّنْفَخُ فِيهَا وَلَا يَسْمَعُ
ہیں بھیجید آسمان زمین کے عباد کیجاتا اور سناتا ہے کوئی نہیں بندوں پر اسکے سولے غبار اور میں شریک کرتا

۵۰. فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۝

اپنے حکم میں کسی کو

مفسرین کے بیان دو قول ہیں ایک یہ کہ آیت بھی کہنے والوں کے قول کا بیان ہے اور دوم یہ کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اسی کیفیت
کی مقدار آیت بیان فرمائی ہے۔ شیخ ابن جریر نے ذکر کیا کہ بنو اسرائیل نے اختلاف کیا تھا کہ لوگوں کے اطالع ہونے کے بعد اسی کیفیت
کے ایک غار میں رہے تو بعض نے کہا کہ تین سو برس اور بعض نے کہا کہ تین سو برس یعنی پانچ سو برس کہ لوگوں نے دیکھا تھا اپنے
کَافِفِهِمْ فَلْيَسْمَعِ يَسْمَعِينَ اور پھر سے اصحاب کہت اپنے غار میں تین سو برس یعنی بعد لوگوں کے اطالع کے۔ اور یہ ایک
فریق کا قول ہے اور دوسرا فریق تو کہا۔ (۱) رَاٰ دُوْا اَنْتُمْ مِمَّا لَمْ يَلْمِزْكُمْ اَلِهَةٌ اور بڑھاس کے طور پر اس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو
آگاہ فرمایا کہ یہ لوگ کہنے والے غلطی کرنے میں بلکہ یہ مدت تو وہ فتنے جب تک سوئے رہے ہیں اور اسکے بعد جگائے گئے ہیں اور اسکے بعد کسی
مدت کسی بشر کو معلوم نہیں ہے تو حکم دیا کہ اس بارہ میں مخالفانہ لفظ نہ کہو فضول امر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑنا چاہیے۔ فَلَئِنْ اَعْلَمَ
يَسْمَعِينَ كَلَّا۔ کہتے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جقدر سے پھرے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ کسی نے آیت کی تفسیر کیا تو انہیں اور
جانتا ہے کہ یوں ہی ہے لیکن معنی آسمان زمین میں دوری ہے اتنی دور چلا جاتا ہے اصل معنی نہیں جانتا ہے پھر پڑھا تو اللہ تعالیٰ ولْيَتْلُو
فِي كَهْفِهِمْ لآلِہ۔ اور کہا کہ قوم کہتے دنوں پھر تو لوگوں نے کہا کہ تین سو برس تو فرمایا کہ اگر یہ مقدار ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا کہ اَلَمْ يَلْمِزْكُمْ
اَلِهَةٌ بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو لوگوں کے بیان اور یہودہ اختلافات کو ذکر فرمایا کہ یہ تو لوگوں نے تین سو برس کہہ کر و یقولون الی
آخر پھر فرمایا و یقولون بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لایا اور جس قسم کہتا ہے کہ شاید مراد ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ قوم کے لوگ مطلقاً اسکی
لبث کی مقدار اس قدر خیال کیے حالانکہ بعد اطالع کے پھر انہیں حال معنی ہو گیا تو انہیں اطالع کے اول دخول غار سے جگائے جانے تک یہ
مقدار کہتے اور پھر اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑتے یا مطلقاً اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑتے تو دوسری وجہ ازبان کی یہ تھی کہ یہ غیب کی بات
ازبان سے نکالنا جاہالت اور دلسیری ہے۔ قرطبی نے کہا کہ آئین دو قول ہیں کہ اصحاب کہت کس حال میں ہیں بعض نے کہا کہ مر گئے اور

ہے جو تاہم کہ یہ شخص اپنے قصد و ارادہ سے کافی ہے اور دفعہ قدرت اسی میں غفل بے اختیار اطفال کے پرورش پاتا ہے تو اس کی زبان جب ہی جاری ہوگی جب اللہ تعالیٰ بل شانہ نہ چاہے تو انگارے قصد و موافقہ کہ اسی زبان پر چرچہ جاری ہو جو قوم کو پہنچے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس میں کیا حکم ہے پھر جس نے بڑی نعمت پہچان کی کہ قبول بارگاہ اہی ہونا کمال بزرگی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن بندہ کا ولی و متولی امور ہو اور دنیا سے فانی سے فنا ہو یہ عین حیات و زندگی کی دعا کی ہے تو وہ ولی کی قدر پہچان گیا اور اس نے دیکھ لیا کہ اصحاب کرامت رحمہم اللہ تعالیٰ کیسے سایہ رحمت میں دنیا سے غافل اور دفعہ قدرت اسی میں پرورش پاتے اور زندہ جاویدین اور لاریہ دنیا سے باز رہنا پانچ چیز ہوتی تو خواب سے بیدار ہونے پر تو ان کو ایک روپہ کا طعام لیز بکھلا دیا جاتا بلکہ جن نعمتوں میں دسے لوگ سرفرازین ان کے مقابلہ میں دنیاوی لذائذ تلخ و ناگوار ہیں و لیکن یہ عجیب پروردہ مجید ہے کہ دنیاوی بیداری حاصل ہونے میں انھوں نے دنیاوی چھٹوک و غدا کی خواہش کی پس اس قصہ میں ایک سلسل بیان ہے جس سے سب حال معلوم ہو گیا اور یہ بیان جبکہ ہے بہت سے کمالات علمی کو شامل ہے۔ فافہم سر لرح وغیرہ میں مذکور ہے کہ ہاتھ اصحاب رحمہم اللہ اسلئے استند و اعانتہ اسے اسی قصہ سے کمالات اولیا و حق ہونے پر حجت پائی اور تمام منکروں کو جو کرامات اولیا اسے اور عادت کے پر خلاف امور جاری ہونے سے انکار کرتے ہیں مغلوب و مقبور کیا۔ اور ہم نے سورہ یونس میں تحت قولہ تعالیٰ الان اولیا و اللہ اخوف علیہم و لا ہم یحزنون ولی کی پہچان و صفت بیان کر دی ہے چرکہ غلامہ ہے کہ وہ اہل سنت کے اعتقادات پر اور فرائض و واجبات پر مستقیم اور اجتناب مکن ہو مکتا ہے طریقی سنت کے اتباع پر ترجیح دیتا ہے اور ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے پھر کرامات اولیا، مجمع ہونے پر آیات قرآن و احادیث مجملہ و آثار متواترہ اور عقل سب شاہد ہیں پس قرآن مجید میں سے حجت چند آیات ہیں۔ الحجۃ الاولیٰ قصہ پر ہم علیہم السلام ہے جسکی تفسیر سورہ آل عمران میں لاریہ اور اس میں بہت سی کرامات ہیں کیونکہ وہ سب ہی نصیحتوں کو لاکر لے لے باتیں ہیں جس میں ان کو رزق اللہ بقولہ لکھا و علیہ السلام بارگاہ اطہر اسب وجہ بارزہ قال یا مریم انی لک افلا الایہ۔ جنہر غفلہ سے پہنچے تازہ چہرہ اسے گرسے۔ و اما نہ کہ وہاں غور کر و۔ الحجۃ الثانیہ قصہ اصحاب کفہ ہیں سو نو برس سوٹے رہے۔ آفتاب اٹنے کرتا تھا زمین ان کو ضرر نہیں سوچنا پتی تھی، چھوک پیاس ان کو نہیں ستا پتی تھی۔ بے کھانے پانی کے اتنی دلازمت زفر رہے بغیر یہ بیل لسی کے نہ دست رہے تا عوی پانی وہاں نہیں پہونچتا تھا۔ الحجۃ الثانیہ قولہ تعالیٰ قال لاری منہ علم من الکتاب انا انیک بقیل ان یرتد الیک طرفک یعنی سلیمان علیہ السلام نے جب ابلیس کی نسبت حکم دیا تو ایک شخص نے جسکے پاس کتاب سے علم تھا سلیمان سے کیا کہ میں اسے تخت کو تھمارے پاس لاتا ہوں قبل اسکے کہ تھاری ہلکا پھرے۔ اور توڑ حاضر گویا۔ اس سے کرامت ظاہر ہے اور وہ اسقدر دور کی سافت کیونکہ لڑکے لڑکیاں اور شیخ علم کتاب رکھتا تھا و لا پت کی کرامت ہی اور محترم کتاب ہے کہ اگر یہ آیت استدلال میں نہ لجا دے تو قرآن میں آیات ہیں کہ صریح شاہدین۔ اور ثبوت کے واسطے اگر اسقدر آیات نہ ہوں بلکہ ایک ہی ہوتی تو کافی تھی اور انکار اس کا جالت و کفری و قلب کی کجی و ایمان کا عقل ہے پھر اس کے ساتھ احادیث مجملہ مشورہ بہت ہیں و لیکن خطیب رحمہم اللہ نے ان احادیث میں اختصار و اجمال کیا ہے پس جو قصہ دہے وہ صاف بیان ہے اور اصل حدیث اپنے مقام پر کتبہ حدیث میں نہ دیکھ لے کہ کجی چاہے از انجلہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ کی البوسریہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت حلیہ اسر علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابورہہ بن منین کلام کیا کرتین چون نے ایک سی علیہ السلام اور ایک طفل نے زانہ برج میں اور ایک طفل دیکر یہاں سی علیہ السلام کا کلام کرنا تو معلوم ہے اور برج کا شخص بھی اسرائیل میں سے عابد زار تھا اور اسی ان زندہ تھی وہ ایک روز زانہ

پڑھنا تھا اسکی ماں کو اسوقت اپنے بچہ کے دیکھنے کو بھی چاہا تو اُسے پکارا کہ اوجرج۔ وہ نماز میں تھا اُسے رب عروصل سے عرض کیا کہ اسے رب سیری ماں دوسری نماز یعنی نماز کا دیکھنا اچھا یا نماز پڑھنا چھٹھنا چھڑھنے لگا پھر اسکی ماں نے دوبار پکارا کہ پھر چھٹھنا یا رب سیری میں نماز اول کے عرض کیا اور نماز پڑھنے لگا پھر سیری بار بار ایسا ہی موابیات اسکی ماں کو ناگوار لگدڑی اور اُسے بددعا کی کہ اسی اسکو موت نہ آوے جب تاک یہ بدکار عورت کا ٹھٹھ نہ دیکھے اور بخواس میں ایک عورت بدکار بھی اُسے لوگوں سے دعویٰ کیا کہ میں ایسی ہوں کہ جرج کو فتنہ میں ڈال دیتی کہ وہ مجھ سے نہ نکرسے۔ پھر وہ جرج کی طرف آئی اور کوشش کی مگر کچھ قابو نہ پایا مجبور ہوئی اور وہاں ایک چرواہا تھا جو رات کو جرج کے صومعہ میں آکر سو رہتا تھا جب بدکار عورت اپنے کمر میں جرج سے عاجز ہوئی تو اُسے اسے چرواہے کو اپنی طرف لے جایا اور اُسے اُسکے ساتھ نہ لایا اور اُسکے پیٹ رہا جس سے بچہ پیدا ہوا پھر کہنے لگی کہ میرا یہ بچہ جرج کے نطفہ سے ہے پس بخواس میں جرج کے پاس آئے اور اسکا صومعہ توڑ ڈالا اور اُسکو بڑا بھلا کہا اس مرد خدا نے صبر کیا اور اس طفل کو چھکا اور کہا کہ تیرا باپ کون ہے ابوسہرہ کہتے ہیں کہ گویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں جب آپ نے مبارک ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اولاد تیرا باپ کون ہے اُسے کہا کہ چرواہا بہ دیکھا بخواس میں اُٹھ گیا اور جرج کو اُسے سرزد ہوئی بھی جرج سے اُسکا ذکر کیا اور کہا کہ تم آپ کا صومعہ سونے و چاندی سے بناوین اُسے انکار کیا اور یہی تھا ویسا ہی بنایا۔ تب سیم کہتا ہے کہ میرے طفل کا حال بیان ہونے سے پہلے جرج کے طفل سے ایک مسئلہ بگھٹتا ہے وہ سن لینا چاہیے مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے جو اسکی جو زمینیں اور نڈا اسکی باندی ہے جس سے وطی حلال ہو گیا اُسپر حرام ہے ایسی عورت سے نہ لایا اور بچہ پیدا ہوا تو امام ابوحنیفہ و شافعی و سب فقہاء نے نہ لایا کہ یہ بچہ اس لونا کا مرد وارث نہیں ہو سکتا اور اپنی ماں کے ساتھ لاحق کیا جائیگا اور اگر بچے سے اسکے لڑکی بنتی ہو تو مرد بکار کا بھائی یا خاوندی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں تو امام شافعی و بخاری و دیگر فقہاء کا یہ قول ہے کہ ان میں رشتہ نہیں قائم ہوگا اور نکاح کرنا جائز ہے اور یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بخاری رح نے روایت کیا ہے اور تب سیم کہتا ہے کہ شاید امین عہد یہ ہے کہ رشتہ ایک اس حرمت و کرامت ہے اور جب یہ زمین تو احتقاق کر اُمت نہ ہوا یا یہ شیطان کے دمل سے ہے ہر حال کچھ ہو یہ ان فضا کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فقہاء کے نزدیک یہ زمین جائز ہے اور ان میں رشتہ قائم ہوگا اور نہ لارنے والا اس دفعہ باپ ہوگا چنانچہ شاہد مخصوص اُسپر جرج کا قصہ ہے کہ وہ طفل جو نہا سے پیدا ہوا تھا اس سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے اُسے کہا کہ چرواہا تو معلوم ہوا کہ وہ باپ ہو گیا پس اب نکاح حرام ہے اور یہی قول و انسلاط صحیح فاخوذ ہے۔ فافهم۔ ہا تب سیر طفل تو ایک عورت تھی اُسکے ساتھ ایک طفل تھا جو اُسکا دو دھ بیٹا تھا تین اور دھ سے ایک مرد و دو جوان تو بصورت سوار گذار عورت نے دیکھ کر کہا کہ اسی میرے لڑکے کو لایا ہے پس لڑکا بولا کہ اسی مجھے لایا ہے کچھ پوچھو اور دھ سے ایک عورت لکڑی لوگ کہتے جاتے تھے کہ اُسے چوری کی اُس نے نہ لایا اور ماری جاتی تھی اُسکو دیکھ کر طفل کی ماں نے کہا کہ اسی میرے بیٹے کو لایا ہے کچھ سوچو لڑکے نے کہا کہ اسی مجھے ایسا ہی کچھ بچہ طفل کی ماں نے اُس لڑکے سے اُسکی شکایت کی تو پھر بول اُٹھا کہ وہ سوار تو ایک مرد و ظالم تہ کار تھا میں نے نہیں چاہا کہ میں اُسکے مثل ہوں۔ اور یہ عورت تو لوگ اسکو کہتے کہ لری تو نے نہ لایا ہے حالانکہ اُس نے نہ لایا تھا کہ اُسے چوری نہیں کی ہے حالانکہ اُسے چوری نہیں کی ہے اور وہ کہتی کہ جی اللہ مجھے میرا اسد اللہ کا فی ہے پس میں نے چاہا کہ اُسکے مثل ہوں تب سیم کہتا ہے کہ مصیبت میں مبتلا ہونے والے کے مثل کہو کہ اُسے خوش کی حالانکہ یہ حدیث میں منع ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر آخر حرف کہ جی اللہ اسکا جواب ہے یعنی اللہ اسکا بھائی کی خواہش کرنا اسواسطے غرض ہے کہ مصیبت میں

صبر نہ کرنے سے زیادہ ابتری ہو جاتی ہے لیکن جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی بلاؤں میں اس طرح صابر و شاکر ہو کہ اُسے سب کچھ پیڑا صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا گمانی کر لیا تو اُس کے واسطے ثواب عظیم استقدر ہے کہ اندازہ سے باہر ہے فافهم۔ اور انجملہ خبر غائبہ سے اور وہ مشہور ہے صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وہی ہے کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے میں نے آدمی نہ دیکھا تھا کہ ان کو رات میں جب ایک غلام نے ملی دوسے اس میں مجلس کے پس بہار میں سے ایک پتھر کوٹ کر لیا اور اُسے اُنکے غار کا ٹھنڈ کر دیا اسی آخری حدیث اور میں نے یہ حدیث سخت قولہ ان اصحاب الکھف والیوم کا نوامین آیا تھا عجا۔ پوری بیان کر دی ہے۔ اور انجملہ حدیث ہے کہ بہت سے پرانہ بال و گرد پڑے ہوئے شگستہ و خستہ جھکا کچھ شائرنیکیا جاوے اگر وہ اللہ تعالیٰ سے رحم کھالے تو اللہ تعالیٰ اُسکی قسم پوری کرے۔ اس حدیث میں کوئی تفریق و تفصیل اس بات کی نہیں کہ کس بات پر رحم کھا دے تو اُس کی کراستہ کے واسطے ہر بات پوری ہو جاتی۔ اور تفسیر صوم کہتا ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث ثمالی بن حنیس بن حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا حال مذکور ہے کہ اُنکی دختر ریح بنت انس نے انصاری میں سے ایک لڑکی کے نکاح توڑ دیے یعنی طیل بن ادراس نے انھوں نے قصاص کا دعویٰ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم بیان کیا۔ اس روضے کے کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت نہ توڑ دیے آپ نے فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے کتاب میں قصاص ہے نہ رحم نہ کھائیں دعویٰ لوگ انھیں قصاص کے دعویٰ سے باز آئے اور دیت پر راضی ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بنوں میں سے ایسے ہیں کہ اگر آپ رحم نہ کھائیں تو وہ اُنکی قسم پوری کرنا ہے یعنی باوجود مخالفت کے مٹی لوگ دیت پر راضی نہ ہوتے تھے اور آپ ہی دیت پر رحم نہ کر حضرت انس کے راضی ہو گئے۔ اور انجملہ وہ حدیث ہے جو سعید بن اسیب نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دربان میں کہ ایک شخص اپنی گائے ہانکے یہ جاتا تھا اس پر بوجھ لا دیا تھا کہ گائے نے ننھ توڑا اور متوجہ ہو کر بولی کہ میں اس واسطے زمین پیدا کی گئی ہوں میں تمھیں کے لیے مخلوق ہوں پس لوگوں نے آپ میں کہ ایک سجان اللہ کا ہے یعنی آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان لا یا میں اس بات پر اور ابوجہود و عمر رضی اللہ عنہما کہتا ہے کہ یہ حدیث طویل ہے اور امین بخیر کی گئی کہ غیب بھی مذکور ہے اور صحابی جو حدیث کے راوی ہیں انھوں نے کہا کہ ابوجہود و عمر رضی اللہ عنہما اس وقت مجلس میں موجود تھے۔ اہل الحق نے کہا ہے کہ امین اشارہ ہے کہ یہ دونوں رضی اللہ عنہما اس وقت اپنے غوث رسالت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن و امین وزیر تھے جیسے ہر زمانہ میں ایک قطب کے ایسے دو وزیر ہوتے ہیں اور ترمذی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے آسمانی دو وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمینی دو وزیر ابوجہود و عمر ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے دونوں مہمبین کے ساتھ داخل کرے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوجہود کے ساتھ داخل کرے کیونکہ میں نے بہت سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے کہ داخل ہوا میں اور ابوجہود و عمر و نکال میں اور ابوجہود یعنی اپنے ساتھ دونوں کو شریک کیے رہتے تھے۔ اور انجملہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بیچ میں کہ ایک شخص تھا اُس نے بادل سے آواز سنی کہ باغ فلان بن فلان کو میرا سب کر دے پس وہ بادل روانہ ہوا تو یہ شخص بھی اُسکے پیچھے روانہ ہوا جا کر اُسے آگے دیکھا کہ پانی نے اس باغ کو سیراب کر دیا پس یہ شخص اندر گیا کہ یہ کوئی شخص ہے جا کر دیکھا کہ ایک آدمی پہلے کدال سے اُسکو درست کر رہا ہے پانی کے رستہ بنانا ہے اس سے کہ ایک تیر کیا نام ہے اُس نے بتلایا کہ فلان بن فلان جو اُسے بادل سے سنا تھا۔ پوچھا کہ تو اپنے اس باغ میں کیا کر رہا ہے جب اُسکو توڑنا ہے اُسے کہا کہ مجھے اس پوچھنے سے کیا فائدہ ہے وہ شخص بولا کہ میں اسوجہ سے پوچھتا ہوں کہ میں نے بادل سے ایسی ہی آواز سنی

تب اُس آدمی نے کہا کہ خیر جب تو نے یہ بات کہی تو میں کہتا ہوں کہ جب میں اس کا غلبہ لیتا ہوں تو اس میں سے ایک تنہائی اپنے عیال کے واسطے رکھ لیتا ہوں اور تنہائی مکیوں و مناجن کو خیر لست کہرتا ہوں اور ایک تنہائی اسی باغ میں لگاتا ہوں۔ یہ سب احادیث صحیحین میں و صحاح میں بھی موجود ہیں۔ اور صحاح میں احادیث کثیرہ موجود ہیں جن کا لانا لفظوں میں ہے اور یہ آثار تو اس کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ لیکن تھوڑے آثار صحابہ خلفاء راشدین سے شروع کر کے لکھتا ہوں۔ انرا جملہ صحیح ہوا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور آپ کا جنازہ لیکر قبر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچے تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے سلام کیا کہ السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ دروازہ پر پہنچے پس دروازہ فوراً کھل گیا اور آواز آئی کہ سلام و جیب کو جیب کے پاس۔ یہ الہی کرامت ہے کہ اس کا مثل نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور عرضی الدعوتہ سے بہت سی کرامات پسند صحیح مروی ہیں انرا جملہ آپ نے ایک لشکر آفریجان کو بھیجا اور آپس پر سارے پھینک کر دے اور کیا پھر ایک روز زمین میں جمعہ کے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے تھے اور جامعہ صحابہ نماز میں حاضر تھے کہ ناگاہ خطبہ پڑھتے پڑھتے آپ زور سے جھلائے کہ اے سارے پہاڑ پہاڑ! اس میں بیٹھے صحابہ ختم ہوئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں نے وہ تاریخ لکھی ہے تھوڑے دن بعد اس لشکر کی طرف سے قاصد آیا اور بہت المال کا حصہ عنایت لایا اور اُسے بیان کیا کہ یا اے اللہ زمین پر عیب بات ہوئی کہ تم سے جمعہ کے روز نکلتا ہے لڑائی ہوئی اور تم نے انکو شکست دی اور وقت نماز جمعہ کا تھا اور کافروں نے ہمارے واسطے پہاڑ پر کین کی تھی اور قریب تھا کہ ہم لوگ اس غفلت میں سب ہلاک ہو جاتے کہ ناگاہ ہم نے ایک آواز سنی کہ یا اے سارے پہاڑ پہاڑ! اسے سارے پہاڑ پر آپس آپ نے ہوشیار ہو کر اتفاق کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمنون کو بھیجا اور کافروں نے شکست پائی اور بہت مال عنایت ہم نے پایا زمین سے یہ پانچوں حصہ بیت المال کسروار نے بھیجا ہے۔ قاصد چاہتا تھا کہ وہ آواز دو لوگوں نے حضرت عمرؓ کی وہ ان بچائی تھی تو اس ذکر سے تحقیق ہو جاوے۔ آپ نے پچھنیں کہا لیکن وہ بات مشہور ہو گئی۔ واضح ہو کہ ولی کی کرامت دراصل اپنے پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق کا صحیحہ ہوتا ہے جسکی پیروی سے اس ولی کی کرامت ملی ہے اور امام رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض اہل تذکرہ سے میں نے نکتہ سنا کہ حضرت علیؓ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو اپنے مع و بصر کی منزلت پر فرمایا ہے تو عرضی الدعوتہ نے بصر ہونے کی فضیلت سے اتنے دروازہ فاصلہ کو اپنے سامنے دیکھا۔ انرا جملہ یہ ہے کہ میرے دیباے نیل میں جاہلون کے زمانہ میں یہ رسم جاری تھی کہ سال میں وہ ایک وقت ہجرت جاتا اور اس کا سیلاب زمین ہوتا تھا اور تمام مصر کی کھیتی اسی پر ہوتی تو وہ جب سیلاب نہ لاتا تو اہل مصر نہایت پریشان ہوتے یہاں تک کہ ایک خوبصورت لڑکی کو زور سے آراستہ کر کے اس میں ڈالتے تباہ زمین خوش و سیلاب آتا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مصر فتح ہوا اور اسلام کا نازنا بڑا تو وہاں کے فتح کرنے والے سردار نے جو عمر بن العاص تھے انھوں نے جب یہ سنا تو انکار کیا جان کے لوگوں نے کہا کہ اسے سردار ہم لوگ پریشان ہو گئے چنانچہ وقت آیا تو وہ سیلاب نہ لایا پس عمر بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سب حال لکھا کہ وہ سیلاب زمین لایا پس عمر رضی اللہ عنہ نے لڑکی پڑھانے کی سخت مخالفت کی اور ایک پرچہ پر لکھا کہ ان جانب بندۂ خدا عمر بن العاص نیل مصر ضرور ہوگا اگر تو اپنے حکم سے جاری ہوتا ہے تو مت روان ہوا و اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو بولہ جاری ہو۔ اور حکم دیا کہ میرا یہ پرچہ اس میں ڈالا جاوے جیسے یہ خط آپ کا اس میں ڈالا گیا تو میرا نیل جو شہ میں آیا اور بڑے شور سے زمین آوار سیلاب آیا کہ کبھی نہیں آیا تھا اور پھر کبھی وہ نہیں رکھا اور یہ دیکھ کر ہزاروں کافر مسلمان ہو گئے۔ انرا جملہ یہ ہے کہ جب مدینہ میں حضرت عمرؓ کے وقت میں زلزلہ آیا اور لوگوں کو

افتخار ہو چکا تو آپ نے فرمایا کہ اسے لوگوں میں بکھڑا کر دو کہ اسے خبردار ہو اور لوگ روئے پھر نہ لڑے یا تو زمین کو دودھ مار کہ پتھر
 المدخلے کے حکم سے پس فوراً سکون ہو گیا اور پھر نہ لڑا نہ آیا۔ اور انجملہ مدینہ کے ایک عظیمین نے گنگلی اور لوگوں کو خوف ہوا کہ شہر چلیا گیا
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پرچہ لکھ کر اسے گنگلی بکھڑا کر دیا کہ حکم سے۔ لوگوں نے یہ پرچہ گنگلی میں نہ پڑا تو پھر چھپے ہوئے چھپے ہوئے چھپے ہوئے
 پنے فوراً آگ لگی اور انجملہ بادشاہ روم نصرانی کا اچھی حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور مدینہ میں پہنچ کر اسے تعجب کیا کہ غلیظہ کا
 در دولت کمان ہے اور گمان کیا کہ شامان روم کی طرح محل وقصر ہوگا لوگوں نے کہا کہ انکے واسطے یہ کچھ نہیں ہے وہ تو کسی جنگل میں زمین
 بنائے ہوئے وہ جنگل کی طرف روانہ ہوا اور لوگوں نے دور سے تہہ دیا کہ وہاں اس بانی پرین آئے کہ وہ کھانا پناہ دے اپنے سر کے نیچے
 رکھ کر خاک پر سو گئے ہیں اچھی کو خواہ خواہ خوف نہ لکھو اور لیکن اسے تعجب کیا کہ یہی وہ شخص ہے جس سے تمام مشرق و مغرب کے لوگ تھر تھرتے
 ہیں اور یہ تو اس حال پر ہے کہ اپنے دل میں تمہد کیا کر لاکھلا پاکر سوئے میں اسکو قتل کر دوں کہ لوگ اس سے خلاصی پادین جب اسی
 آئے تو انکے کالی اور انکے جلا کرنا گاہ زمین سے دوشہرے لکھ کر اسکی طرف غصہ میں چلے یہ خوف نہ لکھیا کہ انکو اتوار اچھے سے چھوٹ ہی
 اسکے شہر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرا دیو سے اور کچھ نہ دیکھا تو اس سے خوف و چلائے گا سبب پوچھا اسنے یہ سبب حال سچ بیان کیا
 اور قوموں کو بوسہ دیکر مسلمان ہو گیا۔ امام بازاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے زیادہ متواتر یہ بیان ہیں کہ زینب دینا سے باطل و دور رہتے
 اور اپنی مزدوری سے کھاتے اور ہیبت اور شوکت کے سامان میں سے کچھ نہیں رکھتے تھے اور جو اسکے اسقدر دور دراز ایک کالی ہی ہی سلطنت
 پر مشرق سے مغرب تک انکی حکومت تھی اور دبیر و ہیبت انکی اپنے اسقدر تھی کہ کسی کو سزا کی تھی کالی کالی میں تھی اور جس نے توار بیج کو دیکھا
 وہ خوب جانتا ہے کہ نہ لکھتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسوقت تک ہوا انکو میرا ہو اسی کو میرے زمینیں ہوا ہے پھر اور جو اس حالت سے کہ زمین و
 ہیبت کی کوئی چیز نہیں تھی کچھ نہیں کہ عیسا و ہیبت انکی سے انھوں نے تمام سلطنتوں پر سیاست کی ہے اور یہ بہت بڑی
 کرامت ہے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی کرامت مروی ہیں اور انجملہ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ میں راستہ میں جاتا تھا
 ناگاہ میری نظر ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور پھر میں نے اسکو غور سے دیکھا پھر میں وہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس
 آیا آپ کے پاس لوگ تھے پس آپ نے ناگاہ غور سے فرمایا کہ تم میں سے بعض کا کیا حال ہے کہ میرے پاس آئے ہیں حالانکہ اسکی آنکھوں نے
 نہ لکھا ہے آئندہ اگر میں نے ایسا پایا تو اسکو جہاد و لکھا پیدا سکے میں نے پوچھا کہ باغلیظہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ علیہ السلام کی بھی
 وحی آتی ہے فرمایا کہ نہیں لیکن فراموش ہے جسے کہتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ ڈرو فراموش زمین سے کہ وہ المدخلے کے نور سے دیکھتا
 ہے۔ اور انجملہ یہ کہ جب آپ شہید ہوئے اور تم سے خون چکا تو قرآن مجید پڑھتے تھے پہلا فقرہ اس آیت پر پڑا کہ یفکرم اللہ وجہہ الودیع
 یعنی فرمایا ہے کہ تم سے واسطے المدخلے کا فی ہوا کہ انکو سزا دینے میں۔ اور یہی ہوا کہ جن لوگوں نے یہ فتنہ برپا کیا تھا پرانی میں پڑے اور
 اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا دعویٰ کیا اور بیت الامان ہو میں لیکن حضرت امیر المؤمنین علی اکرم اللہ وجہہ لہد کو
 غلیظہ ہوئے اور حق ہر حال میں آپ کے ساتھ تھا اور آپ کے اتباع میں اہل فتنہ کے واسطے بھی غیبت ہوا کہ عذاب ظاہری سے بچ گئے
 لیکن پریشانی انھیں کرم سے اور انجملہ روایت ہے کہ عجاہ غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا کھینچی کہ آپ کے کھٹنے پر رانا تھا
 پھر بعد اسکے عجاہ کے کھٹنے پر لکھ کی بیماری ہوئی یعنی وہ بیماری کہ بدن مٹنے لگتا ہے اور کسی تبریر سے نہیں اچھا ہوتا ہے اندر ہی اندر کھاتا
 جاتا ہے عوفا المدینہ یہ حضرت علی اکرم اللہ وجہہ لہد کو آپ کی کرامت میں بہت کثرت ہے اور انجملہ یہ ہے کہ ایک غلام اسود آپ سے محبت

رکھتا تھا اُسے چوری کی وہ آپ کے سامنے لا گیا آپ نے اُس سے کہا کہ کیا تو نے چوری کی ہے اُسے کہا کہ جی ہاں۔ پس آپ نے اٹکھا ہاتھ کاٹ دیا اور چھوڑ دیا وہ جاتا تھا کہ راہ میں اسکو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دین الکوہا رحمہ اللہ۔ ابن الکواہر نے کہا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹ ڈالا اُسے جواب دیا کہ امیر المؤمنین ایسویہ السلمین ملا در رسول وزوج بنول کرم المدوحہ نے۔ سلمان نے بے چارے کو ہاتھ کاٹ دیا اور تو مدح کرتا ہے اُسے کہا کہ کیوں نہ مدح کروں کہ انھوں نے حق پر سیر ہاتھ کاٹا اور مجھے آگ سے چھڑا یا سلمان رضی اللہ عنہ نے اگر حضرت علی کرم المدوحہ سے یہ حال بیان کیا آپ نے اسود کو بلا یا اور اپنا ہاتھ اُسکے بازو پر رکھا اور ایک روال سے ڈھکا تاکہ دیا اور کچھ دعائیں پڑھیں تو ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ روال ہٹاؤ پس ہم نے ہٹا یا تو وہ ہاتھ اچھا ہو گیا تھا یعنی پورا درست ہو گیا تھا کلمات آپ کی مشہور مستفیض ہیں اور پانی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت سے بہت کچھ کلمات مروی ہیں ان میں سے ہم چند ذکر کرتے ہیں۔ ازاجملہ حمید بن المنکدر سے سفینہ مولیٰ رسول المدیطہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ میں غشی میں سواری ہو کر روانہ ہوا گاؤہ وہ غشی ٹوٹ گئی جس میں میں سواری تھا اور میں ایک تختہ پر گیا اور وہ تختہ مجھے ایک جنگل گنجان بن پھینک گیا جس میں شیر بہتا تھا وہ شیر نکلا اور میری طرف نکلا آیا میں نے اُس سے کہا کہ اسے الزوال اللہ میں سفینہ ہوں مولیٰ رسول المدیطہ علیہ وسلم کا پس شیر میرے آگے آگے ہو گیا مجھے راستہ بتاتا چلا جب میں جنگل سے باہر ہو گیا تو اُس نے غشی چھوئی آواز کی میری بھین میں آیا کہ مجھے دوا دے کہ تیرا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ ازاجملہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ عشا رکے بعد اسید بن جعفر رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی الفارسی دونوں حضرت علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں باہرین کرتے رہے یہاں تک کہ راستہ پر آدھ کی کچھ کھانے کے پاس سے گزرے کہ روانہ ہوئے اور راستہ بہت اندھیری تھی پس ان میں سے ایک کا عصا روشن ہو گیا دونوں اُسکی روشنی میں چلے جہاں راستہ ملا وہاں دوسرے کے ساتھ بھی آدھی روشنی ہوئی اور ایک راستہ میں پرکے دوسرے کا عصا روشن ہو گیا پس ہر ایک اُس روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گیا۔ ازاجملہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے کہا گیا کہ تمہارا لشکر میں بجھے لوگ شربا پیتے ہیں پس راستہ کو سوار ہو کر لشکر میں پھرے تو ایک شخص کو دیکھ کہ ڈھڑے پر سوار ہے اور اسکے ساتھ شربا ہے اُس سے پوچھا کہ یہ کیا پھر رہا ہے اُسے کہا کہ شربا کہہ فرما کہ اُمی سر کہ وہ شخص خوش ہو کر اپنے لوگوں کی طرف پل دیا کہ میں آج آیا جب اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو کہا کہ یاد رہی شربا لایا ہوں کہ بھی حوسا نے پیئے کو نہ پانی ہوئی فرسے میں کیا جب انھوں نے کھولا تو دیکھ کہ سر کہ ہے تو اُس سے کہا کہ اسے دوسرے کو لایا ہے اُس نے دیکھا تو نادم ہوا اور کہا کہ والدینہ خالد کی عمارت سے ہوا چرازا زجملہ مشہور واقعہ خالد نے کاہرہ پر لینے کا ہے کہ بادشاہ کفار کے لہجے نے خلد خفہ کے زمرہ لہل کی ایک شہی دی کہ بادشاہ کے خزانہ کی سے اور کپ لہلانی میں جس دشمن کو وہیں دھار جاوے اور اُسکی بہت تعریف کی اور اسکے واسطے تاثرین بیان کیں یہاں تک کہ آپ نے تکبیر کی اور اسکو کھول ڈالا اُس نے چڑھ کر گھر کیا کہ یہ قاتل ہے آپ نے نسیم الدار حسن التیم پڑھا اُسکو لپٹا اور کچھ بھی نہ ہوا یہ دیکھ کر وہ لہجے سخت خزا نادم ہوا ازاجملہ عبداللہ بن عسیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ راستہ میں جاتے تھے اس راہ میں شیر کھڑا تھا اور اس طرف لوگوں کی جماعت اسے ڈھڑے نہیں جاسکتی تھی پس آپ نے راستہ سے اس درندہ کو بانک دیا پھر فرمایا کہ آدمی پر درندے اسوقت تک مسلط ہوتے ہیں کہ آدمی اُسے قتل نہ کرے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ڈرے تو اُس پر کوئی چیز مسلط نہ ہو۔ ازاجملہ علاء حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم عظم پڑھا اور سب کے سب پانی پر غازیوں کے ساتھ بچا یہ لوگ جاتے تھے راہ میں ایک دیا حائل ہو گیا پس علاء حضرت رضی اللہ عنہ نے ہم عظم پڑھا اور سب کے سب پانی پر چلے گئے تقریباً اسیب میں بجھے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر میں ہے کہ بعد موت کے لوگوں سے باتیں کیں پھر جنازہ پر سوار ہوئے اور شیخ ابن حجر عسقلانی نے

اسد الغالبہ کی تلخیص اصحابہ میں ہزار اصحاب بہت کچھ کرامات میں سے لکھی ہیں لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر اہل خوارق عادت کے ہر قسم کے بوجہ اسکے کہ وہ لوگ استقامت میں درجہ اعلیٰ رکھتے تھے اور زور و نفوذ اس وقت تک دلائل میں منقطع تھا اور خود اُنکے پھرسے سے ظاہر تھا اس لیے اسکے کرامات متاخرین میں بعد صحابہ و تابعین کے بہت ظاہر ہوئے ہیں اور اولیاء اللہ کی حالات و تذکرات کی کتاب میں اس سے بھری پڑی ہیں جنکو کوئی شمار نہیں کر سکتا ہے جو چاہے اُنکو مطالعہ کر لے اور امام رازی وغیرہ نے کرامات کے جواز پر دلائل عقلیہ بھی بیان کیے ہیں اور وہی وجہ سے ہیں۔ وجہ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی کو ایذا دی تو میں نے اُس سے لڑائی کا اشتہار دیا۔ یہ کمال شہید ہے کہ ولی کی ایذا کو اپنے ساتھ لڑائی قرار دیا اور کون مخلوق ہے جو اُس خالق عز و جل و وحدہ لا شریک سے اسے عمارت کرے پھر یہی اس حدیث سے زیادہ ہو کہ جو کہنے کے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرما دینگا کہ اے آدمی میں تیرے مرض پہلو کرنے میری عبادت نہ کی۔ میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پہلا یا میں نے تجھ سے کھانا چاہا تو نے مجھے کھانا نہ کھلا یا بندہ عرض کرے گا کہ اسی میں یہ کیسے کر سکتا تھا اور تورب العالمین سے اللہ تعالیٰ فرما دینگا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اُسکی عیادت نہ کی اور تجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اگر تو عیادت کرتا تو اسکو میرے پاس پاتا اور الیہ ہی کھانے پانی میں مذکور ہے اور اصل حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے پس معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ ان درجات عالیہ و مقامات رفیعہ پر پہنچتے ہیں تو ایسی صورت میں کون مشکل کہی کہ اللہ تعالیٰ انکو روٹی پانی دے یا جو زور خرک دے۔ بلکہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ تمام جہان اُسکے لیے سڑ کر دے لیکن سب کچھ اُسکے قبضہ قدرت میں سہجہ تو چاہے اُسکی زبان و ہاتھ سے جاری کر دے۔ و تہذوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ کسی بندے نے میری طرف تقرب کیا اس سے زیادہ محبوب منہل سے نہیں چاہا کہ جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اسکو داکرے اور بندہ نوافل سے بھر کر میری طرف تقرب چاہتا ہے یا نہ تک کہ میں اسکو محبوب کر لیتا ہوں پھر جب میں نے اسکو محبوب کیا تو میں اُسکے لیے کان ہوجاتا ہوں کہ مجھ سے سنتا ہے اور آنکھ ہوجاتا ہوں کہ مجھ سے دیکھتا ہے اور ہاتھ پاؤں کو بیان کیا اور فرمایا کہ پھر وہ مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے دیکھتا ہے اور مجھی سے بولتا ہے اور مجھی سے چلتا ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ اُنکے کان وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے سوائے غیر کے بلکہ کچھ حصہ نہیں رہا ہے اور یہ مقام بہت زیادہ شریف ہے اس سے کہ مانپ اڑ دیا یا درندہ کسی کے واسطے سڑھو یا خوشبو زکوٰۃ کسی کو کھا دے پس جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بندہ ان درجات عالیہ کو پہنچا تو میں کون مشکل ہے کہ جگہ میں اُسکو ایک روٹی اور ایک گلوٹنی پانی دیدیا جاوے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زندہ کو محبت و طاعت و ایمان و شکر و رضامندی وغیرہ عینین عالی عطا فرمائیں تو بعد کے دنیاوی مخلوقات کی چیزیں سب ہیچ و فانی ہیں سے جو کچھ دیسے بالکل بے بنیاد ہے تو کرامات سے انکار کرنے والے باوجود دیکھو ان امور کے فضل جہالت سے انکار کرنے ہیں مثلاً کون کے چند امام ہیں جنکو بیان کر کے اعلیٰ غلطی پر تنبیہ کر دینا مناسب ہے۔ و ہم اول یہ کہ خرق عادت کو اللہ تعالیٰ نے رسول کی تصدیق کے لیے مجبور رکھا ہے پس اگر یہ خرق عادت ولی کی طرف سے کرامت ظاہر ہو تو تعجب کی کیا رسالت پر دلیل نہ رہے۔ اس و ہم کا جواب یہ ہے کہ ولی کی کرامت درحقیقت اپنے پیغمبر کی تصدیق کا مجبور ہوتی ہے کہ وہ ولی وہ ہے جو اپنے پیغمبر علیہ السلام کی اُمت میں سے اُسکی رسالت کی تصدیق کرتا ہے اور لوگوں کو اُسکی سنت پر ولایت کرتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ ایسا نہ ہو تو گمراہ ہے ولی نہیں جو پس اُسکی کرامت سے پیغمبر کی رسالت کی زیادہ تصدیق ہوتی ہے و خلاف تنویم کے کہ اُنے اپنے و ہم سے اُسکو برکس سمجھا تھا یہ کسی نادانی جو اور حاصل ہے کہ پیغمبر صاحب شریعہ و دعویٰ نبوت یا دروئی متبع شریعہ و سنت پر قائم ہونے کا توحید اور اس امر سے خوفناک ہوتا ہے کہ اسکے افعال

کرامات کے مقام میں ہونا ہے اسی واسطے تو محققین کو دیکھتا ہے کہ وہ کرامات سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے کوئی سخت قسم کی بلا سے ڈرتا ہے اور کرامات سے انس ہونا مارہ سے قاطع ہونے پر چند امور ولایت کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کرامت سے انس ہونا مارہ سے قاطع ہونا دل پر یہ کہ کرامات ایسی چیزیں ہیں جو حق بھانہ قہار سے معاف ہیں اور غیر حق سے انس ہونا حجاب ہے اور جو شخص کے محبوب الحق ہو وہ کیونکر مرتبہ قرب حق سے مست ہیں پہنچے گا وجہ دوم یہ کہ جس شخص نے اپنے دل میں اعتقاد کیا کہ وہ حق کرامت ہو گیا ہو وہ اپنے اعمال کے نواسکے دل میں اپنے اعمال کی ایک وقت بہت بڑی ہوئی اور جبکہ دل میں اعمال کی وقت عظیم ہو وہ رب عوجل سے جا ملے کہ کیونکہ گورو رب عوجل کو پہچانے تو جان لے کہ تمام طاعات جقدر ممکن ہیں اگر سب جمع کیا وین تو حلال الہی کے مقابلہ میں سراسر قصور ہیں اور جقدر شکر کیا جاوے اگرچہ بے انتہا ہو جب اسکی نعمت کے مقابلہ میں آوے بالکل ہیچ ہے اور جقدر معرفت و معانی و علوم میں سب اسکی عزت و شان کے مقابلہ میں جبرست و جہالت ہیں اور میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ شیخ ابو علی الدقاق رحمہ اللہ کی مجلس میں یہ کیت پڑھی الیہ بعد العلم طیبہ واصل الصالح برہمہ۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس امر کی علامت کہ تیرے عمل کو حق قہار نے اٹھایا ہے ہے کہ تیرے ذہن میں تیرے عمل کے واسطے اٹھانے کا نشان نہ رہے اور اگر باقی رہے تو جان لے کہ تیرا عمل تیری نظر کے سامنے ہو نہ میں اٹھایا گیا اور اگر تیری نظر میں نہ رہے تو وہ مقبول اور اٹھایا گیا ہے۔ وجہ سوم یہ کہ صاحب کرامت نے یہ کرامت اسی وجہ سے پائی کہ اسے عاجزی و فقر و خجائبات باری خالقے میں کیا اور جب اسے تکبر و سرلمندی کی اور کرامات سے اپنے آپ کو کچھ سمجھا تو وہ چیز تو باطل ہوئی جسکے وجہ سے اسے کرامات کا درجہ یا اٹھانہ تو یا اساطیر ہی ہے کہ اسے ثبوت سے محروم ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ شخص اپنی کرامت کو اپنی نظر میں ثابت کرے تو نسبت ہو جائیگی اور اگر نسبت کرے تو ممکن ہے کہ ثبوت ہو جائے اسی وجہ سے جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے فضائل و مناقب شریف کو بیان فرماتے تو توین فرمادے کہ لا فخر لی فی حق من سکت است ہون بلکہ رسالت ہو چنانے کے طریق پر نگاہ کرنا ہوں اور غیر میرا اپنے رب عوجل سے جس نے یہ کرامات و فضائل مجھے عطا فرمائے ہیں۔ وجہ چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلص بندوں کے دمعت میں فرمایا کہ جو غنا و غبار میں اور بہت عذاب میں اور بہت عذاب سے اور بعض نے کہا کہ رغبت وصال میں اور بہت عذاب سے اور بعض محققین نے کہ اسے جن پہ پہنکیوں کہا جاوے کہ رغبت ہم میں اور بہت ہم سے یعنی ہمارے واسطے رغبت کرتے ہیں اور ہم سے ڈرتے ہیں اور یہ بتی سب امور کو مثال میں پس اس قدر بیان میں اپنی عقل و اہل سعادت کے واسطے کھایت ہے اللہ تعالیٰ کو مع اقارب و عشا ئر و احباب کے اہل ولایت تھریہ میں سے کر دے بظہل سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم پھر جب قرآن مجید جو کجا عبادت الہی و اسکی عالی مقامی پر مشتمل ہے اور میں قصص صحاب کعبہ وغیرہ مذکور ہیں اس بات پر میرے دلیل ہے کہ وہ مجرہ وحی الہی و توکم دیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع صحاب منونین کی تلاوت رکھیں

وَاقْلُ مَا أَذْجَىٰ لَكَ مِنْ كِتَابِكَ ط لَا مَسْئَلُ لَكَ لَكَ هَتْ وَلَكِنْ تَجِدُ مِنْ دُونِ مَلْجَلِكُمْ
اور طاعت کرو وحی کیا گیا تجھے بہت ہی کتاب سے کوئی نہیں رہنے والا اس کے کلمات کا اور کبھی نہ دیکھا تو سوائے کہ کوئی مجا
وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا
اور روکے کہ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو جگہ کرتے ہیں اپنے رب کو اول وقت اور آخر وقت چاہتے ہیں اسکی مانند ہی اور نہ
تَعْلَمُ عَذَابُكَ عَنْهُمْ تَرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا نُطِيعُ مَنْ أَغْوَيْنَا قُلْ لَنْ أَغْنَىٰ عَنْكَ دُنْيَاكَ
تجہا و کرین تیری آنکھیں اٹنے جاہی ہوں نیست جات دیکھو اور مت اطاعت کیجو کسی شخص کی کہ غافل کر دیا ہے اس کے دل کو جاہی یا دے

[illegible]

جی چلے ایمان لاوے دجگا بھی چاہے کفر کرے ۔ یہ بطور تہذیب و عفت و عید کے ہے جو ایمان لایا وہ عید ہے کہ نئے حق کو لیا تو اسکی غلامی یہاں تک اعتبار نہ ہوگا اور جس نے کفر کیا نئے حق کو چھوڑا وہ بدعت ہے اگرچہ تو کفر و دیوس بلباس غلامی یہاں تک اعتبار نہیں وہ ظالم ہی تھا اچھن نا لاطیہ جن نازا کہ ہم نے غلاموں یعنی مشرکوں و کافروں کے لیے عیسا کی پرکھ آخا طایہ مذکورہ آدھیا جسکے سداوق نے غلاموں کو گھیرا ہے سداوق نارا کے چار طرف کی دیوار ہیں ۔ امام احمد رحمہ نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سداوق کنار کو فرمایا کہ چار دیوار ہیں ہر دیوار کی چوڑائی چالیس برس کی راہ ہے ۔ رواہ الترمذی وابن جریر الضیاء ۔ رواہ الحاکم وصحیح ابن جریر رحمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ سداوق یعنی کھانے کے سداوق فارسی معرب ہے اور واحد ہے اور اسکے مثل کوئی مفرد نہیں کہ اس میں الف کے بعد دو حرف ہوں ۔ جو سہری نے کہا کہ لغت میں سداوق وہ شامیانہ ہے جو چین پر بنا جاتا ہے اور تہذیبی رہنے والے کہا کہ سداوق وہ حجر جو خیمہ کے گرد ہوتا ہے اور تہذیب میں گویا آگ کے محیط ہونے کی تشبیہ اس حجر سے ہے جو اپنے اندر والے کو ہر طرف سے محیط ہوتا ہے ۔ امام احمد یحییٰ بن امیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اہل ہر ہر میں انہم یعنی عندہ وہ حجر ہے جو ہر سے تہذیبی نارا اطراف ہم سداوقا کہ ان کتب تعینا ۔ اور اگر انھوں نے غوث مانگا یعنی اگر شدت آتش و حرارت سے چھوٹنے کے لیے انھوں نے درجہ چاہی تو انھوں نے انھیں غوث دیا جو نیگے پانی سے گرم پانی کی صفو میں بیان کہیں صفت اول ۔ کا نہ ہنن ماننے والے کے ہوگا اور صفت دوم ۔ یکتی ہو الخو کا محفوظ کو چونکہ کچھ آپس یہ حقیقت غوث دنیا نہیں کہ کہو کہ مقصود غوث سے یہ ہوتا ہے کہ وہ فرما کر نے والے کو اس نئی موصیبت کو چھلانے اور چوڑی پاؤں کو دو لگایا اور اپنے پیچے پیرا چاہو سے اسے اپنی تکلیف کو اور پڑھا دیا اندازا یا بیکس اللہ انکے لئے تہذیب سے جس سے انکو درد دی گئی ہے ۔ و سکتا کہ نہ کھفت اور کتنا ہر امر حق ہے یہ مقام حرم اصل میں اتفاق ہے کہ کمال کے نیچے کیمہ لکھنا ۔ لہذا کیا انکے پاس کچھ تہذیبی رہنے والے کہ مرقن قبل منزل ۔ مجاہد رحمہ نے کہا کہ متبع یعنی جہان اٹھا ہونگے معبدین جیسے رہنے والے کہ کمال میں تہذیب بہت چھوٹے ہونگے تو فرما کر نیگے انکو درخت و قوم باہر کا کہ انہیں سے کھا دینگے تو انکے منہ کی کھال چھل جائیگی اگر وہ ان کو فی گذر سے تو در قوم میں اپنی کھال کا نشان پاوے پھر انہیں چاس غلام ہوگی تو فرما کر نیگے پس انکو پانی دیا جائیگا مانند میل کے اور وہ اتنا سے درجہ کارم ہوگا جب اسکو خور سے قریب لجا دینگے تو اسکی حرارت سے اٹکے چھروں کی کھال بھٹ کر گرے گی میل ابن عباس رض نے کہا کہ میل کا ڈھلپا پانی جیسے زمیت کی کچھٹ لکھتے ہوتے ہیں مجاہد رحمہ نے کہا کہ وہ مانند خون پسپا کے ہے ۔ مگر مگر مگر نے کہا کہ وہ دھتے ہے کہ اسکی حرارت اتنا کم ہو چکی ہے ۔ دوسرے مگر زبائین اہل تفسیر نے فرمایا کہ ہر چیز جو کھلی جی جاوے ۔ فتادہ رہے کہ انکا کہ ابن مسعود رض نے کہا کہ انکا مگر داسو نے پاجا نہی کا پھلایا اور انکا کہل سے اسکو نرا وہ شہادت ہے ۔ ضحاک نے کہا کہ ہنم کا پانی سیاہ اور حرم سیاہ اور اسکے ٹک سیاہ ہونگے ۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ان اقول میں باہم کچھ مٹا فانت نہیں ہے کہ یہ کہ میل ان سب بری صفتوں کو شامل ہے کیونکہ وہ سیاہ بدو دار گاڑا حادثات کا کارم ہوتا ہے اسی واسطے دوسرے مقام پر فرمایا یرتدہ ولا یکا دینہ اور امام احمد کی حدیث ابو سعید خدری رض میں جو اوپر سداوق کے بارہ میں مرفوع گذری ہے اُس میں مذکور ہے کہ اور فرمایا کہ مار کا میل یعنی تہذیب کی کچھٹ کو جب کاڑا سکوائے پھٹنے سے نزدیک اسکو دیکھا تو اسکے ہرے کی کھال اُس میں گر پڑے گی ۔ سیوطی رحمہ نے جامع میں روایت ردین بن سعد اسکو خارج کیا اور ردین کے حفاظ میں کلام لکھا گیا ہے ۔ اور عبد اللہ بن المبارک نے ابو امیر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولیسیٰ بن ماریہ صید تجربہ کی تفسیر میں فرمایا کہ اپنے منہ سے قریب کا کچھ پھر اُس سے لگا کر کچھ چھب پاس لا دیا کچھ اسکا چھب چھب جائیگا اور کھال کی پٹنیں جو سر پہ تھیں ان پر پڑی اور جب پانی جائیگا تو زمین کٹ

گرنیکی اسد تعالیٰ فرمایا ہوا ان یستوی الیافا واما کمال لشی الوجہ الایہ پھر شیخ نے مرقا کی تفسیر میں کہا کہ خبری منزل و قبل مجمع موضع
الرفاق ہوتے ہیں۔ حق فی العراقر قولہ تعالیٰ وقل الحق من ربکم الایہ۔ علم آگاہی میں تھا کہ حضرت حق تعالیٰ کے علوم غیبیہ و اسرار غیبیہ و
احکام متناہی کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفقت سے اپنی امت کو لے جاتے ہیں اور زیادہ وجہ اُنہیں ڈالنے جو انکی غصے سے اہم ہو
تو حکم دیا کہ قل الحق من ربکم۔ طریق ہدایت کو گمراہی سے متنازیمان فراوسے تو وہی تابع ہوگا جو توفیق ازل سے سید ہوا ورنہ مانگا جو انکی گمراہی
پس حق رب عزوجل کی جانب سے جو وہ گمراہی اسکی تقدیر حکمت بالغہ کے ساتھ حق پر۔ شیخ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ حق عزوجل نے خلق کے
واسطے راہین ہدایت و حقیقت کی بیان فرمادی ہیں پس جو اس میں سلاک ہو وہ توفیق ہوا اور جو اعراض کرتا ہے وہ خدا لان ازل ہی بعض نے
کہا کہ جبکہ واسطے حق نے ہدایت چاہی اسکو ایمان کی راہ و دینی اور جسکے لیے گمراہی چاہی اسکو راہ کفر دیدی اور یہی ضلال الیہ ہے پھر اسد تعالیٰ نے
اہل ایمان کی برائی بیان فرمائی۔ بقولہ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَيُّومُ لَا يَأْخُذُهُ سِنٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ أَيْدِيهِمْ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

اور استہرک سے درمیان لے کر کہنے پر کہ میں اگر کہوں تو حق بہت غیبی و ابھیر اور بہت غیب منزل ارفاق ہو
یہ انما مات منین کا بیان شروع ہے بعد عقوبات کا فرین کے ذکر کرنے کے نوینین معتقدین کو بیان کیا۔ اِنَّ الْاِلٰهَ الْوَاحِدَ الْجَبَّارَ الْيَمَانِ
لانے یعنی اس حق پر جو مجھے وحی کیا گیا ہو یعنی قرآن پر۔ وَاَعْلَمُ الْغُيُوبِ اور کہیے اعمال صالحات پس علم و عل دونوں میں حق کے
ساتھ ہیں تو انکے واسطے انکا ثواب ہے۔ اِنَّا لَا نُخْفِي عَنْكَ شَيْءًا مِّنْ اَمْرٍ اَوْ نَجْزِيكَ مِنْهُ لَعَلَّكَ تَتَّقِیْ۔ اَمْرٍ یعنی جو ہم
ہم انکا اجر صلوات نہیں کرتے بجائے اسکے لا قیوم ہر اس میں عملا۔ کیا تو اس میں بجائے غمیر کے اعم ظاہر کو لا مہو جس سے فضیلت کا بیان
ہوتا ہو اور اشارہ ہو گیا کہ صالحات پر عمل کرنا چاہیے کہ نیکی کے طور پر ہو۔ یا کاری وغیرہ ہو پس جس نے یا کاری سے تازہ پڑی تو عمل تو
صالحات میں سے ہے اسکو کیا ولیکن اسے حسن نہ دیا یعنی نیکی نہ ہوا اپنے عمل میں۔ کہ زائد لفظ ترجمہ و اسرا علم۔ اور بعض نے کہا کہ قولنا
لا قیوم الایہ جملہ مترتبہ ہے اور قولنا الَّذِینَ آمَنُوا وَاَعْلَمُوا الصَّالِحَاتِ۔ کی خبر کے کا قول ہے یعنی قولہ۔ اِنَّ الْاِلٰهَ الْوَاحِدَ الْجَبَّارَ الْيَمَانِ
ایہی ہے لوگ ہیں جسکے واسطے جنات اقامت ہیں یعنی باغات جن میں محل و قصر بنے ہیں انہیں ہمیشہ کی اقامت ہو تجوئی مِنْ تَحْتِهَا جَنَّاتُ
انکے نیچے نہر جاری ہیں۔ بعض نے کہا کہ انکے مکانات و قصر و محل کے نیچے ہیں زمین اور اسد تعالیٰ نے فرعون کا قول بیان فرمایا کہ ہذا الانار
تجری من تحتی۔ یہ نہریں میرے نیچے جاری ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس شہر کے نیچے جتنے ہونا بھی کسی حاورہ یا میرے تحت تصرف ہیں۔ ابلان مکانات
انکے ایسے ہو گئے اور جُتُوْنَ فِیْہَا مِنْ دَھَبٍ وَاَصْفَحَ عَلَیْہِمْ یعنی زور دے جاوے جسکے جنت میں لیکن سے سونے سے۔ زجاج رحمہ نے کہا کہ
اسد جمع سورہ ہے اور سورہ جمع سواہر اور وہ ایک زور ہے کہ ہاتھ کو چپے پر پستے ہیں اور بادشاہوں کی زینت کا لباس سے جیسے
سابق بادشاہان ایران پہنتے تھے ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اساد و جمع سب ذہب کے ہو گئے لیکن دوسری آیت میں نفعا اور لور و لور بھی

روزی کیا۔ وَحَسَنَتْ اور نہایت خوب پر جملہ کے اندر تنخون پر۔ مُؤْتَفَقًا کہ گاہ پانچ تین جنت و منزل مجلس اس میں پانچ اقسام
بیش ہیں اول جنت عدن دایمی دوم ابراہیم جباری اقسام اقسام کے جو بے مثال ہیں سوم ایش زبور جو ٹھنوں نے دنیا میں سے ترک کیا چہر
لباس حریر بے مثال جو دنیا میں ترک کیا۔ پنجم ثناء بتوتون پر سکا جو اس وقت کہ تالے نعم الثواب و جنت مرفقا۔ اعدا نے دوسرے
مقام پر فرمایا کہ رضوان میں اللہ کے یعنی رضائے الہی سب سے بڑھ کر اور اس کی تفسیر میں فرمائی کہ وہ لوگوں کے خیال سے باہر جو شیخ نے
عالم میں کچھ کہ جن لوگوں نے نیک اعمال کیے اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے اپنے کرم و رحمت سے جو اسے بیشال مقرر فرمائی و قریب دستاورد عطا کیا
اور رحمت کرامت پر جملہ اس میں انکو لباس الوار جلال و جلال سے مزین فرمایا پس زبور کرامت و لباس لطیف و رحمت سے مزین ہوئے اور اسکا ستارہ
و دیگر وسائے کی طرف ہے۔ اقول اس سے مراد زمین پر کہ زبور و لباس جو ظاہر میں مذکور ہے وہ نہ ہوگا بلکہ ظاہر مذکور کے ساتھ کرامت و رحمت الوار و اشارہ
یہ رضوان الہی عظیم ہے جو کجا انداز آدمی کو نہ کہ حق پر پروردگار کی ہے ہوتا ہے۔ اور لکھا کہ نعم الثواب اسکا دوا ہے اور سب سے بہتر انکو نعمت دیدار جلال و
جلال ہے۔ شیخ ابن عطار نے کہا کہ جملہ قربان سخت اس پر ریاض قدس میں باغ وصال کے اندر ہر حال میں دیدار جلال حضرت سلطان
عزیز میں مشرب ہوئے۔ اسکا دور ہے کہ اسکا لکھو حیرت کی نعمت پر جملہ وصال میں تاج کرامت پہنے ہوئے زبور رحمت سے راستہ رحمت پر گزرن
جملہ قرب منزلت میں شرب رحمت پیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا جانے والے و آخرت جانے والے کی مثال فرمائی

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ خَالِيًا وَنُفَرًا ۚ وَسَبِّحْهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ
اور تپا انکو کماوت دور دور کی بنا دیے ہیں ایک سو دو باغ انکہ کے اور گردانے کچھ ہیں اور کہی
بَيْنَهُمَا زَبَابٌ ۚ طَائِفَةٌ لَمْ يَتَغَيَّرْ لَوْنُهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْأُخْرَىٰ ۚ وَأُولَٰئِكَ فِي الْأُولَىٰ ۚ وَكَانَ لَكُم مِّنْهُ
دونوں کچھ ہیں یعنی دونوں باغ انکہ بنا دیے اور نہ گھٹائے ہیں سے کچھ اور بہائی ہیں ان دونوں کچھ نہر اور اسکو بھیل لا

فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَنِي وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۚ
اور وہ کہتا ہے کہ میں نے ایمان لیا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے ایمان لیا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے

مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَذِهِ ۚ أَبَدًا ۚ وَكَانَ لَكُم مِّنْهُ
اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے

مُنْقَلَبًا ۚ قَالَ لَكَ مَا أَجِبُهُ وَهُوَ يُجِيبُكَ ۚ وَكَانَ لَكُم مِّنْهُ
اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے

رَجُلًا ۚ لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي ۚ وَأَشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۚ وَكَانَ لَكُم مِّنْهُ
اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے

قَوْلًا ۚ إِنَّا أَعْلَمُ بِمَا تَكْتُمُ ۚ وَكَانَ لَكُم مِّنْهُ
اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے

وَيُرْسِلُ عَلَيْهِمُ طَائِفًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقُصْبُهُمْ صَبْعٌ ۚ وَكَانَ لَكُم مِّنْهُ
اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے

اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے اور میں نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے

لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ۝ وَاحِطٌ بِمَا فِي صُفُوفِ قُلُوبِكُمْ ۝ وَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ سَرَائِرُكُمْ ۝ لَا يَدْرِي تَكُنْ لَهُ فِتْنَةٌ أَمْ يَصِفُوهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَجِرًا ۝
 کیا غیب تھا اگرچہ نہ جانتا اپنے رب کا کسی کو اور نہ پوئی اسکی جماعت کہ در کون اسکو اسکی سماعت اور نہ بخا وہ کہ بدلے کے
 هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۝ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝

و ان سب اعتبار سے اسے سچا ایسا کا نام بہتر ہے اور اس کا دیا بدلہ

یہ مثل عجیب ایسے دو شخصوں کی جو کہ ایک نے دنیاوی مال دولت سے بھر دیا اور دوسرا کی پرورش کی اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ سے کفر کیا اور دوسرے نے دنیاوی مال سے قدر ضرورت و حاجت اکتفا کیا اور اپنے حق و روح کو طاعت الہی میں لگا دیا اور اپنے ساتھی پر کفر سے ملاست کی جو اپنی حالت مجموعی کو باقی سمجھنا تھا یعنی غور و غفلت سے ایسا ہو گیا تھا کہ اپنا انجام نہیں سمجھتا تھا پس ساتھی نے اسکو ہر چند بھی یا اس کے خیال میں نہ آیا آخر کو ایک روز موت آئی اور مال برباد ہوا اور اس کا بدن خراب ہوا اور وہ گرفتار عذاب ہوا اور اپنی غفلت و حماقت پر افسوس کرنے لگا اور دوسرا زندہ موسیٰ و ہارون بن آیا اور اسکو اپنے دنیاوی فاقست کے عوض اللہ تعالیٰ نے کثرت آخرت و بیش و غشت عطا فرمایا اور کافر نے وہاں کچھ نہ پایا اور سب شرک تبدیل کیا اور افسوس اس کا بے فائدہ ہوا اور وہ ان کوئی شرک اسکا مددگار نہ ہوا کہ وہ اسے سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جو۔ لہذا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان شرکوں کا حال بیان کیا جو مفلس و محتاج مسلمانوں کے ساتھ جیٹھے سے پیر کر کے اور کھجے عاری کھجے عاری اپنے اموال و اولاد سے فخر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ عروہیل سے جس نے انکو دیا تھا شرک کو کفر کرتے تھے پھر کافر بن کر دونوں ملک کی مش و دشمنوں سے بیان فرمایا ایک الدار و ایک غریب سے اور دونوں کا انجام ہوا حال ضروری پر بیان فرمایا کہ انہیں یہ ہوا۔ اور ان کے رفیقاؤں و عالم و سراج وغیرہ میں کہ جب کافروں نے اپنے اموال کی کثرت سے اور اعوان و انصار کی قوت سے غریب مسلمانوں پر افتخار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شل میں بیان کیا کہ بہترین موجب افتخار زمین ہیں ہوسکتا ہے کہ غریب تو گھر ہو جاوے اور تو گھر فقیر ہو جاوے اور آخر میں ہی ہوا اور تو گھر ہی سب داخل و فانی چہرین ہیں یہ پائدار زمین ہیں اور جس بات پر افتخار ہوسکتا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و عبادت میں کثرت و قلت ہی اور یہاں تو یہ فقط فخر اس منون کو جو اس میں سے بیان فرمایا بقولہ ۝ وَاحِطٌ بِمَا فِي صُفُوفِ قُلُوبِكُمْ ۝ اور یہاں کہ اسے واسطے اکل شل یعنی ان کافروں کے لیے جو اپنی تو گھر پر کبر کر کے اور دونوں میں سے غریبوں پر نظر حقارت ڈالتے ہیں اور ان کے ساتھ جیٹھے سے بھر دے وغیرہ کرتے اور ان کے ایک دینے کی حقارت کرتے ہیں یہ شل بیان کر دی تھیں کہ دونوں کی آخر تک نصیب مثلاً و طہین کا اس بنا پر کہ دونوں انصاف کے متعلق ہیں بعض نے کہا کہ متعلق اول طہین اور متعلق دوم شل یعنی بیان کر دے و دشمنوں کو مثلاً۔ اور بعض نے کہا کہ طہین کی ذات مراد زمین البکر و غیر طہین مراد یعنی شل بیان کر دے خبر دوم دون کی۔ اور واضح ہو کہ شل مذکور کی جو مراد یہ وہ تو اول مذکور ہو چکی اور وہ ہر وقت مراد نہاں ہیں ایسے شخصوں پر صادق ہے لیکن اس میں کام ہے کہ جن دو شخصوں کو شل گروا گیا ہے یہ مثال میں مقدر کیے کہ جن با حقیقت میں ہی کوئی دو شخص تھے جن کا یہ حال غلام زمین واقع ہو جو۔ پس مثال میں مقدر ہونا تو اصل معنی ہیں اور سب غریبین نے اس پر اتفاق کیا کیونکہ حضور دینی ہے لیکن بعض نے کہا کہ دو شخص محض بھی تھے۔ معاملہ و سراج وغیرہ نے سوائے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ کے کسی اور شخص کے قول میں تو مخدومین سے

اکتساب انکھور یعنی درختان انکھور تھے وَحَقَّقْنَا لَهُمُ الْبُيُوتَ اور ہم نے دونوں کو گھر دیا تھا نخل یعنی درختان خرما سے باجیل اور درختوں سے
 یہ ایک لطافت ہے کہ باغ انکھور کے دروب طرف سے درختان پھلدار ہوں تو انکھور عدہ ہوتے ہیں علاوہ اسکے ہر موسم میں پھل موجود ہوتا ہے اور
 اقسام کے پھل پیدا ہوتے ہیں اور اس پر مزید کہ تَبَعْنَا كَيْفَ نَحْنُ اَزْجَا اور ہم نے دونوں کے بیج میں درختان راہت کر دی تھی جس سے فوت
 ووزینہ حاصل ہوتا تھا کہ وسط اسکا زراعت سے بھر امواد اور اگر اسکے انکھور کے درخت اور انکھور نخلستان اور دربان میں نہر جاری پس
 دونوں باغ فوت خوب و فو کہ پھلوں سے نہایت خوبصورت نخل پر بھرتے ہوئے تھے عمارت ملی ہوئی پھر ان میں پیداوار ہر قسم کی بھی خوب
 ہوئی تھی چنانچہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَنْبِیْ اَقْتَدَا اُلْکَلْہَا دونوں باغ ہر ایک لایا اپنے پھل۔ وَکَلَّمَ نَحْلًا یَرْوِیْہُ اَوْ زَمِیْنِ کِیْ کِیْ باغ نے
 پھلوں سے شہنائی بھی یعنی جیسے افراط نے آنے چاہیے تھی ویسے ہی نخل کے پھل اور انکھور نے اور خوب اناج پیدا ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ
 کہتا کہ کسی درخت میں کچھ کی نہیں ہوئی بعض نے کہا یعنی کسی سال میں کئی نہیں ہوئی تھی قویہ باغ غلات باغوں کے کہ جن میں ایک سال زیادتی
 اور ایک سال کمی ہوتی ہے یہ دونوں باغ عجیب تھے کہ ہر سال ان میں ثمرت سے برابر پیداوار ہوتی تھی۔ وَتَجَزَّیْنَا لَهُمُ اَنْھَا اَنْھَا اور ہم نے
 جاری کر دی دونوں کے وسط میں ایک نہر یعنی ہمیشہ وہ دونوں کو پانی پہنچاتی اور کبھی منقطع نہیں ہوتا تھا قوکان کہ تھوڑا اور اس
 شخص کے واسطے تھا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتا کہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہے کہ یہ نالی تمام یعنی سوائے دونوں باغ کے اقسام
 مال سونا چاندی وغیرہ تھا جس سے وہ ہر طرح کے خرچہ پر قادر ہوتا تھا جو اس باغ کی غیر وزارت میں صرف ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ ثمر سے
 پھل مراد ہیں اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی اظہر ہے اور یونہی اسکی دوسری قرأت تفسیر میں ہے کہ وہ جب شہر میں پھل پر جسے کہتا ہے کہ ثمر سے مراد
 اموال بطور مجاہد ہو تو ہوتا ہے کہ ثمر تفسیر میں سے انواع اموال مراد ہوا اور ظاہر میں بیان اموال کے معنی زیادہ عقول ہیں اور شاید شیخ نے پھل
 کے معنی اظہر ہے وہ سوجہ سے قو کہ اظہر ہے بین پھلوں کی آفت مراد ہے تو بیان بھی مراد ہے۔ واسطی و اجماع بیان فرمایا اسکے واسطے
 پھل تھے یعنی اقسام پیداوار سے جو جو تھے یا دیگر اموال بھی تھے پھر ایک وقت میں اس کا فز کاٹھا ہی جو مومن تھا اسکے پاس آ کر اور دونوں
 جمع ہوئے۔ فَقَالَ لِسْ کَا فَرِیْلَا یعنی لایا۔ اپنے ساتھی یعنی مومن سے۔ وَهَؤُلَاءِ اَوْرَاقٌ دَرَجَالِکَ اِس سے باتیں کرنا تھا یعنی وہ کہتا اور
 یہ کہتا باہم دونوں میں گفتگو ہوتی تھی اس حال میں اس کا فز نے اس مومن سے تین باتیں نالائقی میں۔ اول یہ کہ۔ اَنَا اَكْتُزِمُ نَحْلًا
 وَ اَعَزُّ لَکَ اَنْفَرُ یعنی ربط اور وہ اس سے کہہ پڑتے ہیں یعنی میں نیست تیرے ال میں زیادہ مومن اور میرا وہ زیادہ ہے تجھ غالب ہوں
 شاید کہ اولاد وغیرہ و خدشہ نگار وغیرہ مراد ہیں تو تم کہ ایک بات شیخ تو اسے یہی کہ جس سے مال و اولاد کے ساتھ مومن پر افتخار کیا اور تم کہ
 ساتھ نعلی کی کہ میں تجھ سے برتر ہوں اور دوسری آگے آئی ہے منسرون نے کہا کہ پھر یہ کا فز اپنے ساتھی مومن کے ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنے اموال کی سر
 کرنا ہوتا تھا کہ اسکو وہ چہرہ دکھلا دے جبکہ کہہ رہا تھا کہ انا تھا وہاں سے چلا۔ وَحَسْبُ حَسْبَتْہَا اور ساتھ ہی ہوتے داخل ہوا نالائقی میں
 واضح ہو کہ بیان دوبارہ میں سے ایک باغ بصحہ مفر د فرمایا تو غلام نے کہا کہ شاید سوجہ سے کہ وہ اسکو ایک ہی باغ میں فقط لایا ہوا یہ کہ
 دونوں متصل ہوتے سے ہزارہا دین باہلے ایک ہی کے گیا پھر دوسرے میں لے گیا تو اول ایک ہی جنت میں داخل ہونا لازم ہے یا یہ کہ
 دونوں کے ذکر سے کوئی تعرض تعلق نہیں کیونکہ جو بات ہر وہ ایک ہی سے حاصل ہو یا صرف ایک ہی کے بیان پر گفتگو فرمائی شیخ جلال علی
 نے فرمایا کہ جنت کا ہم مفرد سوجہ سے کہہ کر اور وضع پہلے ہی دونوں باغ کو شامل ہے اور شاہد اب ہم اللہ سے حاشیہ فرمادی ہیں کہ کیا جنت کی
 اضافت جب اسکی طرف ہوئی تو مفید استغراق ہوئی جیسے اللہ لام استغراق سے فائدہ ہوتا ہے کہ اول اس باغ کے سوائے اسکے کوئی باغ نہ تھا اور

کشتافین زعفرانی نے بھی یہی اشارہ کیا کہ مراد جنت سے اسکی جنت ہے جن میں قویہ تخیر کو ملتی وہ اپنی اس جنت میں گیا جس پر
 آئندہ اسے حکمت کو برکات دے کہ جن کو وہ خدا کا مخلص ہے وہ جان بظلم کرنے والا نہیں کا فر نے رب تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ اسی
 سبب سے قال۔ اے ما کہو کہ شدت سے غافل اور اپنی حرص میں گرفتار وادام وخیالات کا پس تھا کہ اسے اَعْلٰی اَنْ یَّجِدَیْنِ هٰذِیْن ۴
 آج کے دن میں نہیں گمان کرتا ہوں کہ فنا ہو جاوے یہ جنت یعنی جوں نے جو اسکو کفر کرنے پر خوف دلایا کہ اسے تعالیٰ نے کفر کی شامت سے اسکو برباد
 نہ کر دے اس سے خوف اور ایمان لا کر اسکی بندگی اور نعمت کا شکر ادا کر دے اسے باغ میں لجا کر وہ نہ لہر نہ چری ہوئی اور شاہد باغ دکھلا یا
 اور کہا کہ یہ سب تمہارے خیالات ہیں اور میں نہیں گمان کر سکتا کہ یہ بابر دشمن ہو جاوے جسے اسباب چاہے یہ موجود ہیں۔ یہ اسکا
 دوسرا قول شیخ جو میں نے دیکھا ہے وہ اسکا اور ساری انسانی پیدائش کا نتیجہ ہی دنیاوی زندگی خیال کیا کہ انسان کو اسے ماند خورد و
 گھاس و درختوں کے کربا بلکہ اسے بنیاد کے جگر میں ہزاروں درخت ہیں کہ ہزاروں برس پہلے ہیں کہ آدمی جن درود میں اسے مانتے ہوتا
 ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس میں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ سب نبی ہے اور اپنی آخرت سے یہ ان کی مدد وعت کا اصل وہ ان پر گوارس کا فر نے قیصر سے قول
 سے اسکا بھی انکار کیا اَعْلٰی اَلْاَشَاقِیْہُ اَیْنَہُ اَوَمِنْ تُوْکْمَانِ یَمْنِیْنِ کرنا قیامت کو اتنا دلی۔ رجحان کرے کہ اسے اپنے اسے سامعی کو
 آگاہ کر دیا ان دونوں قول سے کہ وہ کا فر ہی طرح جوں نہیں ہے۔ جو اسے ایک ایک لپٹے کے ساتھ جوں کی نصیب کے طور پر ایسا لگا کر نہ
 نصیحت کا دروازہ بند ہے وَلَکِنْ اُرِدُّوْا ذٰلِکَ اِلَیْکُمْ اَوَلَا تَعْقِلُوْنَ اور اگر میں بالفرض تیرے اعتقاد کے خلاف اپنے رب کی طرف لوٹا یا بھی جاؤں تو وائے
 میری شان ہے کہ تجھ کو نہ کھڑے رہے اَلْاَشَاقِیْہُ اَیْنَہُ اَوَمِنْ تُوْکْمَانِ یَمْنِیْنِ وہ ان متکبر ہو کر اس سے بھی ہتھ اڑا کر جیسے تشریف سے اس میں داخل
 ہے کہ تھا کہ میں جنت میں رہی ان کی منہ نہ کی یعنی اگر میں ان کو کہ میں اپنے رب کی طرف لوٹا یا جاؤں گا تو ضرور ادا ہو گا مجھے نصیب کے لیے
 وہ ان ہی بڑی نعمت و خوشی جو عینی اپنے آپ کو کہ جس سے اس لائق خیال کیا کہ میان میری شان و خوشی وہ بدیدگی کی وجہ سے مجھے یہ سب ملے اور
 وہ ان کو وہ ملک ہو جسے اس سے بھی ہتھ لگا کر گیا۔ جو بالفرض میں کہ تم کو اب انہوں کے نزدیک کچھ میرا ہمارے واسطے کچھ نہیں ہے
 ایسا ہی وہ ان ہی نہ ہو گا۔ یہ کمال درجہ کی جمالت تھی اور اسے تعالیٰ کی قدرت و حکمت و شان سے افضل و حاصل احق تھا۔ حال کہ یہ صاحب
 جواب دہ اس کا فر کو اسے سامعی جوں نے۔ وہ کھوٹے اور کچھ درجہ کے اس سے کہ اسے اَلْاَشَاقِیْہُ اَیْنَہُ اَوَمِنْ تُوْکْمَانِ یَمْنِیْنِ کا فر نے
 اسے تعالیٰ کی عظمت و جلال کے سامنے اس کی باتوں کو بہت شیعہ کر اس سے کہ اسے اَلْاَشَاقِیْہُ اَیْنَہُ اَوَمِنْ تُوْکْمَانِ یَمْنِیْنِ کا فر نے
 کہہ کر اسے اس خالق پر۔ دل سے جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ یعنی تیری اصل عظمت میں کمال اس سے آدمی علیہ السلام پر اسے یہ بھلا تو اسے سپر
 ایمان لائے اسے انکار کیا اور اسے ساتھ کفر کیا جس نے تجھے خاک سے اپنی قدرت کے ساتھ بنایا کہ اسکی عظمت کی قدرت کیا۔ اَلْاَشَاقِیْہُ اَیْنَہُ اَوَمِنْ تُوْکْمَانِ یَمْنِیْنِ
 تجھے نظم سے نکالا۔ اسوقت طفل جو بوض ہو تا ہے نہ کہ کالی کرے اسے اس مال اور کچھ کچھ واقف اور مردہ بہت زندہ ہو تا ہے اور اسکی
 قدرت سے والدین یا دلوگ اسکو اپنے تین اور حقیقت اسے تعالیٰ پرورش فرما ہے۔ اَلْاَشَاقِیْہُ اَیْنَہُ اَوَمِنْ تُوْکْمَانِ یَمْنِیْنِ اسے پورا آدمی کر دیا ہے
 اسے تجھے اسکی قدرت و کمال میں شک ہے کہ کو تو مکر و دوبارہ پیدا ہو گا اور قیامت سے گمان میں نہیں آتی ہے اور اسکا خاک و لطف کی پہلے تیرے
 تو اسقدر مضروب حال کہ سب خاک و لطف تھا تو تجھے کیا غور ہو سکتا تھا تو اب اسکا شرف و فضل ہے جس نے تجھ کو پورا آدمی کر دیا اور کھانے پینے کو
 فرمایا اور تیرے ساتھ ایسا نہیں کیا اور نہ کوئی کر سکتا ہے جو کو تو تیار ہو جتنا اسکی بندگی کر رہتا ہے اور شکر ادا کرے اسکی کمال و کمال و کمال
 و کمال میں تو بھی کہتا ہوں کہ۔ اَلْاَشَاقِیْہُ اَیْنَہُ اَوَمِنْ تُوْکْمَانِ یَمْنِیْنِ اسے سب اسکا کوئی شکر کر نہیں ہو گا اَلْاَشَاقِیْہُ اَیْنَہُ اَوَمِنْ تُوْکْمَانِ یَمْنِیْنِ اور میں بھی اپنے

رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ہوں۔ اول تو ہومن نے اللہ تعالیٰ کی توحید کہ وہ وحدہ لا شریک ہے بیان کی پھر اپنا حال بتلایا کہ میں نے اپنی برائیت سے اپنے سارے شریک کو تاجی نہیں ہوں۔ فقال ارہ نہ یہاں کسی وجہ یہاں کے تھول یہ کہ میں کسی بات میں شریک نہیں کرتا پس ازلہ کوئی نفی ہوئی کسی کی طرف سے دیکھتا ہوں پس جب اس نے مجھے دیا تو اسکی حمد کرتا ہوں اور اگر وہ کچھ مجھے بتلا کر تاہو تو میں حاضر رہتا ہوں و صبر کرتا ہوں اور اسی سے عافیت جانتا ہوں اور میری یہ حالت نہیں ہو کہ جس وقت وہ مجھے نعمت دیتا ہے تو میں اسکی ناشکری کروں اور احوال و اولاد اور اعوان و انصار کی کثرت کو اپنی ذلت کی خونی خیال کروں یہ جواب اس معنی میں کہ جب کا ذکر کرتے کہ شریک ال و جہا پر اپنی ذات کا غور کیا تو اُسے اپنے نفس کو گواہ اللہ تعالیٰ کا شریک ثابت کیا تو ہم یہ کہ کا ذکر کرنا بدعت پرست تھا تو اسے شریک پر اپنا کیا کہ رسوم یہ کہ اسے بدعت و قیامت سے الگ کر لیا کہ یہ کہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے الگ کر لیا اور عاجز قرار دیا تو مثل مخلوق کے اعتقاد کیا اور یہ شریک ہو کر در کردا افضل آہی سے ہیں ایسا نہیں کرتا ہوں کہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک کر دوں یعنی میں خدا و فضل میں جیسے ذکر کرتا ہوں۔ و لی کذا اور تو نے یہ کیوں نہ کیا کہ اذ کذبت کذبتک جب تو اپنا پتہ باغ میں آیا تھا تو کذبتک بمانتک اللہ ما ہوتا کہ اشارہ اللہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ پیدا کیا اور مجھے دیا تو یہ ساری قدرت و مصطفیٰ اُمّی کی ہو کہ اذ کذبتک کذبتک اللہ کچھ قوت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ یعنی کسی کو قوت کے خود حاصل کرے اور نہ میں کسی طاقت کے اسکو پاؤں لگے کہ جو اللہ تعالیٰ کی قوت سے جو واضح ہو کہ ہر کس جو اس کا ذکر و تلمیح کرنا نہایت بزرگ گناہ اس کے لیے خوبی پر نظر نہیں لگتی جو نہایت اور نہ پرانی۔ ابن ابی حاتم نے اس ازبنت عیس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند حکایت متعلم فرمائے ہیں کہ میں انکو بجا دیتی کہ وقت کسی ہوں اللہ اللہ ربی لا شریک بہ شیعہ یعنی اللہ میرا رب ہے میں میں شریک لا ائی اس کے ساتھ کسی چیز کو۔ ابوالعباس مردود یہ بھی نے اس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہی بات کہ جس میں نہ ہر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت اہل بال یا فزندی دیکھو کہ لکھا اشارہ اللہ لا ابا اللہ تو اللہ تعالیٰ اس سے ہر گز تفرق و دور ہو گا جو یا نہاں کہ اسکی موت آوے اور یہی اہمیت پر بھی شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اسکی اسناد میں عیسیٰ بن حورن عن عبد اللہ ابی ہریرہ عن انس رضی اللہ عنہ اور عطاء بن السجیج از زدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اسکی حدیث صحیح نہیں ہے۔ ترجمہ یہ کہ یہ اسناد ضعیف ہو لیکن اسکو قوت حاصل ہو گیا کہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ معنی ہو قوف ہو گیا ہیں لیکن ہو قوف یہاں بڑے مفرد ہے کہ اسے شیخ نے لکھا کہ بعض سلف نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی بات اپنے حال یا مال یا فزندی سے اچھی معلوم ہو تو اسکو چاہیے کہ چون کہ لکھا اشارہ اللہ لا ابا اللہ یعنی زبان سے کہے اور وہاں کہ لکھا کہ اس کے معنی میں یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ویسا ہو جو کچھ قوت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اجماع خوبی اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوگی۔ اور امام احمد نے ابویہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے رہتا ہوں تا جوں کہ اسکی جنت کے خزانوں سے اور ایک روایت میں زیادہ لکھا کہ جو عرض کرے نیچے ہر میں نے عرض کیا کہ ہاں بتلا دیجیے میرے ماں باپ آپ پر نذرانہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لا ابا اللہ۔ شیخ نے کہا کہ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں صحیح میں ابویہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ مجھے جسے حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے راہ بتاؤں یا اسکا خزانہ کی جنت کے خزانوں سے جو عرض کرے نیچے ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں تو فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کی تشریح بڑی کمزور آیتوں و احادیث و روایات ہیں پھر جب ہومن نے اسکو توحید اعتقاد دی کھلائی اللہ تبارک و تعالیٰ اور کھلائی کہ سب استخوان دہا لے گئے یہ دیکھا کہ تو کا فائدہ جو امیران اموال فانی اور دوسراں خیالی کی وجہ سے کچھ کیا تھا اسکا جواب دیا کہ ان قدر ان کا اخل و مناک ماک و کذلک اگر تو نے دیکھا مجھے کہ میں تجھے کہتے ہوں انرا مال و فزندی کے جتنی کہ چاہیے ان کی خیرات دینا تو مجھے ایسا ہے کہ میرا سب کچھ دیتے بہتر ہے

[illegible]

ثواب انکا بہتر اور انجام انکا باکل محمود و محمود نام رازی روح وغیرہ نے اسکو بر تقدیر لیا لینی اگر تقدیر اسکا کہ کوئی غیر ثواب دے سکتا تو اس سے
ثواب آبی بہتر ہو اور سر تحریر کتابا کو اس طرح ہے کہ بیان آنحضرت کی کسب کر کے نہیں ہیں بلکہ ذات خود بہتر ہو واسطہ علم فی العرش
قولہ تعالیٰ ہنالک الولایۃ لمد الحق۔ اس میں اشارہ ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو محفوظ فرماوگا کہ ظہور علال میں تہذیب نہ ہوں پس حسب
انکو تہذیبیت سے محفوظ فرماوگا اور انکو منازل و منزل میں داخل کرے گا پس یہ ولایت و مودت حجابی ہے کہ لزل میں اسکا ساتھ الوداد کو
مخصوص فرمایا اور یہ منزلت بہت رفیع ہے جسکے اعزاز میں زبان قاضی اور ولایت حق دنیا و آخرت میں وہ ہے کہ جو اسکا اختیار لائی سے اور
ارادہ قدیمہ سے صادر ہوئی ہے اور حقیقت اس ولایت کی یہ ہے کہ جسکو اس ولایت سے سرفراز فرمایا اسکو خواہ زمین کرے گا واسطی رحلے کما لہ تقدیر
جسکا مکتوب فی البھت ہے وہی وی شیخ ابن عطار رحلے کما لہ حق تو اس بندہ کے حق صادق ہونے سے سابق اور وہ سمجھے اپنے حق کی جانب
بلا تا پس حسب توحیدی ذات کے واسطے اسکا طالب ہو تو جو ہے حاصل ہو پس قولہ غیر ثواب یعنی ان لوگوں کے لیے جو اسکا طالب ہوں وہ بہتر ثواب ہے
نہ طالب جنت کے لیے کہ وہ طالب بہت ہے جو کلمہ میں کافرون کو دنیا حاصل ہے تو اس حیات دنیا کی حقیقت بیان نسرا فی
و اضرب لکم مثل الخیلۃ الیٰ نسا کما آؤن لکم من السماء فاختلط بکم بنات الیٰ نسا فی کتبہ
اور بیان کر دے کہ لے مثال رنگانی دنیا کی جیسے چھ کاپی کر کے آسمان سے اتارا جس اسکی وجہ سے چنانچہ ہمت زمین کی پھر ہوگی
کھشیماتن روم الدیہ لوطو کان اللہ علی کل شیء شہید راہ انما وال انبوت زینۃ الخیلۃ الیٰ نسا
وہ کوئی بھی کہ انرا پھر نہیں اسکو ہائیں اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا درجہ قدرت والا ہے ال اور اپنے نبیین رنگانی دنیا کی کے
و البقیۃ الصلیحۃ خذ عینک ربک تو اباً و خبیۃ املاً ۵

اور اجات بہتر و برے یہ کہ بیان اندام کے اور جزو تناسل سے

و اضرب لکم من ان کافرون کے لیے جو احوال و اولاد پر فرماتے ہیں بیان کر دے مثلاً الخیلۃ الیٰ نسا مثال اس ادنی حیات کی جو دنیا ہے
کسی جلد ہی پھر معلوم ہوتی ہے کہ جس جلدی داخل ہوجاتی ہے کہ آؤن لکم من السماء جیسے پانی کہ ہم نے اسکو آسمان سے اتارا کہ اختلط
یہ بنات الیٰ نسا فی کتبہ اس پانی سے مختلط ہوتی بہت زمین کی پھر لگی اور پھر اس میں گندھکی جیسے کثرت سے گھاس کے چھن چھن دیکھا جاتا
ہو اور سر خوشہ و نازکی و سبزی معلوم ہوتی ہے پھر جب پانی منقطع ہوا تو خشک ہو گئی۔ خاکہ پھر خشک ہو گیا پس سو گئی تنکے ہو گئی۔ تَن دَوْنِ الدَّیۃ
کہ اسکو ہر طرح اڑانے پھر تہن خلاصہ کہ حیات دنیا کو اللہ تعالیٰ نے اسما سے تشبیہ دی کہ جب تک اسما سے اسما سے مردے گھاس
ہی رہے وہ منقطع ہوا اور سو گئی تنکے ہو کر لگی اسی طرح جب تک حیات کا قوام ہا زندگی ہی منقطع ہوا اور خاک ہو گیا۔ و کان اللہ علی
کل شیء شہید راہ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے بیچ اپنی قدرت سے کہ دنیا پر اور وہ بھی کر دیتا ہے اول اسکو گناہ پھر بڑھاتا پھر زائل کر دیتا
ہو اسی طرح دنیا کا حال ہے کہ پہلے تو جوس کے ساتھ پید ہوئی ہے پھر اس کے حسن و نازکی میں دل مبتلا ہوتا ہے پھر خطا ہو کر زوال ہوجاتا ہے اور اللہ
نے حیات دنیا کی مثال کسی جگہ بیان فرمائی ایک بیان اور ایک سورہ یونس میں بقولہ لمانش الحیوۃ الدنیا کما راسخا فی السماء فی خلط
بینات الارض مما بلک الناس و الانعام حتی اذا غدت الارض لاک یاہ و سورہ زمر میں بقولہ انزل من السماء ماء فینزل منہ نخل و لوز و
اکامہ۔ اور سورہ حدید میں بقولہ لیس فی شجر من حب الہدیا خضرۃ علوۃ یعنی دنیا ہر پھر ہر شے میں ہے
فی آخر الہدیت جب بیان فرمایا کہ صحیح بات کو خضر سے کچھ کہ اسنادنا کما کنت دراز سے ہو اور آدمی کی دنیاوی حیات کی مثال جیسے چھ کاپی

بایات صالحات کیا ہیں فرمایا کہ لا الہ الا اللہ سبحان اللہ واللہ اعلم واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ اعظم ہیں تفسیر یہ الام احمد الام اکبر نے
 بواسطہ عمارہ بن عبد اللہ بن قیس کے سب سے روایت کی کہ بایات صالحات سبحان اللہ واللہ اعلم واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ اعظم ہیں
 ولا حول ولا قوة الا باللہ سبحان اللہ واللہ اعلم واللہ اکبر سے ہے کہ یہ پانچ کلمات ہیں یعنی جو اوپر مذکور ہوئے ہیں عشرہ نے کہا کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر
 سبحان اللہ ولا حول ولا قوة الا باللہ بایات صالحات ہیں اس روایت میں اللہ سبحان اللہ ہے۔ عمارہ کے قول میں اللہ سبحان اللہ لا حول
 ولا قوة الا باللہ کو نہیں پڑا اور ابیہی عبد الرزاق نے حسن و قتادہ و عمارہ سے نقل سے روایت کیا ہے۔ اور ابن جریر نے ابوسعید رضی سے روایت
 کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بایات صالحات میں سے بہت زیادہ چھ کر عرض کیا گیا کہ وہ کسی نے فرمایا کہ مست عرض کیا
 گیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ کبیر و تسلیس و تسبیح واللہ رسول لا حول ولا قوة الا باللہ وقدر واہ الام احمد یسبح تم کتا جی کہ میں یہاں دیگر منسب سے کہ قول
 نفس کر کے پھر ابی حصہ تفسیر میں اس کبیرہ کا نقل کر دیا۔ بایات صالحات کی تفسیر میں اقول میں اول یہ کہ جو خیر اعمال میں کرتے تھے جیسے
 میں حق نزول میں آیت کا جو ابیہی۔ یہ قول مذکور کیا کہ سبب خاص کا اعتبار میں ہوتا بلکہ عموم لفظ کا اعتبار تو جو چیز باقی ذیک میں ہو دخل
 ہونا چاہیے۔ قول دوم غار سے بیگانہ۔ اور اعتراض ہو کہ اس کے سوا بھی اعمال صالحہ ہیں۔ قول سوم ذکر جو اوپر مذکور ہوئے۔ قول چہارم
 پاکیزہ قول۔ قول پنجم کہ بایات صالحات وہ نیکیاں ہیں جنکے ثمرات ہمیشہ باقی رہتے رہا ہیں۔ مگر میں نے کہا کہ قول اعم و اشل ہے
 اس میں نماز و اعمال حج و روزہ و رمضان و سبحان اللہ واللہ اعلم واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ اعظم واللہ اکبر و کلام اللہ اور اسے
 اس کے حق و عمل جو کچھ محبت الہی و اس کی معرفت و خدمت کی جانب ادعی ہو یہ سب بایات صالحات ہیں و خلافت اس کے قول و عمل کچھ
 خلق کی جانب مشغول کہے وہ اس سے خارج ہو کہ لو کسا سوسے حق و عمل کے جو کچھ جو سب غانی ہو تو اس سے مشغول ہونا اور فریضہ کرنا اور اس کے لیے
 سعی کرنا سب صالحات ہیں حق و عمل و وہ بذات پاک خود باقی ہو تو اس کی محبت و معرفت و طاعت و خدمت میں مشغول ہونا بھی باقی ہو تو اسکو
 زوال نہیں ہوا و نہ ترک کرنا ہو کہ شاید تحقیق یہاں وہ جی جانب اول میں نے اشارہ کیا ہے کہ بایات صالحات وہ اعمال ہیں جو خاص توحید و عظیم
 صفات الہی و عمل و اخلاص اس کے طاعات ہیں پس نماز و روزہ و تسبیح و تسلیس وغیرہ میں داخل ہو گئی اور نماز کے واسطے وہاں باقی ہونا ایک صورت
 کے ساتھ یا ہوا یہی روزہ و تلاوت قرآن وغیرہ اور اس کے سوا اور بھی اعمال خیر ہیں جن کی حد پر نہ میں نے کسی اللہ تعالیٰ میں فی امر ایک۔ یعنی
 وہ بھی کئی ہو جو تفرقہ تو اپنے جو کہ کچھ نہیں دے یعنی جو دوکانان افتخار و عیس و وہ بھی جو دیکھ ان بیکو ان کا براہ ثواب ہو کہ کچھ عوض جنت میں
 نعمتیں ہیں اور وہ یہ خبرات بذاتنا۔ یا نہیں ہیں یا نعم و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ پھر شیخ امام ابن کثیر کے تفسیر میں کہ سالہ میں عبد اللہ کے آزاد
 کیے ہوئے عبد اللہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا کہ مجھے سالہ نے ایک ضرورت سے محمد بن کعب اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ محمد بن کعب سے کہنا کہ
 مجھ سے زادہ قبر کے پاس ملاقات کریں مجھے ضرورت ہے۔ کہا کہ پھر وہ دن میں وہاں ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے کو سلام کیا پھر سالہ نے فرمایا کہ
 آپ بایات صالحات کس کو شمار کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر سبحان اللہ واللہ اعلم واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ اعظم
 ولا حول ولا قوة الا باللہ کعب سے اس میں داخل کیا ہو انھوں نے کہا کہ میں براہین داخل رکھتا ہوں۔ پھر وہاں تین مرتبہ سلام کر دیا مگر محمد بن کعب اسی جیسے
 سب اور کہا کہ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو سالہ نے کہا کہ ان تو محمد بن کعب نے کہا کہ محمد بن ابیہی اللہ تعالیٰ رحمہ نے حدیث فرمائی کہ میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مجھے پھر چھ یا آسمان کو وہاں میں نے ہرگز علیہ السلام کو دیکھا اور پوچھا کہ اسے ہر میل ہجرت ساتھ
 کون ہر میل لے کہ کمال محمد بن انھوں نے مجھے مرحا و لا وسلا کہا اور فرمایا کہ اپنی امت کو تاک کر دو کہ اس جنت میں اسٹا کر کہیں کہ اس کی تزیین

[illegible]

اگرچہ ایک چیت ہو تو ملکوں نے بھی جو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کابل اس چیز سے
دلوایا جائیگا کہ تم تو سننے پاؤں سننے برن بے فتنہ تیرہ اور بالکل کوئی چیز نہ رکھتے ہوئے نہ فرمایا کہ نیکون و بدیون سے قصاص دلوایا جائیگا مگر تم
کہتا ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ روز والا دیسا ہی سے جیسا قریب والا سننے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہاں کوئی دوری و نزہت کی ہوگی
تو آواز ہر شخص کو ہر جگہ کیاں سنائی دیو گی یا فہم عبد اللہ بن امام احمد نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز سینکڑوں والے جانور سے بے سینکڑوں والوں کے لیے قصاص لیا جائیگا۔ شیخ نے کہا کہ اس کے ساتھ بیوہ و ذہن اور مکرر کہتا
ہے کہ صحابہ میں خود موجود ہے اور اللہ تعالیٰ ع و علی دانا تو یہ کہ اس حالت میں ان کے آرام وغیرہ کی کیا کیفیت کر لیا انجام ہوگا۔ مگر ابن خلیفہ نے
سب غاک ہو جاوے اور یہ اللہ تعالیٰ ع و علی دانا تو یہ کہ اس حالت میں ان کے آرام وغیرہ کی کیا کیفیت کر لیا انجام ہوگا۔ مگر ابن خلیفہ نے
ذکر کیا کہ امام رازی رحمہ نے بیان کیا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نسبت کر کے نقل کی کہ یعنی تامل یہ کہ حدیث ہے یا امین ہر حال حضرات میں یہ
ہو کہ قیامت کے روز یوسف و یونس و سلیمان بلالے جاوے گئے پھر لوگوں سے حساب لیا جائیگا سب ملکوں بلالے جائیگا اور اس سے کہا جائے گا کہ
تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ تو نے تجھے آدمی کا غلام کر دیا تھا سنئے مجھے فراغت نہ دی پس یوسف علیہ السلام بلالے
جاوے گئے کہ یہ تیرے مانند ملک کر دیا تھا اگر اسکو میری عبادت سے کوئی چیز مانع نہ ہوئی پس اس کے واسطے دوزخ کا حکم دیا جائیگا پھر عرض میں
گرفتار بلالے جائیگا اور پوچھا جائیگا کہ تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ مجھے جباری نے روک دیا تو اب بلالے جائیگا کہ اس کو
تجھ سے زیادہ سخت جباری دی تھی اگر وہ اسکو میری عبادت سے مانع نہ ہوئی پس عذر نہ سنا جائیگا اور دوزخ کا حکم دیا جائیگا پھر بادشاہ
بلالے جائیگا اس سے کہا جائیگا کہ تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ مجھے سلفیت کے کاروبار سے فرحت نہ ہوئی و سلیمان بلالے
جاوے گئے کہ میں نے اسکو تجھ سے زیادہ دیا تھا اگر وہ اسکو میری عبادت سے مانع نہ ہوتا میرا عذر کچھ نہیں پس اسکو دوزخ کا حکم دیا جائیگا مگر
کہتا ہے کہ اس روایت کو حدیث کہنے میں تامل کیا جاوے جب تک اسکی اسناد معلوم نہ ہو اور یہ کہ کس حدیث نے اسکو اخراج کیا ہے اور شاید
کہ بعضے و غلط کئے والوں نے اسکو ترغیب دلانے یا خوف دلانے کے واسطے ذکر کیا ہو اور امین عوام کو انبیا و اولو العزم پر قیاس کیا ہے اور اللہ
اعظم بالصواب والہدایہ والرحمہ والہدایہ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی جگہ سے بندہ کے قدم قیامت
کے روز نہ ہلنے پاوے گئے یا نہ ہلے گا کہ اس سے چار باتوں کا سوال کیا جاوے اسکے جسم سے کہ اسکو کس میں مبتلا کیا تھا اور اسکی عمر سے کہ اسکو کہاں
کھویا اور اسکے مال سے کہ اسکو کہاں سے کیا یا اور کس میں خرچ کیا اور اسکے علم سے کہ اس سے کیا عمل کیا اور اللہ تعالیٰ و غیرہ و رواجی بن بن
کما فی البستان للشیخ عبد العزیز الدہلوی۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ و یوم نیر البیضاء و فی الارض بارزۃ الا یہ اشارات ہے کہ اللہ تعالیٰ
عو و علی قیامت کے روز اپنی عظمت سے بہاؤں پر تھلی فرماوے گا پس وہ سے بڑے کھڑے جائیگا اور ہوا میں آئینے اور بعض سے بعض ٹکراوے گئے
اور اللہ تعالیٰ کے خوف و ہیبت سے غبار ہو جاوے گئے اور زمین صاف ہو کر کشادہ رہ جائیگی حتیٰ کہ جو اسپر کھڑے ہو گئے ان میں اکہٹا ہوا
میں کچھ حجاب نہ ہوگا۔ شیخ ابن عطاء اللہ نے کہا کہ اس کلام سے ارشاد و دلالت بتلا فی کہ اس دن تمام جہود و عظمت کا اور تمام
قدرت و ہیبت کا ظہور ہوگا تا کہ بندہ اس وقت کے واسطے یہاں کرے اور اپنا ظاہر و باطن اس روز کے خطاب کے لیے درست کرے۔
اور شیخ استاد رحمہ نے کہا کہ اس وقت اہل سب کو موت دیدی جائیگی جو اس زمین کے واسطے اوتار دین اور انھیں میں نقب بھی ہو گا پس زمین
کے پناہ جو اوتار دین قیامت کے روز اٹھا کرے جاوے گئے اور جو حقیقت بین اوتار عالم ہیں یعنی سردار صلی اللہ علیہ وسلم کو موت دیدی جائیگی

پس بہارِ زمیں ہو جاوینگے۔ قولہ تعالیٰ و معرو علیٰ ربک صغاسر لیکاروہ اپنی صفت میں ہوگا تاکہ لوگ اہل مہاترات و ولایت کو
 پہچانیں اور ہر ایک جھکو دعویٰ با طاعت کا ہے اپنے موقع پر ہوگا بقدر اسکے کہ انھوں نے دار فرائض میں تکلیف برداشت کی ہے
 پس بعضے کو شاہ دست میں ہونے اور بعضے کو شاہ و صلت میں ہونے اور بعضے کو شاہ و صلت میں ہونے اور بعضے کو شاہ و صلت میں ہونے
 پس ہر ایک مشرب محبت ہو وہ ہر حال میں ہوگا اور ہر ایک مشرب ہیبت ہو وہ ہر حال میں ہوگا اور ہر ایک مشرب معرفت ہو وہ ہر
 صفات میں ہوگا اور ہر ایک مشرب توحید ہو وہ ہر ذات میں ہوگا اور ہر ایک مشرب بیہوکہ وہ قدرت افعال میں جولان تھا تو اس کا
 مقام جو ارجحیت ہے اور جو کوئی ان سب سے محبوب ہو تو اس کا مقام جم غفیر۔ شیخ استاد در نے کہا کہ یوم العرض کے روز ہر ایک اپنے اپنے
 مقام پر شاہ ہوگا اور ہر ایک اپنے مقام کے لائق لباس پاویگا پس بعض تو لباس تقویٰ سے آراستہ ہونے لگیں بعضی انھوں نے دلوں جہان
 سے پرہیز کیا اور ذات پاک کو چاہا اور بعضے فیض ہدایت سے مزین ہو گئے اور بعضوں کو وجد کی صدی ملی اور بعضے محبت کے لباس
 میں ہونے اور بعضوں کو لباس شوق لیگا اور بعضے علم وصال سے آراستہ ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سب لوگ ان صفات سے جن کو
 انھوں نے اپنے واسطے بنا یا ہے سب سہر لسی صورت سے محروک کر دیے جاوینگے سوائے اس صفات کے جس پر ان کو فطرت سے پیدا کیا ہے پس
 سنا دی اندر کیا جگہ یہ وہ ہے جس نے اطاعت و تقویٰ کیا۔ اور وہ ہے جس نے نافرمانی و کفر کیا اور وہ ہے جس نے حاضر ہو کر پایا
 اور وہ ہے جو تختہ موثر کسر ہو گیا اور وہ ہے جس نے بچا نا اور افر کیا اور وہ ہے جس نے نانا اور اصر کیا اور وہ ہے جس نے
 لغت ہمت پائی اور شکر کیا اور وہ ہے جسے احسان ٹھہرایا اور کفر کیا اور وہ ہے جس کو ہم نے شراب محبت سے سرشار کیا اور افسانے
 رحمت کے لیے پوشا کر کیا اور حفظ و عنایت سے پیدا کیا اور ایک سو ہے جس پر ہم نے محبت کا طوطا گویا اور وہ وصال سے محروم کر کے
 گمراہی کے راستہ لگا دیا اور دو تین سے محروم کیا اور خجالت سے منوم کیا۔ قولہ قد صلتونا کیا غلطی کا دل مرقہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ اہل الخیر
 جو وہاں حاضر ہو کر باوینے وہ شاہد فطرتِ ازلیہ پر ہوگا جہاں اعمال و احوال نہ تھے اور یہ یقین و اقوال تھے اسکی نظر رحمت کے محتاج تھے
 کہ جس آنکھ سے آنسو و گھٹن اور آنکھ سے سمع کرم کے محتاج تھے کہ اس سے اسکا خطاب سنیں اور اسکی طرف سے قلب کے محتاج تھے کہ
 اُس کو اسی سے سمجھیں اور اُسکی طرف سے روح کے محتاج تھے کہ اسی کے ساتھ زندہ زمین و بان اوصاف بشریت سے فانی اور اسرار
 قرائنی سے مغلوب تھے اور ہشت جہر سے افعال غفلت کے تحت میں تھے گو باعد م سے ساتھ عاجزی کے ٹکڑا کو اوار قدم میں آنے
 اپنے آپ سے پوچھتے ہوئے کہ تم کس حال تھے اور معرفت جلال و جہت جمال بن باب کمان تھہرے پس فضل عظیم خاق و کرم لائق عزوجل
 آنجو جواب پر آدہ فرما دیگا کہ تم لوگ ہمہ ولایت میں بچوں کی طرح شیر محبت پینے اور قرب از سرست میں رہتے اور غبارِ دشت سے بچتے
 تھے اور اب تم لباس عبودیت پہنے ہوئے دارِ عنایت و احسان سے ملاست لادے آئے تم میرے کرم کے محتاج ہیں قولہ و جد و اعلوا
 حاضر آنا نہ اعمال زاہدوں و عابدوں کے واسطے ہے اور نا ملہ اطاعت و معصیت عوام کے لیے ہے اور نا ملہ محبت و شوق و عشق ان
 لوگوں کے واسطے ہے جو خاص ہیں ایمان کئے کثرت سے آہ و زاری و عجز و انکساری کو تو یہ ہوگی کہ اس کثرت سے غیرت و استیقا و غیرہ ہونگے
 اور ان نامہ اعمال میں حقائق انوار اسرار مجرب ہو گئے جس سے فضائل ان پر لوگوں کے کشوف ہو جاوینگے اور ان کے نامہ اعمال کو اولین و
 آخرین و دیگر اپنی نادانی و عاجزی و اندر خالے کی معرفت سے جہالت و سرکشی کا اقرار کرینگے۔ اور واضح ہے کہ بہت سے اہل معرفت اس
 شان پر ہونگے کہ ان کے نامہ اعمال میں نہیں ہو سکتے ہیں اور وہ اہل سر اسر ہیں اور وہاں جو کچھ جاری ہے وہ کرام کا نہیں ہے زمین معلوم کیا اور کیا کر

لیکھتے جو انھوں نے نہ دیکھا اور نہ پہچانیں ایسے عارف کے اعمال قلبی جن اور اس کا قلب غیبی ہے اور غیب ازلی ہے کہ اس پر سولے حق سبحانہ
العالی کے کوئی مطلع نہیں ہے چنانچہ مروی ہے کہ اندر قلعے کے ایسے بندے ہیں کہ انکے حال سے کوئی فرشتہ مطلع نہیں ہوتا ہے اور یہ خاص
خاص لوگ ہیں۔ ظاہر اشارہ اس آیت میں ہے کہ جس شخص کے دل میں کوئی خطرہ ہو جو مذہم ہے اس سے پرہیز کرے اور خوف کرے
کہ وہ سب اس دل ظاہر ہو گئے اور کوئی دم جو وہ غیر حق عروج کی طرف ملحقیت ہوا ہے وہ مکتوب ہو گا۔ شیخ ابو نعیم رحمہ اللہ نے فرمایا
کہ قرآن پاک میں سب سے زیادہ سخت آیت میرے دل پر ہے کہ فرمایا اور وجد و اما علوا حاضر اہل خصوص نے مخالفت کو دیکھا تو کہیں
ہلاکت ہے یعنی جن اعمال میں حکم الہی سے مخالفت کی ہے اس میں ہلاکت ہے اور جب انھوں نے موافقت کو دیکھا یعنی ایسے اعمال جو حکم کے
موافق اور شرع میں محمود ہیں تو انکو را کاری وغیرہ سے مخلوط پایا اور اتنی خوف و خوارش عوض بالذلت نہیں ہے تو جو لوگ تنگ ہیں ان کو
مخالفت کی بہ نسبت موافقت کے انفال سے زیادہ خوف ہے اول ظاہر امر یہ ہے کہ مخالفت کرنے والے اس قدر عقین ڈرتے ہیں جقدر یہ لوگ حکم
کی فراہم داری کرتے والے فقیر سے ڈرتے ہیں کیونکہ مخالفت کے مقابلہ میں وہ خوف و مغفرت الہی ہے اور مخالفت حضرت سید المرسلین صلعم
ہے اور موافقت میں جو بے ادبی ہوئی وہ سخت اور زیادہ خطرناک ہے اور اگر اس میں کوئی اور خطرہ ہوتا تو یہی کیا کہ اندر قلعے نے
فرمایا لیسال الصادقین عن صدقہم یعنی وہاں صادقین سے انکے صدق کا سوال ہو گا اور ظاہر ہے کہ اہل صدق خطرناک اور خوفناک ہیں
کہ کون اس سوال میں پورا آئے۔ ہاں صدق چہرہ کا فرزند نے حق قلعے سے کہہ کیا اور اموال و اولاد پر فخر و تکبر کیا اور اہل طاعت ایمان
کو حقیر دیکھا تو انھوں نے شیطان کی پوری اتباع کی اور جو لوگ آدمی کی اتباع کرتے تھے انے مخالفت ہوتے اندر قلعے نے قسم
لیس مطلع کیا

وَاذْكُرْ لِلّٰهِ تِلْكَ الْاَسْبَابَ وَقَالَتْ تَجْعَلُنَا كَالْاَنْجِلِيْسِ مَا كَانَ مِنَ الْاٰنْجِلِيْسِ فَتَسْمِعُنَا عَنْ اَمْرِ رَبِّنَا
اور جب چنے فرمایا ملائکہ کہ تم جہدہ کہ آدم کے لیے سوائے سوائے اللہ کے کردہ تھامین سے سوئے سن کیا رنگ کیا حکم اپنے رب سے
اَفْتَحْنٰهُمْ فَاذْكُرْ تِلْكَ الْاَوْيَاتِءَ مِنْ دُونِيْ وَهُمْ كَكُمُ عَنْ وَاٰيَاتِنَا لَظَلَمْتُمْ بَدَلًا مَّا
سو کیا تم نے ہوا سو کہ اولاد کو اپنے دلی دوست مالا کہ دے تمہارے دشمن ہیں بڑے ظالموں کے لیے بدلا
اَشْهَدُ اَنْهُمْ خَلَقُوْا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْاَنْجِلِيْسِ وَمَا كُنْتُ مَسْمُوْمًا مِّنَ الْمُضَلِّیْنَ فَخَلَعُوْا
میں نے ان لوگوں کو شاہد کیا تھا کہ تم نے تمہارے دشمنوں اور زمین کے اور نہ بد کرتے ہو خدا کے اور نہ تمہا اگر امکنہ ان کو انعام و گوارہ بنانے والا
وَكَيْفَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاءِيْ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَاذْكُرْ تِلْكَ الْاَوْيَاتِءَ مِنْ دُونِيْ وَهُمْ كَكُمُ عَنْ وَاٰيَاتِنَا لَظَلَمْتُمْ بَدَلًا مَّا
اور جس دن کہ راوگا کہ بار و برسر کیوں نہ جگہ کرنے زعم کیا سو جائیگے انکو پس وہ جواب دینگے انکو اور نہا اپنے نگہ دبان میں
مَوْيِقًا وَرَا الْاَنْجِلِيْسِ مَوْنُ النَّارِ فَظَلُّوْا اَللّٰهُمَّ مَوَاقِعُهَا وَلَمْ يَحْدُ وَاَعْتَقَهَا مَصْرُهَا

جہم کا وادی اور جگہ جہنم نے انکو سوگنا کیا انھوں نے کہ نہ عز و کرم نہ اپنے دل میں انکو نہ نیا نہیں جگہ سے مقام ہوا کا
ابلیس علیہ اللعنے نے آدم علیہ السلام پر اپنے زعم میں اپنے اصل و نسب کی راہ سے حق کیا اور کیا کہ غلطی میں نار و غلطی میں لین۔ تو نے
مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسکو تو نمی سے بنا یا ہے یعنی میں اس سے اصل و نسب میں اسرف ہوں سو میں کیسے انکے لیے جہدہ کروں اور
اُس کے سامنے تواضع کروں یا میں ہی مشرکوں نے فقر اسلمین کے ساتھ ہی سما لے کیا یا اس سے بڑھ کر کیا کہ ہم کہیں ان رذیل فقیروں کے

ساتھ تھیں کیونکہ ہم لوگ شرفا رخا نافرانی لوگ ہیں اور یہ لوگ ذلیل ہیں اور ہم لوگ تو نیکو اور یہ لوگ موناخ فغیر ہیں پس اللہ تعالیٰ نے بیان سجدہ آدم علیہ السلام کا حال بیان فرمایا کہ تنبیہ ہو کہ یہ طریقہ ابلیس کا ہے چوائے آدم علیہ السلام کے ساتھ اسوقت رہا تھا جب ملائکہ کے ساتھ میں ابلیس کو بھی آدم علیہ السلام کے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا کمال اللہ تعالیٰ۔ ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدْ لِرَبِّكَ وَادْعُ﴾ اور جب کہا ہم نے ملائکہ سے یعنی تمام ملائکہ سے جسے اندر ابلیس بھی تھا۔ اسجنڈا فلا کا حکم فرمایا سجدہ کرو آدم کو۔ یہ سجدہ بعض کے نزدیک کر کوئے کا مانند جھک کر بدوں سر شینے کے سجدہ تہیہ تھا۔ یہ شیخ سید علی رح کا مختار ہے اور بعض کے نزدیک سر تکیا کر تھا۔ شیخ امام ابن کثیر نے کہا کہ سجدہ نشر لیت و تحکیم یعنی جیسے اگلی امتوں میں جائز تھا کمال اللہ تعالیٰ فاذا سجدتہ وغنت فیہ من رومی نقوا لہ ساجدین یعنی جب میں اسکو پورا کروں داس میں اپنے بربادی ہوئی روح چھوٹوں تو گر پڑا اسکے لیے سجدہ میں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اس کی حکم بھی اور سجدہ کرنے یعنی پیشانی کے بل تھا۔ ﴿فَسَجَدَ كُلُّ الْمَلَائِكَةِ﴾ پس سب ملائکہ نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے یہ ترجمہ جب ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ سے ہو۔ اور اگر ان کی جنس سے نہ ہو تو ترجمہ یہ ہے کہ سب ملائکہ نے سجدہ کیا لیکن ابلیس کہ اُس نے سجدہ نہ کیا۔ محسوس کہتا ہے کہ اصل خلقت میں ایک جنس ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر جنس ساجدین کا اختیار کیا جاتا ہے یعنی جن لوگوں کی طرف سجدہ کرنے کا حکم تھا ان سب نے حکم کی فرمانبرداری کی اور سجدہ کیا سوا ابلیس کے۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ کہہ دے کہ جن میں سے تھا۔ ﴿فَنَسَخْنَاهُ﴾ معذرت ہے ابلیس نافرمانی کی اور ابلیس ہو گیا علم سے اپنے رب کے۔ اس میں دلالت ہے کہ باعث نافرمانی کا یہ ہے کہ وہ جن میں سے تھا یعنی ملائکہ میں سے ہوتا تو نافرمانی نہ کرتا پس ملائکہ کے جن میں ہی اصح ہے کہ وہ نافرمانی نہیں کرتے ہیں تو لہذا بقالہ الصلوات الصرام رحمہ وعلیہما وعلیہما باہر وہ جن میں سے یعنی نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی جو انکو حکم دیا اور وہی کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں یعنی جو حکم دیا جاتا ہے اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور کام اُسے دی ہوا جاتا ہے جو کہ ہے اس میں کچھ خطا بھی نہیں ہوتی ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ قولہ من الجن یعنی جنات اُس کے اصل مادہ کی تھی کیونکہ وہ مخلوق راجع النار ہے کہ کافی قولہ تعالیٰ والجن خلقناہ من ارج من نار۔ اور دوسری آیت میں ہے من نار السموم۔ اور حدیث صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیدا کئے گئے ملائکہ فور سے اور پیدا کیا ابلیس من نار۔ ارج النار سے اور پیدا کیا آدم اس طور سے کہ قرآن میں تم کو بتلایا گیا ہے۔ ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدْ لِرَبِّكَ وَادْعُ﴾ اور ابلیس نے سجدہ کیا اور ابلیس کے وقت اُس کی طبیعت خیاالت کرتی ہے اور بات یہ تھی کہ ابلیس نے ملائکہ کے ساتھ تعبد پیدا کیا اور انھیں کے افعال سے تو سمجھ ہوا اور عبادت اختیار کی اسی واسطے ملائکہ کے خطاب میں وہ بھی داخل ہوا اگر خلقت سے اُس نے گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے خبر ہو دی کہ وہ اصل میں جن سے ہے یعنی آگ سے پیدا ہوا ہے کافی اللہ تعالیٰ خلقی من نار وخلقہ من ملین یعنی شیطان نے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو توئی سے اور حسن بصری رحمہ نے فرمایا کہ ابلیس بھی ایک دم کے واسطے بھی ملائکہ میں سے تھا اور وہ جن کی اصل ہے جیسے آدم علیہ السلام بشر کی اصل ہیں۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح عنہ۔ اقول حسن رحمہ سے مروی ہے کہ بڑا کرسہ اللہ تعالیٰ ان قوم کا جو گناہ کرتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کان من الجن۔ اور بعض کے نزدیک جن کے معنی لغت میں اعتقاد و ستر ہیں یعنی جو نظر سے پوشیدہ ہو اسی واسطے پیش کے لئے کہ جنس میں ہیں پس اس میں جن ملائکہ وغیرہ جو پوشیدہ ہیں سب جن ہیں اور اسی جن سے قولہ تعالیٰ وجعلوا جنہ و من الجنۃ لبنا۔ اور فرمایا انھوں نے در میان اصل اللہ تعالیٰ اور در میان جنہ کے نسب یعنی قریش کے لئے کہ ملائکہ پیشانی اللہ تعالیٰ کی ہیں

نقلے اسد ملو اکبر۔ لیکن جن کتابوں کے یہ معنی بیان لینا اور ملائکہ کی جنس میں شامل کرنا بہت بعید بلکہ قریب ہو کہ صحیح معنوں اس واسطے کہ کان میں الجن فسق عن امر ربہ کے معنی یہ ہونے کے بلکیں چونکہ ان چیزوں سے تھا جو آدمی کی نظر سے پوشیدہ ہیں یعنی ملائکہ میں تو اس نے نافرمانی رب کی کی حالائکہ یہ وہ کچھ نہیں کہ پوشیدہ ہونے پر نافرمانی متفرع ہو تو ظاہر ہی ہے کہ اشتباہ منقطع ہے اور وہ جس ملائکہ سے نہیں ہے علاوہ اسکے البتہ کلام سے معلوم ہو کہ بلکیں کی فریات اولاد جن اور ملائکہ کے قائل و ناسل نہیں ہے پھر اگر کسی مشترک وصفت کی وجہ سے جنسیت کسی جائے ہے مثلاً انسان و پر دی کی وجہ سے تو حقیقی جنسیت نہیں ہے بلکہ ہے اور ایسے تو انسان کو بھی بوجہ ناقص ہونے کے جنس ملائکہ وجن سے کہہ سکتے ہیں اگر کلام بیان اصل جنس میں ہے پھر واضح ہو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنس ملائکہ وجن سے کہہ سکتے ہیں لیکن جنس میں دو طرح سے غور نظر لازم ہے اول یہ کہ اس روایت کے کھسنے کیا ہیں دوم یہ کہ وہ کلام کیسے راویوں نے روایت کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو اس راوی سے نقل کیا ہے کو ملکہ حدیث میں تو تصریح موجود نہیں ہے بلکہ برخلاف مراد کی یہ تصریح ہے کہ خلقت آدم وجن و ملائکہ کی مختلف اصل سے ہے شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ جنحاک کہ جن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ بلکیں ملائکہ کے اہل ہیں سے ایک سچی سے تھا جو جن کتے ہیں ان کی پیدائش بارحوم سے ہے اور وہ ملائکہ میں رہتا تھا اس کا نام حارث تھا اور جنح کے خاندون میں سے خازن تھا اور ملائکہ کی پیدائش ایک نور سے ہے سو اسے اس حی کے۔ اور ملائکہ جن جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مارج النار سے پیدا ہوئے ہیں یعنی آگ جب آتش بانی ہے تو اوپر اس کے پٹ اور زبیر پیدا ہوتا ہے اس سے جن پیدا ہوئے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت میں تصریح ہے کہ ملائکہ اور جن کی اصل مادہ میں اختلاف ہے نہ تو پوشیدگی کی وجہ سے جن کا اطلاق ملائکہ پر بھی ہے۔ اور بلکیں اسی قسم کے ملائکہ میں سے تھا اور وہ اصلی ملائکہ میں رہتا تھا انجی اصل سے نہ تھا اور خود تصریح کر دی کہ ملائکہ کی پیدائش نور سے ہے اور اس کو وہ کی جنمیں بلکیں ہے انکی پیدائش مارج من النار سے ہے پھر جنحاک کہ جن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی روایت کی کہ بلکیں شرف ملائکہ سے انہیں اکرم ازراہ قبیلہ کے تھا اور جنح پر خازن تھا اور اسکو آسمان دنیا کی سلطنت تھی اور جن کی سلطنت تھی خضائے آسمانی سے اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے اس سے تمام اہل آسمان پر شرف ہے جس سے اس کے دل میں نگر کیا اسکو سو اسے اسد نقل کے کوئی نہیں جانتا تھا پھر اسد نقل نے اس سے یہ سزا دیا کہ اگر ملائکہ اسکو آدم علیہ السلام کے لیے سزا کا حکم دیا تو اس نے استکبار کیا اور وہ علم آسمانی کی کافروں میں سے تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ معنی اس روایت کے ہیں کہ بلکیں کو ملائکہ میں شرف تھا اور اسکی شرافت سے اس کے قبیلہ کو شرف تھا اور اس سے یہ لازم نہیں کہ وہ ملائکہ کی اصل سے ہو بلکہ وہ اصل میں جن اس معنی میں تھا جو مارج من النار سے پیدا ہوئے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کان میں الجن یعنی وہ خازن جنان میں سے تھا جیسے آدمی کو کوئی وحشی و دیگ کتے ہیں۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلکیں خازن ان جنات میں سے تھا آسمان دنیا کے کام کا رہتا تھا۔ سعید بن جبیر نے فرمایا کہ وہ ملائکہ دنیا کا رئیس تھا۔ اقول ان دونوں روایتوں میں کوئی بات نہیں جس سے معلوم ہو کہ وہ ملائکہ کے اصل سے تھا۔ ابن اسحق نے بواسطہ ملائکہ کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ بلکیں قبل اس کے کہ یہ مکتنا وہ اس سے سرزد ہو ملائکہ میں سے تھا اسکا نام عوز اذیل تھا اور ملائکہ میں سے سب سے زیادہ عبادت میں کوشش کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا انہی نے اسکو عوز پر آکا دیکھا اور ایک سچی میں سے تھا جن کو جن کتے ہیں۔ شخص کہ کہتا ہے کہ اخیر کا یہ فقرہ اس کے اصل کا بیان ہے کہ وہ جن میں سے تھا جو مارج النار سے مخلوق ہیں اور اول میں جو بیان کیا

تعلیف کرتے ہیں اور نیز بعض مصائب میں افعال حرام کے واسطے دوسرے دتا ہے جیسے عورتیں عصبیت میں اٹھ تو سخت اور سخت بڑا بچہ
 ماری جن اور لوگ گریبان پھاڑتے ہیں اور اور مردہ زنا پر مامور ہے کہ مرد کے اعلیل میں چونکہ ایسا ہو گا تو جسے جو تین پس دونوں
 اس فعل پر آمادہ ہوتے ہیں اور طروس وہ چھوٹے اخبار و باقون کو لوگوں کی زبان پر ڈالتا ہے اور دوسے بیان کرتے ہیں حالانکہ
 اس کی کوئی اصل نہیں پاتے ہیں اور واسم وہ ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوا اور ہم اللہ پر بھی اور نالند تھالے کو یاد کیا تو
 اس کے ساتھ داخل ہوتا ہے اور جب اس نے کھایا اور ہم اللہ پر بھی تو سنا تو کھا تا ہے۔ اُس نے کہا کہ مجھے کئی بار اتفاق ہوا کہ میں گھر میں
 داخل ہوا اور ہم اللہ کھول گیا اور میں نے سلام بھی نہیں کیا پھر یہ ہوا کہ میں نے ٹوٹا رکھا دیکھا تو کہا کہ اسکو یہاں سے اٹھاؤ اور لوگوں
 سے بچھڑا کر لے لگا پھر چھپا دیا گیا تو میں نے کہا کہ وہ اسم سے واسم یعنی پھر فوراً ہم اللہ پر بھی اور واسم اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
 اور اُبی بن کعب نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی کہ حضور کا ایک شیطان ہے جسکو وہاں لکھتے ہیں پس یا نبی یا نبی دوسرا
 سے پوچھتے قدرت و الہی و غیرہ۔ اور واضح ہو کہ بعض دفعہ وہی لوگ زیادہ پانی سے وضو کرتے ہیں اور وہم دوسرا میں پڑتے ہیں اور
 اپنے فعل کی بخیر یا بدعتی ملت کے آثار لاتے ہیں جیسے شلا عبد اللہ بن عمر بن وضو میں انھیں پھاڑ کر اندر پانی ڈالتے تھے اور شیخ ابن القیم
 نے اغاثۃ اللسان میں اس کی تحقیق کر دی حاصل اسکا یہ ہے کہ احتیاط اور چہرے اور دوسرا اور چہرے اور فرق ہے کہ آدمی اگر احتیاط
 نہ کرے تو بھی اس کے دل میں کوئی دوسرا نہیں ہوتا اور جسکو دوسرا ہے جب تک وہ پانی بہت سنا نہ ہا دے تاہم کہ دوسرا دور
 و برب تک اس کے دل میں غلیظ رہتا ہے اور کہو کہ اس میں عمر نہ سے جو مردی ہے تو اس میں دو باتیں ہیں ایک ہے کہ اس کے لئے فہم دھونے کا
 حکم ہے اور چہرہ میں انھیں داخل ہیں اور وہ بھی بھی نہیں ہیں اور نہ بھی نہ ہی ہیں تو شاید انکا مذہب ہے کہ اگر انھوں کا مذہبی غلط ہو
 میں داخل ہے تو اس کا دھوا فرض ہے دوم احتیاط یہ ہے کہ اگر کو بھی دھو لیا جاوے جیسے غسل میں ظاہری دن دھونا چاہیے اور منہ کے اندر
 بھی کھلنا ہے اور بھی نہیں لہذا حقیقہ کے نزدیک احتیاط اس میں مضمضہ و کلی ہے اور ان کے اندر بھی احتیاط واجب ہے پس
 یہ معنی تو احتیاط کے ہیں اور دوسرا از جانب شیطان ہوتا ہے جسکا نام ولماں ہے وہ مذہب ہے فاضل صحیح ملین عثمان بن ابی العاص
 سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ شیطان اگر میرے درمیان اور میری نماز و میری قرأت کے درمیان حائل
 ہو گیا اور میری فرزا کو مجھ پر منکس ہے لگے تو رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شیطان ہے اسکا نام مغرب ہے جب سمجھے وہ خوش
 ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی جانب میں اس سے پناہ مانگا اور اپنے بائیں جانب میں مرتبہ ہو کہ دس دین نے ایسا ہی کیا پس اللہ تعالیٰ نے مجھ سے
 اس کو دور کر دیا۔ امام سلم نے صحیح میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسے اپنا
 سخت پانی پر کھتا ہے پھر اپنے ننگوں کو چھینتا ہے جو لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں پھر اس سے بہت قریب مرتبہ والا وہ ہوتا ہے جو سب سے
 بڑا فتنہ کر آیا ہو پھر ان میں سے ایک آتا ہے کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کیا تو کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا پھر ایک آتا ہے وہ بیان کرتا کہ میں نے
 اسکو نہ چھڑا ایسا تنک اس میں اور اسکی جو رو بدن کھلی گئی تو اسکو اپنے نزدیک کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بہت اچھا ہے اور اُس علی
 جو راوی حدیث میں کہتے ہیں کہ مجھے ایسا یا دہڑتا ہے کہ یوں کہا تھا کہ اپنے گلے سے لگا لیتا ہے۔ مَا أَتَدْرِي لَقَدْ دَرَسْتُ مِنْ نَزْدِكَ
 معنی یہ کہ میں نے سنا کر لیا تھا میں نے انکو جسکو کافروں نے اپنا دلی دوست بنا یا ہے یعنی شیطان واسکی ذریعہ کو کئی اللہ جل جلالہ
 کو آکر خض پیرا کرتے ہیں آسمان و زمین کے یعنی میں نے آسمان و زمین کے پیرا کرنے میں ان شباطین کو شاپر نہیں کیا تھا۔ و کلا

خلق آتش پیدا کرنے ہیں خود ان کے یعنی زمان کے بعض کو پیدا کرنے میں انکے بعض دیگر کو شاہد کیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی سر
 کسی کے شاہد کرنے کے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات کو مع انیس و ذریات وغیرہ کے خود بدوں کسی کے شاہد کرنے کے پیدا کیا
 تو جب ان میں سے کسی کا وجود ہی نہ تھا پھر انکو پیدا کیا تو انکے پیدا کرنے میں یہ خود شاہد کیا کہ نہ ہو سکتے تھے اور جب شاہد ہی نہیں ہو سکتے
 تو مددگار یا شہر و صلاح کار کیا کہ نہ ہوئے اور پھر ہوتے ہی تو گمراہ کرنے والے و گمراہ و مشر ہوتے یہ کامل جہالت کا فزون کی ہے لہذا فرمایا۔
 وَمَا كُنْتُ مُتَخِذًا لِّلْمُشْرِكِينَ حِصْنًا ۚ اَوِّدُ فِيْ ذٰلِكَ مَا يَكُوْنُ لَكَ مِنْ شَيْءٍ اَوْ اَمْرٍ ۚ اَوِّدُ فِيْ ذٰلِكَ مَا يَكُوْنُ لَكَ مِنْ شَيْءٍ اَوْ اَمْرٍ ۚ اَوِّدُ فِيْ ذٰلِكَ مَا يَكُوْنُ لَكَ مِنْ شَيْءٍ اَوْ اَمْرٍ ۚ
 مددگار نہ بنانے والا نہ تھا مگر مجھے اُن کے گمراہ کرنے والے بیان فرمائے تاکہ ذرا غور کرو کہ کہاں شک کرتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ کا فر
 لوگ تو بتوں وغیرہ کو اپنے ائمہ و شرکاء بتلاتے تھے اور شاپلین کو تو نہیں بتلاتے تھے پھر بات کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کا فزون کو ملازمت کی
 کہ وہ شاپلین کو اولیاء بنائے ہیں جواب یہ ہے کہ جواب واقع میں ہے اسکو خود کو تو معلوم ہو جاوے کہ کا فزون نے درحقیقت
 شاپلین کو اولیاء بنا یا ہے اور اپنی اصل یعنی آدم علیہ السلام سے قطع ہو کر شیطان کے ساتھ واصل ہو گئے ہیں اور بتوں کی نظر و شرک
 کے اعتقادات وغیرہ بھی اس انقطاع کے اسباب و دوسا لظہرین اور یہ بات ظاہر ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنا آپ کو بادشاہ سمجھے تو اُسکے
 سمجھنے سے کچھ نہیں ہو سکتا ایسے ہی اگر تم کو سمجھے تو بھی انہو سے حسب تک کہ وہ حقیقت میں بادشاہ نہ ہو۔ ابساجانا چاہئے کہ شیطان نے انکو
 قبولیت سے جو آدم کو اور جو ان کے قدم پر انکی ذہبت پر عطا کی گئی تھی اس قبولیت سے اور محنت سے اس طرح جدا کیا کہ ان دوسوں
 ڈال کے تم میں جو فلاں شخص بڑا برگ گذارہ چاہے تو تم کو رزق ملے اُس کی خوشامد و مکر و دُشمنوں نے وسوسہ قبول کیا اور وہی کیا تو
 انکو لاپس یعنی تو طبی ہو گیا اور خواب میں بھی ان کو صورت دکھلا دی کہ اس طرح کیا کہ جو عیسیٰ ہو جائے ہو جیسے اور لوگوں میں پھیل پاس
 درحقیقت یہ شیطان کی پیروی ہے کہ اُسکے وسوسہ کو ان لیا اور اللہ تعالیٰ کی توجہ و طبی کو جس نے انکو پیدا کیا اور رزق دینا ہے اور وہی
 ہر طرح خالق الگ ہے اس دوسرے کے مقابلہ میں چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ کے بل میں شیطان تجھ کو لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سمجھا یا کہ میں نے
 شاپلین کو نہ آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے میں شاہد کیا اور نہ خود ان کی پیدائش میں شاہد کیا اور نہ میری شان ہے کہ گمراہ کرنے والوں کو
 مددگار بنادوں۔ یہ معنی جو مذکور ہو کہ انفسرتین کا قول ہی اور دوم معنی بنا برائیکہ منیر شمس و نجم راجع بجانب انفسرتین جنہوں نے حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم سے فخر اتر سلین کو مجلس سے ہانک دینے کو کہا تھا۔ پس معنی یہ ہیں کہ نہیں شاہد کیا تھا میں نے آسمانوں و زمین کے پیدا
 کرنے میں اور ان کی جان میں پیدا کرنے میں پس وہ لوگ عالم کی تربیت میں میرے شرک نہیں اور زمین کی اُمین دنیا و آخرت کے
 امور میں اُنے معصیت چاہی کیونکہ یہ گمراہ لوگ ہونے و اگست تقدیر اقلین عصفہ پھر ہر لوگ کس بات پر اپنی سرکشی کرتے ہیں جیسے
 تمام مخلوق پر ہی ہے یہی جیسے رہیں بلکہ یہ لوگ گمراہ ہیں اور جہنم تک رہتے ہیں وہ راہ بہ ہیں۔ امام باہزی رحمہ اللہ کہ یہ معنی میرے
 نزدیک اُفی ہیں اور کہا کہ اس معنی کے واسطے مولد ہے کہ منیر کامرچ تمام ذکورات میں سے جو اقراب ہو وہ چاہیے اور یہاں پس الظلمین
 بین ظالمین مرجع قریب تر ہے جس سے مراد کافران ہیں پس بیان وہی مراد ہیں۔ معنی سوم اس بنا پر کہ کفار اس امر سے جاہل ہیں
 جو اول میں ہر لوگ کے واسطے واقع ہوا کیونکہ سعادت علم الہی سے انہی ہے اور شقاوت بھی انہی ہے اور ازل کے سوا اسے اللہ تعالیٰ کے کوئی
 نہیں جانتا تو سب کے سب جاہل ہیں کیونکہ انہیں علم خلق اسوات الہی آخرہ۔ اور جب ہم لوگ مع تمام کا فزون کے علم اسی سے جاہل ہو
 تو کیونکر تم اپنے نفس کے واسطے لہدی و علوم مرتب و کمال کا حکم لگاتے ہو اور تم کہتے ہو کہ تم ایسے ہو کہ گویا سب ہو تو بھی تمہارے واسطے

ہرمان سے بڑھ کر خوبان ہوئی اور دوسروں پر ذلت و کینگی کا حکم لگائے ہو بلکہ کبر و ترفع و شیطاں کا شیوہ ہے جنکو یہاں تکبر ہے وہ شیطان کے ساتھ وہاں ملعون و مضر و دین۔ اور تہسب کہ کتاب کے کلمہ میں اول ہین کہ ہین کو کون نے سوائے حق عزوجل کے اولیا بنایا ہے وہے مختار سے مثل مخلوق عاجز ہین اور احکام قضا و قدر جاری ہوتے ہیں موافق حکم ازل کے ہین کچھ نئے احکام نہیں ہین جن میں کوئی مددگار و مشورہ جاری ہو پس تمام مخلوق اور یہ لوگ سب برابر عاجز ہین کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کی پیدائش میں ان کو شاہ کیا تھا اور نہ وہے اسوقت موجود تھے پس حق تعالیٰ نے بذات خود سب چیزوں کو پیدا کیا اور وہی سب کا مدبر ہے اور ہر ایک کے واسطے اسی کی تقدیر ہو چکی ہے کوئی فرد و مشر و ظہیر نہیں ہو سکتا ہے۔ کما قال تعالیٰ قل ادعوا الدین زعمتم دون الله لا یملکون شئاً ذرة فی السموات ولا فی الارض ولا یم فیما بین شرک دالہ نعم من ظہیر یعنی کہہ دے کہ بلاؤ ان کو جنکو تم مواسے اللہ تعالیٰ کے کہہ گمان کرتے ہو وہ سب ایک ذرہ کی نہیں قدرت رکھتے ہین نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کی کچھ ان دونوں میں شرک ہے اور نہ کوئی ان میں سے اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے پھر جب بیان فرما دیا کہ حالت اصلی لوگوں کی یہ ہے کہ تم نے اصل میں تو شاپلین کو اپنا دی دوست بنایا ہے اور ظاہر میں اپنے مثل کچھ مخلوق بندوں کو اللہ تعالیٰ کا شرک بناتے ہو تو انجام تمھارا قیامت میں یہ ہوگا جو فرمایا بقولہ - وَ یَذَہَرُ ۚ یَقُولُ اور اے محمد بیان کر دے ان کو یاد کرو وہ دن کہ فرمایا گیا اللہ تعالیٰ یعنی بواسطہ ملائکہ کے کیونکہ حکم قولہ لا یمکم اسریم العیامہ۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں کافروں سے کلام میں فرمایا جائیگا خود اور ملائکہ کے واسطے سے بطور جوابی و غضب کے حکم دے گا کہ ۱) اَشْکُرُکَ اَیُّہا کفار کو یہ شرک کر کہ - اور شرکاء رو حقیقت تو کوئی بھی نہیں پس مراد یہ ہے کہ ان دنوں کچھ کفار ان کو جن میں تم نے اللہ تعالیٰ کے شرک گمان کیا ہے حق بخیر ہے پس پکارینگے فَکَہَکَ بَکَیْہِمْ یَا اَیُّہا کفار موان کو دے کچھ جواب نہ دینگے۔ اگر یہ مراد ہے کہ ان گمراہوں پر ظاہر کیا جا دے کہ وہ بالکل عاجز ہین تو ظاہر ہے کہ انھی سفارش و غیرہ کی ہین ان کو اختیار نہیں ہے خواہ کوئی کیونکہ بہت دگدڑ سے نیک لوگ و شاپلین و ملائکہ و عیسیٰ علیہ السلام کوئی بھی ان کے بکار نہ پر جواب نہیں دے سکتے ہین کیونکہ کافروں کی سفارش کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے بلکہ مومنوں کی سفارش بھی اسوقت کر سکیں گے کہ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وسلم کو اجازت ہو جاوے تو آپ کی بیعت میں اوروں کو بھی اجازت ہوگی اور کافروں کے واسطے بت وغیرہ تو قص بہودہ ہین اور حضرت عیسیٰ و غیرہ نیک لوگ بجائے سفارش اور کافروں کی بکار سننے کے انکے دشمن ہو جاوے جیسے اور خون سے جناب باری تعالیٰ میں عرض کرینگے کہ اے رب عزوجل مجھے معلوم ہے کہ ہم ان گمراہوں کے فعل سے ناواقف اور ہم جانتے بھی ہوں تو بالکل بترے ساتھ شرک پر راضی نہیں ہین اور یہ شاپلین جو انکے اصلی اولیا ہین وہ خود مضر و دین۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ یہ گمراہ اپنے دشمن کے شرکاء بلا وین تو یہ لوگ چال سے انکو بکارینگے کہ وہ اسکو کچھ جواب نہ دینگے اور اسوقت انھی یا دوسری بڑی خوفناک ہوگی۔ وہ خود اپنی جان کی فکر میں ہونگے ان بدخون کو کیا جواب دین بلکہ ان بدخون کے ساتھ انکو عداوت ہوگی اور یہ لوگ بے حساب دائرہ کفر میں رچا پڑینگے۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ تمام مجمع شرک کے سامنے ان گمراہوں کو بطور است کے حکم ہوگا کہ جن کو شرک گمان کرتے تھے بکار دے لوگ بکارینگے اور جواب نہ پائینگے تو خود ان کو امیر و حاکم گئے۔ وَ یَحْشُرُکَ اَیُّہا کفار مَن یَعْبُدُکَ اور تم نے ان کے درمیان ایک موبی کر دی۔ موبی جاسے ہلاک۔ شیخ امام نے لکھا کہ ابن عباس وقتا دور بہت سے سلف نے فرمایا کہ موبی ہلاک یعنی جاسے ہلاک اور فتادہ نے بعد از ابن عمر سے روایت کی کہ موبی ایک دادی عقیق ہے کہ

قیامت میں اہل ہدایت و اہل غفلت کے درمیان اُس سے تفریق کر دیا جائیگی۔ تباہی و تاراج نے کہا کہ مومن وادی جہنم میں اس ملک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مومن وادی جہنم ہے اُس میں خون و پیہ بھر ہے رواہ ابن جریر حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ مومن عداوت یعنی دونوں کے درمیان عداوت حاصل ہوئی۔ شیخ نے کہا کہ غلبہ ساقی بیان یہ ہے کہ مراد مومن سے ملک ہے جان مالک ہو جائیں اور جھگڑا نہ ہو اور یہ ہو سکتا ہے کہ مومن جہنم کے کسی وادی کا نام ہو اور مومن سوائے جہنم کے بھی کوئی ہونا ایک مقام ہو۔ اور امت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کافرون کو اُن کو گون سے جنگ و شر کا رہنا ہے کچھ نصیب نہ ہوگا بلکہ بجائے اُن کے مالک کا مقابلہ کا اور اگر بزم کفر میں مومنوں کا فزون کی طرف ہو جیساکہ عبداللہ بن عمرو کی روایت سے ظاہر ہے تو مسمیٰ یہ ہوئے کہ کافرون نے جن مومنوں کو اپنے واسطے آگے بنایا تھا اُن تک کافرون کی رسائی کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک کا مقام علیٰ حد ہے اور درمیان میں مومن حاصل ہے۔ وقد قال تعالیٰ و يوم تقوم الساعة يومئذ نفرقون یعنی قیامت کے روز دونوں جسد اہل جہنم ٹھیکہ و قال تعالیٰ و امتا زوالیوم ایہا المجرمون یعنی مجرم علیحدہ کر دیے جائیں گے۔ باجماع جیسے مرد و شفاعت کے کافرون کو مومن نظر آوے گا جو جہنم کی راہ ہے و ذالک لعلہم مؤن النشاز اور دیکھیں گے کہ نگار لوگ آگ کو مسمیٰ کفار کو آگ نظر آوے گی۔ فکنا لکھا آتھم فکنا لکھا پس لعین کر بیٹے کے دے لوگ اس سے غلط ہونے والے ہیں۔ جب کوئی چیز دوسری چیز سے پوری قریب ہوتی ہے تو اُس کو موافقت کہتے ہیں تو مسمیٰ یہ کہ ضرور اس سے بالکل علیحدہ کرنے والے ہیں یعنی کفار جہنم کو دیکھیں جو سطح الارضی جادیں کہ اس کے واسطے ایک شور و جوش ہوگا اور سترہ ہزار ایک ہوگی اور ہر ایک کو سترہ ہزار فرشتے کی صفیں ہوں گے اور وہ اپنے رب عز و جل سے درخواست کرتی ہوگی کہ اے رب آج میرا حصہ مجھے عطا کر دے اور مجھے میرے پس کفار لعین کر بیٹے کے لایا کہ دے لوگ اس میں جانے والے ہیں۔ و ذالک لعلہم مؤن النشاز اور اس سے کوئی مصروف نہ پائیں یعنی کوئی راہ نہ پائیں گے کہ اس سے بھر جائیں۔ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے بنا دین حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافریہ جہنم میں ہر ایک کے پس گمان کرے گا کہ وہی اس میں ملنے والا ہے چالیس برس کی راہ سے یعنی دیکھنا و گمان ہونا اس کو اس وقت سے ہوگا کہ چالیس برس کی راہ ہوگی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافریہ جہنم میں ہر ایک کے پس قیامت میں رکھا جائیگا جیسے اُس نے دنیا میں عمل نہیں کیا اور کافریہ جہنم کو چالیس برس کی راہ سے دیکھیں لعین کرے گا کہ وہ اس میں جانے والا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ عذاب اول سے دیدیا گیا۔ و فی العراش قولہ تعالیٰ فنجذونہ و نذرتہ اولیاء اللہ یہ۔ اللہ تعالیٰ نے صریح بیان فرمایا کہ اس کی ساحت کبریائی تمام افراد و افراد سے پاک ہے اور نور و ملک و اہلس و اُس کی ذریت و بہت و خورشت کوئی اُس کی بارگاہ عزت میں لگاؤ نہیں کتنی چیز ہے اُس کے سطوات عزت کی چمک میں فنا ہے تو کوئی شفاعت اُس سے بدتر نہیں ہے کہ سوائے اس کی عزت و کبریائی کی کسی اور چیز پر اعتماد کیا جاوے۔ شیخ بیہی کی معاذ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے والی نہ ہوگا اور نہ مقام ولایت کو ہو چکا جس نے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی چیز پر اعتماد کیا اور دوسرے پر نظر رکھی اور دوست و دشمن میں امتیاز نہ کیا۔ شیخ حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نہایت لطیف طریقہ سے سوائے اپنے سب سے بڑا اور اپنی طرف مائل ہے۔ قولہ۔ اشیاء خلق السموات والارض الا یہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیم ذات و صفات پر تکیہ کیا کہ اس وقت کچھ نہ تھا اور حد و نشان نہ تھا اُس کا وجود پاک و جلال و جلال و صفات کمال

[illegible]

عَلَّمْنَاهُ مَنْ لَدَّ تَعَلَّمَاهُ قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَيْتُكَ عَلَىٰ أَنْ تَعْلَمَ مِنْ رَبِّكَ عَلِيمًا رَشِيدًا

سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک علم کما انکو موسیٰ نے کہ تو میرے ساتھ رہوں اس پر کہ مجھ کو کما دے کچھ جو مجھ کو سکھائی ہے بھلا راہ
قَالَ إِيَّاكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا هُوَ كَيْفَ تَقْبَلُ عَلَىٰ مَا لَمْ يَحْطُ بِهِ خَبْرًا قَالَ مَسْجُونٌ فِي

بولا تو نے کچھ میرے ساتھ ٹھہرا اور کیا تو میرے دیکھ کر ایک چیز جو تیرے قابو میں نہیں اس کی سمجھ کما تو پاس کما
لَنْ مَسَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا قَالَ فَإِنْ أَتَيْتَ بِشَيْءٍ فَلَا تَضِلَّنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ تَخْرُجَ

اگر اس نے جا یا مجھ کو ٹھہرنے والا اور نہ تیرا کچھ تیرا کوئی حکم بولا پھر اگر میرے ساتھ رہتا تو نہ پیچو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں نہ شروع
لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا

نکاح تیرے آگے اس کا ذکر

واضح ہو کہ اس قصہ میں عجائبِ علم و غرائبِ اشارات ہیں اور جہاں تک مترجم کو استخراج و توضیحات علمی اور ادبہ اولیا و جمہ اہل
تعالیٰ سے تو فہم ہوگی مختلف مقامات میں اشارہ سے تنبیہ کرنا جان بگا اور اس قدر اشارات بھی کافی ہے کہ اس کی آیات غائب سے معلوم

ہیں مخصوص احادیث مرفوعہ کے ملائے سے استخراج ہوتے ہیں۔ پھر علماء تفسیر رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بندہ جولو علم لدنی دیا گیا تھا وہ
خضر علیہ السلام ہیں اور اولین درویش کہ دسے بغیر تھے باقی تھے پھر اہلین اختلاف ہے کہ وہ برابر زندہ ہیں یا انتقال کیا۔ اہلین

سے ہر ایک کی توفیق و تحفین انشاء اللہ تعالیٰ ہوگی۔ اور جو شخص کہ خضر علیہ السلام کے پاس بغرض سیکھنے کے گیا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام
ہیں اور علم ارہ نے کہا کہ موسیٰ وہی موسیٰ بن عمران ان اولاد لاوی بن یعقوب ہیں جو بنی اسرائیل میں سے ان کے رسول اور صاحبِ تربیت

ہیں جبکہ تذکرہ قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہے۔ اور چند لوگوں نے جن میں نوحؑ بکالی تابعین میں سے بھی ہیں کہتے تھے کہ یسویٰ بن عمران
نہیں تھے بلکہ موسیٰ بن یثا بن یوسف بن یعقوب تھے اور یہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے نبی کا ذکر ہے جن سے امام محمدی اسنہ نے کہا کہ قول

اول اصبح ہوا اور قتال رہنے اس پر حجت پیش کی کہ قرآن میں جہاں اسد تعالیٰ نے موسیٰ کا ذکر فرمایا مراد اس سے موسیٰ بن عمران صاحب
تربیت ہیں اور یہاں بھی مطلق نام موسیٰ مذکور ہے تو واجب ہے کہ اسی طرف مصروف ہو اور اگر اسی صورت میں کوئی دوسرے شخص مراد ہوتا تو

ضرور تھا کہ پہلے اس کا کچھ حال بیان کر دیا جاسے جس سے اس کی پہچان ہو جاوے اور موسیٰ بن عمران سے انبیاء و پیغمبروں سے ورنہ بالکل
بلاغت و عقل کے خلاف ہوگا جیسے ابوحنیفہ وغیرہ میں امام معروف کی طرف مصروف ہے اگر اس نام سے ہم کوئی شخص ارادہ کریں تو

غیب تشریفی لگا نا واجب ہے مثلاً ابوحنیفہ وغیرہ نے کہا یا اماند اسکے جس سے مشہور اطلاق سے شبہ نہ ہو اقول یعنی عرفت بھی
حقیقت عرفی ہے اور جب عرف فقہاء دین ابوحنیفہ کا اطلاق امام اعظم کو فی پر ہے تو حقیقت عرفی پر پھر اگر اسی طرح اطلاق کے ساتھ ہم

دوسرے شخص مراد ہیں تو حقیقت عرفی پر پھر اگر اسی طرح اطلاق کے ساتھ ہم
جن لوگوں نے کہا کہ یہاں موسیٰ سے صاحبِ تربیت نہیں مراد ہیں اسی طرف سے یہ جواب مذکور ہے کہ قرآن نہ یہاں یہ کہ موسیٰ علیہ السلام پر

تربیت اتارنے اور کلام بلا واسطہ ہونے اور اس قدر عجوبہ۔ عطا ہونے کے بعد یہ بعید ہے کہ وہ سیکھنے و استفادہ حاصل کرنے کے لیے بھیجا جاوے
اور یہ جواب رد کر دیا گیا کہ بہن کچھ بھی نہیں ہیں یہ کہ ایک عالم ہست کچھ جانتا ہو لیکن علم ظاہر نہ جانتا ہو مثلاً تو اس کو سیکھنے کے واسطے

ایسے شخص کی طرف رجوع لاوے جو اور علم میں اس سے کمتر ہے اور یہ تو امر متعارف ہے۔ بالجمہی مستحب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام وہی صاحب

تک موسیٰ علیہ السلام کو تب معلوم نہیں ہوا اور اسد نقالے کی قدرت تعنی جو جو غریب تک کہ شفقت کے ساتھ ہو اس میں زیادہ عروج ہے لہذا اس سفر میں اس ایک امر علینہ وہ شفقت ہے کہ وہی گئی تاکہ کامل ہو پس شیطان نے جو اہل کر کا داؤن چلنا چاہا تھا اسد نقالے نے اس کو کو ان کے حق میں عیب کیا اور یہ بھی قائم ہوا کہ انھوں نے معذرت تک پہنچ کر باقی کو اسی طرح خراب و سرب کی حالت میں دیکھا اور وہ سرب مقام مطلوب تک نہ پہنچ سکا تھا۔ اور اسد نقالے کے دوسرے خوارق عادات ہیں۔ ایک تو بھونی ہوئی پھلی زندہ ہوئی اور دوسرے پھلی میں سے جو کھا یا گیا تو ایک طرف کا حصہ تھا وہ پورا ہو گیا رستہ چمکنا ہے کہ یہی ظاہر ہے کہ وہ پھلی علم ہوئی اور تاریخ طبری سے جو روانہ است گذری چند ان معتبر نہیں ہو سکتی اور اگر وہی صحیح ہو تو زیادہ عجیب ہے کہ نصف پھلی اس طرح زندہ روان ہوئی اور سو یہ کہ پانی اپنے داخل سے رکرا ہوا اسد نقالے آیات قدرت ہیں۔ اور ایسے امور کچھ بھی مستبعد نہیں چنانچہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں واقع ہوئے ہیں بہت سی نے اور دلائل النبوة میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھونی ہوئی بکری لائی گئی پس آپ نے بعض اصحاب سے فرمایا کہ مجھے اسکا دست دیدے اور بکری میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دست زیادہ بلند تھا پس اسے پیش کیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اسکا دست دیدے پس اسے دوسرا دست پیش کیا اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا کہ اس کا دست مجھے دیدے تو قبل اس کے کہ وہ غصے کا ہتھوڑے پہلے سے پہل دیا کہ رسول اللہ دست تو دوہی ہوتے ہیں اور میں آپ کو پیش کر چکا ہوں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کے چنگھنے قدرت میں میری جان ہو اگر تو خاموش رہتا تو میرا مجھے دست دے دے جاتا تب تک میں کہتا کہ مجھے دست دے دو قدر واہ خیرہ العباد اور اس میں خبر صریح ہے کہ اگر خاموش رہتا تو اسد نقالے اس کے دست کیے بعد دیگرے پیدا فرماتا اور وہ دیے جاتا۔ اور اس پھلی کا زندہ ہونا تو ظہور اس کی وہ ہے جو جبر کے ایک مہر ہے کہ بکری بھونے میں اس نہر را کہ بعد خبر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تھی تو تب آپ نے اس میں سے دست کو لیا تو اسے کہا کہ رسول اللہ آپ مجھے نہ کھائے کہ مجھ میں نہر ملا لیا ہو بلکہ یہ اس سے بہت بڑھ کر ہو کہ وہ پھلی تھی ہوئی تو فقط زندہ ہو گئی اور اس بھونی بکری کے دست نے باتین کین اور وہ باتین زبان انسانی۔ اور ایسے ہی چند خشک کاروانا اور تھوڑے سا سلام کرنا اور سنگسازوں کا بیچ بڑھنا اور درختوں کا روان ہونا اور اسد نقالے اور بھی زیادہ بڑھ کر بہت زندہ کے اندجیات خود کرنے کے یہی دلائل النبوة میں عروبن سواد سے روایت کی کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جو اسد نقالے نے مجھ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا وہ کسی ہی تو نہیں دیا تو میں نے امام سے کہا کہ پھر میری مکتوبہ سے زندہ کرنا دیکھا تو امام نے فرمایا کہ جو صلی اللہ علیہ وسلم کو شک سے خشک ستون زندہ کرنا دیکھا جس سے کہیہ دست کر آپ خلیفہ بڑھتے تھے اور جب منبر تیار کیا گیا تو وہ چون کی طرح روکا خوب اس کی آواز دینی جاتی تھی تو یہ اس سے بہت بڑھ کر ہے اتنی مترجما خلیفہ رح نے کہا کہ دے زندہ کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ آپ کی بعض امت سے بہت کچھ مروی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم معترین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کا نکاتھا پس آپ نے عورت کو کو خود لون کی ہاتھی میں بھیجا اور اس کے لئے کہ ہمارا جان کہ دیا پھر وہ کچھ دین ٹھہری تھی کہ اس کے لئے کہ کو مینہ کی بارش اور وہ چند روز ہمارا کہ انتقال کر گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور اس کی تجرہ کا حکم دیا پھر جب ہم نے اس کو نہلا نا چاہا تو آپ نے حکم دیا کہ جا کر اس کی ان کو اطلال کر دے پس اس کی بان آئی اور اس کے قدوں کے پاس بیٹھ گئی اور وہ دونوں قدم اس کے پیچھے رکھنے لگی کہ اسی میں اپنی خوشی کے ساتھ تیری زبانہ دار ہوئی ہوں و اسلام لائی ہوں اور میں نے

بہت پہلے انتقال کر چکے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ خضر زندہ ہیں جیسے مسلمانوں میں سے بعضے عابدین و زہاد ہیں و علماء اور سید سے یہودی و نصاریٰ تو انھوں نے ایمن اسی غلطی اٹھائی کہ جن میں کچھ شک نہیں ہے اور ان کے غلطی کھانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کے لیے مقامات میں جہان دفن گذر نہیں کیا کسی انھوں نے اپنے شخص کو دیکھا جو صورت سے زائد معلوم ہوتا ہے اور اُسے کہا کہ میں خضر ہوں حالانکہ یہ ایک شیطان ہوتا ہے جو بصورت آدمی متغزل ہو گیا اور اُسے ظاہری راہ بتلانے وغیرہ سے اُس کو مطمئن کیا اور باطن میں عقیقہ فاسد کر دیا اور ہم نے تو اس بات کو بہت سے واقعات سے معلوم کر لیا ہے مگر کہ میں ربوہ دمشق میں جہاں ہم نے یہ کتاب بھی پڑا ایک شخص نے دونوں بہاروں کے بیچ میں ایک شخص کی صورت دیکھی جس نے دونوں بہاروں کے درمیان کو بھرا لیا اور اس کا سر سیاہ لکے چوٹی تک پہنچا تھا اسے کہا کہ میں خضر ہوں اور میں فقیہ الاولیاء ہوں اور جس شخص نے اُس کو دیکھا تھا اُس سے کہا کہ تو جو صالح اور توبہ والی اللہ سے اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اُس شخص کا لہہ جس کو ایک میل پہنچول آیتھا اور اپنے جاتا تھا اٹھا کر اُس شخص کو دیا۔ اور اسی حکایت بہت ہیں اور یہ وہ شخص جس نے خیر دی کہ میں نے خضر کو دیکھا ہے اور وہ شخص تھا آدمی پر تو بن حال سے خالی نہیں یا تو اُس کے ذہن میں جو وہ اُس کے واسطے متخیل ہو گیا اور اُسے گمان کیا کہ میں نے خضر کو دیکھا جیسا کہ بہت سے ارباب ریاضات کو واقع ہوتا ہے کہ قوت تصویر قوی ہو کر بعض مفلون اُن کے واسطے خارج بن متخیل ہو جائے ہیں اور بایہ ہوا کہ اُن کی جی اُس کے واسطے بصورت انسان مقصور ہوتا کہ اُس کو ظاہری راستہ بتا دے یا دنیا کی کوئی چیز دیکھے و باطن میں اُس کو گراہ کرے اور یہ بہت زیادہ واقع ہوتا ہے اور ہم نے اس قسم سے بہت معلوم کیا جیسا کہ بیان کرنا چاہیں گے۔ اور بایہ ہوا کہ اُسے در واقع کسی انسان کو دیکھا مگر گمان کیا کہ ایسے مقام پر آدمی کا کیا کام ہے یہ تو خضر ہے پھر اگر اُس جی یا نہی سے بھی کہنا کہ گمان میں خضر ہوں تو لیجیے اُس کو بالکل یقین ہو گیا حالانکہ اُسے غلط کیا اور سچی بات تو ان اقسام میں سے خارج نہیں ہے۔ اور احادیث تو اس بارہ میں بہت ہیں جسے معلوم ہو کہ خضر زندہ ہیں جن تو مقصور و شیطان کا اس سے قریب ہے اور لوگ اس میں دیکھنا کھانے ہیں اسی واسطے کسی صحابی سے منقول نہیں کہ اُسے خضر علیہ السلام کو دیکھا اور نہ بھی خضر سے ملاقات کی حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بہ نسبت تمام صحابہ کے علم و ایمان میں اہل تھکے اور سبوح و جہتی کہ شیطان کو اپنے طریق کا قابو نہ ملا جیسا کہ اُسے بہت سے عابدین و زہاد نامہ علیہ السلام بھیجا لیا اور اسی وجہ سے بہت سے کفار یہودی و نصاریٰ کے پاس وہ آتا ہے جس کو خضر گمان کر لیتے ہیں اور اُن کی بیحد و گنیمت میں آتا ہے اور ان کے اپنے کہتا ہے اور در حقیقت وہ شیطان ہے کہ اُن کو گراہ کر جاتا ہے اور خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں اور دلیل قطعی اس پر ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو اُن پر واجب تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ جا کر رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ہے بقولہ واذ اخذنا من النبیین لما آتینکم من کتاب وکلمہ ثم جاعلکم رسول مصدق لما سمعتمون بہ و انصرنہ لآیہ الہیہ اور خضر نے تو جو ام الناس میں بعض کی کشتی درست کر دی تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں کیوں نہ آئے اور وہ اگر بڑی ہوں تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسے افضل ہیں اور اگر وہ نبی نہ ہوں تو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں البتہ و عمر رضی اللہ عنہما اُسے افضل ہیں جیسا کہ اپنے مقام مفصل مدلل مذکور ہے انہی میں جو اس الفخ اور اس میں کلام آخر قصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ کو لکھا جو غرض کہ یوسی دفن نے وہاں خضر کو پایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ بیان فرمایا۔ اور اُس کے دو مصنف بتلائے اول۔ اَنْتِیْہُ دُرَّ حَیْثُ دُرٍّ وَ جَوَّیْہُ ہَمُّ لَمْ یَسْکُوْا اَیْنِہُ پَس سے رحمت تھی دینی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رحمت یہاں بہت و ہدایت ہے۔ اور جو ہر سبب میں وغیرہ کہ نزدیک اور ولایت ہے پس ظاہر یہ کہ خضر کی نبوت کا قول بعض کا ہے اور جو ہر کے نزدیک ساہ ولی تھے۔ اور دوسرا مصنف و

جاہت ہوتا کہ خضر کا مرتبہ موسیٰ سے بڑھا ہو اور کیا نہ کہی فیاض کوئی بات اپنے شاگرد سے لے لیتا ہے جبکہ فقط شاگرد ہی جانتا ہو اور یہاں علیہ السلام کا علم نہ نسبت و حکم جو بظاہر تھا اور علم خضر علیہ السلام کا علم بعض غیب کا معرفت باطن کا تھا اور بعض مرتبہ انہوں نے یہاں سے دُعا کیا کہ دینی کا مرتبہ نبی سے بڑھا ہو اور ہوا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نبی کو خضر ولی سے کیئے کا حکم ہوا اور یہ دُعا باطل کفر ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے یہ درخواست کی تو یہ قال لا تاتک لکن لک صلیح مبعی صبرا خضر نے کہا کہ آپ انہیں استطاعت باطنیکہ میرے ساتھ صبر کی۔ شاید حضرت خضر نے یہ بھی علم لدنی سے معلوم کیا ہو جب ہی حرف اتن و دن وغیرہ سے ناکد کے ساتھ کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ یا اس دلیل سے کہ لکھت تھے بَدْعُ عَلٰی مَا لَمْ يَكُنْ يَخْتَصِمُ لَوْ اَوْ كَيْسَ اَب صبر کرو گے ایسی بات پر کہ آپ نے اسکا احاطہ نہیں کیا آگاہی سے یعنی جس بات کا آپ کو علمی احاطہ نہیں ہے اُسکے فقط ظاہری حال کو دیکھا کہ آپ کیونکر صبر کر سکتے گا اناکل ظاہرین وہ منکر و مذموم معلوم ہوئے تہن اور در مصالح ایسے کاموں کو دیکھا کہ آپ صبر نہیں کرنا ہو۔ قال سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ اَنْ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا موسیٰ نے کہا کہ عنقریب آپ پاؤں گئے انشاء اللہ قلعے صابر اور دین نہیں نافرازی کر دیکھا آپ کی کسی امر میں یہی طاقت ہے کہ شیخ صالح جو اپنی نفس کے واسطے اور شریعت و طریقت سنت پر متفرق ہے اُسکے اتباع میں اُسکے کسی امر میں نافرازی نہ کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہاں چھپرے ایک سوال وارد ہوا کہ موسیٰ نے انشاء اللہ کا کیا لکھ چھپرے کا علم پورا نہ ہوا اور جواب یہ ظاہر ہوا کہ اگر کسی قدر رہتا تو انشاء اللہ قلعے پورا ہو جاتا و لیکن بعد اسکے خضر علیہ السلام نے انہر ایک شرط لگا لی کہ سوال نہ کریں اور موسیٰ علیہ السلام نے یہی نسبت کچھ جواب نہیں دیا سو اسے منظوری ظاہری کے اور آخر اسی شرط میں غفل ہو گیا کہ قبل از وقت انھوں نے سوالات کیے اور وہی باعث افزائش ہوا فنا ہم اور دین نے کسی تفسیر میں اس سے تعرض نہیں دیکھا کہ کبر و سراج وغیرہ میں ہے کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اُداب کے اور لطائف کچھ بہت انواع کی رعایت رکھی آدول قبل اتبک میں اجازت چاہی کہ میں اپنی نفس کو آپ کے تابع کر دوں دوم اپنے نفس کو اُن کے تابع کرنے کی تصریح کر دی اقول ضرور کہ نفس تابع حکم شیخ ہو دینی احمدیث کوئی مومن نہ ہو گا جب تک اُس کا نفس اپنی خواہش اُس کے تابع نہ ہو جو میں لا با ہوں۔ سوم قولہ علی ان تلقنی سے اُتر آیا کہ مجھے نہیں معلوم اور آپ عالم ہیں۔ چہام معاملت سے بعض وہ علم لکھا جو خضر کو معلوم تھا گویا اُن کا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ مجھے اپنے برابر کر دیں بلکہ آپ کو علم ہو اس میں سے ایک جزو مجھے بھی عطا کریں۔ چہسم آسمین یہ صریح اقرار ہے کہ آپ کو اللہ قلعے کی طرف سے یہ علم حاصل ہو مجھے میں اس چھپرے کو دشک نہیں ہے۔ چہستم رشتہ اسے درخواست ارشاد و روایت ظاہر ہے۔ چہتم خودی ان اشارہ صابر ابن ابی مرثیٰ پر نظر ہے۔ چہتم رشتہ الہی ہا کہ امر آپ کے حکم کی نافرازی نہیں کر دینگا پس معلوم ہوا کہ تسلیم ہوا کہ پورے طور سے تواضع و عاجزی کا اظہار کرے اور حکم کی شان میں نظر عظمت کا لحاظ رکھے اور علم پر پیشہ نرمی واجب نہیں بلکہ اگر وہ سختی کو مناسب سمجھے تو اچھا نیا یا کسی وقت تک سختی کرے و اللہ اعلم۔ روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ملحق کی درخواست کی تو خضر نے کہا کہ علم کے واسطے قربت کا فیاض مل کے واسطے خواہ صبر کی کافی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ قلعے کے حکم سے حاضر ہوا ہوں۔ قال فَاِنْ اَتَيْتُكَ فَيَا لَكَ صَاحِبِ خَضْرَاءَ خضر نے کہا کہ پھر اگر آپ میری اتباع کرتے ہیں تو میں پوچھ چھوڑے کوئی چیز چھٹی اُحدیث لکھتے دیکر کہا ہاں تاکہ میں خود آپ سے اُسکا ذکر بیان کر دوں حضرت خضر نے اپنی اتباع کے واسطے خود نہیں کہا بلکہ اختیار کیا کہ اگر تم یہ اختیار کرو تو ایسا نہ کرنا یعنی شرط کی کہ جب تک میں خود نبیان کر دوں تم اس میں سوال نہ کرنا پھر اللہ قلعے نے اُنکے درمیان کے وقائع فرمائے

تو دونوں نے سر رکھا اور سو گئے اور کھل میں چھٹی تہی اور اس سے نکل گئی اور جا کر سمندر میں گری فاتحہ سبیلہ فی الجہر سر با سمت میں اسے
انرا راستہ سرب نیا یا اور المدقلے نے چھٹی سے پانی کا روانہ ہونا روک دیا کہ وہ اس پیش طاق کے ہوگا پھر جب موسیٰ جاگتا تو سامنے بھی گیا
کہ اسکو چھٹی کی خبر دے اقول دوسری روایت میں ہے کہ پھر ایک وقت میں کہ وہ ایک درخت کے سایہ میں ایک مقام آبشار میں تھے
کہ ناگاہ چھٹی تہی اور موسیٰ اسوقت سو رہا تھا تو فتنی نے کہا کہ میں اسکو دھکا دے گا کہ وہ میرا تنک کہ جب موسیٰ جاگتا تو سامنے چھٹی کی خبر دینا
بجول گیا اور چھٹی تہی یہاں تک کہ سمندر میں جا پڑی اور المدقلے نے اس سے پانی کا روانہ ہونا روک دیا کہ اسکا نشان پھر میں ہو
اور عروبن دینارادی نے ان کی طرح اسکی شکل بنوائی پھر دونوں باقی دن اور رات بھر چلتے تھے کہ جب دوسری صبح ہو گئی اور دن ہوا
تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بچے سے کہا کہ لاؤ ہمارا اسوقت کا کھانا کہ ہم کو اس سفینے کی سبب ہو چکا کہ اقل بقالے اتنا مذہب لافنا من
سفرا ہذا لعلنا۔ اور موسیٰ نے سبب اسنیں پایا یہاں تک کہ اس مقام سے جہان المدقلے نے اسکو علم دیا تھا آگے بڑھ گیا تو فتنی نے کہا کہ رایت
اذا وینا فی الصحرة فانی لیت الحوت دما لسانہ الا الشیطان ان اذکرہ وافتخز سبیلہ فی الجہر سر با سمت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھٹی کے
واسطے سرب تھا اور موسیٰ فتنی کے لیے عیب تھا۔ اقول ظاہر موسیٰ کو اسوقت فتنی کے قول کی تصدیق سے عجب ہوا اور واپس ہو کر دیکھ کر
عجب معائنہ ہو گیا۔ تو موسیٰ نے فرمایا اذکرہ لکننا فی فائدہ اعلیٰ آثارہا قصدا۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دونوں واپس ہوے
اپنے نشان قدر پر پڑھو نہ چلے آئے تھے۔ اقول یعنی کوئی راہ معمول نہ تھی بلکہ ایسا مقام تھا جہاں تک آدمیوں کا گذر نہ تھا فائز یہاں تک کہ
اس صحرا تک پہنچنے کو ناگاہ یا ایک مرد کبھی ٹوبہ بونی کی پٹے میں لٹا ہوا ہے۔ اقول ایک روایت میں جاوید میں لٹا ہوا ہے۔ اور
ایک روایت میں ہے کہ جس خضر کو یا جونا ندرہ سمندر پر ایک سبز نہا پھر تھا اور عبد بن جبر نے کہا کہ ایک کپڑے میں لٹکا ایک کنارہ
اپنے پاؤں کے نیچے اور دوسرا کنارہ سر کے نیچے کیا تھا بستر چم کتا ہے شاید لیٹے ہوئے تھے اور بستر نہا لپہ سے شاید کیا نہ ہو کہ میری گھاس پر تھے
والمقلے اسلم موسیٰ نے اسکو سلام کیا تو خضر نے کہا کہ کہاں ہے میری زمین میں سلام۔ اقول دوسری روایت میں ہے کہ موسیٰ نے اس کو
سلام کیا تو اسنے اپنا چہرہ کھولا اور کہا کہ کہاں میری زمین میں سلام ہے تو گوشتوں شخص پر موسیٰ نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں تو خضر نے کہا کہ میں اسلم
موسیٰ ہے کہ کہاں ہاں اور کہا کہ میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ چلو اس میں سے رش دکھلا دو جو تم کو سکھایا گیا ہے۔ اقول دوسری روایت میں ہے
کہ کہا کہ حال ہے کہ کہا کہ جب تک لغتی عاملت ارشاد قال ایک من شطیط می صبر۔ اس موسیٰ میں ایک علم پر ہوں المدقلے کے علم سے جو
اسنے مجھے سکھایا ہے تو اسکو نہیں جانتا ہے اور تو ایک علم پر ہے المدقلے کے علم سے جو المدقلے نے مجھے سکھایا ہے یا ہر من اسکو نہیں جانتا ہوں
اقول دوسری روایت میں ہے کہ خضر نے کہا کہ کیا مجھے یہ کافی نہیں ہے کہ قدرت میرے نام میں ہے اور مجھے دی آئی ہے اسے موسیٰ مجھے ایک علم ہے کہ
مجھے سزاوا دین ہے کہ تو اسکو جانے اور مجھے ایک علم ہے کہ مجھے سزاوا دین میں کہ میں اسکو جانوں موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ بخدی ان اشرار
صبرا ولا عسی ملک امر۔ تو خضر نے موسیٰ سے کہا کہ فان تجتبی فلا تالی عن شیء حتی احدث ملک من ذکر استمر کہ کتا ہے کہ یہ عذر تو پہلے
بیان کر دیا تھا کہ دونوں قسم کے علوم مختلف ہیں ایک دوسرے کو حاصل نہیں ہیں جامع نہ ہونا چاہیے تو اب خضر کے علم پر جو بعض آثار
مترتب ہوئے ہیں وہ دیکھ لیتا رہا تو اسکی نسبت بشرط لگا کی وجہ نہ پوچھنا یہاں تک کہ میں خود ہی بیان کروں گا اور بعد اوقات موسیٰ
و خضر علیہما السلام کے پیش میں فتنی موسیٰ کا ذکر نہیں ہے شاید اسوجہ سے کہ قبول بعض کے پیش کو واپس کر دیا تھا اور شاید اسوجہ سے کہ
اصل مقصود اس میں موسیٰ علیہ السلام ہیں تو انکے ذکر کر رہا اور یہی صحیح ہے فائز المدقلے پھر دونوں روانہ ہو کر سمندر کے کنارے کے چلے پس

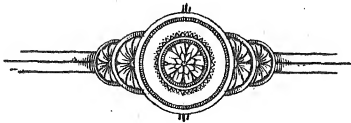
ایک کشتی گذری ان لوگوں سے باتیں کہیں کہ تم کو سوار کرو انھوں نے خضر کو پہچانا اور فرمایا کہ میں اس کفار سے
 اس کفار سے پارتا رہنے کی ڈھکی بچی ایک کشتی گذری تو اُن سے باتیں کہیں انھوں نے خضر کو پہچانا اور کہنے لگے کہ عبداللہ الصالح یعنی اسد اللہ
 بنک بنہ ہو۔ سعید بن جبیر نے کہا یعنی خضر ہیں انھوں نے آپس میں کہا کہ بغیر کرایہ کے ہم اسکو سوار کرینگے۔ غلام بنیر لول یعنی یہ ایک کافر
 خضر کو بغیر اجرت کے سوار کیا پھر جب دونوں کشتی میں بیٹھے تو موسیٰ آگاہ نہ ہوسے کہ اسوقت کہ خضر نے ایک تختہ اس کشتی کے تختوں میں سے
 بوسے سے اٹھا لیا تھا دوسری روایت میں ہے کہ اس میں شگاف کیا اور اس میں بیج گاڑ دی اور میری روایت میں ہے کہ اس شگاف سے
 پانی نکل آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایسی قوم ہے جس نے کو بغیر اجرت سوار کیا اور تم نے قصہ کہ کے عدا انکی کشتی میں شگاف کر دیا
 آخر قہتا التقرن اہل القادحۃ شینا ارام۔ قال المراقل انک ان تلتع مع صبرا قال لا تو اخذ فی رابیت ولا ترغب فی امری عسرا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار رسول نو موسیٰ علیہ السلام سے نیاں تھا اور فرمایا کہ ایک صغیر کافر رہا سفینہ بگوری
 اور اُسے سمندر میں ایک چوڑی جہاز پس خضر نے موسیٰ سے کہا کہ نہیں میرا وزیر ظلم تھا بلکہ علم الہی کے گرجے جسے اس شخص نے اس سمندر سے
 کم کیا پھر دونوں اس کشتی سے باہر ہوئے پس اس بیج میں کہ دونوں سمندر کے کنارے چلے جاتے تھے کہ خضر نے ایک طفل کو دکھا جو لوگوں
 کے ساتھ کھیل رہا تھا پس خضر نے اسکا سر کچا اور اپنے ہاتھ سے اٹھا لیا کہ اسکو قتل کر دیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اول سوال
 موسیٰ نے بچہ سے کیا اور دوم کہ طائر میرا کھاتا تھا۔ یعنی نے کہا کہ سعید در نے روایت کی کہ خضر نے لوگوں کو کھیلتا پایا ان میں سے
 ایک طفل کا ظرف بصورت کو کچر کر کھا کر کھڑی سے فرج کیا۔ ستر چمکنا ہو کہ ظاہر اوہاں چھڑی کی حاجت نہ تھی جیسے کشتی توڑنے میں بوسے
 کی حاجت نہ تھی و لیکن ممکن ہے کہ ظاہر سب کا استعمال کیا ہو جو اپنے ساتھ لائے ہوں یا اسی وقت حاصل ہو سکے ہوں پھر سوال
 روایت دوسری روایت میں اختلاف نہیں بلکہ اتفاق اس طرح ہے کہ اول اسکو چھڑی سے کٹا پھر ہاتھ سے اسکا سر اُسکے دھڑے الٹا کر لیا
 فافہم پس موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے کہا کہ اقتل نفسا ذکیۃ یعنی نفس القادحۃ شینا کخرا۔ قال المراقل انک ان تلتع مع صبرا
 دوسری روایت میں ہے کہ ایسی نفس ذکیہ کو جو حشر کو نہیں پہونچا تھا یعنی بالغ نہیں ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس
 مرتبہ سوال موسیٰ علیہ السلام کا بدینہت اول کے تحت تر ہو گیا۔ قال ان سالتک عن شیء بعد فلا تصاحتی قد بلغت من لدی عندا
 فانطلقا حتی اذا ابتلا اهل قرۃ استظما اہلھا فانیوا ان یغیفو سنا فوجدنا جدارا یرید ان یغض یعنی جھکی ہوئی دھکی پس خضر نے اپنے ہاتھ سے
 اشارہ کیا۔ فاقام یعنی ہاتھ کے اشارہ سے اسکو سیدھا کر دیا اور فرمایا دوسری روایت میں ہے کہ یوں کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہاتھ اونچا
 کیا پس وہ سیدی ہوئی اور پہلی رہنے لگا کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ سعید در نے حدیث کی تھی کہ اپنے ہاتھ سے سج کیا پس سیدی ہوئی ستر چم
 کتا کہ اس میں صریح ہے کہ کسی آگد و سب کا استعمال نہیں کیا اور بعض راویوں نے روایت کی جو صریح ہیں کہ اگر اسکو گارے وغیرہ
 سے اٹھایا اور یہ سہو چھبک دہی جو صریح میں مودی جو فافہم پس موسیٰ نے کہا کہ ہم لوگ ایک قوم پر آئے جنہوں نے نہ کو کھانا دیا اور نہ
 ہماری ضیافت کی۔ و شئت ان اخذت علیہ اجر ثم چاہتے تو اس کی اجرت لے لیتے دوسری روایت میں ہے کہ سعید نے کہا کہ اجرت وہ لیتے
 کہ جسکو کھاتے۔ قال فلا فرق بین ویک سالتک بنا وبل الم قطع علیہ صبرا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچر اردوی
 کہ کاش موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تاکہ ہم پر آنے اور واقعات بیان کیے جاتے۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ ابن عباس اس طرح پڑھتے وہاں
 انا ہم ملک یا خذل سفینۃ صبرا و پھر پڑھتے کہ والاعلام کلان کافرا وکان البراءة منین اور دوسری روایت میں ان پر لگ نفاش

نے سوائے سعید کے روایت کی غیر وہ سگان کیا کہ ابن عباس کہتے تھے کہ غاصب بادشاہ کا نام بدوین بدو تھا اور طفل مقتول کا نام
عیب و بنجام بن مرجم کہتا ہے یہاں تک حدیث صحیح مذکور ہوئی اور اب بن نمیر آیات کو ذکر کرتا ہوں۔ قال تعالى: **وَإِذَا ظَلَمْتُمْ أَطْعَمُوا جُلُودَكُمُ النَّارَ** و دون
یعنی موسیٰ و خضر بن نمیر ہی نے کہا کہ انظر یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے بعد ملاقات خضر کے یوشع کو واپس کر دیا تھا اور اب العباس نے کہا کہ
نہیں بلکہ یوشع کا ذکر کیا اور تابع کو چھوڑ دیا ورنہ یوشع ساتھ تھے اور مرجم کہتا ہے کہ یوشع جب کہ ابن نے صحیح حدیث سے کام لیا شافہ
ذکر کر دیا کہ ابن مسنی یہ ہیں کہ موسیٰ و خضر دونوں روانہ ہوئے اور ساتھ میں یوشع علیہ السلام بھی تابع تھے و دونوں سمندر کے کنارے آئے یہاں
چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ایسے مقام پہنچے کہ وہاں اس کنارے سے اُس کنارے پار ہو سکتے تھے وہاں چھوٹی گشتیاں بڑی ہوتی تھیں
اور لوگوں کو عبور کرتی تھیں جب کہ بعض روایات حدیث میں ہے پھر ایک کشتی گذری اُس سے خضر نے سوار کرنے کی درخواست کی تھی والوں
نے خضر کو کچپان کر لیا پھر اہل کشتی سب کو سوار کر لیا حتیٰ اذ اکبرنا فی اللہ تعالیٰ یہاں تک کہ جب سوار ورنہ ہوئے کشتی میں بعض
روایات حدیث میں ہیں کہ کشتی دھار میں پہنچی تو خضر قہقہا خضر نے اُسکو پھاڑ دیا یعنی شکاف کر دیا اس طرح کہ اُنہیں سے ایک شتہ لگا لیا
تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک انقطع دیکھا کہ اُنکے احسان کے عوض یہ بڑائی ہو اور بڑھ کر یہ کشتی و اسے پانی بھرنے سے اس بچ دھار سے
میں ڈوب جا دینگے تو قال **أَخَذْتُهَا لِتَعْرِفَ أَهْلُهَا** کہا کہ تو نے اُسکو پھاڑ دیا کہ جاکہ پتھر ہو کہ کشتی والوں کو غنی کرے یعنی سب
جائین ضائع ہوں اور احسان کا بدلہ لے دو۔ **لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِشَيْءٍ أَكْبَرَ مِنْكُمْ** کہا کہ اُنکے ایک ام عجیب۔ یہ قبیہ کا قافلہ اور تارنہ دور
سے مروی ہے۔ ابو سعید نے کہا کہ افر بڑی سخت آفت اور اسی کے قریب آفتش نے ذکر کیا۔ حاصل یہ کہ تو نے بڑی سخت آفت برپا کی۔
یعنی احسان کا بدلہ لے اور اہل برباد اور سب سے بڑھ جائیں برباد۔ قال **أَكْبَرَ مِنْكُمْ لِكُنْ تَكُنْ تَكُنْ تَكُنْ** صحابہ بڑا خضر نے کہا کہ
میں نے تجھ سے نہ کیا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کرے۔ روایت ہے کہ کشتی میں پانی نہیں چڑھا جب خضر علیہ السلام نے شرط پائی تو بولے
علیہ السلام نے عذر کیا۔ قال **لَا تَوَاضَعُنَّ لِبَشَرٍ إِلَّا خِذَا لِحُدُودِهِ** کہا کہ مجھ سے مواخذہ نہ فرما ایسی بات کا کہ میں بھول گیا۔ اُس صورت میں
کہ ماموولہ ہو اور ہمیں دلالت ہوگی کہ جو کام آدمی بھولے سے کہے اسے مواخذہ نہیں ہے جیسے روزہ میں بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور
اگر خفیہ کے نزدیک عذاب آخرت کا مواخذہ نہیں ہوتا لیکن دنیا میں بعض امور میں پورا کر لیا جائے گا مثلاً نماز میں بھولے سے باتیں کہیں تو نماز
ٹوٹ گئی اُسکو پھر پورا پڑھے بھولے سے قسم چھوٹی کرنی تو کفارہ دیوے اور جہان تک قسم کی حد پورا کرے لیکن گناہ نہ ہوگا۔ آیت میں ماموولہ
بھی دوسری تفسیر ہے تو اس صورت میں اگر خفیہ کے واسطے تصریح ہو اور ہمیں یہ کہ مجھ سے مواخذہ نہ فرما یہی بھول پر یعنی جو میں نے وعدہ
کر دیا تھا کہ آپ کے اتباع میں اپنے کہہ سکرے کہ کچھ انکا فضل پر نہ کر دیکھا اس میں فراموشی ہو گئی تو فراموشی معاف کر دے سرسج میں ہے کہ
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ موسیٰ بھولے تھے و لیکن یہ کلام بعض طے پر یعنی حضرت اسدرا کہ اسیر فراموشی پر مواخذہ مستحب اور یہ
نہیں کہ اسے میرے اس معاملہ میں فراموشی پر مواخذہ نہ کر دیکہا یہاں بات ہی رہے و لیکن صحیح کی حدیث سے مذکور ہوگا کہ اول سوال موسیٰ سے
نہاں تھا اور دوم شرط تھا اور سوم عذر تھا۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث سے مراد یہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اس عجیب معاملہ کا کشف جلدی
چاہتے تھے و لیکن جب انھوں نے انکار کیا تو اُسکو نہاں پر محمول کیا یعنی یوں حال دیا کہ مجھ سے فراموشی پر مواخذہ مستحب نہ ہوگا۔ **لَقَدْ هَمَمْتُ**
مِنْ أَهْلِ عَسْكَرٍ اور میرے معاملہ میں مجھ پر عین کی سختی مست دال سرسج میں لکھا کہ روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات
دیکھی تو اس شکاف میں انکا پڑھ دیا۔ اور روایت ہے کہ اس شکاف سے پانی ہی نہیں چڑھا تب کہ یہ وغیرہ میں کہ اگر یہ کہا جاوے کہ

موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ میں تو نے شکاف کر دیا کہ یوں کو غرق کرے اگر یہ قول صادق ہو تو لازم آوے گا کہ خضر سے بڑا گناہ سرزد ہوا اور اگر وہ نبی ہوں تو لازم آوے کہ نبی سے مصیبت سرزد ہوتی اور اگر یہ قول کاذب ہو تو موسیٰ علیہ السلام سے کذب سرزد ہونا لازم آوے جس کا جواب دیا کہ ہر ایک دونوں میں سے صادق ہو گا اس حکم کے موافق جو اسکے نزدیک ہے اور سترجم کتابہ کی کہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے کوئی خیر نہیں دیا جس میں صدق و کذب جاری ہو بلکہ استقام کیا ہے اور استقام میں صبر و کذب جاری نہیں ہوتا ہے پھر سوال فرمایا کہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے صد کیا تھا کہ خضر پر اعتراض نہ کریں تو خلافت محمدیہ کی کیا جواب دیا کہ ہر ایک نے اپنے قصہ کے موافق وفاتے محمد کیا کہ نبی موسیٰ کے خیال میں یہ نہیں گذرے کہ میں صد کرنا ہوں کہ نبی پھر بڑا گناہ سرزد ہو گا جو میری شریعت میں نہ ملے گا اور خضر نے یہ قصہ کیا تھا کہ قتل کر میں جو قتل منکر ہو وہ مجھ سے صاف دور ہو گا سترجم کتابہ کی یہ ہے کہ اول تو موسیٰ سے نہان تھا آدروم شہوہ اگر کچھ کون تو ساتھ نہ رکھنا پھر تیسری مرتبہ جلدی کی اور چاہا کہ اسے اسرار معلوم ہو تو فرسٹ کے موافق تھار لیا پھر بیان ایک سوال کی کہ خضر سے عرض کیوں نہیں ہوتا تھا اور عقربہ سوال مع جواب آتا ہے: فَانْطَلَقْنَا بِحِرْزٍ دُونَ رِوَانِہِ یَوْمَہِ سَیِّئِی شَقِی سے آکر کس اہل پر روانہ ہو سے حق ادا کیا غلط کیا یا نہ کیا کہ جب دونوں اب اس غلام سے ملے یعنی اب اس طفل کو یا یا جو دونوں کے درمیان خیال رہا تھا اور بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اور وہ خوبصورت تھا اسکو بھیجا کہ کچھ ہی سے قتل کیا پھر اسکا دھڑلے سے الگ کر دیا۔ فَتَنَّتْہِ اِیْسَ اسکو قتل کر دیا حتیٰ کہ جب یہ طفل گیا تو قَالَ اَفَتَنَّتْہِ اَھْکَ اَکْثَرَ اَکْثَرَ کَھْشِ ہوسنے نے کہا کہ تو نے ایک لاش کو دیکھ کر قتل کیا نہ بضر قصاص کے یعنی بغیر عوض کی جان کے بلکہ اُسے مارا ہوتا تو فیض زکیہ میں لاش حصوم محرم رہا جس کا قتل کرنا اور آمین و طفل کا نام عبود زکریہ جس بصری وغیرہ سے مروی ہے کہ طفل نہیں بلکہ جوان تھا اور درہنہ وغیرہ کیا کہ اور اہل حنین لانا اور والدین کے پاس آجایا تھا اور خاک سے مروی ہے کہ طفل غلام کی یاد پھیلا تھا پھر تاج سے اس کے صالح والدین کو اپنی پانے تھے۔ اور ابی بن کعب سے مروی ہے کہ وہ کافر پیدا ہوا تھا اگر تاتا والدین کو یطغان وغیرہ میں مبتلا کرنا۔ اور ابن جریر نے ابی بن کعب سے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طفل کو خضر نے قتل کیا وہ جس روز مخلوق ہوا تو کافر مخلوق ہوا تھا۔ امام راہزی نے کہیں کہ کہ قرآن میں بیان نہیں کہ اس طفل کو تین یا چار لاکھ بی بی کھلیا تھا وہ مسلمان تھا یا کافر تھا اور باطل تھا یا معنی تھا والدین غلام کا قتل لایق ہے کہ معنی کے واسطے ہو گا کچھ باطل ہے بھی بولا جاتا ہے اور قولہ بغیر نفس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طفل متعلقہ کیونکہ طفل تو فدا میں جس بھی قتل نہیں کیا جاتا ہے تو باطل ہو گا۔ بقاضی نے کہا کہ شاید ان کی شریعت میں طفل سے بھی قصاص ہو اور اسی رد نے بھی کہا کہ قرآن سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ اسکو کچھ ہی سے ذبح کیا یا اسکا سر دھو سے اٹھا کر یا سر کا دیوار سے مارا سترجم کتابہ کی تجھے حدیث مرفوع سے معلوم ہو گا کہ ایک روایت میں چھڑی سے ذبح ہے اور دوسری روایت میں ہاتھ سے اٹھا کر انا وین نے دونوں میں توفیق بیان کر دی ہے اور بعضے سلف سے یہ بھی مروی ہے کہ دیوار سے مار دیا اور شاید کہ بعد کو اسکا اٹھا کر اہو سر دیوار سے مار دیا ہوا اول دیوار سے مار کر ذبح کر کے جدا کر دیا ہوا اور اسی بیروسی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک کہ تو نے نفس محرم کو بغیر قصاص کے مار ڈالا۔ فَتَنَّتْہِ حِیْثُ شَیْءَا فَکَذَرَا اِیْمِی غفلت طفل اسکو۔ تو نے بلا شک یہ طفل منکر کیا بعض نے کہا کہ اول میں جب کشتی چلائی تو کہا کہ شیا اور سرہان شیا انکی اور اگر کچھ نہایت اول کے زیادہ قبیح ہے کیونکہ کشتی کا تدارک ملے کہ نہ خضر نے خبر چڑھا جاوے پھر افسانہ اس قتل کے کہ اسکا تارک ملے نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اول ہی زیادہ آفت و فساد ہے تو کچھ سے (خضر زیادہ ہے کیونکہ اس قتل میں ایک جان ضائع ہوئی اور شریعت کے غرق میں بہت سی جانیں تلف ہوئیں بعض نے کہا کہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اسکو متعجب جانا تھا کہ اس

بغیر قتل کیا جاوے اور یہ تاویل نہ کی کہ سوائے اس وجہ کے اور وجہ سے بھی قتل نفس حلال ہے یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ
 خضر علیہ السلام نے کیونکر کشتی کو بچا کر ڈیا اور کیونکر اس طفل کو قتل کیا حالانکہ لوگ موجود تھے وہ مگر بوجہ بعض نے جواب دیا کہ شاید
 بغیر اطلاع لوگوں کے یہ فعل کیا اور شاید کہ لوگوں نے انکو بچان لیا اور جانا کہ جو کرے ہیں وہ ہوا فی علم الہی تسلے کے کرتے ہیں تو
 حکم الہی پر راضی ہو گئے ہوں اور ترجمہ کتاب کہ حدیث میں ظاہر ہے کہ لوگوں میں وہ لوگ اکھینا تھا اُسکی پکار اسطرح قتل کیا اور عدم
 اطلاع ایسی حالت میں غیر ممکن ہے اور یہاں کہ لوگوں نے انکیاد حکم کیا ہو تو یہاں وہ بید ہے جبکہ کاؤن والوں نے انکو جان نہ کیا اور کھانا
 نہیں دیا اور ظاہر ہے جو ان اللہ و ابن الیہ عالم نے اوالیہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ خضر اللہ کے کاہنہ بندہ تھا کہ اُسکو کچھ
 نہیں دیکھتی تھیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے جسکے واسطے جاگہ اُسکو دیکھ لے تو اُس نے دیکھ لیا اور جب چاہا دکھلادیا پس قوم میں
 سوائے موسیٰ علیہ السلام کے اوروں نے اُسکو نہیں دیکھا اور اگر قوم والے اُسکو دیکھ پاتے تو کشتی غرق کر دیتے مگر مانع ہوئے اور طفل کو قتل
 کرنے میں مانع ہوئے بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ کشتی والوں نے خضر کو بچانا اور بغیر اجازت سوار کر لیا تھا جیسا کہ حدیث میں
 مروی ہے جو معلوم ہوا کہ انھیں کچھ تھیں اور جو ایسا ہے کہ موسیٰ و یونس کو ضرور انھیں دیکھتی تھیں اور انکو سوار کرتا تھا تو خضر ظاہر ہوتا ہے
 اُنکے ساتھ سوار کر کے جاوے۔ البتہ جو اثر کہ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے قابلِ توجہ و فکر اہل عقل ہے اور وہ بہت سے مقامات میں اس قصہ میں
 داخلیت رکھتا ہے واسطے تعالیٰ اعلم عطا رحمہ سے روایت ہے کہ جبکہ حوروری نے نبی خواجه کے سر وار نجد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کھانا
 اور تھین سوال کیا کہ لوائی میں اطفال کو قتل کر چکا کیا حکم ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کھانے کو خضر ہو کہ کاؤنوں میں سے نیز کسکے تو اطفال کو قتل
 کر دینے تو تھین پہنچتا ہے اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطفال کے قتل سے منع کیا ہے تو اطفال کے قتل سے منع ہے جو مطہر و باوجود
 تو مذہبی وغیرہم نے انبی بن کعب سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ظالم جسکو خضر نے قتل کیا تھا وہ کاؤن مطہر ہے اور
 جب مطہر ہے اور اُٹھا اور اگر وہ مطہر ہے تو بچا تو اپنے والدین کو غفیان و کفر میں اذیان کرنا اور ان یہ حدیث صریح ہے کہ قتل بلوغ کے اُسکو
 قتل کیا ہے اور امام رازی رحمہ اللہ ظاہر اس حدیث پر اطفال تھیں ہوئی یا سو ہو ہو یا فہمہ لاجلہ جب موسیٰ نے اعتراض کیا کہ اُس نے ایک
 نفس محترم کو بدو ان اسکے کہ اُس پر قصاص ہو قتل کر دیا تو یہ بڑا گناہ کیا

آئندہ پارہ شانزدہم شروع ہے



تنبیه الغافلین - مسائل و نثیه - ۱۰
 حیرت الفقه - مسائل مفصلة از مولوی
 ابوالفتح حسین بنگوری - ۱۱
 جواب المسائلین - بطور استفتاء - ۱۲
 الدقائق - اردو ترجمه از مولوی
 سلطان خان - ۱۳
 مسائل فقه - از مولوی ابوالفتح حسین
 بنگوری - ۱۴
 التنبیه و التعمین - از محمد عمر - ۱۵

فقه فارسی
 تالیف پشانی بر اصل عربی اور تحت مین ترجمه
 فارسی مع شرح از علمائے مملکت جو مدت سے
 پیدا دل ہے - دو جلد کامل - غلط
 شرح سفر السعادت - از مولانا شاه
 عبدالقادر محدث دہلوی معروف - ۱۶
 مجمع النج - سببی غایۃ اشوار از امام شاہ محمد
 تذکرۃ الجمعۃ - احکام احمد ز مولوی عبدالسلام - ۱۷
 بیان - در علم تہاکو و حقہ از امام معین الدین ار
 بدائع منظوم - مسائل فقه نظم فارسی از
 ملا ناظم علی - ۱۸
 نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین
 سناری - ۱۹
 مائے مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ
 رحمہ اللہ - ۲۰
 شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ لفظی ابوالفتح
 از شاہ عبدالقادر محدث دہلوی - ۲۱
 مسکات المتقین - مرحوم علامہ سلاطین از

مولوی آقا یار خان - ۲۲
 فتاویٰ برہنہ - جامع ابواب فقه از مفتی
 نصیر الدین - ۲۳
 قدوری - ترجمہ مولانا ابوالقاسم - ۲۴
 شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبدالرحمن
 جامی - ۲۵
 کفر فارسی - از مفتی نصیر الدین کرانی مفتی
 مع فرہنگ - ۲۶
 مالایہ منہ - از قاضی شہداء اللہ رحمہ اللہ
 وصیت نامہ - ۲۷
 شرح مختصر وقایہ کور میری - از مولانا
 جلال الدین سمرقندی - ۲۸
 رسالہ تنبیہ الانسان - در علمت و حرمت
 جانوران - ۲۹
 رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان - ۳۰

فقه عسری
 بر جندی شرح مختصر وقایہ - از مولانا جلال
 بر جندی معتر شرح - ۳۱
 فتح القدیر بحال لفظی - تعلیم بولہ اور نظم
 خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام
 نہایت مستند و اعظمت شرح مشہور و معروف
 اور آئین کلام زین الدین آصفی علیہ السلام
 تعلیم ہدایہ الطبع - ۳۲
 ہدایہ - محشی بخوانی جدیدہ جناب مولانا محمد
 سنبلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ
 فرمایا کہ قابل دیدن ہر چار جلد کامل
 دو جلدات بین بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات - للہبر
 (۲) جلدین آخرین معاملات - صبر
 ہدایہ مع شرح الکلیات - ازید جلال الدین
 کرانی بہت معروف و مشہور تہذیب چار جلد
 میں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے
 گئے ہیں بہ تفصیل ذیل -
 ہدایہ جلد اول ثانی تا آخر کتاب الکلیات - للہبر
 ایضاً جلد سوم و چارم تا آخر کتاب - للہبر
 فتاویٰ قاضی خان مع شرحیہ از امام قاضی
 حسن بن منصور قاضی خان مستند معروف
 متداول دو جلد کامل - ۳۳
 شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ علی قلم
 مع کمال حاشیہ فنیہ لفظی و پستہ بن جیلپی
 داخل دریں تطبیح کلام و تخط و صحیح - ۳۴
 شرح وقایہ نزد مع تالیف ہند بہ خط مظہر
 الاشباہ والنظائر مع شرح جموی معروف
 مستند متداول - ۳۵
 ملا سید ابوبکر نادو صاحب جہاد کابل اور
 اطراف کابل میں داخل درس ہے - ۳۶
 مستخلص المحتایق - شرح کفر الدقائق
 مشہور متداول - ۳۷
 مدنی شرح کفر الدقائق - محشی ہر چار جلد
 مستند معروف متداول دو جلد میں - ۳۸
 (۱) جلدین اولین عبادات بین - غفار
 مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ
 درسی متداول - ۳۹
 عمدۃ البضائع - فی مسائل الرضاۃ از

| | | |
|---|---|---|
| <p>عقیدہ گل وعقیدہ منظوم - یعنی انتخاب گلستان و دیوبستان - ۹</p> <p>بوستان جلی قلم - حررہ شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید خنائی - ۱۰</p> <p>بوستان جلی گلان - اس میں ضروری حواشی درج ہیں - ۱۱</p> <p>بوستان جلی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی نہایت صحیح اور صاف لکھی ہے - ۱۲</p> <p>بوستان جلی خرد - ۱۳</p> <p>بوستان ترجمہ منظوم دعوی ترجمہ نہیں ہے بلکہ کمال ہے کہ بوستان کی بحرین ہر شعر کا شعرین ترجمہ کیا ہے از منشی گوہر پر شاد رضا - ۱۴</p> <p>سہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی یحییٰ صاحب بہار جلی شرح ہے - ۱۵</p> <p>اخلاق جلی جلی منشی فاضل کے کورس میں ہوا و نحو ناظر کے درس میں آئی ہے - ۱۶</p> <p>اخلاق ناصر - نہایت فارسی کے درس میں داخل ہے اور اخلاق میں بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۷</p> <p>اخلاق جلی - داخل درس مولانا حسین واعظ کاشفی - ۱۸</p> <p>شعری سلسلہ - اخلاق و موعظت میں ایک درجے بہا اور تعلیم و توحید صاحب مرحوم - ۱۹</p> <p>تجوید صمدی نو دمنہ - حضرت نعمان کے سوا قابل قدر نصائح - ۲۰</p> <p>المشہرہ تجوید صمدی بکیر نو لکھنؤ پریس لکھنؤ</p> | <p>ذائقہ العارفین - ترجمہ اعیان العلوم الدین عربی ہر چار جلد کا کل حصہ -</p> <p>ترتیب احسانی بولفہ بیکیم احسان علی - ۲۱</p> <p>کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)</p> <p>گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ حررہ شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم - ۲۲</p> <p>گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر میں مشکل سالی کی فرہنگ کاغذ خنائی و سفید ۱۲</p> <p>گلستان بالصورہ کاغذ خنائی و سفید رسمی - ۲۳</p> <p>گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی حررہ شمس الدین صاحب مرحوم - ۲۴</p> <p>گلستان جلی اردو - اسپر طہا کی آسانی کے لئے اردو کے حواشی دیئے گئے ہیں - ۲۵</p> <p>شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شاخ شنی مولانا روم اس میں نقود کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۲۶</p> <p>گلستان ترجمہ - فارسی با ترجمہ اردو - ۲۷</p> <p>گلستان خرد - فارسی - ۲۸</p> <p>تقصیر گلستان سعدی - منشی ہر گوال صاحب آفتاب گندہ آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے ہزار کتبیں کیا ہیں کہ سعدی اور لفظ کے کلام میں فرق کو باہمی دشوار ہے - ۲۹</p> <p>بہارستان جامی - اخلاق و نصائح میں قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۳۰</p> <p>خارستان - حکایات ہند و نصائح بطرز گلستان سعدی از علامہ عبد الدین - ۳۱</p> | <p>مولوی تراب علی مرحوم - ۱</p> <p>کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ قیمت ۱۰</p> <p>اخلاق و تصوف اردو</p> <p>جامع الاخلاق ترجمہ اخلاق جلی - ۱</p> <p>باب النش - بولفہ مولوی محمد کیم بخش - ۲</p> <p>اوقات عزیز - از علامہ حمید خان - ۳</p> <p>ترجمہ عارف المعارف - کامل و جلد میں مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۴</p> <p>ترجمہ دانش - پرتندی کی تعلیم از مولوی محمد کیم بخش - ۵</p> <p>بحر الحقیقت - اصلاح نفس میں - ۶</p> <p>انجیات - اخلاق و موعظت میں مصنفہ منشی کا مینا پر شاد - ۷</p> <p>کیا ہے حکمت - حصہ اول بیان شریف علم و ادب - ۸</p> <p>سیرت ابن ابی - اردو ترجمہ شنی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پرتو دین حاصل مطبع جامع فوائد تصوف - کامل و جلد میں بتفصیل ذیل</p> <p>جلد اول - ترجمہ دفتر - ۱۲ و ۱۳ - زیر طبع</p> <p>جلد دوم - ترجمہ دفتر - ۱۴ و ۱۵ - زیر طبع</p> <p>شجرہ معرفت جلی - منتخبات شنی مولانا روم بہ ترجمہ علامہ حمید صاحب - ۱۶</p> <p>چشمہ رفیع - نظم ترجمہ اردو ہند ناشر عطار</p> <p>کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین گدس سرگاز مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۱۷</p> |
|---|---|---|

29. } **DUE DATE** 29/5/21



